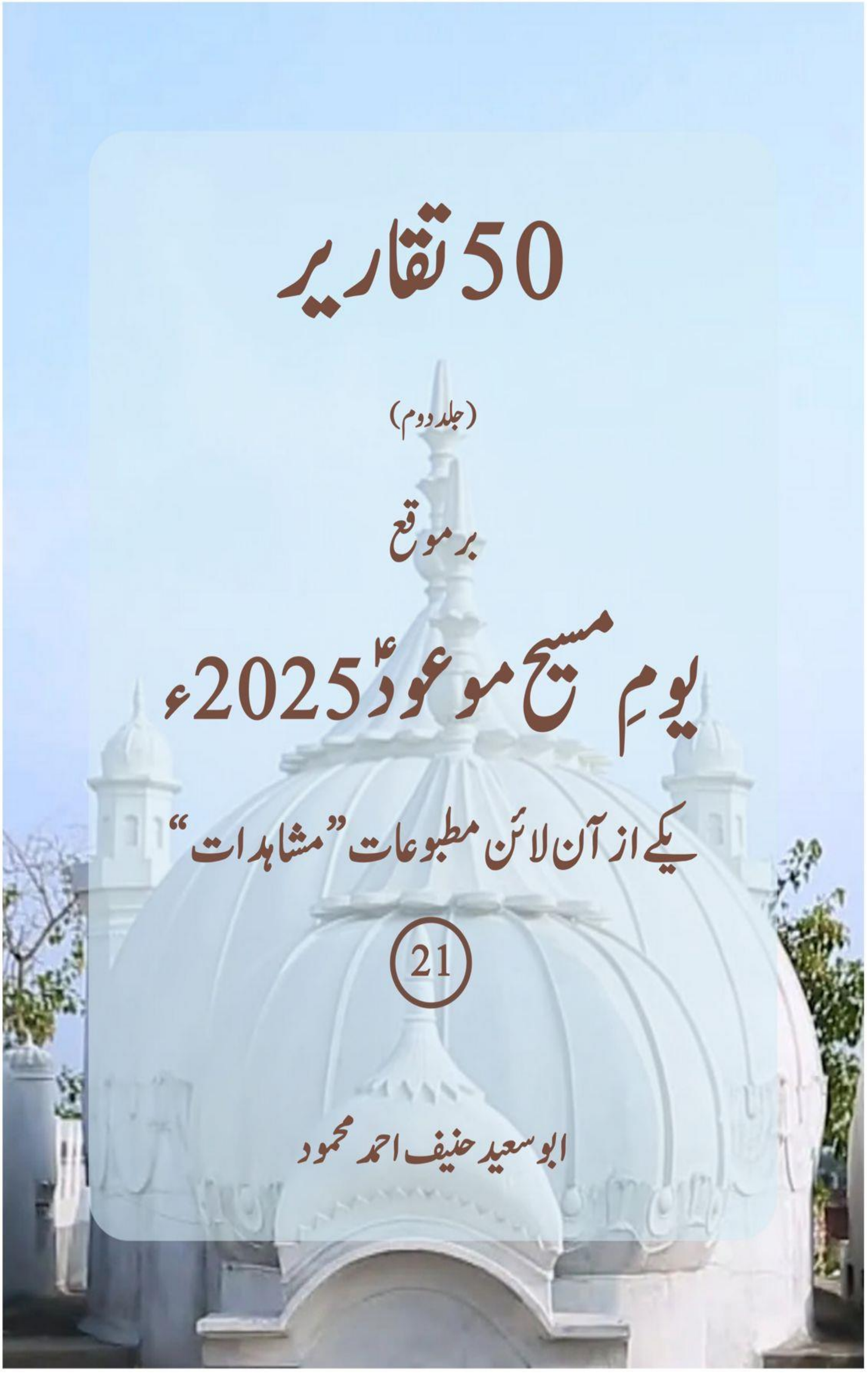

50 تقاریر

(جلد دوم)

بر موقع

یومِ مسیح موعودؑ 2025ء

یکے از آن لائن مطبوعات ”مشاہدات“

21

ابو سعید حنیف احمد محمود

”جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے اِنِّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اُس کو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 10)

50 تقاریر

(جلد دوم)

برموقع

یوم مسیح موعودؑ 2025ء

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

21

ابو سعید حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے

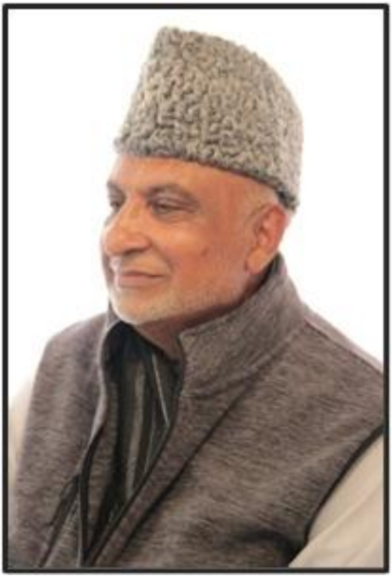

ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

خشتِ اول

"مشاہدات" کا سلسلہ مارچ 2023ء میں شروع ہوا اور مارچ 2025ء تک بفضلِ اللہ تعالیٰ اور باللهِ التوفیق 800 تقاریر و دروس روزانہ کی بنیاد پر تیار ہوئے جن میں سے آج 735واں درس و تقریر ویب سائٹ www.mushahedat.com سے نمودار ہوئی ہے۔ ان تمام تقاریر و دروس کو جو کتابی شکل میں جاری کرنے کی بھی توفیق ملی تو اِن کی تعداد بیس (20) ہو گئی ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالك

آج اکیسویں کاوش کے پیش لفظ لکھنے کے لیے قلم کو حرکت دی ہے جس کا نام خاکسار نے "خشتِ اول" رکھا ہے یعنی پہلی اینٹ۔ یہ پہلی اینٹ اُن 50 تقاریر کا مختصر تعارف کروا رہی ہے جو یومِ مسیح موعودؑ 2025ء کے موقع پر جلد دوم کی صورت میں آن لائن ایڈیشن کے طور پر جاری کی جا رہی ہے۔ یہ 50 تقاریر اپریل 2024ء سے مارچ 2025ء کے دورانیہ میں لکھنے کی توفیق ملی۔ مارچ 2024ء تک جلد اول کی صورت میں 50 تقاریر منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ الحمدللہ

حالیہ جلد دوم میں کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں سے الہامی مصرعے اور الہامی فقرے، اشعار کے مصرعے اور اہم منتخب تربیتی، تعلیمی و تبلیغی فقرات پر قلم اٹھا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح اور روحانی خزائن و ملفوظات میں جاری دریا سے چند قطروں سے فیض حاصل کر کے آگے قارئین مشاہدات تک پہنچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور احباب کے لیے مفید ثابت ہو۔ آمین

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم سورت ابراہیم کی آیت 6 میں حضرت موسیٰؑ کے اپنی قوم کے نام پیغام "ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ" کہ اُنہیں اللہ کے دن یاد کرواتا رہ، کو محفوظ فرمایا ہے۔ انبیاء کی یہ سُنّت مستمرّہ رہی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو اللہ کے فضلوں اور انعامات کے خاص دن یاد کرواتے رہتے ہیں تا اُس خدائے عزّ و جلّ کا شکریہ ادا کیا جا سکے جس نے اِن انبیاء کو کامیابیوں سے ہمکنار کیا۔ اِسی سُنّت کی روشنی میں جماعتِ احمدیہ بھی سال بھر مختلف دن مناتی رہتی ہے اور "مشاہدات" کو گزشتہ دو سالوں سے اِن اہم مبارک دنوں کے

حوالے سے مواد تحریری و تقریری شکل کے علاوہ کتابی اشکال میں بھی مہیا کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ یہ 50 تقریریں اِسی تسلسل کی ایک کڑی ہے جو یومِ مسیح موعودؑ 2025ء کے موقع پر منصۂ شہود پر لایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

قارئین "مشاہدات" ویب سائٹ کے حوالے سے اپنے تاثرات بیان کرتے رہتے ہیں۔

مکرم محمد اسلم خالد صاحب۔ برطانیہ سے لکھتے ہیں:

"ماشاء اللہ آپ نے بڑا علمی میدان سجا رکھا ہے۔ رفتہ رفتہ استفادہ کی کوشش کی جائے گی۔ اس جہاد میں قدم اٹھانا خدا کی دین ہے۔ اللھم زد فزد۔"

مکرم رائے اطہر احمد صاحب آف بیلجیم۔ متعلم جامعہ احمدیہ برطانیہ نے اپنے پیغام میں کہا کہ

"آپ کے جو مضامین آتے ہیں۔ یہ "مشاہدات"... پر روزانہ کی بنیاد پر ضرور مَیں ان میں go through ہوتا ہوں۔ پڑھتا بھی ہوں اور کبھی کبھی اپنی تقریر، مضمون یا کچھ بھی لکھنا ہو تو مَیں ویب سائیٹ پر جا کر اس سے استفادہ بھی کرتا ہوں۔ اپنے ساتھیوں کے لئے کوئی تقریر لکھنی ہو یا کسی کو کچھ مواد دینا ہو جیسے کوئی مانگ لیتا ہے تو بہت اس سے مستفیض ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش اور سعی میں برکت دے اور بے انتہاء جزا دے۔ جزاکم اللہ خیراً۔"

اِس علمی مائدہ کو آپ تک پہنچانے میں جن احباب و خواتین کا تعاون حاصل رہا اُن کے نام بغرض دعا تحریر ہیں۔

مکرمہ عائشہ چوہدری صاحبہ (جرمنی)، مکرم زاہد محمود صاحب، مکرم عامر محمود صاحب (یوکے)، مکرم سعید الدین احمد صاحب (واقف زندگی۔ یوکے)، مکرم منہاس محمود صاحب (جرمنی)، مکرمہ عطیۃُ العلیم صاحبہ (ہالینڈ) نیز وہ تمام جن کے مضامین سے ان تقاریر کی تیاری میں مدد لی گئی۔ جیسے مکرم حافظ عبدالحمید صاحب، مکرم اصغر علی بھٹی اور مسز وسیمہ اوپل آف آسٹریلیا۔ نیز مکرم فضل الرحمن صاحب ناصر پروفیسر جامعہ احمدیہ برطانیہ کا مَیں شکر گزار رہا ہوں جنہوں نے ہمیشہ حوالے تلاش کر کے مہیا کرنے میں میری مدد فرمائی۔ اِس دفعہ دیدہ زیب اور خوبصورت ٹائٹل تیار کرنے میں مکرم مقصود احمد منصور صاحب مربّی سلسلہ گیانا نے تعاون فرمایا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیراً و کان اللہ معھم

مَیں یہاں قارئینِ کرام کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے ذوق و شوق کی بدولت ”مشاہدات“ کے قارئین اور ویب سائٹ وزٹ کرنے والوں کی تعداد میں بڑی تیزی سے نمایاں اضافہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جزائے خیر دے اور قارئین کے لیے ہماری محنت کے میٹھے پھل لگیں۔ آمین۔ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

خاکسار

ابو سعید حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

(شاہد۔ عربی فاضل)

مربّی سلسلہ

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ و الفضل آن لائن لندن و نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ)

17/مارچ 2025ء

ویب سائٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی و ذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کر کے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مد نظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

1۔ جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں

2۔ تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی

4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود

5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ (جلد اول)

6۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2024ء (حصہ اول)

7۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)

8۔ 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ

9۔ 65 تقاریر برائے انصار اللہ

10۔ 20 تقاریر بابت محرم الحرام

11۔ 25 تقاریر بابت اہل بیت رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ

12۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ دوم)

13۔ 70 تقاریر برائے خدام الاحمدیہ

14۔ 50 تقاریر بابت قرآن کریم (حصہ اول)

15۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ اول)

16۔ 60 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ اول)

17۔ 40 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ دوم)

18۔ 20 تقاریر بابت فلسفہ دُعا اور اس کی حقیقت

19۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2025ء (حصہ دوم)

20۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2025ء (جلد اول)

21۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ 2025ء (جلد دوم)

زیر ترتیب کتب

1۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2025ء (حصہ دوم)

2۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ دوم)

3۔ 50 تقاریر بابت عبادات

4۔ 20 تقاریر بابت واقفین / واقفات نو

5۔ 20 تقاریر بابت ناصرات الاحمدیہ

6۔ 20 تقاریر بابت اطفال الاحمدیہ

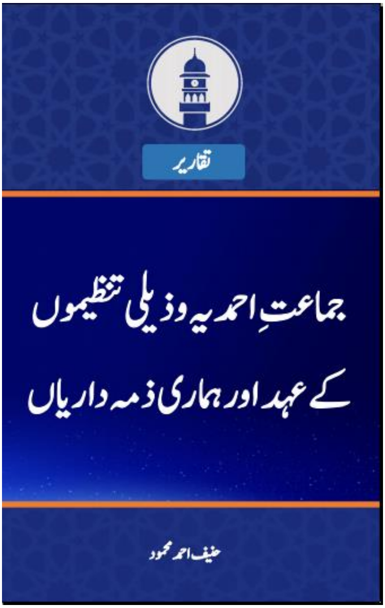

تقاریر
جماعتِ احمدیہ و ذیلی تنظیموں
کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
حنیف احمد محمود

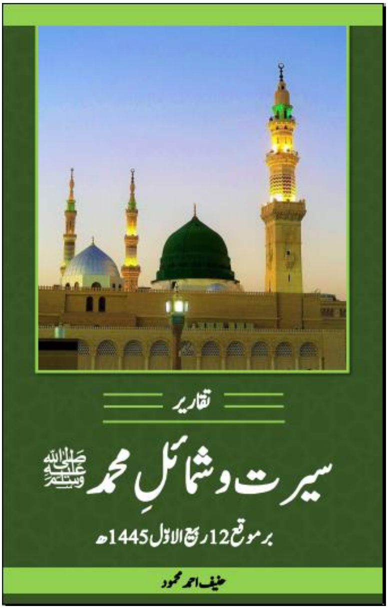

تقاریر
سیرت و شمائلِ محمد ﷺ
بر موقع 12 ربیع الاوّل 1445ھ
حنیف احمد محمود

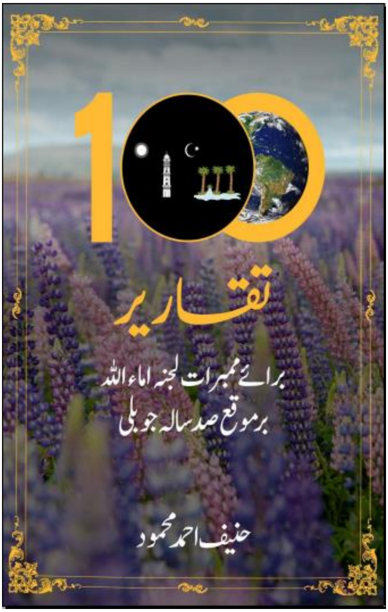

100
تقاریر
برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
بر موقع صد سالہ جوبلی
حنیف احمد محمود

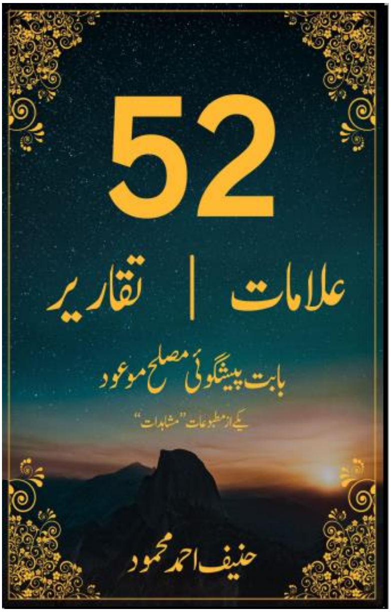

52
علامات | تقاریر
بابت پیشگوئی مصلح موعود
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
حنیف احمد محمود

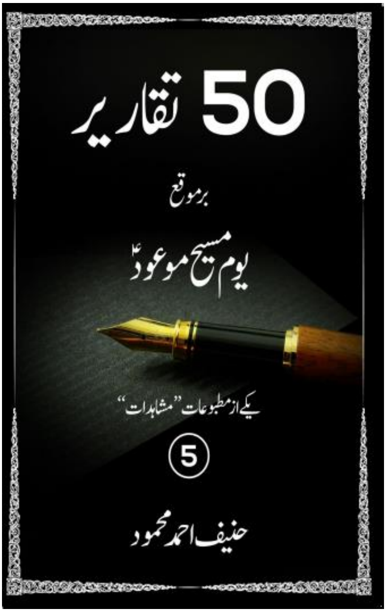
50 تقاریر
برموقع
یوم مسیح موعودؑ
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
5
حنیف احمد محمود

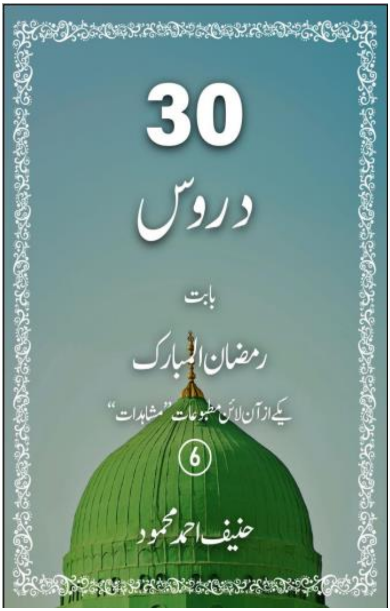
30
دروس
بابت
رمضان المبارک
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
6
حنیف احمد محمود

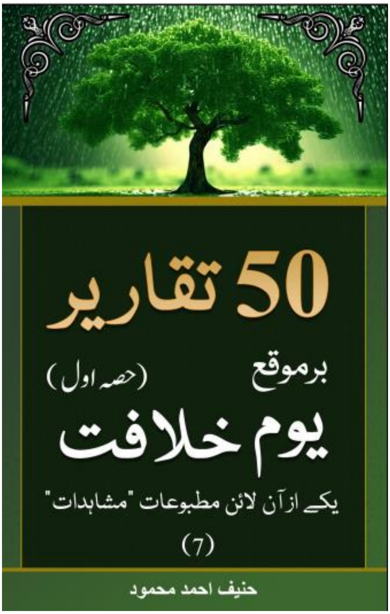
50 تقاریر
برموقع (حصہ اول)
یوم خلافت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
(7)
حنیف احمد محمود

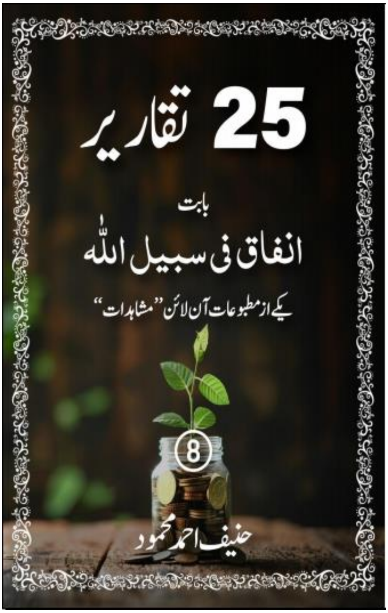
25 تقاریر
بابت
انفاق فی سبیل اللہ
یکے از مطبوعات آن لائن "مشاہدات"
8
حنیف احمد محمود

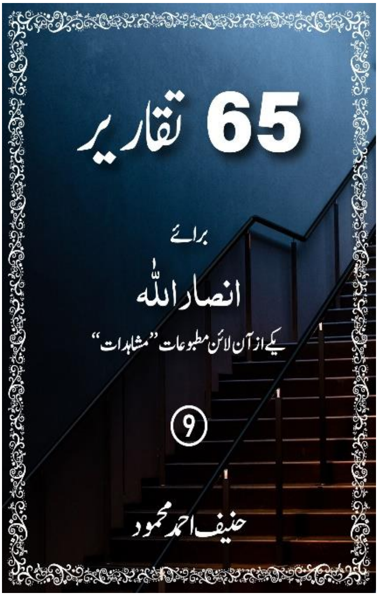
65 تقاریر
برائے
انصار اللہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
9
حنیف احمد محمود

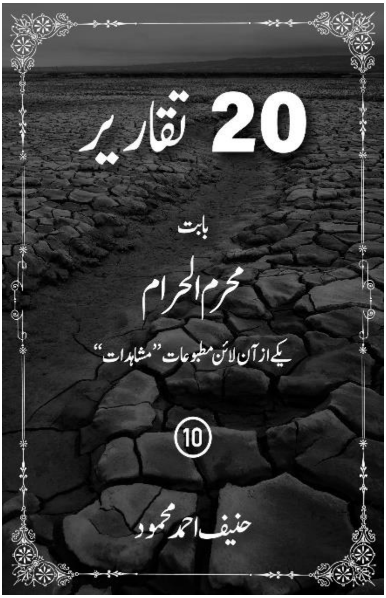
20 تقاریر
بابت
محرم الحرام
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
10
حنیف احمد محمود

25 تقاریر
بابت
اہلِ بیتِ رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
11
حنیف احمد محمود

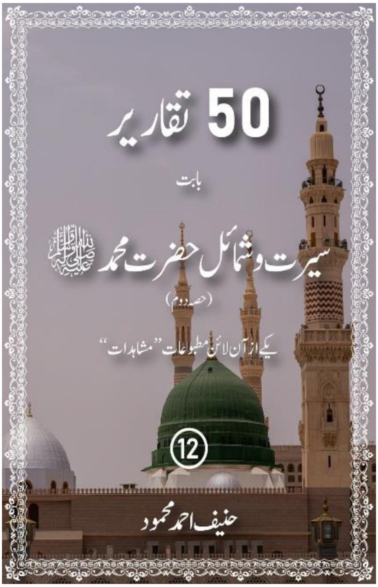
50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(حصہ دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
12
حنیف احمد محمود

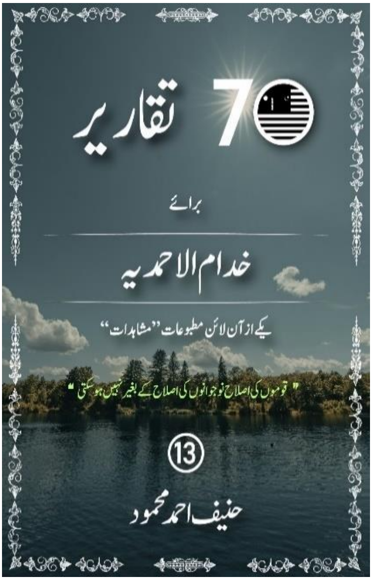
70 تقاریر
برائے
خدام الاحمدیہ
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
'' قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی ''
13
حنیف احمد محمود

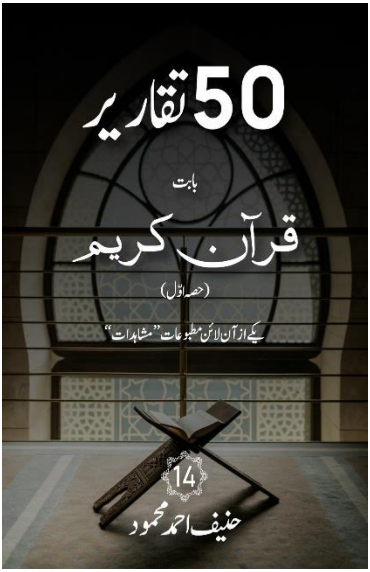
50 تقاریر
بابت
قرآن کریم
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
14
حنیف احمد محمود

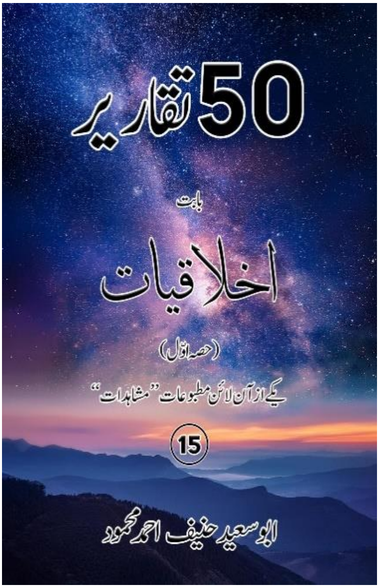
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
15
ابوسعید حنیف احمد محمود

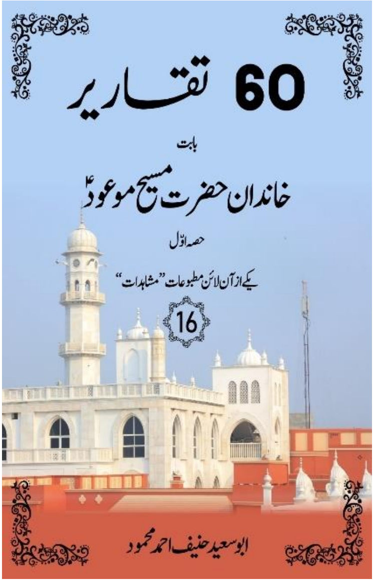
60 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
16
ابوسعید حنیف احمد محمود

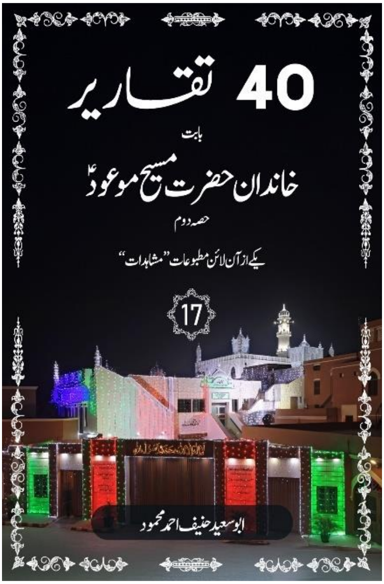
40 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ دوم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
17
ابوسعید حنیف احمد محمود

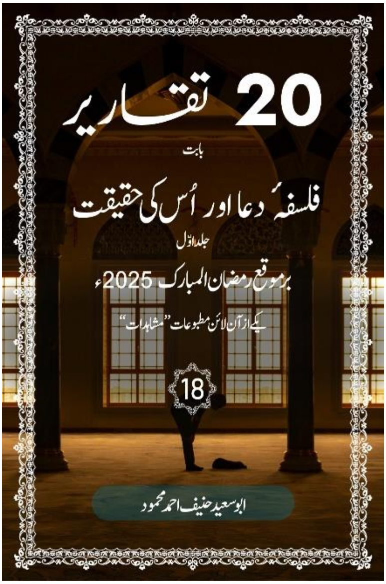
20 تقاریر
بابت
فلسفۂ دعا اور اُس کی حقیقت
جلد اوّل
بر موقع رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
18
ابوسعید حنیف احمد محمود

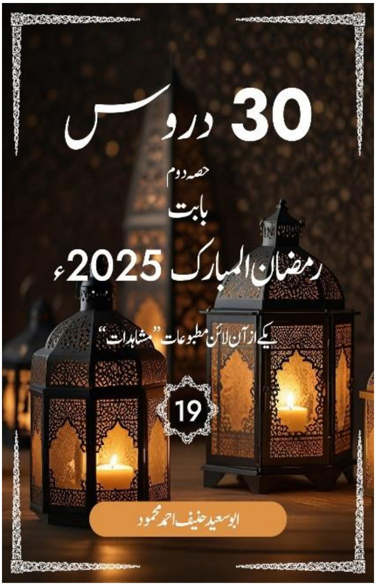
30 دروس
حصہ دوم
بابت
رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
19
ابوسعید حنیف احمد محمود

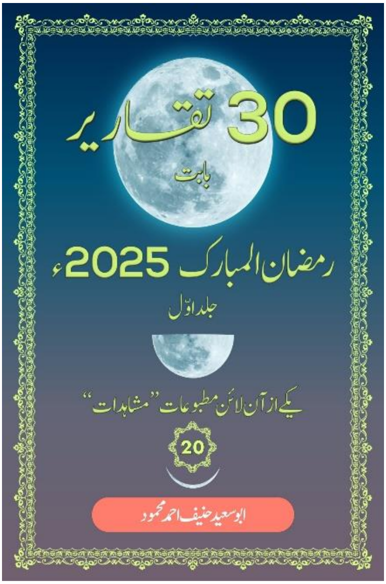
30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2025ء
جلد اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
20
ابوسعید حنیف احمد محمود

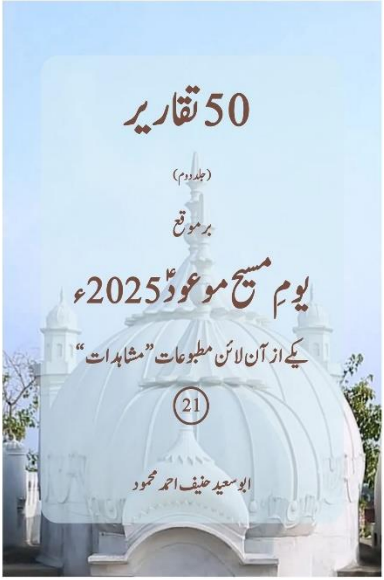

50 تقاریر

بر موقع

یوم خلافت 2025ء

(حصہ دوم)

(زیر ترتیب)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

22

ابو سعید حنیف احمد محمود

20 تقاریر

بابت

واقفین نو

(زیر ترتیب)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

23

ابو سعید حنیف احمد محمود

50 تقاریر

بابت

اخلاقیات

(حصہ دوم)

(زیر ترتیب)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

24

ابو سعید حنیف احمد محمود

محفوظ قلعے میں داخل ہونے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد **200 مرتبہ**، 15 سے 25 سال کے افراد **100 مرتبہ** یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین **3، 4 دفعہ** دہرائیں

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) instructed in his Friday Sermon on August 23rd, 2024, that adults should recite these prayers **200 times**, individuals aged 15 to 25 should recite them **100 times**, and parents should repeat these prayers with young children **three or four times**:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

Holy is Allah, worthy of all praise and greatness. O Allah, bestow Your blessings upon Muhammad and the people of Muhammad.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں۔اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

My Lord, everything is subservient to You! Protect me, help me, and have mercy on me.

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

انڈیکس

نمبر شمار	مشاہدات	عنوان	صفحہ
1	727	كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ	1
2	126	سر جھکا بس! مالکِ ارض و سماء کے سامنے	9
3	642	جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو	18
4	794	عشقِ الٰہی وَسّے منہ پر وَلیاں ایہہ نشانی	29
5	87	خدا داری چہ غم داری	40
6	791	سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ کا نادر و نایاب نسخہ	49
7	765	پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار	55
8	52	ابراہیم بنو	64
9	790	”زکریا والی توبہ کرو“	77
10	661	وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم	86
11	236	آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے	94
12	779	مسلمانوں پہ تب اِدبار آیا کہ جب تعلیمِ قرآں کو بُھلایا	105
13	258	جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے	117
14	383	سچا رہنما قرآن شریف ہے	130
15	385	سچی تہذیب وہ ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی	141
16	687	قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے (تقریر نمبر 1)	151
17	688	قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے (تقریر نمبر 2)	161

18	195	قرآن، جواہرات کی تھیلی ہے	170
19	4	دعا کے لیے اگر جواب جلدی مل جائے تو عموماً اچھا نہیں ہوتا	180
20	780	بزہد و ورع کوش و صدق و صفا و لیکن میفزائے بر مصطفیٰ	187
21	170	ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے (تقریر نمبر 1)	195
22	658	ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے (تقریر نمبر 2)	203
23	651	آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار	211
24	631	”تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں“	223
25	214	جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا	233
26	204	بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں	253
27	789	وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں	264
28	208	ذاتیں وجہ شرافت نہیں	271
29	88	اے میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!	281
30	777	”میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں“ (مسیحِ موعودؑ)	280
31	652	بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے	300
32	98	راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا	310
33	793	پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی **یا** پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن	317
34	764	کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا	325

35	655	کَشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں	336
36	656	زار بھی ہو گا تو ہو گا اُس گھڑی باحالِ زار	343
37	781	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا (تقریر نمبر 1)	354
38	782	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا (تقریر نمبر 2)	363
39	783	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا (تقریر نمبر 3)	370
40	784	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا (تقریر نمبر 4)	380
41	785	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا (تقریر نمبر 5)	387
42	786	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا (تقریر نمبر 6)	397
43	787	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا (تقریر نمبر 7)	408
44	788	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا (تقریر نمبر 8)	419
45	483	جماعت احمدیہ کے عظیم الشان جلسہ سالانہ کی بنیادی اینٹ	430
46	5	محتاج ہے کچھ تھوڑے سے اسے دے دو	436
47	745	حضرت مسیح موعودؑ کا صبر و تحمّل، ضبطِ نفس اور قوّتِ برداشت	442
48	556	تیسری عالمی ایٹمی جنگ (حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام کی پیشگوئیاں وارشادات کی روشنی میں)	451
49	762	کشتی نوح میں درج نصائح کو روزانہ ایک بار پڑھ لیا کرو (تقریر نمبر 1)	461
50	763	کشتی نوح میں درج نصائح کو روزانہ ایک بار پڑھ لیا کرو (تقریر نمبر 2)	471

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

”اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے۔ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو ....(سنو) میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یہ یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کیے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اس عالم سے حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانے کا حِصنِ حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے! اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا ہے اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندہ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں۔“

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34)

"اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں
تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور
ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو
سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر
ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح
جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور
خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

﴿1﴾　﴿مشاہدات۔727﴾

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ (المجادلہ:22)

یعنی اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالِب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اِک عالَم دکھاتی ہے

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ایک قرآنی آیت کا ٹکڑا کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اُن کی جماعتوں سی غالب آنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

کائناتِ ارضی پر جب بھی گمراہی کا دَور آیا اور بندگانِ خدا کسی رہبر کی تلاش میں تھے۔ رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور خالقِ کائنات نے انسانوں کی رُشد و ہدایت کے لئے اپنے نبی اور رسول دنیا میں بھیجے۔ ہر دَور میں بنی نوع انسان آسمانی پانی سے سیر اب ہوئی اور اللہ کے فرستادوں نے بندگانِ خدا کے دلوں میں نیکی و تقویٰ کی شمعیں روشن کیں اور شرک وبت پرستی کے ماحول میں نعرۂ توحید بلند کیا۔

اصولِ فطرت ہے کہ اندھیرے دم توڑتے ہیں تو نویدِ سحر ہوتی ہے۔ یعنی صبح، اندھیروں کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔ ایسے میں حاسدین کا گروہ اپنے لاؤلشکر کے ساتھ مخالفت کی آگ جلا کر انبیاء ورسل کے مقابلہ کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ حق و باطل کی اس جنگ کے بارہ میں ربِّ کائنات نے لکھ چھوڑا ہے کہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ یعنی یقیناً مَیں اور میرے رسول غالِب آئیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس مضمون کو اپنے ایک شعر میں اِس طرح بیان فرمایا ہے۔

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہٰ زار و نزار!

وقت کی نظر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا انجام دیکھا کہ کس طرح الٰہی سنت کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے انبیاء کو دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا۔

حق کے مخالفین کی انبیاء کو مغلوب کرنے کی ہر کوشش ناکام ہوئی اور الٰہی سنت کے مطابق مالکِ تقدیر کا یہ فیصلہ ہی غالب آیا۔ فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (المائدہ:57) کہ اللہ ہی کا گروہ ہے جو ضرور غالب آنے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تقدیرِ الٰہی کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔ فرمایا۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اِک عالَم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ راہ کو اُڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مُخالِف کو جَلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دُشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اُن پر اِک طوفان لاتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ خدا تعالیٰ کی سُنَّت ہے اور جب سے کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سُنَّت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غَلَبَہ دیتا ہے... اور غَلَبَہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا

کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ مَنْشَاء ہوتا ہے کہ خدا کی حُجَّت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قَوِی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304)

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

سامعین! تاریخِ عالَم اس بات کی گواہ ہے کہ انبیاء کے مخالفین وقت کے وہ فرعون یا نمرود و شدّاد تھے جو ہمیشہ ہی تباہ و برباد کئے گئے، ذلیل و رسوا ہوئے اور انہیں کبھی سرسبزی نصیب نہ ہوئی۔ کبھی اُنہیں پانی سے غرق کیا گیا، کبھی خشکی میں پتھروں کی بارش اُن پر ہوئی اور کبھی اُنہیں تُند و تیز آندھیوں اور طوفانوں نے گھیر کر ہلاک کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اِن قوموں کے حالات بیان فرمائے ہیں جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کی جس کی پاداش میں اُن پر مختلف قسم کے عذاب آتے رہے۔

جبکہ انبیاء اور اُن کے ماننے والے خطرات میں گھِرے ہونے کے باوجود موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجل کا نعرہ لگاتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے رہے۔ زمانے کی گردشیں اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکیں، دن بدن اُن کا قدم کامیابیوں کی طرف بڑھتا رہا اور فتوحات اُن کی پیشانیوں کا جھومر بنتی رہیں۔ تاریخ کے اوراق پلٹیئے اور دیکھیئے کہ مشرکین کے تین سو ساٹھ خداؤں کو ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خدا نے کس طرح نیست و نابود کر کے رکھ دیا اور اپنے اُن بندوں کو جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا عَلَم بلند کئے ہوئے تھے دنیا و آخرت میں سرخرو کر دیا۔ تاریخ کا سب سے روشن باب حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اپنی قربانیوں سے رقم کیا۔ ایک طرف مخالفت کی تُند و تیز آندھیاں تو دوسری طرف صبر و استقامت کے پہاڑ، بظاہر کمزور اور ناتواں انسان مگر عزم اور یقین میں شیروں کے دل دہلا دیتے ہیں۔

پیارے بھائیو! یہ مناظر مذہب کی ہزاروں سالہ تاریخ کا خلاصہ ہیں جب بھی خدا کا کوئی مامور آتا ہے یہی تاریخ دہرائی جاتی ہے۔ نور کی شمع کو بجھانے کے لیے تاریکی کے فرزند ہر حربہ استعمال کرتے ہیں، شیطان

خدا کے فرستادہ کے چاروں طرف مشکلات اور مصائب کے خار زار کھڑے کر دیتا ہے، مگر سعادت مند لوگ ہر مشکل کو پھلانگتے ہوئے اور ہر پہاڑ کو سَر کرتے ہوئے مامورِ الٰہی کے آستانہ پر حاضر ہو جاتے ہیں اور پھر کسی قیمت پر ایمان کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ابتلاؤں اور آزمائشوں کی بھٹی سے گزر کر کُندن بن جاتے ہیں۔

اِس دورِ آخرین میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو توحید کا عَلَم بلند کرنے کا فرض سونپا۔ ایسے میں مخالفت کا اک طوفان اٹھا اور دنیا نے وہ مناظر دیکھے جو سنتِ انبیاء ہے۔ آپؑ کو گالیاں دی گئیں، آپؑ کے خلاف کُفر کے فتوے لگائے گئے، آپؑ کے خلاف جھوٹے مقدمات بنائے گئے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تسلی دی اور فرمایا۔

”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہیں کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔“

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 303)

سَر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نِہاں
اَے مِرے بد خواہ! کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وَار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”ہمارے دشمن تو اللہ تعالیٰ سے جنگ کرتے ہیں۔ بھلا ان سے آسمانی باتیں اور تائیدات روکی جا سکتی ہیں۔ ہر گز نہیں! پرنالہ کے پانی کو تو کوئی روک بھی سکتا ہے مگر جو آسمان سے موسلا دھار بارش ہونے لگ جاوے۔ اس کو کون روک سکے گا اور اس کے آگے کونسا بند لگاویں گے؟ ہمارا تو سارا کاروبار ہی آسمانی ہے۔ پھر بھلا کسی کی کیا مجال کہ اِس میں کسی قسم کا حرج یا خَلَل واقع کر سکے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 131)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں خدا سے یقینی علم پا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ تمام مولوی اور اِن کے سجادہ نشین اور اِن کے ملہم اکٹھے ہو کر الہامی امور میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہیں تو خدا ان سب کے مقابل پر میری فتح کرے گا۔ کیونکہ مَیں خدا کی طرف سے ہوں پس ضرور ہے کہ بموجب آیت کریمہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی میری فتح ہو“

(ضمیمہ انجام آتھم۔ صفحہ 57-58 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد چہارم صفحہ 329)

پھر آپ فرماتے ہیں:

”خدا نے ابتداء سے لکھ چھوڑا ہے اور اپنے قانون اور اپنی سنت قرار دے دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔ پس چونکہ مَیں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے، بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پا کر اور اُسی میں ہو کر اور اُسی کا مظہر بن کر آیا ہوں اس لئے مَیں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنی آدم کے زمانے سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ مفہوم اس آیت کا سچا نکلتا آیا ہے، ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلے گا۔“

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 380-381)

یہ باغ ہرا رہے گا، یہ چراغ بُجھنے کے لئے نہیں جلا، بہت سے پھونکیں مار چکے، اپنی سی کوشش بہت سوں نے کی۔ مگر کائنات کے مالک نے اس کی حفاظت کی اور ان شاء اللہ کرتا رہے گا۔ الٰہی وعدہ کے مطابق احمدیت کے شجرِ طیبہ کو شیریں پھل لگے، سعید روحیں احمدیت کے دامن سے وابستہ ہو کر توحید کے نغمے گانے لگیں اور مخالفین ناکام و نامراد ہوئے۔

شریروں پر پڑے اُن کے شرارے
نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے

سامعین! کہاں گئے وہ احرار جو کہتے تھے ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، کہاں گیا وہ سیاسی لیڈر جو کہتا تھا میں نے قادیانیت کا 90 سالہ مسئلہ حل کر دیا ہے، کہاں گیا وہ آمرِ وقت فوجی جس نے فرعونِ وقت ہونے کا ثبوت دیا اور جماعت احمدیہ پر مظالم کی انتہا کر دی، تب خدا کا غضب بھڑکا اور مردِ

خدا کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کہ ”خدا کی تقدیر تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی“ بڑی شان سے پورے ہوئے۔

زمین جب بھی ہوئی کربلا ہمارے لئے
تو آسمان سے اُترا خدا ہمارے لئے

جماعت احمدیہ پر ابتلاؤں اور امتحانوں کی ایک لمبی داستان ہے۔ خدائی اِذن سے بویا گیا ایک چھوٹا سا بیج جو بڑھتے بڑھتے عالمگیر شجرہ طیبہ بن گیا اور ہر آن وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ احمدیت کا یہ مقدس شجر آج دنیا کے دو سو سے زائد ملکوں پر سایہ فِگن ہے اور خدا تعالیٰ اس پودے کی خود آبیاری کر رہا ہے۔

ایک شَجر ہے جس کی شاخیں پھیلتی جاتیں ہیں
کسی شَجر میں ہم نے ایسی بات نہیں دیکھی

خدا کا وعدہ ببانگِ دُھل پورا ہوا اور یَدۡ خُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجاً کا ایمان افروز نظارہ ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ اے سننے والو! سنو اور غور سے سنو کہ خدا کا فرمان کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ یقیناً میں اور میرے رسول غالِب آئیں گے۔ ایک دفعہ پھر پورا ہو رہا ہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت نے تاریکی کے اِس دَور میں اسلام پر آئی ہوئی شبِ غربت کو نورِ مبین میں بدل دیا۔ آج شاہراہِ ترقی اسلام کا کوئی موڑ ایسا نہیں جس پر جماعت احمدیہ پوری شان کے ساتھ مصروفِ عمل نہ ہو۔ دنیا کا کوئی خطہ اس کی برکتوں سے محروم نہیں۔

ہر آن اور ہر جگہ عالمِ احمدیت پر خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کا سورج ہمیشہ جلوہ گر رہتا ہے۔

صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہو گی
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہو گی

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”خدا تعالیٰ جب انبیاء کو دنیا میں مبعوث فرماتا ہے تو اُس کے ساتھ ہی مخالفین کی طرف سے مخالفت کی آندھیاں بھی بڑی شدت سے چلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ لیکن انبیاء کو کیونکہ اپنے پیدا کرنے والے اور بھیجنے والے پر کامل یقین ہوتا ہے اس لئے ان کو یہ خوف نہیں ہوتا کہ خدا ان کو مخالفت کی آندھیوں میں تنہا چھوڑ دے گا۔ ہاں ان کے دلوں میں جو اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت ہوتی ہے اس کی وجہ سے وہ ڈرتے رہتے ہیں لیکن جوں جوں مخالفت کی آندھیاں بڑھتی ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کی ٹھنڈی ہوائیں بھی اسی تیزی سے بلکہ اس سے زیادہ تیزی سے بڑھ کر انبیاء اور ان کے ماننے والوں کی تسلی کا باعث بنتی ہیں اور اس کے نظارے ہمیں تمام انبیاء کی زندگیوں میں نظر آتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جنگِ بدر سے لے کر فتح مکہ تک کے نظارے ہمیں نظر آتے ہیں اور خدائی وعدہ کہ مَیں اور میرا رسول غالب آئیں گے پوری شان سے پورا ہوتا نظر آتا ہے۔ تو یہ سنت اللہ ہے جو آج ختم نہیں ہو گئی آج بھی اُسے پورا ہوتے ہم دیکھ رہے ہیں۔ آج ان نظاروں کو دیکھ کر احمدیوں کے ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا ہمیں نظر آتا ہے۔“

حضور انور مزید فرماتے ہیں:

”یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیوں اور رسولوں سے وعدہ ہے کہ وہ ان کو غالب کرتا ہے، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خدا کے مامور ہیں اور آپؑ سے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آپ کو اور آپ کی جماعت کو انشاء اللہ ضرور غلبہ عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کے تحت ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہوتا ہے، انبیاء آتے ہیں اور بیج ڈال کر چلے جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ مومنین کی جماعت کے ذریعہ اور نظامِ خلافت کے ذریعے اس کے پھیلاؤ میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 اپریل 2004ء)

انبیاء کے غالب آنے کی ذمہ داری گو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے لیکن مؤمنین کی طرف سے یہ ایک جہاد سے کم نہیں۔ اس کے لئے جن کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے اُن میں ایک رمضان کی دعائیں ہیں۔ ایک

مؤمن رات میں اشکوں کے تیروں سے اپنے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور انبیاء کے غلبہ میں ممد ثابت ہوتا ہے جس کے لئے رمضان ایک بہترین موقع ہے۔

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

(بتعاون: مکرم حافظ عبدالحمید صاحب)

❁❁❁❁

﴿2﴾ ﴿مشاہدات۔126﴾

سَر جُھکا بس! مالکِ ارض و سماء کے سامنے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَنَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ ۖۚ وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ (ق:17)

اور یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں کہ اس کا نفس اُسے کیسے کیسے وساوس میں ڈالتا ہے اور ہم اس سے (اس کی) رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا
تجھے پایا ہر اک مقصد کو پایا
ہر ایک عاشق نے ہے اک بت بنایا
ہمارے دل میں یہ دلبر سمایا

بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک شعر کا دوسرا مصرع ہے یعنی ”سَر جُھکا بس! مالکِ ارض و سماء کے سامنے“ یہ شعر مکمل یوں ہے۔

چاہیے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سَر جُھکا بس! مالکِ ارض و سماء کے سامنے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اللہ کی شان میں لکھے گئے اپنے اِس منظوم کلام میں ایک مومن کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر مومن کو اپنے دل سے اللہ کے سوا جو بھی دوسرا وجود موجود ہے اسے دور ہٹا دینا چاہیے اور ہمیشہ خدائے واحد و یگانہ کے آگے سر جھکا کر زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے اور الوہیت ہی سپریم ہے۔ اُسی اللہ نے ہر چیز پیدا کی، دنیا کی کائنات کو بنایا وہ خالق اور ہم اُس کی مخلوق ہیں۔ مخلوق ہی کو اپنے خالق کے سامنے سر جھکانا ہے۔ سر جھکانے کے الفاظ میں بھی ایک بڑی حکمت

ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب، سوسائٹیوں، تہذیبوں اور کلچرز میں کسی سے مؤدب ملنے میں سر جھکانا پڑتا ہے اور یہ اطاعت، فرمانبرداری اور وفاداری کی علامت ہے۔

یہی وہ سبق ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صِبۡغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً ۫ وَّنَحۡنُ لَهٗ عٰبِدُوۡنَ (البقرہ:139) کے الفاظ میں دیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ

اللہ کا رنگ پکڑو اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے۔ ہم تو اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

سامعین! اب دیکھیں! جہاں ایک مومن کو اللہ کی صفات اپنانے کی تلقین کی گئی ہے وہاں ساتھ ہی اس طرف بھی عٰبِدُوۡنَ کے الفاظ کہہ کر مومن کو توجہ دلائی کہ تمہارا کام عبد بننا ہے۔ دوسرے معنوں میں سر جھکا کر رکھنا ہے۔

اس مضمون کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ (مسلم) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم اپنے اخلاق کو خدا کے اخلاق کے مطابق بناؤ۔

اللہ تعالیٰ نے عبودیت کے مضمون کو سورۃ الروم کی آیت 31 میں یوں بیان فرمایا ہے:

فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے۔ اس مضمون کو تربیت اولاد کی اس حدیث کے ساتھ ملا کر پڑھیں جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بچے کو فطرت پر پیدا کرتا ہے۔ والدین ہی اسے یہودی، نصرانی اور مسلمان بناتے ہیں۔ (بخاری)

فطرت کے لفظ کو اگر لغت میں دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ فطرت اُن صفات کا نام ہے جو ہر بچے میں اُس کی ابتدائے خِلقت کے وقت ودیعت کی جاتی ہے۔ گویا کہ بچہ فطرتاً اللّٰہُ اَحَدٌ کی صدا بلند کرتا ہے۔ ماحول اور معاشرہ کے رنگ اُسے جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام "اللہ" کے علاوہ اُس کے ننانوے نام ہیں۔ جو شخص بھی اِن صفات کو مدنظر رکھے گا اور اُن کا مظہر بننے کی کوشش کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

پھر ایک اور موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 40)

جو لوگ اپنے خالق سے عدم اطاعت کا سلوک کرتے ہیں اور گستاخی سے پیش آتے ہیں اُن کے متعلق بھی ایک حدیث قدسی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ میری تکذیب کرتا ہے حالانکہ اُسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ وہ مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اُسے ایسا کرنے کا حق نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ ہمیں اس طرح پیدا نہیں کر سکتا جس طرح اس نے ہمیں پہلے پیدا کیا اور گالی دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میری ذات **صمد** یعنی بے نیاز ہے۔ نہ میرا کوئی بیٹا ہے اور نہ میں کسی کا بیٹا ہوں اور نہ میرا کوئی ہمسر ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 36، 37)

حاضرین! آج تقریر کے عنوان میں جو مضمون بیان ہوا ہے اس کی تفصیل میں جانے سے قبل ایک اور اہم حدیث آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! مَیں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کر رکھا ہے۔ تم سب گم گشتہ راہ ہو سوائے اُن لوگوں کے جن کو میں صحیح راستہ کی ہدایت دوں۔ پس مجھ سے ہدایت طلب کرو۔ مَیں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اِس کے جس کو مَیں کھانا کھلاؤں۔ پس مجھ سے ہی رزق طلب کرو۔ مَیں تم کو رزق دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں لباس پہناؤں۔ پس مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات غلطیاں کرو تو بھی مَیں تمہارے گناہ بخش سکتا ہوں۔ پس مجھ سے ہی بخشش مانگو۔ مَیں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کہ نقصان پہنچانے کا ارادہ کرو اور نہ ہی تم مجھے نفع پہنچانے کی کوشش کرو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے اور پچھلے جنؓ و انس سب کے سب اول درجہ کے متقی اور پرہیز گار بن جائیں اور اس شخص کی طرح بن جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ

تقویٰ رکھتا ہے۔ تو تمہارا ایسا ہو جانا بھی میری بادشاہت میں ایک ذرہ بھر اضافہ نہیں کر سکتا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے اور پچھلے جن و انس تم میں سے جو سب سے زیادہ بدکار ہے اس کے قلبِ بدنہاد کی طرح ہو جائیں تو بھی میری بادشاہت میں کسی چیز کی کمی نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے اور پچھلے جن و انس ایک میدان میں اکٹھے ہو جائیں اور مجھ سے حاجات مانگیں اور میں ہر ایک انسان کی حاجات پوری کر دوں تو بھی میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی سمندر میں سُوئی ڈال کر اس کو باہر نکالنے سے سمندر کے پانی میں کمی آتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کا میں نے حساب کیا ہے۔ میں تم کو ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جس شخص کا اچھا نتیجہ نکلے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اور جو شخص اس کے علاوہ کوئی اور چیز پائے۔ یعنی ناکامی کا منہ دیکھے تو وہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے کہ اس کی اپنی ہی بدعملی کا نتیجہ ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 38، 39)

چشمہ خورشید میں موجیں تیری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تیری چمکار کا

سامعین! اب جہاں تک مالک ارض و سماء کا تعلق ہے یہ وہ مبارک ہستی ہے جس کا ذکر اپنی صفات کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ جو واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن ہے۔ وہی ہے جس کی ذات باقی رہنے والی ہے، اس کا تمام دنیا میں بادشاہت ہے۔ اللہ اولاد کی ضرورت سے پاک ہے، وہ تولید کے نظام سے کلیۃ پاک ہے۔ وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ اُس کی نہ بیوی ہے نہ کوئی بیٹا، اُس کو نہ اُونگھ پکڑتی ہے نہ نیند۔ اس کو کھانے کی کوئی حاجت نہیں۔ ان صفات کے ہوتے یہی ہستی عبادت اور پرستش کے لائق ہے۔

(خلاصہ احکامات الٰہی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21-22)

معزز بھائیو! ہمارے ایشیائی معاشرے میں ایک مسلمان اللہ اور اللہ اکبر کی صدائیں تو بہت بلند کرتا ہے مگر عملی اعتبار سے اس نے اپنے اندر، اپنے دل کے اندر بے شمار خدا پال رکھے ہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر وہ ایسی غیر اسلامی رسومات کی بجاآوری کر رہا ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی نفی کرتے ہوئے عملاً یہ کہہ رہا ہے کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ اسی طرح وفات یا کسی کی موت پر جو رسومات بجالاتے ہیں۔ قبروں پر سجدے کرتے ہیں اُن کی پوجا کرتے ہیں یہ دراصل شرک ہی ہے جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس شعر میں کیا ہے۔

نقش دوئی سے قلب کو مٹانا چاہیے تجھ کو
سر جھکا بس مالک ارض و سما کے سامنے

ایشیائی معاشرے میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ رشوت پر اس حد تک اعتبار ہے اگر نہ دی تو گزارہ نہیں ہو گا۔ دھوکہ بھی اسی غرض سے دیتے ہیں کہ اگر دھوکہ سے کام نہ لیا تو زندگی نہیں چل سکتی۔ ہم بھوکے مر جائیں گے۔ ان تمام حالات میں مالکِ ارض و سماء کے سامنے سر ہی جھکانا ہے اور دل کو نقشِ دوئی سے پاک کرنا ہے۔ مشرق میں بسنے والے احمدی اپنی مذہبی مشکلات کی دوری کی خاطر مغربی دنیا کی طرف ہجرت کر آتے ہیں اور اپنے کیسسز کو یقینی بنانے کے لیے بعض دفعہ جھوٹی باتیں بھی involve کر دیتے ہیں۔ جو غلط ہے۔ یہ خیالی بت ہے جو وہ اپنے اندر پالتے ہیں۔ ایسے مواقع پر جن لوگوں نے مالکِ ارض و سماء

کے سامنے سر جھکا کر دعائیں کیں۔ اُس خدا کی ذات پر مکمل بھروسہ اور کامل یقین رکھا۔ وہ جو کامل اور جامع صفات کی طرف جھکے وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ ۚ وَہُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ (الانعام:104)

آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں ہاں وہ خود آنکھوں تک پہنچتا ہے اور وہ بہت باریک بین اور ہمیشہ باخبر رہنے والا ہے۔

اس کی تشریح حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ نے کی ہے وہ یہ ہے کہ

”یعنی انسانی بصارت خدا تک پہنچنے اور اس کا علم اور عرفان حاصل کرنے سے عاجز ہے۔ اس لیے خدا نے یہ انتظام کیا ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو انسانی بصارت تک پہنچاتا ہے یعنی خود ایسا انتظام فرماتا ہے کہ انسان خدا کا علم اور عرفان حاصل کر سکے۔ کیونکہ اگر خدا لطیف ہونے کی وجہ سے انسان کی ظاہری نظر کی پہنچ سے باہر ہے تو وہ خبیر بھی تو ہے اور جانتا ہے کہ انسان کی روحانی زندگی میرے عرفان کے بغیر ممکن نہیں۔ پس وہ خود اپنی طرف سے ایسے سامان پیدا کرتا ہے کہ اس کے لطیف اور پوشیدہ ہونے کے باوجود انسان کو خدا کا عرفان حاصل ہو سکے۔

گویا لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ کے مقابل میں خدا کی صفت لطیف کو رکھا گیا ہے تا یہ ظاہر ہو کہ عقل کے ذریعہ خدا کا ادراک اس لیے ناممکن ہے کہ وہ لطیف ہے اور وَہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ کے مقابل میں صفت خبیر کو رکھا گیا ہے یعنی یہ کہ خدا خود اپنی شناخت کا انتظام کرتا ہے کیونکہ وہ خبیر ہے گویا اللہ تعالیٰ کی دو مقدم الذکر صفات یعنی لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ اس کی دو موخر الذکر صفات یعنی الطیف اور الخبیر کا علی الترتیب طبعی نتیجہ ہیں۔“

(ہمارا خدا صفحہ 41)

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

سامعین! آج کی تقریر کے عنوان کو دوسرے مصرع کے ساتھ غور سے پڑھیں تو ایک روحانی لطف جہاں دوبالا ہو جاتا ہے وہاں ایک اور قرآنی آیت کی طرف توجہ مبذول ہو کر ایک لطیف مضمون کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ جیسے سورۃ الذاریات آیت 22 کے یہ الفاظ وَفِيٓ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ کہ اے لوگو! تمہیں اِدھر اُدھر جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہارے تو خود اپنے نفسوں میں خدائی آیات موجود ہیں جس کو تم دیکھنے کی زحمت تو کرو۔

حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ اپنی معرکۃ آراء کتاب "ہمارا خدا" میں اس آیت کو درج کر کے یہ چند سطور تحریر فرمائی ہیں جن کا آج میری تقریر سے بہت گہرا تعلق ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اس شاعر نے تو نہ معلوم کس خیال سے یہ شعر کہا ہو گا لیکن اس میں شک نہیں کہ خدا نے اپنی تصویر ہر انسان کے دل میں منقوش کر رکھی ہے مگر متکبر انسان اپنی گردن کو جھکانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ خدا نے ہر انسان کی فطرت کے اندر اپنے عشق کی چنگاری مرکوز کی ہے مگر کم ہیں جو اس آگ کو بجھنے سے بچاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
جس سے ہے شورِ محبت عاشقا بِزار کا
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچے میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(ہمارا خدا صفحہ 56، 57)

میرے پیارے بھائیو! تقریر کے عنوان میں درج مکمل شعر پر مزید غور کر کے لطف اٹھائیں تو خدا کی موجودگی اور ہستی باری تعالیٰ پر حق الیقین والی کیفیت کو بھی اسی تقریر کا حصہ بنانا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مثال کے ساتھ اس مضمون کو یوں سمجھایا ہے کہ اگر دور سے دھواں اٹھتا نظر آئے تو ہم تصور کرتے ہیں آگ لگی ہو گی۔ یہ علم الیقین ہے۔ پھر ذرا قریب گئے اور آگ لگی ہوئی دیکھی تو یہ عین الیقین کا درجہ ہے پھر جب قریب جا کر آگ میں داخل ہو گئے تو یہ حق الیقین کا درجہ ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 431)

یہی کیفیت ایک مومن کی اللہ تعالیٰ کے بارہ میں حق الیقین تک پہنچے درجہ تک ہونی چاہیے تا کہ جب بھی اُس بالا ہستی کے سامنے سر جھکایا جائے تو حق الیقین سے کہا جا سکے کہ یہ میری مرادیں پوری ہوں گی۔ یہی وہ مضمون ہے جو کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (المجادلہ:22) میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر لیا ہے کہ وہ اور اُس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔

سامعین! ہماری جماعت پر بعض ممالک میں جو مشکلات اور مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اس میں ہمیں یقین ہے کہ اللہ اور اس کا رسول غالب آئیں گے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنا سر اُس خدا کے سامنے جو مالک ارض و سماء ہے جھکائیں اور اس طرح اپنے گناہوں کی معافی مانگیں جس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے تین دن پوری طرح محو ہو کر مانگی تھی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ہستی باری تعالیٰ پر کامل یقین رکھیں اور اُس ہستی سے ہم ہر ضرورت میں مدد مانگیں، دعا کریں کہ ہر بدی کے ارتکاب سے وہ ہمیں محفوظ رہنے کی توفیق دے، ہر نیکی کی طرف ہمیں رغبت دے اور ہمیں اطمینان قلب حاصل ہو۔ اے اللہ! تُو ایسا ہی کر۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

”خدا ایک پیارا خزانہ ہے اُس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اُس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ ...... اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آ جائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔“ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 22)

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ رب العالمیں
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اترا مجھ میں یار
لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
میں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار

۞۞۞۞

﴿3﴾ ﴿مشاہدات۔642﴾

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الروم:48)

کہ مؤمنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے2 کس قدر اس کو سہارا
کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا

معزز سامعین! آج میری گزارشات کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہامی مصرع "جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو" ہے۔

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پنجابی زبان میں الہام ہے۔ اس کے متعلق آپ علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔

مَیں نے ایک دفعہ کشف میں اللہ تعالیٰ کو تمثّل کے طور پر دیکھا۔ میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا۔

"جے تُوں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"

(تذکرہ طبع چہارم صفحہ 390)

جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔ اگر آپ میرے ہو جائیں گے تو پھر تمام دنیا تمہاری ہو گی۔

اس میں کوئی شک نہیں جو انسان بھی اپنے خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کو اپنا بنا لیتا ہے تو نہ صرف فلاح پاتا ہے بلکہ اُسے ایسے ایسے انعامات و افضال سے نوازا جاتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ جتنے انبیاء، اولیاء، قطب و ابدال اور مجددین گزرے ہیں ان کی سوانحِ حیات پر نظر دوڑائیں تو سب اللہ والے تھے اور اللہ اُن کا تھا۔

پیارے سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا الہام سے اگر مذہبی تاریخ کے تناظر میں حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزہ زندگی کا احاطہ کریں تو جماعت احمدیہ کی 135 سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ خدا نے کبھی، کسی موقع پر، کسی موڑ پر آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ آپؑ قادیان میں اکیلے تھے۔ آپؑ کو اِنِّی مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ (تذکرہ صفحہ 624)۔ اِنِّی مَعَکَ یَا اِبْرَاھِیْم (تذکرہ صفحہ 624) کے الہام کثرت سے ہوئے اور اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ (تذکرہ صفحہ 345)۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اِنِّیْ مِنَ اللّٰہِ (تذکرہ صفحہ 615) کے الہامات میں ان احادیث کی ترجمانی کی گئی ہے کہ جو شخص خدا سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا۔ نیز ”سب جگ تیرا ہو“ کی عملی تصویر ان الہامات سے عیاں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یہ زمین تیری اور تیرے مریدوں کی ہے۔ (تذکرہ صفحہ 687)

میں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں۔ (تذکرہ صفحہ 630)

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ (تذکرہ صفحہ 638)

اور پیغمبرِ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ یہ باغِ اسلام ہم تم کو دیتے ہیں (تذکرہ صفحہ 653)

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معیت کے وعدے اس پیار و محبت کی وجہ سے کئے جو آپؑ کو اپنے اللہ سے تھی۔ آج کروڑوں مخلصین آپؑ کے اور آپؑ کے خلفاء کے قدم چوم رہے ہیں۔ خلیفۃ المسیح کو بڑی بڑی پارلیمنٹس تک رسائی ہوتی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی فرزند حضرت مسیح موعودؑ کی آواز دنیا تک پہنچی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا الہامات کو اگر مذہبی تاریخ کے تناظر میں دیکھیں تو اس بات سے انکار نہیں کہ اس الہام کے مخاطب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو ہیں ہی۔ آپؑ کے ماننے والے، آپؑ کے پرستار بھی مخاطب ہیں۔ جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے اللہ کے ہو جانے کے عوض ساری دنیا

آپؑ کے قدموں میں ڈال دی گئی اور آپؑ کے ماننے والے جماعت احمدیہ کے افراد میں سے جو جو اللہ کا ہو گیا اور جس جس نے اپنے اللہ سے محبت و پیار اور عشق کی پینگیں بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو اکیلا نہیں چھوڑا۔ آج جماعت احمدیہ کے افراد کے نفوس و اموال میں برکات کا احاطہ کریں تو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے دَور میں تندور پر روٹی لگانے والا فرد جس نے چند روپے اشاعتِ اسلام اور اعلائے کلمۃُ اللہ کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو پیش کئے۔ آپ ان کا نام تا ابد رہنے والی اپنی کتابوں میں محفوظ کر گئے۔ آج ان کی نسل دنیا کے کونے کونے میں پھیلی اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضائل سے نہ صرف خود فائدہ اُٹھا رہی ہے بلکہ اپنی انکم اور جائیداد کا ایک بہت بڑا حصّہ جماعت کو بطور چندہ دے رہی ہے اور ان ہی اللہ کی خاطر مالی قربانیوں سے جماعت ایک مضبوط اور تناور درخت بن کر اُبھری ہے۔ جس کو حوادثِ زمانہ، مخالفت کی آندھیاں نہ ہلا سکیں بلکہ شجرہ طیبہ کی طرح اس درخت کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی گئیں اور شاخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ جبکہ اس کے بالمقابل مخالفین کے لئے زمین تنگ ہوتی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل آیت 63 میں فرمایا ہے کہ جو شخص مضطر ہو کر اللہ کو پکارے گا تو اللہ اُن کی بے قراری کی دعا قبول کرتا ہے۔ ان کی تکلیف دور کر دیتا ہے اور انہیں زمین کا وارث بناتا ہے۔

ایک بدّو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ قیامت کب آئے گی؟ آپؐ نے بدّو سے پوچھا کہ تم نے اس کے لئے تیاری کیا کی ہے؟ بدّو نے جواب دیا کہ ”صرف اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ محبت“ تب آنحضورؐ نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کہ تجھے اس کا ساتھ نصیب ہو گا جس سے تجھے محبت ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب علامۃ حُبِّ اللہ عزوجّل حدیث نمبر 6168)

یہ حدیث آج تقریر کے عنوان کی تائید کر رہی ہے کہ اگر کسی کو اللہ سے محبت ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو گی اور جس کو محمدؐ کی رفاقت نصیب ہو جائے تو سارا جگ مل گیا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں بھی یہی مضمون ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس میں درج ذیل تین باتیں ہوں وہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو محسوس کرے گا۔ اُن میں سے دو کا تعلق آج کے

عنوان سے ہے ۔ اوّل اللہ اور اُس کا رسول باقی تمام چیزوں سے اُسے زیادہ محبوب ہو اور دوم وہ صرف اللہ کی خاطر کسی سے محبت کرے۔

(بخاری کتاب الایمان)

اسی تسلسل میں ایک بہت اہم حدیث کا تذکرہ کر کے نفس مضمون کو آگے بڑھاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”مَیں بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں جس وقت بندہ مجھے یاد کرتا ہے مَیں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو مَیں اُسے دل میں یاد کروں گا۔ اگر وہ میرا ذکر محفل میں کرے گا تو مَیں اُس بندے کا ذکر اس سے بہتر محفل میں کروں گا۔ اگر وہ ایک بالشت بھر میری جانب آئے گا تو مَیں اُس کی طرف ایک ہاتھ بڑھاؤں گا، اگر وہ میری طرف چل کر آئے گا تو مَیں اُس کی طرف دوڑ کر جاؤں گا۔“

(ترمذی ابواب الدعوات باب فی حسن الظنّ باللہ حدیث نمبر 3603)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود تو اپنے خدا سے مل چکے تھے اور خدا بھی آپؑ کا ہو چکا تھا۔ آپؑ اپنی جماعت کے دوستوں کو بھی ایسا دیکھنا چاہتے تھے۔ آپؑ نے ایک جگہ اپنے متبعین کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ ولی بنو، ولی پرست نہ بنو۔ ولی کے معانی دوست کے ہوتے ہیں یعنی اللہ کے ایسے دوست بنو کہ تم اس سے ایسی محبت کرنے والے ہو جو کسی اور نے نہ کی ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے رمضان کے خطبات میں بارہا یہ واقعہ سنایا ہے کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ نے اپنا دربار، درباریوں کے لئے کھولتے ہوئے یہ کہا کہ آپ کو دربار میں جو جو چیز پسند آئے اُس پر ہاتھ رکھ کر مل لو اور اُسے لے جاؤ۔ ایک بوڑھا شخص آہستہ آہستہ دربار میں بیٹھے بادشاہ کی طرف بڑھنے لگا اور بادشاہ کے قریب پہنچ کر اُسے ہاتھ لگا کر بولا ”مَیں نے بادشاہ کو مَل لیا ہے“ اور جس نے بادشاہ کو مَل لیا سب جگ اس کا ہو گیا۔ یہ تو دنیاوی بادشاہ تھا اور جو شخص اس دنیا کے بادشاہوں کے بادشاہ اللہ تعالیٰ کو مَل لے اُس کا ہو جائے تو سب جگ اُس کا ہو جاتا ہے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے بھی تو اپنے خدا کو جوانی سے ہی مل لیا تھا۔ جب آپ کے والدِ محترم نے ایک سکھ کے ذریعہ آپ کو پیغام بھجوا کر کہلا بھیجا کہ آج کل ایک ایسا بڑا افسر بر سر اقتدار ہے جس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں اِس لئے اگر تمہیں نوکری کی خواہش ہو تو مَیں اُس افسر کو کہہ کر تمہیں اچھی ملازمت دلا سکتا ہوں۔ آپؑ نے اس کے جواب میں بلا توقف فرمایا کہ حضرتِ والد صاحب سے عرض کردو کہ مَیں اُن کی محبت اور شفقت کا ممنون ہوں مگر ”میری نوکری کی فکر نہ کریں مَیں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں“

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 43)

جب یہ پیغام اُس سکھ کے ذریعہ آپؑ کے والدِ محترم کو ملا تو والدِ محترم کہنے لگے۔ اچھا غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ ”میں نوکر ہو چکا ہوں تو پھر ٹھیک ہے اللہ اُسے ضائع نہیں کرے گا۔“

اور جب آپؑ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب کی وفات کی وجہ سے آپؑ کو فکر دامن گیر ہوئی تو اسلام کے خدا نے ” اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ “ کی نوید سنائی۔ (تذکرہ صفحہ 20)

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات قسم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ یہ الہام اِس شان اور اِس جلال کے ساتھ نازل ہوا کہ میرے دل کی گہرائیوں میں ایک فولادی میخ کی طرح پیوست ہو کر بیٹھ گیا اور اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اِس رنگ میں میری کفالت فرمائی کہ کوئی باپ یا کوئی رشتہ دار یا کوئی دوست کیا کر سکتا ہے اور فرماتے تھے کہ اس کے بعد مجھ پر خدا کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ ناممکن ہے کہ مَیں ان کا شمار کر سکوں۔ بلکہ ایک جگہ اس خدائی کفالت کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی شکر کے انداز میں فرمایا کہ:

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ
وَ صِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامُ الْاَھَالِیْ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 596)

یعنی ایک زمانہ تھا کہ دوسروں کے دستر خوانوں سے بچے ہوئے ٹکڑے میری خوراک ہوا کرتے تھے۔ مگر آج خدا کے فضل سے میرے دستر خوان پر خاندانوں کے خاندان پل رہے ہیں۔

سر سے لے کر میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بد خواہ! کرنا ہوش کر کے مجھ پر وار

سامعین! اِسی مضمون کو ایک فارسی ضرب المثل میں اِس کے متبادل معنوں میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ خدا داری چہ غم داری جس کے معانی ہیں جب خدا تیرا ہے تو تجھے کیا غم ہے؟ یعنی "جے تُو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو" میں بندے کو مخاطب کیا گیا ہے اور "خدا داری چہ غم داری" میں خدا اپنے آپ کو مخاطب ہو کر بندے کو کہہ رہا ہے کہ جب مَیں تمہارا ہوں تو پھر غم کا ہے کا۔ دونوں میں مفہوم ایک ہی ہے یعنی وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الروم:48) کہ مؤمنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اِس ضربُ المثل کو استعمال فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے۔ جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو! انہوں نے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے۔ پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور اُن ہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ ان لوگوں کی پیروی کسی رسم و رواج تک میں بھی نہ کرتے تھے، جن کو کفار کہتے تھے۔ جب تک اسلام اس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال اور عروج کا رہا۔ اس میں سِرّ یہ تھا۔ خدا داری چہ غم داری۔ مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید بھی ایمان تھا۔ صلاح الدین کے مقابلہ پر کس قدر ہجوم ہوا تھا۔ لیکن آخر اس پر کوئی قابو نہ پا سکا۔ اس کی نیت اسلام کی خدمت تھی۔ غرض ایک مدت تک ایسا ہی رہا۔ جب بادشاہوں نے فسق و فجور اختیار کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا غضب

ٹوٹ پڑا اور رفتہ رفتہ ایسا زوال آیا۔ جس کو اب تم دیکھ رہے ہو۔ اب اس مرض کی جو تشخیص کی جاتی ہے۔ ہم اس کے مخالف ہیں۔ ہمارے نزدیک اس تشخیص پر جو علاج کیا جاوے گا۔ وہ زیادہ خطرناک اور مضر ثابت ہو گا۔ جب تک مسلمانوں کا رجوع قرآن شریف کی طرف نہ ہو گا۔ ان میں وہ ایمان پیدا نہ ہو گا۔ یہ تندرست نہ ہوں گے۔ عزت اور عروج اُسی راہ سے آئے گا۔ جس راہ سے پہلے آیا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 157-158)

حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل طائف کو دعوت اسلام دینے کے لئے طائف تشریف لے گئے، ان کے انکار پر آپؐ نے ایک درخت تلے دو نفل ادا کئے اور عربی زبان میں ایک لمبی دُعا کی جو کتب احادیث میں سفر طائف کے دوران اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کے نام سے درج ہے۔ اس دُعا میں حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ

"اے اللہ! میں اپنی کمزوری اور ناتوانی، قلت حیلہ اور لوگوں میں رسوا ہونے کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں۔ اے رحیم خدا! کیا تو مجھے ایسے دشمن کے سپرد کر دے گا جو مجھے تباہ کر دے یا کسی ایسے قریبی کے سپرد کرے گا جو میرے معاملہ میں کلی اختیار دے دے۔ اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔

اِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَانَ عَلَيَّ فَلَا اُبَالِيْ، غَيْرَ اَنَّ عَافِيَتَكَ اَوْسَعُ لِيْ

(کتاب الدعا للطبرانی باب الدعا عند الکرب والشدائد نمبر 1036)

کہ خیر! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے بھی کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہاں تیری وسیع تر عافیت کا مَیں ضرور طلبگار ہوں۔

سامعین! ایک مومن کا یہی عروج ہے کہ اگر خدا راضی ہے تو مومن کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے سفر کے دوران جب غار ثور میں پناہ لی اور دشمنوں کی ایماء پر کھوجی آپؐ کا سراغ لگاتے غار ثور کے دھانے پر آن پہنچے تو آپؐ کے ساتھی حضرت ابو بکرؓ گھبرا گئے تب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کہ اے ابو بکرؓ! غمگین نہ ہو اللہ ہمارے

ساتھ ہے۔ آپؐ حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دُعا کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے اور اکثر دہراتے تھے، جو یوں ہے:

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

(ترمذی ابواب الدعوات)

کہ اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اُن لوگوں کی محبت جو تجھ سے پیار کرتے ہیں اور اس کام کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچادے۔ اے میرے اللہ! تیری محبت مجھے اپنی جان، میرے اہل وعیال اور ٹھنڈے شیریں پانی سے بھی زیادہ پیاری اور اچھی لگے۔

یہ دعا اتنی جامع دُعا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ دُعا باقی تمام دعاؤں پر حاوی ہے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ جس کو اپنے پروردگار کی محبت مل جائے تو اس کی تمام حاجتوں اور ضرورتوں کا وہ خود کفیل ہو جاتا ہے۔ اور حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ میں ہر وہ بزرگ، نبی، ولی، خلیفہ اور خاندان میں ہر وہ پیارا وجود آ جاتا ہے جو اللہ سے پیار و محبت کرتا ہے۔ اس دُعا سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ جس کے متعلق کہا گیا کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32) کہ اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری (محمدؐ کی) پیروی کرو تب اللہ بھی تم سے پیار کرے گا۔

ایک بدّو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر قیامت کے متعلق دریافت فرمایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے پوچھا کہ تم نے اس کے متعلق تیاری کیا کی ہے؟ بدو نے کہا کہ اُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ کہ صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ اور ایک روایت میں اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے الفاظ آتے ہیں کہ تجھے ان کا ساتھ نصیب ہو گا جن سے تجھے محبت ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب علامۃ حب اللہ عزّ وجلّ حدیث نمبر 6171)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اُس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے اور کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اُس کے تصرف سے نہ اُس کی خَلق سے اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اُس پاک نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے اور بیشمار قدرتوں والا اور بیشمار حسن والا۔ اور بے شمار احسان والا اُس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔“

(نسیم دعوت روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 363)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہ مضمون سمجھایا کہ ”پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہیں“

(بدر 11 مئی 1905ء، بحوالہ تذکرہ 1905ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام بھی سنت رسولؐ کی پیروی میں اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ سے لازوال اور مثالی محبت اور پیار رکھتے تھے۔ اسی محبت اور پیار کے عوض اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر غم سے الگ رکھا۔ آپؑ کو والد محترم کی وفات کی خبر سے جب معاملات زندگی کے متعلق فکر لاحق ہوئی تو اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کے پیغام کے ساتھ نہ صرف آپؑ کو تسلی دی بلکہ آپؑ کے توسط سے تمام جماعت کو غم وہم سے نجات کی خوشخبری دی۔

اللہ تعالیٰ نے طاعون کے دوران آپؑ کو الہاماً تسلی دی۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ (کشتی نوح)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس الہام پر اس حد تک یقین تھا کہ مورخہ 4 مئی 1904ء کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے مینیجر و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہو گئی اور درد سر اور بخار کے عوارض دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گزرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں۔ جب اس بات کی خبر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی تو آپ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپ کو طاعون ہو تو پھر اِنِّیْٓ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ الہام اور یہ سب کاروبار گویا عبث ٹھہرا۔ آپ نے نبض دیکھ کر اُن کو یقین دلایا کہ ہرگز بخار نہیں ہے۔ پھر تھرمامیٹر لگا کر دکھایا کہ پارہ اس حد تک نہیں ہے جس سے بخار کا شبہ ہو اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ اس کی کتابوں پر ہے۔

(البدر جلد 3 نمبر 18۔19۔ مؤرخہ 8۔16 مئی 1904ء)

نیز فرمایا:

"ان (طاعون کے) دنوں میں ایک دفعہ میری بغل میں ایک گلٹی نکل آئی۔ مَیں نے اِسے مخاطب ہو کر کہا کہ تو کون ہے؟ جو مجھے ضرر دے سکے اور خدا کے وعدہ کو ٹال سکے؟ تھوڑے عرصہ میں وہ خود بخود ہی بیٹھ گئی۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"تمہارے لیے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لیے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہیے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 497)

پس ہم میں سے ہر ایک کا اپنے اللہ سے ایسا تعلق ہونا چاہیے کہ ہمیں یقین کامل ہو جائے کہ خدا ہمارا ہے پھر ہمیں کسی کا کیا غم ہے اور ہم خدا کے ہیں سارا جگ ہی ہمارا ہے۔ جماعت احمدیہ کی مخالفتوں کے دنوں میں بھی ہمیں اپنے خالق پروردگار سے عشق کی حد تک پیار و محبت کی پینگیں بڑھانی چاہئیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس حد تک پیار کرنے والے ہوں کہ خدا ہمارا ہی ہو کر رہ جائے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿4﴾ ﴿مشاہدات-794﴾

عشقِ الٰہی وَسّے منہ پر وَلیاں ایہہ نشانی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا۔ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا

(الاحزاب:45-46)

اے نبی! یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشّر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر۔

معزز سامعین! آج خاکسار کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہامی مصرع "**عشقِ الٰہی وَسّے منہ پر وَلیاں ایہہ نشانی**" پر گفتگو کرنی ہے۔

سامعین! جیسا کہ مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ یہ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پُنجابی میں الہامی مصرع ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ ولیوں کی صداقت اُن کے منہ سے پہچانی جاتی ہے کیونکہ عشقِ الٰہی اُن کے مونہوں پر وسدا اے۔ اُن کے چہروں پر نظر آتا ہے۔ ویسے تو جب سے دنیا بنی ہے اور لوگوں کی اصلاح اور تربیت کی خاطر انبیاء کے آنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اِس کے ذیل میں خلفاء و اولیاء بھی وقتاً فوقتاً آتے رہے یہ تمام کے تمام یا اِن کی صداقت اِن کے چہروں سے عیاں ہوتی رہی۔ چونکہ یہ الہامی مصرع سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا ہے اِس لئے مجھے آج اپنی تقریر میں اِسے آپؑ پر ہی لاگو کر کے آپؑ کی صداقت بیان کروں گا۔ اِس الہامی فقرے کو دو حصوں میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اوّل۔ آپؑ کے عشقِ الٰہی کے واقعات اور دوم۔ آپؑ کے چہرے سے عیاں ہوتی ہوئی صداقت۔ مجھے آج اِس دوسرے حصّہ کو سامنے رکھ کر اپنا مافی الضمیر بیان کرنا ہے۔

مکرم مولانا جمیل الرحمان رفیق صاحب نے اپنی تحقیق میں اِس حوالہ سے لکھا ہے کہ

"...بعد میں اچانک ذہن میں پنجابی زبان کا ایک قطعہ اُبھرا جو لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کا خوبصورت ترجمہ ہے۔ یہ قطعہ خاکسار نے جماعتی لٹریچر میں اُن دنوں پڑھا تھا اور زبانی یاد بھی ہو گیا تھا جب خاکسار آٹھویں نویں جماعت کا طالبعلم تھا۔ وہ قطعہ یہ تھا:

عشق الٰہی منہ پر وَسّے ولیاں ایہہ نشانی
لاثانی دا جو ہے عاشق اُس کا کوئی نہ ثانی
بکری بھیڈ خدا دی راہ وچہ کُہنا ہے کی مشکل
جو ہن کُہندے نفس دَنی نوں سچی ایہہ قربانی

میرے خیال میں یہ قطعہ حضرت مسیح موعودؑ کا تھا۔ اِس پر تحقیق کی تو درّ ثمین میں صرف یہ مصرع "عشق الٰہی وسّے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی" بطور الہام الٰہی درج تھا۔ مگر پورا قطعہ ساری درثمین میں نہ ملا۔ میرے ذہن میں یہ مصرع یوں تھا "عشق الٰہی منہ پر وسّے" جبکہ اصل مصرع یوں نکلا "عشقِ الٰہی وسّے منہ پر"... اب خیال آیا کہ یہ قطعہ کسی احمدی شاعر نے حضورؑ کا الہامی مصرع شامل کر کے لکھا ہو گا۔ مزید تحقیق پر یہ چیز سامنے آئی جو میری درخواست پر خاکسار کے ایک دوست کی تحقیق کا نتیجہ ہے کہ یہ سارا قطعہ حضورؑ کا ہی ہے جو محمد فخر الدین صاحب ملتانی نے اپنی کتاب دُرِّ مکنون جس کا حصہ اول 1916ء میں اور دوسرا حصہ 1917ء میں شائع کیا اِس میں درج کیا ہے۔ دُرِّ مکنون میں انہوں نے حضورؑ کے وہ اشعار اور مصرعے درج کیے ہیں جو اِس سے قبل کسی کتاب میں شائع نہیں ہوئے تھے۔ خاکسار نے ضرور درمکنون ہی سے یہ قطعہ پڑھ کر یاد کر لیا ہو گا۔ سوائے معمولی لفظ کے آگے پیچھے ہونے کے باقی سارا قطعہ بالکل وہی ہے۔ فالحمدللہ علی ذالك"

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28 اپریل 2022ء)

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ، پُرنور روحانی چہرہ سے شناخت کے حوالے سے اپنا کشف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ مَیں نے دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے۔ اِس میں مجذوب (جس میں محبت الٰہی کا جذبہ ہے) میری طرف آرہاہے۔ جب میرے پاس پہنچاتواُس نے یہ پڑھا عشق الٰہی وسّے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی“

(البدر)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”کوئی صاحبِ نور دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے اور جب وہ آتا ہے تواُس کی طرف مستعد روحیں کھنچی چلی آتی ہیں اور پاک فطرتیں خود بخود رو بحق ہوتی جاتی ہیں اور جیسا کہ ہر گز ممکن نہیں کہ شمع کے روشن ہونے سے پروانہ اس طرف رخ نہ کرے ایسا ہی یہ بھی غیر ممکن ہے کہ ہر وقت ظہور کسی صاحبِ نور کے صاحبِ فطرت سلیمہ کا اس کی طرف بارادت متوجہ نہ ہو“

(روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 646)

سینکڑوں لوگ اس نورانی مکھڑا کو دیکھ کر انوارِ ماموریت بھانپ گئے اور اس سے خود بھی نور لیا۔ جیسے حضرت مولوی حکیم نورالدینؓ۔ آپؓ نے دیکھتے ہی فرمایا:

یہی مرزا ہے اور اس پر سارا ہی قربان ہو جاؤں۔

پھر فرمایا:

”دیکھو! خدا تعالیٰ کا مامور ہمارے سامنے موجود ہے اور خود اس مجلس میں موجود ہے۔ ہم اس کے چہرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ ہزاروں ہزار ہم سے پہلے گزرے جن کی دلی خواہش تھی کہ وہ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتے پر انہیں یہ بات حاصل نہ ہوئی اور ہزاروں ہزار اس زمانہ کے بعد آئیں گے جو یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ مامور کا چہرہ دیکھتے۔ پر ان کے واسطے یہ وقت پھر نہ آئے گا۔“

سامعین! حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”چہرہ دیکھتے ہی مجھے انہوں نے قبول کرلیا اور کمال انشراح سے میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے پر ایمان لائے۔“ (روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 329)

آپ نے خود فرمایا:

”مَیں نے ایسا پُر نور حُسن کبھی بھی نہیں دیکھا“

ابو سعید عرب نے بیان کیا ہے کہ

مَیں نے ایک دفعہ ایک چینی کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر پیش کی۔ وہ کچھ دیر دیکھتا رہا اور بولا! یہ شخص کبھی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔ پھر ابو سعید بیان کرتے ہیں مَیں نے دیگر بادشاہوں کی تصویریں پیش کیں۔ جنہیں وہ دیکھ کر خاموش رہا اور آپؑ کی تصویر کو دیکھ کر بار بار یہی کہتا یہ ہرگز جھوٹ بولنے والا نہیں۔

ڈلہوزی کے سفر کا ایک واقعہ سیرت المہدی میں لکھا ہے جو آپ علیہ السلام کے تقویٰ اور **عشق الٰہی وَسّے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی** کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت اماں جانؓ بیان فرماتی ہیں کہ

”حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ کسی مقدمہ کے واسطے مَیں ڈلہوزی پہاڑ پر جا رہا تھا راستہ میں بارش آگئی مَیں اور میرا ساتھی یکہ سے اُتر آئے اور ایک پہاڑی آدمی کے مکان کی طرف گئے جو راستہ کے پاس تھا۔ میرے ساتھی نے آگے بڑھ کر مالک مکان سے اندر آنے کی اجازت چاہی مگر اُس نے روکا۔ اِس پر اِن کی باہم تکرار ہو گئی اور مالک مکان تیز ہو گیا اور گالیاں دینے لگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مَیں یہ تکرار سن کر آگے بڑھا۔ جونہی میری اور مالک مکان کی آنکھیں ملیں تو پیشتر اِس کے کہ مَیں کچھ بولوں۔ اُس نے اپنا سر نیچے ڈال لیا اور کہا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ میری ایک جوان لڑکی ہے اس لئے مَیں اجنبی آدمی کو گھر میں نہیں گھسنے دیتا مگر آپ بے شک اندر آجائیں۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وہ ایک اجنبی آدمی تھا نہ مَیں اُسے جانتا تھا اور نہ وہ مجھے جانتا تھا۔

(سیرت المہدی جلد اوّل روایت 8)

مردان سے ایک شخص حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کی طب کا شہرہ سن کر قادیان آیا۔ یہ شخص حضرت مسیح موعودؑ کا سخت ترین دشمن تھا۔ اس شرط پر قادیان آیا کہ مرزا صاحب سے ملاقات نہ ہو گی۔ اُس نے قادیان آکر اپنی رہائش کے لئے مکان بھی احمدیہ محلہ سے باہر لیا۔ علاج سے افاقہ ہوا۔ جب واپس جانے لگا تو کسی دوست نے اُسے کہا کہ مسجد تو دیکھ جاؤ۔ یہ اس شرط پر راضی ہوا کہ نماز کا وقت نہ ہو تا کہ

مَیں مرزا صاحب کو دیکھ نہ سکوں۔ چنانچہ اُس دوست کو ایسے وقت مسجد لے جایا گیا جو نماز کا وقت نہ تھا۔ مگر قدرت خدا کا کرنا یہ ہوا جونہی یہ مسجد میں داخل ہوا۔ حضور کھڑکی کھول کر اچانک مسجد آ گئے۔ جب اِس کی نظر حضورؑ کے نورانی چہرہ پر پڑی وہ فوراً قدموں میں آ گرا اور بیعت کر لی۔ کسی نے سچ کہا ہے:

”فرشتہ صفت چہرہ سچائی کا مظہر ہوتا ہے“

سامعین کرام! یہ مضمون، صداقتِ مسیح موعودؑ پر ایک روشن نشان کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء کو اگر اِس جہت سے دیکھیں تو آپ تمام خلفاء کے چہرے سچے اولیاء کے معلوم ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر غیر بھی برملا یہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ یہ سچے کا چہرہ ہے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثالثؒ قومی اسمبلی 1974ء میں جونہی نمودار ہوئے تو آپؒ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر اِن اراکینِ اسمبلی میں سے اکثر کے مونہوں سے یہ فقرہ بے ساختہ نکلا کہ ”یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں“

مکرم محمد شفیق قیصر صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ

”سوات کے یا قبائلی علاقہ کے ایک ممبر تھے غالباً پیپلز پارٹی کے اُن سے ملے اور کہا کہ سنا ہے آج جماعت احمدیہ کے سربراہ نے بھی خطاب کیا ہے۔ آپ تھے اُس وقت؟ کہنے لگے جی ہاں۔ ان کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں۔ کہنے لگے کہ مَیں تو خدا کا بھی قائل نہیں۔ یہ لوگ ختمِ نبوت کے پتہ نہیں کس چکر میں پڑے ہوئے ہیں اور مسلم اور غیر مسلم قرار دینے میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ لیکن قادیانیوں کی جماعت کے سربراہ کا چہرہ دیکھ کر مجھے اتنا یقین آ گیا ہے کہ کوئی تو بالا ہستی ہے جس نے ایسا نورانی چہرہ پیدا کیا ہے۔“

(اندر کی کہانی عینی شاہد کی زبانی از مولانا دوست محمد شاہد صفحہ 342)

اسی طرح مولوی مفتی محمود نے اسمبلی ممبران کے تاثرات کے بارے میں بیان کیا کہ

”اس میں شک نہیں کہ ممبران اسمبلی کا ذہن ہمارے موافق نہیں تھا بلکہ اُن سے متاثر ہو چکا تھا تو ہم بڑے پریشان تھے اور خصوصاً جب اسمبلی ہال میں مرزا ناصر آیا تو قمیض پہنے ہوئے اور شلوار و شیروانی میں ملبوس، بڑی پگڑی، طرہ لگائے ہوئے تھا اور سفید داڑھی تھی تو ممبروں نے دیکھ کر کہا کہ کیا یہ شکل کافر کی ہے؟ اور جب وہ بیان پڑھتا تھا تو قرآن مجید کی آیتیں پڑھتا تھا اور جب حضور اکرم صلعم کا نام لیتا تو درود شریف

بھی پڑھتا تھا تو ہمارے ممبر مجھے گھور گھور کر دیکھتے تھے کہ یہ قرآن اور رسول کریم کے نام کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے اور تم اسے کافر کہتے ہو۔‘‘

(اندر کی کہانی عینی شاہد کی زبانی از مولانا دوست محمد شاہد صفحہ 347)

دنیا بھر سے اکثر لوگ یَنۡصُرُکَ رِجَالٌ نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ مِنَ السَّمَآءِ کے تحت خلفاء کے شبیہوں کو دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں۔ ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ کی کرشماتی شبیہ ہزاروں کی رہنمائی کا باعث بنی ہے۔

اب نیچے اُتر کر عام احبابِ جماعت کی بات کریں تو ایک احمدی بہت بڑے مجمع میں اپنی شکل اور چہرے، اعمال وافعال اور اخلاص کی وجہ سی جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔

سن 2003ء کی بات ہے کہ مجھے جلسہ سالانہ جرمنی میں شمولیت کا موقع ملا۔ جلسہ کے بعد مجھے میرے نسبتی بھائی مکرم ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب ایک پہاڑی سلسلہ ’’کوبلنز‘‘ پر سیر کے لئے لے گئے۔ میرے ساتھ میرا کزن بھی تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک جوڑا نمودار ہوا تو میرے کزن نے ہمیں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ احمدی لگتے ہیں۔ ہم نے پوچھا۔ آپ کو اِس جنگل بیابان میں کیسے پتہ چلا کہ یہ احمدی ہیں تو وہ کہنے لگے چہرے سے۔ تو یہ ہے احمدی چہروں کی پہچان اور واقعتاً وہ احمدی نکلے۔

اِسی پر بس نہیں۔ یہ بات ہے آج سے قریباً 45 سال پہلے کی جب مَیں بدوملہی ضلع سیالکوٹ حال ضلع نارووال میں مربّی تھا۔ ایک دورہ کے دوران مجھے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں پیدل جانے کا اتفاق ہوا۔ کھیتوں میں سے پگڈیوں پر چلتے ہوئے اپنے آبائی گاؤں کے قریب ایک بزرگ کے پاس سے گزر ہوا تو وہ بزرگ میرے سے مخاطب ہو کر بولے کہ تم فلاں کے پوترے (پوتے) تو نہیں ہو۔ مَیں نے بزرگ بابا جی جن کی نظر بھی کمزور معلوم ہوتی تھی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ بابا جی! دادا جان کو گاؤں چھوڑے 50 سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا ہے اور اب اُنہیں وفات پائے بھی دو دہائیاں بیت رہی ہیں اور مَیں بھی اپنی زندگی میں اپنے اِس آبائی گاؤں میں شاید دوسری دفعہ آرہا ہوں تو آپ نے مجھے کیسے پہچانا تو کہنے لگے۔ آپ کی چال ڈھال اور ماندھرے یعنی چہرے سے۔ کیونکہ ہم آپ کے دادا کے ساتھ اکھٹے بیٹھا کرتے تھے گو فرقے مختلف تھے لیکن دوستی یاری تھی۔ تو چہرہ شناس حقیقت کو بھانپ لیتا ہے۔ شناخت کرلیتا ہے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے ثبوت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”یمن کی ایک خاتون ایمان صاحبہ کہتی ہیں کہ مجھے نوعمری کے عرصہ سے ہی امام مہدی کے زمانے تک زندہ رہنے کی خواہش تھی اور اس کے لئے دعا کرتی تھی۔ ایک روز میں ایک عربی چینل دیکھ رہی تھی کہ اس پر ایک دینی پروگرام میں ایک معروف مولوی سے کسی نے جماعت احمدیہ کا نام لئے بغیر پوچھا کہ اس کا دعویٰ ہے کہ امام مہدی آچکے ہیں اور ان کے بعد خلافت قائم ہو چکی ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یہ لوگ اوہامِ باطلہ کا شکار ہیں۔ جھوٹے لوگ ہیں۔ اس لئے آپ ان چکروں میں پڑنے کی بجائے اپنی معمول کی زندگی گزاریں کیونکہ جب امام مہدی آئے گا تو سب کو پتا چل جائے گا۔ ان کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کہتی ہیں یہ بات میرے دل میں، ذہن میں اٹک گئی اور پھر ایک روز 2009ء میں میرے چھوٹے بھائی نے مجھے بتایا کہ اس نے ایک چینل دیکھا ہے جس پر کچھ لوگ امام مہدی کے ظہور کا اعلان کر رہے تھے۔ یہ سنتے ہی مجھے مذکورہ مولوی صاحب سے پوچھا جانے والا سوال اور ان کا جواب یاد آگیا اور مَیں سمجھ گئی کہ دراصل سوال امام مہدی کے ظہور کا اعلان کرنے والی اس جماعت کے بارے میں تھا۔ کہتی ہیں کہ مَیں نے اپنے بھائی سے اس چینل کی فریکوئینسی لی اور پھر جب یہ چینل لگایا تو وہاں پر پروگرام 'الحوار المباشر' لگا ہوا تھا۔ مَیں نے اس پروگرام کے شرکاء کو ایک ایک کر کے بڑی گہری نظر سے دیکھا۔ ان کے چہروں پر عجیب چمک اور نور تھا۔ لیکن مجھے ان پر ترس آیا کہ اتنے سمجھدار ہونے کے باوجود یہ لوگ راستہ بھٹک گئے ہیں۔ نیز مَیں نے کہا کہ آج تو ہمیں اتحاد کی ضرورت ہے لیکن انہوں نے آکر ایک اَور فرقہ بنا لیا ہے۔ کیا اسلام میں اس سے پہلے کم فرقے تھے۔ باوجود اس احساس کے جب مَیں نے ان کی باتیں سنیں تو وہ میرے دل کو لگیں۔ ایک طرف یہ احساس کہ ایک نیا فرقہ بنا دیا دوسری طرف باتیں بھی اچھی لگ رہی ہیں۔ کہتی ہیں کہ پروگرام ختم ہونے پر ایک قصیدہ پیش کیا گیا جس کے بارے میں یہ لکھا گیا کہ یہ حضرت امام مہدی کا لکھا ہوا ہے۔ اس قصیدے کے کلمات اور تاثیر غیر معمولی تھی۔ مَیں اپنے خاوند کے ساتھ اس چینل کو ہر روز دیکھنے لگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات کی تاثیر ہی کچھ عجیب تھی۔ آپ کا قصیدہ سننے کے دوران میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے کیونکہ یہ الفاظ کسی

خدا کی طرف سے آنے والے کے منہ سے ہی نکل سکتے ہیں۔ کسی عام انسان کی بس کی بات نہیں کہ ایسا مؤثر اور بلیغ کلام کہہ سکے۔ کہتی ہیں بہر حال تمام امور کے بارے میں اطمینان کر لینے کے بعد مَیں نے جنوری 2010ء میں بیعت کا خط لکھ دیا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 جولائی 2017ء)

پاکستان میں سرکاری دفاتر میں احمدی اپنے کردار سے پہچانا جاتا اور مشکلات اور ابتلاؤں میں ڈالا جاتا ہے۔ 20 مارچ 2012ء کے اخبار روزنامہ جنگ لندن میں تازہ تحقیق یہ شائع ہوئی کہ انسان کے اندر کی حرکات کے انسانی چہرے پر آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔

ماہرین نفسیات نے مختلف ملکوں کے ٹیلی ویژن پر آنے والے 52 افراد کے چہروں کا باریک بینی سے تجزیہ کیا۔ اِن میں سے نصف یعنی 26 جھوٹ اور 26 سچ بول رہے تھے۔ اب تو جھوٹ پکڑنے والی مشینیں بھی ایجاد ہو گئی ہیں جو چہرے پر نمودار ہونے والے تاثرات کو دیکھ کر سچے یا جھوٹے ہونے کی پہچان کرتی ہیں۔

سامعین! پس نورانی چہروں پر حُسن، انسان کے اندرونے سے آتا ہے۔ یہ اخلاق کا حسن ہے جو چہرے پر زندگی کی چمک پیدا کرتا ہے جو دیرپا بھی ہوتا ہے اور پُرکشش بھی۔ ہم نے بالعموم دیکھا ہے کہ انسان کی کیفیات خوشی، غمی اور پریشانی کا اظہار چہرہ پر نمودار ہو ہی جاتا ہے۔ جسے معاشرے میں عام آدمی بھی پہچان لیتا ہے اور ہم کسی اپنے عزیز یا دوست کے چہرے کو بھانپ کر ہم بوجھ لیتے ہیں کیا بات ہے؟ آپ کے چہرے سے پریشانی کے آثار نمایاں ہیں۔ یا کسی کا چہرہ کسی خوشی کی وجہ سے تمتمارہا ہو تو ہم تب بھی مبارک بادیں دینے لگتے ہیں۔ اندر کی نیکی چہرے پر آ ہی جاتی ہے۔ رقت میں پڑھی ہوئی نماز کو خواہ بہت چھپایا جائے۔ اس کے اثرات چہرہ پر نمودار ہو ہی جاتے ہیں۔ الغرض انسان کے اندرونی احساسات چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ انسان کے اندرونے کی اصلاح کا علاج اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفت "اَلْمُصَوِّر" یعنی صورت بنانے والا بھی ہے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کے تحت صفات باری تعالیٰ کو ایک مومن کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ جب انسان "اَلْمُصَوِّر" ہو جائے گا تو وہ اپنے اندر ایک ایسی پاک طینت تصویر بنائے گا جو صحابہؓ جیسی ہوگی اور اِس کا عکس اُس کے چہرہ پر ظاہر ہوگا۔ جماعت

احمدیہ میں اس مصوّر کو دیکھ کر جب صحابہؓ یاد آئیں گے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ اشعار اُن پر صادق آئیں گے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے۔
اَللّٰھُمَّ کَمَا اَحسَنتَ خَلقِی فَاَحسِن خُلُقِی

(مسند احمد بیروت جلد6 صفحہ 150)

کہ اے اللہ! جب تو نے مجھے خوبصورت شکل و شباہت دی ہے۔ اب تو ہی میرے اخلاق کو بھی حسین و جمیل اور خوبصورت بنادے۔
یہ دعا دراصل انسان کو اپنے اندر کے ٹوٹ پھوٹ کو اصلاح کے ذریعہ درست کرنے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب السُوء اور جارا لسُّوِء (طبرانی جلد17 صفحہ 294) یعنی بُرے ساتھی اور بُرے ہمسائے سے پناہ کی دُعا بھی سکھلائی ہے۔ اس سے جہاں ظاہری بُرے ساتھی یا ہمسایہ مراد ہے وہاں وہ بُرا ساتھی بھی مراد ہے جو انسان کے اندر رہ کر اس کو نقصان پہنچاتا ہے اِسی لئے کہتے ہیں کہ ہر انسان کے اندر ایک اور انسان موجود ہے جس کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مسلمہ کے لئے جو دُعاؤں کا خزانہ چھوڑا ہے۔ اُس میں ظاہری و باطنی بیماریوں کے شر سے بچنے کی بے شمار دعائیں ہیں ۔جو انسان کے اندرونے کو درست کرتی ہیں جس کا اظہار انسان کے چہرے سے ہوتا ہے۔ یوں جب ایک مومن کا ظاہری و اندرونی چہرہ پاک صاف ہو گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا قرب پالے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پنجابی کا ایک الہام بھی ہے کہ:

عشق الٰہی وسّے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی

کہ ولیوں کی یہ نشانی ہے کہ عشق الٰہی منہ پر برس رہا ہوتا ہے

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 106 حاشیہ)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”جیسا کہ انبیاء کی تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کے دعوے کے بعد اُن کی مخالفت بھی ہوتی ہے اور جوں جوں جماعت پھیلتی ہے مخالفت اور حسد کی آگ بھی بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ مخالفین کے مخالفت کے طریق بھی مخالفت کی ہر ممکن صورت اختیار کرتے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ دعویٰ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے مخالفتوں کے باوجود ترقی کے وعدے اور خوشخبریاں دی ہوتی ہیں اس لئے کوئی مخالفت ترقی کی راہ میں روک نہیں بنتی اور نہ بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح اور مہدی بنا کر بھیجا تو آپ کے ساتھ بھی اس سنّت کے مطابق سلوک ہونا تھا اور اللہ تعالیٰ کی جو تائید و نصرت کی سنّت ہے اسی کے مطابق سلوک ہونا تھا اور اللہ تعالیٰ نے وہ سلوک بھی فرمایا اور آپ کی جماعت کے ساتھ بھی یہی سلوک اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ جہاں مخالفتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے خبر دی تو وہاں مخالفین کے بدانجام اور مخالفتوں کے باوجود آپ کے سلسلہ کے بڑھنے اور آپ کی تائیدات کی خبر دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا، بہت سارے الہامات ہیں، ایک یہ الہام ہے کہ ”مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا“۔(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 648) پھر ایک یہ الہام ہے کہ ”میں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں“ (بدر جلد 6 نمبر 51 مورخہ 19 دسمبر 1907ء صفحہ 4) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ ”یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 77) پھر فرمایا کہ ”مَیں تجھے عزت دوں گا اور بڑھاؤں گا“۔(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 342)۔۔۔۔ اسی طرح جیسا کہ مَیں نے کہا تائید و نصرت کے بے شمار الہامات ہیں۔ اب یہ صرف ظاہری باتیں نہیں جو نعوذ باللہ حضرت مسیح

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے کر دیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اس کا عملی اظہار بھی کرتا رہتا ہے۔ کہیں اللہ تعالیٰ مخالفین کے مکر اُن پر الٹا کر اپنی تائید کے عملی نظارے دکھاتا ہے۔ کہیں خود لوگوں کی رہنمائی کر کے انہیں احمدیت کی سچائی دکھاتا ہے۔ کہیں غیروں کے دلوں میں ڈالتا ہے کہ وہ غیروں کے حملوں کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کی تائید اور مدد کریں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ وعدے ہیں ان کے عملی اظہار، جیسا کہ مَیں نے کہا، وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 جولائی 2017ء)

پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
وہ اُس سے مل کے دل کو اُسی سے ملاتے ہیں
وہ اُس کے ہوگئے ہیں اُسی سے وہ جیتے ہیں
ہر دم اُسی کے ہاتھ سے اِک جام پیتے ہیں
جس مے کو پی لیا ہے وہ اُس مے سے مست ہیں
سب دشمن اُن کے اُن کے مقابل میں پست ہیں
کچھ ایسے مست ہیں وہ رُخ خوبِ یار سے
ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے
اُن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
یہ اس لئے کہ عاشقِ یار یگانہ ہیں

﴿5﴾ ﴿مشاہدات۔87﴾

خدا داری چہ غم داری

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرہ:116)

اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس جس طرف بھی تم منہ پھیرو وہیں خدا کا جلوہ پاؤ گے۔ یقیناً اللہ بہت وُسعتیں عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

دیکھتا ہوں اپنے دِل کو عرشِ ربُّ العالمیں
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار
لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اَور ہیں
مَیں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ! کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"خدا داری چہ غم داری"**

میرے پیارے بھائیو! یہ ایک فارسی زبان کی مشہور ضرب المثل ہے۔ جس کے معانی ہیں جب خدا تیرا ہے تو تجھے کیا غم ہے؟ اس مصرع کو ایک مشہور شاعر ابو المعالی میرزا عبد القادر المعروف بیدل دہلوی نے اپنی درج ذیل ایک رباعی کے آخری حصہ میں بیان کیا ہے جو آہستہ آہستہ ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

چرَا خُوْد رَا اَسِيْرِ غَمْ زِ فِكْرِ بِيْشْ كَمْ دَارِيْ
كِهْ نَگُذَارَدْ تُرَا مُحْتَاجْ اِيْزَدْ تَا كِهْ دَمْ دَارِيْ
مَشَوْ بِيْ دَسْت پَا اَزْ مُفْلِسِيْ و بِيْ كَسِي هَرْ گِزْ
مَگَرْ نَشَنِيْدِهْ اِيْ بيدل خُدْا دَارِيْ چِيْ غَمْ دَارِيْ

ترجمہ:

جب تک تیرے دم میں دم ہے خدا تعالیٰ تجھے محتاج نہیں کرے گا۔ پھر کیوں تو نے غم اور پریشانی کی وجہ سے اپنی جان کو گھٹالیا ہے۔

مفلسی اور بے کسی کی وجہ سے اپنے آپ کو بے دست و پا نہ بنا۔ اے بیدل! کیا تو نے نہیں سنا کہ جب خدا تیرا ہے تو تجھے کیا غم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اِس ضرب المثل کو مختلف جگہوں میں استعمال فرمایا ہے۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے۔ جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو! انہوں نے جب پیغمبر خدا ﷺ کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے کئے تھے۔ پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ سے محبت کرتے اور اُن ہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ اِن لوگوں کی پیروی کسی رسم و رواج تک میں بھی نہ کرتے تھے، جن کو کفار کہتے تھے۔ جب تک اسلام اِس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال اور عروج کا رہا۔ اس میں سِرّ یہ تھا۔

خدا داری چہ غم داری

مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید بھی ایمان تھا۔ صلاح الدین کے مقابلہ پر کس قدر ہجوم ہوا تھا۔ لیکن آخر اِس پر کوئی قابو نہ پا سکا۔ اِس کی نیت اسلام کی خدمت تھی۔ غرض ایک مدت تک ایسا ہی رہا۔ جب بادشاہوں نے فسق و فجور اختیار کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹ پڑا اور رفتہ رفتہ ایسا زوال آیا۔ جس کو اب تم دیکھ رہے ہو۔ اب اِس مرض کی جو تشخیص کی جاتی ہے۔ ہم اِس کے مخالف ہیں۔ ہمارے نزدیک اِس تشخیص پر جو علاج کیا جاوے گا۔ وہ زیادہ خطرناک اور مضر ثابت ہو گا۔ جب تک مسلمانوں کا رجوع قرآن شریف کی طرف نہ ہو گا۔ اِن میں وہ ایمان پیدا نہ ہو گا۔ یہ تندرست نہ ہوں گے۔ عزت اور

عروج اُسی راہ سے آئے گا۔ جس راہ سے پہلے آیا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 157-158 ایڈیشن 1984ء)

حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد آنحضور ﷺ اہل طائف کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے طائف تشریف لے گئے، اُن کے انکار پر آپؐ نے ایک درخت تلے دو نفل ادا کئے اور عربی زبان میں ایک لمبی دُعا کی جو کتب احادیث میں سفر طائف کے دوران اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کے نام سے درج ہے۔ اِس دُعا میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ

"اے اللہ! مَیں اپنی کمزوری اور ناتوانی، قِلّتِ حیلہ اور لوگوں میں رسوا ہونے کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں۔ اے رحیم خدا! کیا تو مجھے ایسے دشمن کے سپرد کر دے گا جو مجھے تباہ کر دے یا کسی ایسے قریبی کے سپرد کرے گا جو میرے معاملہ میں کلی اختیار دے دے۔" اس کے بعد آنحضور ﷺ نے یہ دعا کی۔

اِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَانَ عَلَيَّ فَلَا اُبَالِيْ، غَيْرَ اَنَّ عَافِيَتَكَ اَوْسَعُ لِيْ

(کتاب الدعا للطبرانی باب الدعا عند الکرب والشدائد نمبر 1036)

کہ خیر! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے بھی کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہاں تیری وسیع تر عافیت کا مَیں ضرور طلبگار ہوں۔

ایک مومن کا یہی عروج ہے کہ اگر خدا راضی ہے تو مومن کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

اُلُوہِیَّتُ، رَبوبِیَّتُ، رَحِیْمِیَّتُ یہ کہتی ہیں
"خداداری چہ غم داری خداداری چہ غم داری"

آنحضور ﷺ نے ہجرت کے سفر کے دوران جب غارِ ثور میں پناہ لی اور دشمنوں کی ایماء پر کھوجی آپؐ کا سراغ لگاتے غارِ ثور کے دھانے پر آن پہنچے تو آپؐ کے ساتھی حضرت ابو بکرؓ گھبرا گئے تب آنحضور ﷺ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کہ اے ابو بکرؓ! غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

آنحضور ﷺ کی تمام زندگی اِس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے آپؐ صرف اور صرف اللہ سے محبت کرتے تھے۔ آپؐ گھر میں اپنی بیگمات کے ساتھ محو گفتگو ہوتے جونہی اذان ہو جاتی تو آپ یوں اپنے اہل سے الگ ہو جاتے جیسے اُنہیں جانتے ہی نہ ہوں۔ یہ حضورؐ کی بیگمات کی گواہی ہے۔

آپؐ حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دُعا کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے اور اکثر دہراتے تھے، جو یوں ہے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

(ترمذی ابواب الدعوات عن رسول اللہ۔ باب دعا اللھم انی اسئلك۔ حدیث نمبر 3490)

ترجمہ: اے میرے اللہ! مَیں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اُن لوگوں کی محبت جو تجھ سے پیار کرتے ہیں اور اُس کام کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے میرے اللہ! تیری محبت مجھے اپنی جان، میرے اہل و عیال اور ٹھنڈے شیریں پانی سے بھی زیادہ پیاری اور اچھی لگے۔

یہ دعا اتنی جامع دُعا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ دُعا باقی تمام دعاؤں پر حاوی ہے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ جس کو اپنے پروردگار کی محبت مل جائے تو اس کی تمام حاجتوں اور ضرورتوں کا وہ خود کفیل ہو جاتا ہے۔ اور حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ میں ہر وہ بزرگ، نبی، ولی، خلیفہ اور خاندان میں ہر وہ پیار اوجود آجاتا ہے جو اللہ سے پیار و محبت کرتا ہے۔ اِس دُعا سے آنحضور ﷺ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ جس کے متعلق کہا گیا کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (ال عمران:32) کہ اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری (محمدؐ) کی پیروی کرو تب اللہ بھی تم سے پیار کرے گا۔

اگر ہر بال ہو جائے سخن ور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

ایک بدّو نے آنحضور ﷺ کے پاس آکر قیامت کے متعلق دریافت فرمایا۔ آنحضور ﷺ نے اُس سے پوچھا کہ تم نے اس کے متعلق تیاری کیا کی ہے؟ بدّو نے کہا کہ اُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ کہ صرف اللہ اور اس

کے رسولؐ کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ اور ایک روایت میں اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے الفاظ آتے ہیں کہ تجھے اُن کا ساتھ نصیب ہو گا جن سے تجھے محبت ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب علامۃ حب اللہ عزّوجلّ حدیث نمبر 6171)

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
کہ جس کا تُو ہی ہے سب سے پیارا
تو پھر ہے کس قدر اس کا سہارا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اُس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرّہ ذرّہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرّہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے اور کوئی چیز نہ اُس کے علم سے باہر ہے اور نہ اُس کے تصرف سے نہ اُس کی خَلق سے اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اُس پاک نبی محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے اور بیشمار قدرتوں والا اور بیشمار حسن والا اور بے شمار احسان والا اُس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔“

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 363)

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں مومنوں کی علامت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ:166) یعنی مومنوں کے دلوں میں خدا کی محبت دوسری محبتوں پر غالب ہوتی ہے۔

اب اِس معیار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پرکھتے ہیں۔ مولوی کرم دین صاحب کے مقدمہ میں ہندو مجسٹریٹ کے متعلق حضورؑ کو اطلاع ملی کہ وہ آپؑ کو قید کرنے کا ارداہ رکھتا ہے تو آپؑ ناسازئ طبع کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے یہ الفاظ سُن کر جوش کے ساتھ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ

"وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے۔"

آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اَے روبۂ زار و نزار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ! کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

نثر میں آپؑ نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے:

"یاد رکھو! جو مجھ سے مقابلہ کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں بلکہ اُس سے مقابلہ کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 425 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہ مضمون سمجھایا کہ "پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہیں"

(بدر 11 مئی 1905ء، بحوالہ تذکرہ 1905ء)

آنحضور ﷺ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام بھی سنتِ رسولؐ کی پیروی میں اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ سے لازوال اور مثالی محبت اور پیار رکھتے تھے۔ اسی محبت اور پیار کے عوض اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر غم سے الگ رکھا۔

آپؑ کو والد محترم کی وفات کی خبر سے جب معاملاتِ زندگی کے متعلق فکر لاحق ہوئی تو اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ کے پیغام کے ساتھ نہ صرف آپؑ کو تسلی دی بلکہ آپ کے توسط سے تمام جماعت کو غم و ہم سے نجات کی خوشخبری دی۔

اللہ تعالیٰ نے طاعون کے دوران آپؑ کو الہاماً تسلی دی۔ اِنِّیۡ اُحَافِظُ کُلَّ مَنۡ فِی الدَّارِ (کشتی نوح)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اِس الہام پر اِس حد تک یقین تھا کہ مورخہ 4 مئی 1904ء کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے مینیجر و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہوگئی اور دردِ سر اور بخار کے عوارض دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گزرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں۔ جب اِس بات کی خبر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی تو آپ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپ کو طاعون ہو تو پھر اِنِّیۡ اُحَافِظُ کُلَّ مَنۡ فِی الدَّارِ الہام اور یہ سب کاروبار گویا عبث ٹھہرا۔ آپ نے نبض دیکھ کر اُن کو یقین دلایا کہ ہرگز بخار نہیں ہے۔ پھر تھرمامیٹر لگا کر دکھایا کہ پارہ اِس حد تک نہیں ہے جس سے بخار کا شبہ ہو اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ اس کی کتابوں پر ہے۔

(البدر جلد 3 نمبر 18۔19۔ موٴرخہ 8۔16 مئی 1904ء)

نیز فرمایا:

”اِن (طاعون کے) دنوں ایک دفعہ میری بغل میں ایک گلِٹی نکل آئی۔ مَیں نے اِسے مخاطب ہو کر کہا کہ تو کون ہے؟ جو مجھے ضرر دے سکے اور خدا کے وعدہ کو ٹال سکے؟ تھوڑے عرصہ میں وہ خودبخود ہی بیٹھ گئی۔“

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”تمہارے لیے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اِس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اِس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خودبخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لیے بعض حصہ

مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اِسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہیے تو وہ ضرور اِس مال کو کھوئے گا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 497)

پس ہم میں سے ہر ایک کا اپنے اللہ سے ایسا تعلق ہونا چاہیے کہ ہمیں یقین کامل ہو جائے کہ خدا ہمارا ہے پھر ہمیں کسی کا کیا غم ہے۔ جماعتِ احمدیہ کی مخالفتوں کے دنوں میں بھی ہمیں اپنے خالق پروردگار سے عشق کی حد تک پیار و محبت کی پینگیں بڑھانی چاہئیں جیسا کہ ہمارے پیارے امام اپنے خطبات میں ہمیں اِس طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس حد تک پیار کرنے والے ہوں کہ خدا ہمارا ہی ہو کر رہ جائے۔

سامعین! آپؑ اِس مضمون کو اپنے اللہ کی طرف پرواز کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں فرمایا:

"مَیں اِن نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں۔ میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تُو ہی میرا خدا ہے اس لیے میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسا کہ شِیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 511)

پھر فرماتے ہیں:

"دیکھ! میری روح نہایت توکّل کے ساتھ تیری طرف ایسے پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے سو مَیں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں لیکن نہ اپنے لیے اور نہ اپنی عزت کے لیے بلکہ اِس لیے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 511)

بھائیو! میں آج کی گزارشات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اقتباس پر ختم کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"کیا ہی بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ نہیں پتہ کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک

خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل کریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ **اے محرومو! اِس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔** مَیں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لیے لوگوں کے کان کھلیں۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21-22)

واحِد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں
سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دِل
ڈھونڈو اسی کو یارو! بتوں میں وفا نہیں

✡✡✡✡

﴿6﴾ ﴿مشاہدات۔ 791﴾

سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ کا نادر و نایاب نسخہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ (الانعام:4)

اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے چھپے ہوئے کو جانتا ہے اور تمہارے ظاہر کو بھی اور جانتا ہے جو تم کسب کرتے ہو۔

سامعین! میری گزارشات کا موضوع ہے **"سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ کا نادر و نایاب نسخہ"**

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے موعود بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (رضی اللہ عنہ) کے قرآنِ کریم کا پہلا دور مکمل کرنے پر اللہ تعالیٰ کے حضور جذبات تشکُّر پیش کرنے اور اپنے بیٹے کو اِس اہم روحانی و علمی سنگِ میل عبور کرنے پر ناصحانہ انداز میں اور اللہ کے حضور تضرُّعانہ دعاؤں پر مشتمل ایک منظوم نظم بعنوان "محمود کی آمین" تحریر فرمائی۔ یہ منظوم کلام اکثر ہماری محفلوں، جلسوں اور بالخصوص شادی بیاہ و آمین کی تقاریب پر پڑھا جاتا ہے اور ایک انسان جس قدر گہرائی میں اُتر کر اِس کو سنتا یا پڑھتا ہے اس پر خدا کی یکتائی کا اظہار ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی مہربانیوں، فضلوں اور احسانات کو یاد کرنے سے اِس حد تک وجدانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان اپنے وجود سے نکل کر ایک اَور دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ انسان کا جو روں روں اور بال بال احساناتِ الٰہی میں ڈوبا پڑا ہے اِس کو دیکھ کر یہی الفاظ کہنے کو دل کرتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اِس نظم میں کہے ہیں۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

حضرت مسیح موعودؑ اِس نظم میں خدا تعالیٰ کے احسانات، قرآن پر ایمان، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر پختہ ایمان کا ذکر کر کے بار بار سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ کا اظہار فرمایا ہے جو در حقیقت اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا ایک پیارا انداز ہے۔ جیسے فرمایا۔

سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا
ہم کا وہی سہارا دلبر وہی ہمارا
اُس بِن نہیں گزارا غیر اُس کے جھوٹ سارا
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

یعنی اے اللہ! تُو ہی ہم کا سہارا ہے جس کی طرف سے رحمت بار بار ملتی ہے۔ اب تو ہم اِس رحمت کے اِس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ ایک تو اِس کے بغیر اب زندہ نہیں رہ سکتے۔ اب تو اِس خدا کے بغیر سب جھوٹ دکھائی دیتا ہے۔ اِس لئے ہم اب اپنے اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ ایسی رحمتوں کی بارش روزانہ ہی ہم پر نازل فرما تا ہم اِس کامل یقین کے ساتھ کہہ سکیں کہ یہ وہ مبارک ذات ہے جو مجھے ہر وقت دیکھ رہی ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

اے دوستو پیارو! عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زادِ راہ لے لو کچھ کام میں گزارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اُتارو
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

پھر قرآن کی اہمیت، افادیت اور برکات کا ذکر یوں فرمایا۔

قرآن کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے صدق و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

اِس قطعہ میں کمال حکمت سے قرآنِ کریم سے اپنی محبت و عشق کا اظہار کر کے احبابِ جماعت کو نصیحت فرمائی ہے کہ یہی قرآن اور اِس کی تعلیمات تمہارے لئے زادِ راہ ہے اور روحانی علاج کے لئے ایک اکسیر اور دوا ہے۔ جس کو پکڑ کے رکھنا لازم ہے۔ پس اے اللہ! اِس قرآن کی برکات کا نزول روزانہ ہی ہم پر نازل کرنا **تاہم اِس کامل یقین کے ساتھ کہہ سکیں کہ یہی وہ مبارک ذات ہے جو مجھے ہر وقت دیکھ رہی ہے۔**

سامعین!

کر انکو نیک قسمت دے انکو دین و دولت
کر انکی خود حفاظت ہو ان پر تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میرے بندہ پرور کر انکو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یعنی جب ہم اپنی آل اولاد کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اِن دعاؤں کو پورا ہوتا دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر **سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ کہہ کر ادا کرتے ہیں کہ ہماری محنت اور ہماری دعائیں ہماری اولاد کے حق میں رنگ لائی ہیں یہ سب کچھ اُس اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے جو مجھے دیکھ رہی ہے۔**

پیارے بھائیو! ایک اور اہم امر جس کی اِس منظوم کلام میں نشاندہی کی گئی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بار بار یعنی شعروں کے ہر بند کے آخر میں سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی کے الفاظ ہیں جو آپ نے 44 بار اس منظوم کلام میں استعمال فرمائے ہیں۔ جن میں سے 43 بار تو اُس خدائے واحد یگانہ کے شکر کے انداز میں ہیں کہ اے اللہ! یہ عظیم دن تو نے ہی دکھلایا لہذا یہ روز کر مبارک یعنی اِس دن کو مبارک کر دے میرے لیے۔ ایسے دن ہماری زندگیوں میں بار بار لا، میری اولاد کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جو بچے کا حوصلہ بڑھانے اور ہم سب کے مشترکہ تشکّرِ الٰہی کے جذبات اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کے لئے یہاں حاضر ہیں اور صرف ایک بار آغاز پر پہلے بند میں جہاں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی صفات کا ذکر کر کے نہایت عاجزی وانکساری سے اپنے خدا کے حضور عرض کرتے ہیں کہ

دل میں میرے یہی ہے سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

یہ الفاظ قابل غور ہے جس کے معنی ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جو مجھے ہر آن اور ہر لحاظ سے دیکھ رہی ہے اور مَیں نے اس عظیم قوت اور ذات کو اپنے دل میں جگہ دے رکھی ہے۔ اگر ہم مومن اس عظیم معنی اور فلسفہ کو سمجھ لیں تو ہمارا معاشرہ بُرائیوں سے پاک، منزّہ اور جنت نظیر معاشرہ بن سکتا ہے۔ حقیقت میں اِس مادہ پرست دَور میں ہم اپنے خالق حقیقی کو نہ صرف بُھلا بیٹھے ہیں بلکہ اِس سے بہت دور ہوتے جا رہے ہیں اور ہم میں سے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ گمان پیدا ہونے لگا ہے کہ ہم جو ترقیات حاصل کر رہے ہیں اور فتوحات ہمارے قدم چوم رہی ہے۔ یہ جو پیسوں کی ہمارے گھروں میں ریل پیل ہے۔ ہم جو پڑھ لکھ گئے ہیں۔ یہ محض ہماری اپنی صلاحیتوں اور کوششوں کی وجہ سے ہے یا ہم جو اعلیٰ سے اعلیٰ اسکولز اور کالجز میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں یہ ہمارے ماں باپ کی محنت کا نتیجہ ہے اور وہ ذات جو ماں باپ سے بڑھ کر رحیم ومہربان ہے جس نے رحمان ذات کی صورت میں بعض ایسی نعمتوں سے بھی متمتع کر رکھا ہے جو ہم نے اپنے خدا سے نہیں مانگی تھیں بلکہ اُس نے ماں باپ کی طرح بلکہ اُس سے کہیں بڑھ کر ہماری ضروریات کو سمجھا اور وہ تمام نعمتیں ہمارے لیے مہیا کر دیں۔ اگر ہم اپنے دلوں میں اپنے خدا کو بسا لیں اور اس تصور کو پختہ کریں کہ ایک ذات ہے جو مجھے دیکھ رہی ہے تو ہم اپنے جسموں سے، اپنی زندگی سے چمٹی آلائشوں اور گندگیوں کو دور کر سکتے ہیں۔ اگر کسی کام کا آغاز کرنے سے قبل اپنے خدا کی ذات کو اپنے دل میں اُتاریں،

اُس کا خوف پیدا ہو تو ہم جھوٹ بولنا ترک کر دیں، ہم چوری چکاری سے دُور چلے جائیں۔ ہم اپنے والدین سے اور والدین اپنے بچوں سے محبت اور شفقت کا سلوک شروع کر دیں۔ میاں بیوی کے تعلقات درست ہو جائیں۔ بہو، ساس اور نند، بھابھی کے تعلقات مثبت انداز میں اُستوار ہونے شروع ہو جائیں تو ہمارا معاشرہ جنت نظیر بن سکتا ہے۔

ہم دنیوی قوانین اور اُن کے رکھوالوں سے ڈرتے ہیں۔ موٹروے پر گاڑی تیز بھگاتے ہیں اور جونہی پولیس والوں کو دیکھتے ہیں، رفتار آہستہ کر لیتے ہیں۔ بلکہ روزمرہ کا سفر اختیار کرنے والوں کو اس امر کا بھی یقین ہو گیا ہوتا ہے کہ پولیس کہاں کہاں بیٹھی ہے۔ یورپ میں ڈرائیور حضرات کیمرہ سے بہت ڈرتے ہیں۔ بھئی! ایک کیمرہ آپ کے دل میں بھی لگا ہوا ہے۔ جہاں سے خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دل و دماغ کے درمیان اللہ تعالیٰ نے سسٹم قائم فرمایا ہوا ہے جو آپ کو اچھے اور بُرے کی تمیز کر کے دکھاتا رہتا ہے اس کو ضمیر کہتے ہیں اس سے فائدہ اُٹھانا ہمارے لئے روحانی لحاظ سے سود مند ہے اور ہم خدا سے نہیں ڈرتے۔ مجازی خداؤں سے ڈرنا شروع کر دیا ہے۔ شاید یہ محاورہ اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ''خدا الاگے کہ ڈنڈا''

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تھا جو ہر بُرائی میں ملوث تھا۔ چوری بہت کرتا تھا۔ ڈاکہ بھی ڈالتا تھا۔ زنا بھی کرتا تھا اور جھوٹ بھی بولتا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یہی نصیحت فرمائی تھی کہ جھوٹ ترک کر دو۔ وہ جھوٹ ترک کرنے کے پختہ عزم کے ساتھ دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوا اور جب بھی بُرائی کی طرف بڑھا۔ ہمیشہ یہی خیال دل میں جنم لیتا کہ اگر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ کام کیا ہے؟ اگر وہ بُرا کام کیا ہو اور مَیں کہوں کہ نہیں کیا تو یہ جھوٹ ہو گا جبکہ خدا مجھے دیکھ رہا ہو گا اور اگر کہا۔ کیا ہے تو یہ اپنی ذات میں قابل سرزنش ہے اور یوں اس نے تمام بُرائیوں اور بدیوں کو خیر آباد کہہ دیا۔ اس کے سامنے ایک ذات سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور اگر اس عظیم ذات کو پیدا کرنے والی ہستی کو ہم اپنی زندگیوں میں مد نظر نظر رکھیں تو کیا کایا نہیں پلٹ سکتی۔

حضرت عبد القادر جیلانیؒ کے متعلق ایک واقعہ ہم اپنی درسی کتب میں پڑھتے آئے ہیں کہ ایک قافلہ پر جاتے ہوئے آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کی قمیض کی آستین میں چالیس دینار سی دئے جو تعلیم حاصل کرنے کے دوران کام آئیں گے اور ساتھ نصیحت کی کہ جھوٹ نہیں بولنا۔ اگر کوئی پوچھے تو بتادینا کہ میرے پاس رقم ہے۔ راستے میں ڈاکو قافلہ کو لوٹنے لگے اور جب جیلانیؒ سے ڈاکو نے پوچھا تو آپ نے سچائی سے کام لیتے ہوئے بتادیا کہ میری قمیض کی اس آستین میں اتنی رقم ہے۔ ڈاکوؤں نے اِس نونہال بچے سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو آپ نے کہا کہ میری ماں نے مجھے ہمیشہ سچ بولنے کی نصیحت کی تھی۔ ڈاکوؤں کے سردار نے اس بچے سے کہا کہ اِس وقت تمہاری ماں تو ساتھ نہیں ہے اور نہ ہی وہ تجھے دیکھ رہی ہے تو آپ نے فرمایا اگر ماں نہیں تو میرا خدا تو مجھے دیکھ رہا ہے اس لئے مَیں نے تمہیں حقیقت بتادی ہے۔ آپ کے اس نیک فعل سے ڈاکوؤں کا سردار اِس حد تک متاثر ہوا کہ اُس نے اپنے اِس بُرے فعل سے توبہ کرلی اور نیکی کا راستہ اپنالیا تو مفہوم ہے۔ سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی کا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نماز ایسے ادا کرو کہ تم اپنے خدا کو دیکھ رہے ہو اگر اس اعلیٰ مقام کو نہیں پاسکتے تو کم از کم یہ گمان نماز پڑھتے ضرور آپ کے دلوں میں ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ پس شجر احمدیت کی سرسبز شاخو! یہی پہلا عظیم اور بنیادی سبق ہے جسے ہمیں پلّے باندھ لینا چاہیے اور ہم اپنی زندگیوں کو سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی سے آراستہ کرلیں تو خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی محبتیں اور شفقتیں تو ضرور ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دنیاوی کاموں میں بھی برکت ڈال دے گا اور تمام کام سنور جائیں گے۔

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

《7》 《مشاہدات۔765》

پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:41)

نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں۔ (نہ ہوں گے) لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کی مہر ہیں۔

بھیج درود اُس محسنؐ پر تُو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

معزز سامعین! آج مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہامی مصرع "**پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار**" پر اظہارِ خیال کرنا ہے۔

آج سے پندرہ سو سال پہلے جب دنیا گمراہی کے اندھیروں میں گھری ہوئی تھی، انسانیت دم توڑ رہی تھی، ہر طرف ظلم و بربریت کا دَور دَورہ تھا۔ اُمیدِ سحر کے خواب سجائے خزاں رسیدہ لوگ کسی راہبر کی تلاش میں تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی بنیادیں اُٹھاتے وقت اِس مبارک وجود کے لئے دعائیں کیں۔

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (البقرۃ:130)

اے ہمارے رب! تُو اُن میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو اِن پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور اُن کا تزکیہ کر دے۔ یقیناً تو ہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

نتیجہ میں رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور فاران کی چوٹیوں سے ایک ماہتاب رشد و ہدایت نمودار ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیم وعدوں کے مطابق نبیوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ کہ مَیں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہوں۔

نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نورِ مبین ہیں جس کی تجلّی، جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فاران کی چوٹیوں پر دیکھی اور جس کی محبت میں سرشار ہو کر حضرت داوٗد علیہ السلام نے گیت گائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک مثیل نبی کے آنے کی خبر دی تھی۔ جس نے فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہونا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے ایک محبوب سرخ و سفید کی خوشخبری دی گئی اور آپؐ کا نام تک بتا دیا گیا کہ وہ "محمد یم" ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اپنے بعد "احمد رسول" کی بشارت دی۔ دنیا کے تمام مذاہب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گزشتہ انبیاء کی پیشگوئیاں ملتی ہیں۔

فلک کو بار بار اہلِ زمیں یوں دیکھتے ہیں
کہ جیسے غیب سے کوئی سوار آنے لگا ہے

سامعین! گزشتہ انبیاء صرف خاص خاص قوموں اور خاص خاص زمانوں کے لئے آئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری قوموں اور سارے زمانوں کے لئے مبعوث کئے گئے۔ یہ ایک بہت بڑی خصوصیت اور امتیاز ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں جن کو مقامِ محمود پر سرفراز فرمایا گیا۔ سورۃ الم نشرح میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح:5) کہ ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپؐ کی شان و مراتب کا ذکر متعدد آیات میں فرمایا اور امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مقام و مرتبہ سے آگاہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہر نعمت کی تخلیق اور فروغ کا باعث بنا، آپ کو اللہ ربُّ العزت نے اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ فرمایا۔ اب ہر قسم کا فیض آپ سے جاری ہو گا۔ آپ کا سینہ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ سے روشن ہے تو آپ کا چہرہ وَالضُّحٰی کا پَر تو ہے، آپ کی زلفوں کے لئے وَالَّیۡل کا استعارہ ہے تو آپ کی زندگی کی خدائے ارض و سما نے قسم کھائی۔ فرمایا لَوۡلَاكَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡاَفۡلَاكَ کہ اے میرے محبوب! اگر مَیں تجھے پیدا نہ کرتا تو مَیں یہ کائنات پیدا نہ کرتا۔

(الموضوعات الکبریٰ لِمُلّا علی القاری صفحہ 194 حدیث نمبر 754)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ عظیم توحید پرست انسان تھے جن کے آنے پر کفر و شرک کے ایوان میں ویرانی چھاگئی اور دنیا توحید کے ترانوں سے گونج اٹھی۔

پہلوں سے خُوب تر ہے خُوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر اِک نظر ہے بَدۡرُ الدُّجیٰ یہی ہے

ہمارے آقا و مولیٰ ہادی کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کے عالی منصب پر فائز فرما کر امام الانبیاء کا مرتبہ عطا فرمایا۔ ازل سے تمام افلاک اور سارا عالم اپنے مقصودِ حقیقی کی تلاش میں سرگرداں تھا‘ قومیں اس عظیم ہستی کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے تھیں۔

نبیوں کا امام آیا اللہ امام اس کا
سب تختوں سے اونچا ہے تخت عالی مقام اس کا

طُفَیۡل بِن اُبَیِّ بِنۡ کَعۡب اپنے والد کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء میں میری مثال اُس شخص کی سی ہے جس نے گھر بنایا اور اُسے خوب بنایا۔ اُسے مکمل کیا اور اُسے مُزَیّن کیا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ چنانچہ لوگ اس گھر کو دیکھنے کے لئے آنے لگے اور اس کی عمدگی سے حیران ہونے لگے اور یہ کہنے لگے کہ کاش! وہ اس اینٹ کی جگہ بھی نہ رہنے دیتا۔ پس میرا مقام

انبیاء میں اُس اینٹ کا مقام ہے۔ نیز فرمایا: قیامت کے روز مَیں نبیوں کا امام، ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور ان باتوں کے باوجود میں کوئی فخر نہیں کرتا۔

(ترمذی ابواب المناقب باب فی فضل النبیؐ حدیث نمبر 3613)

ایک دفعہ صحابہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یارسول اللہؐ! آپ کو نبوت کب عطا کی گئی؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت نبوت عطا کی گئی تھی جب آدمؑ ابھی روح اور جسم کے درمیان میں تھے (یعنی ابھی ان کی تخلیق کے مراحل طے ہو رہے تھے)۔

(ترمذی ابواب المناقب باب فی فضل النبیؐ نمبر 3609)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے بنی آدم کی بہترین صدیوں میں نسلاً بعد نسل مبعوث کیا گیا ہے یہاں تک کہ مَیں اُس صدی میں ہوں جس میں کہ میں نے ہونا تھا اور حضرت عباسؓ بیان کرتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے ان کی صدیوں میں سے بہترین میں بنایا پھر اس نے قبائل کو چنا اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں سے بنایا پھر اس نے خاندانوں کو چنا اور مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں سے بنایا۔ پس مَیں ان سب میں سے بہترین نفس ہوں اور بہترین خاندان کا ہوں۔

(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی الفصل السادس: شرف نسبہ وکرم بلدہ و منشئہ صفحہ 164)

وہ نورِ اولین آیا وہ نورِ آخریں آیا
مبارک ہو جہاں والو! وہ تاجِ مرسلیں آیا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا، جو خَاتَمُ المؤمنینؐ، خَاتَمُ العارِفینؐ اور خَاتَمُ النَّبِیّیْنؐ ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جَامِعِ الکُتُب اور خَاتَمُ الکُتب ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 311)

پھر فرمایا۔

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوان مرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج۔ جس کا نام محمد مصطفی واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 82)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانِ روحانیت میں اتنا بلند مقام حاصل ہوا کہ خدا اور مخلوق میں قَابَ قَوْسَیْنِ یعنی وسیلہ کا درجہ پایا۔ آپؐ نے آسمانِ روحانیت کی بلندیوں کو اس حد تک عبور کیا کہ عبودیت کی انتہا کو پہنچے اور ذاتِ الٰہی میں ایسا فنا ہوئے کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کا آنا اپنا آنا قرار دیا، آپؐ کی بیعت اپنی بیعت قرار دی (الفتح:11)، آپؐ کا فعل اپنا فعل قرار دیا (الانفال:18) اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو آپؐ کی محبت کے ساتھ لازم وملزوم قرار دیا، حقیقی نجات کا دارومدار آپؐ کی شفاعت پر رکھا گیا۔

محمد جو ہمارا پیشوا ہے
محمد جو کہ محبوبِ خُدا ہے

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مرد خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:57)... ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے۔

محمد عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے رُوح قدس جس کے دَر کی دَربانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے۔"

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 301-302)

اصل کبریائی تو خدائے وحدہٗ لاشریک کو ہی زیبا ہے، لیکن اس کے بعد جن وجودوں پر اس کی عظمت کا پَرتَو پڑتا ہے، اُن کو حکم ملتا ہے کہ اپنے مقام کا اظہار کرو۔ اُن کو اپنے خداداد مقام و مرتبہ کا اظہار دنیا پر اتمام حجت کے لئے کرنا پڑتا ہے۔ یہ تواضع حقیقی کے خلاف نہیں ہوتا۔ دراصل تواضع کے موقع پر تواضع کا اظہار ہی اصل خُلق ہے۔ چنانچہ ہمارے آقا و مولا شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسبِ حکمِ الٰہی دنیا کو دیگر انبیاء کے مقابل پر اپنا امتیازی مقام بتانا پڑا۔

چنانچہ فرمایا:

1۔ ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا مجھے تمام بنی نوع انسان کی طرف بھیجا گیا ہے۔

2۔ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملا۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول النبیؐ جعلت لی الارض...... حدیث 438)

مگر اتنے عظیم مقام اور مراتب بیان کرتے ہوئے بھی کبھی فخر اور غرور پیدا نہیں ہوا۔ بنی نوع انسان کو خطاب کرتے ہوئے تمام مفاخر کا خلاصہ آپؐ کا یہ خوبصورت اعلان تھا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ کہ مَیں تمام بنی آدم کا سردار ہوں مگر مَیں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الشفاعۃ حدیث 4308)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے، ہزار ہزار درُود اور سلام اُس پر، یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا... وہ توحید جو دنیا سے گُم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین اور آخرین پر فضیلت بخشی۔" (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118-119)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں:

لِلّٰہِ دَرُّکَ یَا اِمَامَ الْعَالَمِ
اَنْتَ السَّبُوْقُ وَ سَیِّدُ الشُّجْعَانِ

آفرین تجھ پر اے دنیا کے امام! تو سب سے آگے نکل گیا اور تو ہی بہادروں کا سردار ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”آپؐ تمام رسولوں سے افضل ہیں۔ آپؐ تا قیامت تمام زمانوں کے لئے مبعوث ہوئے ہیں ... آپؐ کو وہ مہرِ نبوت عطا ہوئی ہے جو تمام سابقہ انبیاء پر ثبت ہو کر ان انبیاء کے نبی ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔ پس آپ کا مقام... سب انسانوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ آپؐ انسانِ کامل ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 28 جنوری 2011)

حضور انور فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے یہ پیغام پہنچا دیا ہے کہ اب تمام گزشتہ اور آئندہ نمونے ختم ہو گئے اب اگر کوئی پیروی کے قابل نمونہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہے اور یہ پیروی کے نمونے کس طرح قائم ہوں گے۔ اس طرح قائم ہوں گے جس طرح ایک سچا عاشق اپنے محبوب کی پسند اور ناپسند کو اپنی پسند اور ناپسند بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اس طرح تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو گے تو پھر ہی مَیں تمہارے گناہ بھی بخشوں گا اور تمہارے سے محبت کا سلوک بھی کروں گا۔ تمہاری دینی اور دنیاوی بھلائیوں کے سامان بھی پیدا کروں گا۔ تو گویا اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہو گئے اور اگر کوئی راستہ کھلا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کر کے آپ کے پیچھے چل کر ہی خدا تعالیٰ تک پہنچا جا سکتا ہے، یہی ایک راستہ ہے جو کھلا ہے۔ پھر اس اُسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کے لئے اور آپؐ کی محبت دل میں بڑھانے کا طریق .... یہ ہے کہ یہ نبی کوئی معمولی نبی نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا سب سے پیارا وجود ہے۔ زمین و آسمان اس کے لئے

پیدا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اسی کام پر لگے ہوئے ہیں کہ اللہ کے اس پیارے نبی پر رحمت بھیجتے رہیں اور دعائیں کرتے رہیں۔ پس اے لوگو! جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو تمہارا بھی یہ کام ہے کہ اس نبی سے محبت پیدا کرو۔ اس پر درود بھیجو اور بہت زیادہ سلامتی بھیجو۔ جب تم اس طرح اس نبی پر درود و سلام بھیجو گے تو تم پر اس کی پیروی کے راستے بھی کھلتے چلے جائیں گے اور جیسے جیسے یہ راستے کھلیں گے جس طرح تم اس کی پیروی کرتے چلے جاؤ گے اتنی ہی زیادہ تم اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے والے بھی بنتے چلے جاؤ گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 دسمبر 2004ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"آپؐ تمام رسولوں سے افضل ہیں۔ آپؐ تا قیامت تمام زمانوں کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے یہ مقام بخشا ہے کہ آپ کی اتباع سے انسان اللہ تعالیٰ کی محبت پاتا ہے۔ آپؐ کو وہ مہرِ نبوت عطا ہوئی ہے جو تمام سابقہ انبیاء پر ثبت ہو کر ان انبیاء کے نبی ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔ آپؐ کو وہ مقامِ خاتم النبیین ملا ہے جس کے اُمّتی کو بھی نبوت کا درجہ ملا اور آپؐ کا اُمّتی اور عاشقِ صادق ہونا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے مسیح و مہدی کو نبوت کا مقام دلا گیا... پس آپؐ کے نزول سے جو نئے زمین و آسمان پیدا ہوئے، جس میں آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی درجہ کا قرب پا کر انسانوں کی نجات اور خدا تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کا مقام بھی حاصل کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ کا مقام عطا فرمایا۔ آپؐ سے محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔ یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ یہ افلاک بھی خدا تعالیٰ کے آپ سے خاص پیار کے نتیجہ میں آپؐ کے لئے پیدا کئے گئے.... پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کو پہچانا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 جنوری 2011ء)

علامہ کمال الدین الدمیری نے کیا خوب کہا کہ:

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّهٗ لَا يَخْلُقُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی پیدا نہ کرے گا۔

(حیاۃ الحیوان دمیری)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(بتعاون: مکرم حافظ عبد الحمید صاحب)

﴿8﴾ ﴿مشاہدات۔52﴾

"ابراہیم بنو"

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں، نسلیں ہیں میری بے شمار

میرے انصار بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان حج اور عید الاضحیہ کی مناسبت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نصیحت آموز ارشاد "**ابراہیم بنو**" ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ جمعہ میں سورۃ البقرہ آیت 201 فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا کے تحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد پڑھا **"اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔"**

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 189 ایڈیشن 1984ء)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ اس ارشاد کے مزید تفصیل میں فرماتے ہیں۔

فرمایا کہ "اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔" عملی طور پر بھی محبت کرنی ہو گی، اظہار کرنا ہو گا۔ "نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مصری کا نام لیتا رہے تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ شیریں کام ہو جاوے۔" اس کا منہ میٹھا نہیں ہو جاتا اگر صرف چینی کا نام لے لے، شوگر کا نام لے لے تو میٹھا ہو جائے گا۔ نہیں۔ "یا اگر زبان سے کسی کی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے مگر مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد اور دستگیری سے پہلو تہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی ہی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی

اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ چاہتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ نہیں۔ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق بھی لازمی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے۔ یہی وہ غرض ہے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔ پس جو اس وقت اس چشمہ کے نزدیک نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالبِ صادق کو چاہئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس چشمۂ جاری کے کنارے اپنا منہ رکھ دے اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانہ ربوبیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کر لے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔“

یہی اللہ تعالیٰ نے، قرآن شریف نے ابراہیم کی خوبی بیان فرمائی ہے کہ وہ وفادار تھے۔ ”پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ولی پرست نہ بنو۔ بلکہ ولی بنو اور پیر پرست نہ بنو۔ بلکہ پیر بنو تم ان راہوں سے آؤ۔“ پیر بن کے یہ نہیں کہ پیروں کی طرح نخوت اور تکبر پیدا ہو جائے بلکہ عاجزی انکساری پیدا کرو، وفاداری پیدا کرو۔ یہ مراد ہے اس سے۔ آج کل کے پیروں کی طرح دنیاداری کے اظہار اس سے مراد نہیں ہے۔ فرمایا کہ ”بے شک وہ تنگ راہیں ہیں“ ”تم ان راہوں سے آؤ“ ”لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہو کر گزرنا پڑے گا۔ اگر بہت بڑی گٹھڑی سر پر ہو تو مشکل ہے۔ اگر گزرنا چاہتے ہو تو اس گٹھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھڑی ہے پھینک دو۔ ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کو پھینک دے۔ تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے۔ ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہو گا جو

وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 188-190 ایڈیشن 1984ء)

(الفضل آن لائن 23 مئی 2022ء)

معزز بھائیو! حضرت ابراہیم علیہ السلام جدِّ امجد یعنی نبیوں کے باپ کہلاتے ہیں۔ آپؑ کی اولاد اور نسل سے کثرت سے انبیاء پیدا ہوئے حتٰی کہ نبیوں کے سردار، محسن انسانیت، خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپؑ ہی کی نسل میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد "ابراہیم بنو" کے تحت حضرت ابراہیمؑ کے بہت سے خصائل، خوبیاں اور محاسن پیش ہو سکتے ہیں جس کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ خاکسار یہاں ایک مختصر سی تقریر میں قرآن کریم میں موجود حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کے چند پہلو اور تعلیم کے چند حصے بیان کرنے کی کوشش کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران:96)

پس ابراہیمِ حنیف کی ملت کی پیروی کرو اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کی اس لئے تلقین کی گئی کیونکہ خود اللہ کے سب سے برگزیدہ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؑ کی ملت کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (النساء:126)

اور اس نے ابراہیمِ حنیف کی ملت کی پیروی کی ہو۔

اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل آیت 124 میں حکم دے کر یوں بیان کیا کہ تو ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کر اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا۔

ایسا کیوں ہے اس کی وجہ بھی بتادی۔

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام:162)

ایک قائم رہنے والا دین، ابراہیمِ حنیف کی ملت (بنایا ہے) اور وہ ہر گز مشرکین میں سے نہ تھا۔

سامعین! ملت ابراہیم کی اتنی تاکید کرنے کے بعد انتباہ بھی ان الفاظ میں فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (البقرہ:131)

اور کون ابراہیم کی ملّت سے اِعراض کرتا ہے سوائے اس کے جس نے اپنے نفس کو بے وقوف بنا دیا اور یقیناً ہم نے اُس (یعنی ابراہیم) کو دنیا میں بھی چُن لیا اور یقیناً آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہو گا۔

حضرت ابراہیم کا بلند مقام و مرتبہ

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اپنا خلیل اور دوست بنایا جیسا کہ فرمایا

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (النساء :126)

اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنالیا تھا۔

خلیل، گوڑے دوست کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بار بار "حنیف "یعنی سیدھے راستہ پر چلنے والا کہہ کر پکارا۔ آپؑ کی ملت کی پیروی کرنے والا بھی "حنیف" کہلایا۔ جیسے فرمایا

بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا (البقرہ:136)

یعنی ابراہیم حنیف کی امت ہو جاؤ۔

سامعین! حضرت ابراہیمؑ مشرکوں میں ہر گز نہ تھے جیسے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ کے الفاظ بار بار قرآن میں آئے یعنی شرک کا شائبہ تک اس میں نہ تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ آپؑ کی بت پرستی سے بیزاری کا ایک بہت دلچسپ واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"حضرت ابراہیم ایک بُت پرست بلکہ بت ساز گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور چلڈیا کے ایک شہر اُور کسدیم کے رہنے والے تھے۔ ان کے خاندان کے لوگوں کا گزارہ ہی بتوں کے چڑھاووں اور بت فروشی پر تھا۔ والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور چچا کی آغوش میں انہوں نے پرورش پائی تھی جس نے ان کے ہوش سنبھالتے ہی اپنے بیٹوں کے ساتھ آپ کو بھی بت فروشی کے کام پر لگا دیا تھا۔ حقیقت سے ناآشنا چچا کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس دل کو خالقِ کون و مکاں چُن چکا ہے اُس میں بتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں

ہو سکتی۔ پہلے ہی دن ایک امیر گاہک جو اپنی عمر کی انتہائی منزلیں طے کر رہا تھا اور تھا بھی مالدار، بُت خریدنے کے لئے آیا۔ بت فروش چچا کے بیٹے خوش ہوئے کہ آج اچھی قیمت پر سودا ہو گا۔ بوڑھے امیر نے ایک اچھا سا بُت چنا اور قیمت دینے ہی لگا تھا کہ اس بچہ کی توجہ اُس گاہک کی طرف ہوئی۔ اُس نے سوال کیا۔ میاں بوڑھے! تم قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو۔ تم اس چیز کا کیا کرو گے؟ اُس نے جواب دیا کہ گھر لے جاؤں گا اور ایک صاف اور مطہر جگہ میں رکھ کر اس کی عبادت کروں گا۔ یہ سعید بچہ اس خیال پر اپنے جذبات نہ روک سکا اور پوچھا۔ تمہاری عمر کیا ہو گی؟۔ اُس نے اپنی عمر بتائی اور اس بچہ نے نہایت حقارت آمیز ہنسی ہنس کر کہا کہ تم اتنے بڑے ہو اور یہ بُت تو ابھی چند دن ہوئے میرے چچا نے بنوایا ہے کیا تمہیں اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے شرم نہ آئے گی۔ نہ معلوم اس بوڑھے کے دل پر توحید کی کوئی چنگاری گری یا نہ گری لیکن اُس وقت اس بت کا خریدنا اُس کے لئے مشکل ہو گیا اور وہ بت وہیں پھینک کر واپس چلا گیا۔ اس طرح ایک اچھے گاہک کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر بھائی سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ تارہ کو اطلاع دی جس نے اس بچہ کی خوب خبر لی۔ یہ پہلی تکلیف تھی جو اس پاکباز ہستی نے توحید کے لئے اٹھائی مگر باوجود چھوٹی عمر اور کم سنی کے زمانہ کے یہ سزا جوشِ توحید کو سرد کرنے کی بجائے اُسے اور بھڑکانے کا موجب ہوئی۔ سزا نے فکر کا دروازہ کھولا اور فکر نے عرفان کی کھڑکیاں کھول دیں۔ یہاں تک کہ بچپن کی طبعی سعادت جوانی کا پختہ عقیدہ بن گئی۔ اور آخر اللہ تعالیٰ کا نور ذہنی نور پر گر کر الہام کی روشنی پیدا کرنے کا موجب ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی اصلاح کے لئے نبوت کے مقام پر سرفراز فرمادیا۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام خاندان کا گزارہ ہی بتوں کی فروخت پر تھا اور تارہ خود بت پرست تھا جیسا کہ بائبل کی کتاب یشوع باب 24 آیت 2 سے ثابت ہوتا ہے اس لئے ان کے چچا اور چچازاد بھائیوں نے ان کو مشورہ دیا کہ ہم پروہت ہیں اور ہمارا گزارہ ہی اس پر ہے۔ اگر تم نے بتوں کی پرستش نہ کی تو ہمارا رزق بند ہو جائے گا۔ مگر آپ نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ جن بتوں کو انسان اپنے ہاتھ سے گھڑتا ہے ان کو میں ہرگز سجدہ نہیں کر سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 153-154)

انصار بھائیو! حضرت ابراہیمؑ بھی اسوۂ حسنہ ہیں

اللہ تعالیٰ آپؑ اور آپؑ کی ملت کو اسوہ حسنہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِيۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ (الممتحنہ:5)

یقیناً تمہارے لئے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اُس کے ساتھ تھے ایک اُسوہ حسنہ ہے۔

آپؑ کی ذات کو ایک امت کہہ کر پکارنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ‏ شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰهُ وَهَدٰٮهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ‏ ۚ وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ

(النحل:121-123)

یقیناً ابراہیم (فی ذاتہ) ایک امت تھا جو ہمیشہ اللہ کا فرمانبردار، اسی کی طرف جھکا رہنے والا تھا اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھا۔

اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا تھا۔ اُس (اللہ) نے اسے چن لیا اور اسے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دی۔ اور ہم نے اُسے دنیا میں حَسَنہ عطا کی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہوگا۔

اب ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ کی بہت سی خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ ایک تو وہ اپنی ذات میں امت تھے۔ وہ خود ایک جماعت تھے۔ یکجائیت کی علامت تھے۔ آج حضرت ابراہیمؑ کی اس علامت یا خوبی کو لے کر ہم میں سے ہر ایک کو Unity کی علامت بننا ہے اور شجرِ خلافت کے سائے تلے رہ کر خود بھی اس سائے سے فائدہ اٹھانا ہے اور اپنے ارد گرد بسنے والے عزیز و اقارب و دیگر احباب کو بھی اس گھنے سائے تلے رکھنا ہے۔ پھر دوسری خوبی قانتاً کے الفاظ میں ہے۔ جس کے ایک معنی تو جھکے رہنے کے ہیں۔ حنیف اور شرک نہ کرنے کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ تاہم اللہ کی نعماء پر شکر گزاری کا ایک بہت بڑا پہلو جسے آج معاشرے میں ہوا دینے کی بہت ضرورت ہے۔ اس خوبی کا ذکر سورہ الشعراء آیت 79 تا 86 میں بھی تفصیل سے ملتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان آیات کے حوالہ سے سورہ النحل کے تعارفی نوٹ میں فرمایا ہے۔

”اس سورت کے آخری رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو ایک فرد تھے، پوری امّت کے طور پر پیش کیا گیا ہے کیونکہ آپ ہی سے بہت سی امّتوں نے پیدا ہونا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر یہ مضمون اپنے معراج تک پہنچ جاتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وحی فرمائی گئی کہ اس ابراہیمی سنت پر عمل پیرا ہو اور اس کا خلاصہ یہ پیش فرمادیا گیا کہ اپنے ربّ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے بلاؤ۔“

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 438)

سامعین! آئیں آپ کی ایک خوبی تعمیر کعبہ کا جائزہ لیں۔

آپؑ کی سیرت کا ایک بہت اہم پہلو اپنی ذریّت کو وادی غیر ذی زرع میں آباد کرنا، خانہ کعبہ کی تعمیر اسے پاک وصاف رکھنے کی تلقین اور مکّہ کو پُر امن شہر بنانے کے لئے دعائیں ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ملتا ہے۔

اوّل۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو معزز گھر کے پاس اس لئے آباد کہ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کہ وہ نماز قائم کریں۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے ہم میں سے جن کو توفیق ہو انہیں ضرور مساجد کے قریب حضرت ابراہیمؑ کی اقتداء میں گھر بنوانے چاہئیں۔ ہم میں سے بعض بہت شوق و ذوق کے ساتھ مساجد کے قریب گھر خریدتے یا بنواتے ہیں تا اولاد کی اصلاح ہو مگر وہ نمازوں میں سُستی کر جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی مثال دے کر، ان کا واقعہ بیان کر کے خدا تعالیٰ نے ہمیں اسی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان پر غور کریں تو یہی سبق ہے۔ جب یہ دونوں باپ بیٹا خدا تعالیٰ کے سب سے پہلے گھر کی دیواریں اور بنیادیں نئے سرے سے کھڑی کر رہے تھے تو کمال عاجزی اور انکسار سے یہی دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! ہماری اس قربانی کو قبول فرما جو ہم تیرے حکم کے مطابق کر رہے ہیں۔ یہ بھی کمال عاجزی ہے کہ ایک کام جس کے بارہ میں تو ان کو خود نہیں پتہ تھا۔ خانہ کعبہ کی بنیادوں کا علم تو اللہ تعالیٰ کی نشاندہی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا تھا کہ یہ سب سے قدیم گھر ہے اور یہ وہ گھر ہے جس نے اب رہتی دنیا تک

وحدانیت کا نشان اور symbol بن کر قائم رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمارت کو اپنی توحید کا نشان بنانا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ دعا ہے کہ اے اللہ! ہم جو تیرے حکم سے اس کی تعمیر کر رہے ہیں تو اس تعمیر کے ساتھ ہماری قربانیوں کو بھی وابستہ کر دے۔....... ہم دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری دعاؤں کو قبول کر کے جن فضلوں کا تو وارث بنائے گا ان کے مقابلے پر یہ قربانی بالکل حقیر قربانی ہے اور پھر یہ بھی کہ قربانی کا قبول کرنا بھی تیرے فضل پر ہی منحصر ہے۔ ہم اگر سمجھ رہے ہیں کہ ہم قربانی کر رہے ہیں تو ہمیں کیا پتہ کہ حقیقت کیا ہے؟ یہ قربانی ہے بھی کہ نہیں۔ پس تُو جو دعاؤں کا سننے والا ہے، تیرے سے ہم عاجزانہ طور پر یہ دعا کرتے ہیں کہ تیرا گھر جو تیرے حکم سے تعمیر ہو رہا ہے اس کی تعمیر میں جو کچھ بھی ہم نے پیش کیا ہے تُو محض اور محض اپنے فضل سے قبول فرمالے اور قبول فرمانے کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہو کہ ہمارا نام بھی اس سے وابستہ ہو جائے...... ہم یہ دعا کرتے تھے کہ اس گھر میں آکر دعائیں کرنے والے بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اور جو جو بھی ان سے وابستہ ہیں وہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان باپ بیٹے نے وہ قربانیاں دی تھیں کہ آج تک ہم یاد رکھتے ہیں۔ مسلمان جب ہر نماز میں درود پڑھتے ہیں اور ہر نفل کی آخری رکعت میں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اور آپؑ کی آل پر بھی اس حوالہ سے درود بھیجتے ہیں۔ یہ اعزاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی وفا اور کامل طور پر خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے تیار ہونے کی وجہ سے ملا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم: 38) اور ابراہیم جس نے وفا کی اور عہد پورا کیا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 ستمبر 2010ء از الفضل آن لائن 25 مئی 2022ء)

دوم۔ اولاد کو وافر رزق دینے کی التجاء اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ کر کی کہ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ (ابراھیم: 38) کہ خدایا! وہ تیرا شکر کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اپنے ایک خطبہ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بھی اپنی اولاد کے لئے رزق کی دعا کی تو ساتھ ہی یہ عرض کی کہ وہ تیرے شکر گزار رہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ملتا ہے وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ

یَشۡکُرُوۡنَ (ابراھیم: 38) یعنی انہیں پھلوں میں سے رزق عطا فرماتا کہ وہ تیرے شکر گزار بنیں۔ پس کاروبار میں برکت، تجارتوں میں برکت، زارعت میں برکت، یہ سب پھل ہیں جو رزق میں اضافے کا باعث بنتے ہیں اور مومن جب ان فضلوں کو دیکھتا ہے تو شکر گزاری میں بڑھتا ہے اور یہ بات اس کے ایمان میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ اس کے تقویٰ میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اور بننی چاہئے۔ جب ایک مومن ایمان اور تقویٰ اور شکر گزاری میں بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اس کے پھلوں میں مزید برکت پڑتی ہے۔ اس کے رزق کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مزید بڑھاتا ہے۔ یہ سلوک اللہ تعالیٰ انہی سے فرماتا ہے جو ایمان میں بڑھے ہوئے ہیں یا بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ رزق کا اضافہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں کہ کسی نے لکھا کہ میرے رزق میں غیر معمولی طور پر اضافہ ہو گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ہے کہ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ (ابراھیم: 8) یعنی اگر تم شکر گزار بنو گے تو میں تمہیں اور بھی زیادہ دوں گا۔ ایک غیر مومن کے لئے تو کہا جا سکتا ہے کہ قانون قدرت کے تحت اس کی محنت کو اللہ تعالیٰ نے پھل لگایا لیکن ایک مومن کے لئے اس سے زائد چیز بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور ایمان اور تقویٰ میں بڑھنے کے ساتھ جب محنت ہو تو کئی گنا زیادہ پھل لگتا ہے اور پھر صرف محنت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پھر مومن کو اگر اس کی محنت میں کوئی کمی رہ بھی گئی ہو تو اپنے فضل سے اس کمی کو پورا کرتے ہوئے زائد بھی عطا فرماتا ہے یا اس کمی کو پورا فرماتا ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر اُس کا خدا تعالیٰ پر ایمان ہے تو خدائے تعالیٰ رزّاق ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اس کا ذمہ وار مَیں ہوں۔ پس یہ ہے اس خدا کا اپنے بندوں سے سلوک جو رزّاق ہے کہ تھوڑی محنت میں بھی برکت ڈال دیتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جون 2008ء)

معزز انصار بھائیو! حضرت ابراہیمؑ کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اس قدر عزیز تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو امام بنانے کا وعدہ فرمایا تو آپؑ نے وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ (البقرہ: 125) کہہ کر اپنی اولاد سے بھی امام بنانے کی التجاء اللہ تعالیٰ کو کر دی۔ سورۃ البقرہ کی انہی آیات کی تفصیل میں ”مقام ابراہیم“ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا کر اللہ کے گھر کو صاف ستھرا رکھنے کی ذمہ داری بھی حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیل علیہما السلام کو سونپ

دی۔ پھر خانہ کعبہ کی تعمیر اور اس کے لئے دعاؤں کا ذکر ہے۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت محمدؐ کے مبعوث کرنے کی دعا ہے۔ ایسے نبی کی جو آیات کی تلاوت کرے۔ کتاب کی تعلیم دے۔ حکمت سکھلائے اور تزکیہ کرے۔ اس نبی جو حضرت ابراہیمؑ کی ذریّت سے ہی ہے کی اقتداء میں یہ چاروں کام ہمارے فرائض میں شامل ہیں۔ جہاں تک مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنانے کا تعلق ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے نیت نماز اور التحیات میں درود ابراہیمی لا کر ہمیں توجہ دلائی کہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں بھولنا بلکہ ابراہیمی نسل میں اپنے آپ کو شامل رکھنے کے لئے درود ابراہیمی کا ورد کرتے رہنا ہے۔

بیٹے کو ذبح کرنے سے متعلق رؤیا اور اس کی تعمیل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احباب جماعت کو ابراہیم بننے کی جو تلقین فرمائی اس میں یہ بھی مد نظر تھا (جس کا ذکر آپؑ نے متعدد جگہوں پر کیا) کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ماتھے کے بل لٹا کر اللہ کی راہ میں قربان کرنے کی کوشش کی۔ (الصافات :104-106) اس طرح ہم میں سے ہر ایک کو ابراہیم بن کر اپنے اپنے اسماعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اور دعوت الی اللہ و تبلیغ کا جو جذبہ باپ بیٹا میں موجود تھا وہی جذبہ ہمارے اندر بھی ہونا چاہئے۔

ہمیں کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ ہم نہ صرف خود ابراہیم بنیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی ابراہیم بنانے کی سعی کریں۔ جس کے لئے ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کو پڑھتے رہنا چاہئے۔ ہم جب کہتے ہیں کہ ہم ابراہیم بنیں تو پھر آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے اوصاف اور زریت سے پیدا ہونے والے ذبح عظیم حضرت محمد ﷺ کی سیرت کو اپنے اندر اتارنے کی کوشش کرتے رہیں کیونکہ حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ تھے۔ جنہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے ابا کا ہاتھ بٹایا اور پھر آپؑ کی ہی ذریّت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے وقت میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ جن کی قربانیوں کو بعد میں آنے والی اقوام یاد رکھتی ہیں اور ہر سال کروڑوں لوگ مکہ اور مدینہ حاضر ہو کر اس تاریخ کو نہ صرف دہراتے ہیں بلکہ ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں۔ جو مکہ مدینہ حاضر نہیں ہو سکتے وہ دنیا بھر میں لاکھوں مینڈھے حضرت ابراہیم و اسماعیل عیلھما السلام کی یاد میں ذبح کرتے ہیں۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن انبیاء کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے آپ کی جسمانی اور روحانی ذریت میں سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل ذکر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر طوالت سے ملتا ہے جس کو اللہ نے اس رنگ میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ صحیفوں کی ہر بہترین تعلیم کو اپنے (یعنی قرآن کریم) اندر جمع کر لیا ہے۔ صحف ابراہیمؑ میں سے بھی بہترین تعلیم اس میں موجود ہے اور صحف موسیٰ میں سے بھی۔"

(تفسیری فٹ نوٹ از ترجمۃ القرآن خلیفہ رابع صفحہ 1160 سورۃ الاعلیٰ آیات 19-20)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اس وقت خدا تعالیٰ پھر ایک قوم کو معزز بنانا چاہتا ہے اور اس پر اپنا فضل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے لئے بھی وہی شرط اور امتحان ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے لئے تھا۔ وہ کیا؟ سچی اطاعت اور پوری فرمانبرداری۔ اس کو اپنا شعار بناؤ اور خدا تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم کر لو۔ دین کو دنیا پر اپنے عمل اور چلن سے مقدم کر کے دکھاؤ۔ پھر خدا تعالیٰ کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ اس کے فضلوں کے وارث تم بنو گے۔"

(خطبات نور صفحہ 189 ایڈیشن چہارم، دسمبر 2003ء)

انصار بھائیو! ابراہیم وفادار تھا

ہاں ایک اہم بات اور سیرت حضرت ابراہیمؑ کے حُسن کا ذکر ہونا ضروری ہے جسے اپنا کر ہم اپنے اندر حضرت ابراہیمؑ کی خوبیوں کو جمع کر سکتے ہیں اور وہ اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰۤى (النجم: 38) کہ ابراہیم وہ ہے جس نے وفاداری دکھلائی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰۤى (النجم: 38)

ابراہیمؑ وہ ابراہیمؑ ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے۔ اور ہر ذلّت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو۔ یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے۔ وہ بُت ہے اور اس قدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم:38) آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 703 ایڈیشن 1988ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ دعا کرتے تھے کہ اس گھر میں آکر دعائیں کرنے والے بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور جو جو بھی ان سے وابستہ ہیں وہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان باپ بیٹے نے وہ قربانیاں دی تھیں کہ آج تک ہم یاد رکھتے ہیں۔ مسلمان جب ہر نماز میں درود پڑھتے ہیں اور ہر نفل کی آخری رکعت میں جب ہم آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اور آپؑ کی آل پر بھی اس حوالہ سے درود بھیجتے ہیں۔ یہ اعزاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو آپ کی وفا اور کامل طور پر خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے تیار ہونے کی وجہ سے ملا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم :38) اور ابراہیم جس نے وفا کی اور عہد پورا کیا۔"

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 488 خطبہ جمعہ 17 ستمبر 2010ء)

حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کا ٹھنڈا ہو جانا

آپؑ کو مخالفین نے آگ میں ڈالنے کی بھی کوشش کی جو اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈی کر دی۔ اس کا ذکر سورۃ انبیاء آیات 69-70 میں فرمایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان آیات کے تحت فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے۔

یہاں آگ سے مراد مخالفت کی آگ بھی ہے اور حقیقی آگ بھی مراد ہو سکتی ہے چنانچہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ الہام ہوا کہ ”مجھے آگ سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے“

(اربعین نمبر 3، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 429)

اس ناطے جماعت پر آنے والے مصائب فطری ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ٹھنڈا کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ابراہیمی صفات اپنے اندر پیدا کر کے ابراہیم بننے کی توفیق دے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿9﴾ ﴿مشاہدات۔790﴾

”زکریا والی توبہ کرو“

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝

(الانبیاء:90-91)

اور زکریا (کا بھی ذکر کر) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تُو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ پس ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا اور اسے یحيٰی عطا کیا اور ہم نے اس کی بیوی کو اس کی خاطر تندرست کر دیا۔ یقیناً وہ نیکیوں میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور ہمیں چاہت اور خوف سے پکارا کرتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی سے جھکنے والے تھے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

معزز سامعین! مجھے آج حضرت منشی عطا محمد صاحبؓ پٹواری کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصیحت **”زکریا والی توبہ کرو“** پر گفتگو کرنی ہے۔

آپؓ خود بیان کرتے ہیں کہ مَیں سخت بے دین اور شرابی، کبابی، راشی، مرتشی ہوتا تھا...... حضورؑ کی نصیحت کہ **"زکریا والی توبہ کرو"** سُن کر مَیں نے شراب وغیرہ چھوڑ دی اور رشوت بھی بالکل ترک کر دی اور صلوٰۃ وصوم کا پابند ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 220۔221 روایت نمبر 241)

سب سے پہلے عنوان میں بیان زکریا نامی بندے کا تلاش کرنا ہوگا اور آئیں! اِس کا ماخذ قرآنِ کریم کو بنا کر اِس میں تلاش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کا اپنے صالح بندوں میں شمار کیا ہے اور آپؑ کا واقعہ بڑے پیار سے بیان کیا ہے کہ اُس کے بندوں میں سے ایک حضرت زکریا علیہ السلام بھی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ تیرے ربّ کی اُس کے بندے زکریا پر (ہونے والی) رحمت کا ذکر ہے" (مریم:3)

یعنی جو واقعہ اللہ تعالیٰ یہاں بیان کرنے لگا ہے یہ ایسا اہم ہے کہ ہر شخص کو یہ واقعہ یاد رکھنا چاہئے اور خدا تعالیٰ کی طاقتوں اور اُس کی قدرتوں پر ایمان لانا چاہئے۔

اِس رحمت میں سے یہ بھی ہے کہ اس اللہ کے بندے کا ذکر مستور ہی رہ جاتا اگر صرف بائبل کے بیان پر مدار رہتا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

"اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے تو زکریاؑ کی سچائی کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تھی"

(روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

کیونکہ بائبل میں دو اشخاص کے نام زکریا کے لفظ سے آئے ہیں ایک وہ زکریا ہیں جن کی کتاب بائبل میں شامل ہے وہ زکریا 487 قبل مسیح گزرے ہیں اور یہ زکریا جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے وہ ہیں جو حضرت مسیحؑ کے قریب زمانہ میں آپؑ کی والدہ کے کفیل تھے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زکریا بھی نبی تھے لیکن اناجیل میں ان کا ذکر بطور کاہن [یعنی جنّوں سے دریافت کر کے غیب کی خبریں دینے والا] کیا گیا ہے بطور نبی کے نہیں۔ ممکن ہے کہ ایسے نبی جو کسی دوسرے نبی کے کام کی تکمیل کے لئے آتے ہوں ان کے لئے بائبل میں کاہن کا لفظ استعمال ہوتا ہو۔ (تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 117-118)

بہر حال اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے علم غیب سے یہ خبر دیتا ہے (آل عمران:45)۔ یعنی اس طرح واضح اور سیدھا بیان کہیں اور نہیں ملتا اور وہ یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت پر بڑی بحثیں اور جھگڑے ہوئے تھے پھر لوگوں نے قرعہ ڈال کر اس بارے میں فیصلہ کیا تھا کہ اس قوم میں سے کون مریم کی کفالت کے لئے مناسب ہو سکتا ہے۔ اس طرح حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت حضرت زکریا علیہ السلام کے ذمے لگی تھی۔ (آل عمران:45) انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کی تربیت بہت توجہ سے فرمائی پس جب کبھی بھی حضرت زکریا علیہ السلام اُن کے پاس محراب میں داخل ہوتے اور حضرت مریم علیہا السلام کے پاس کوئی رزق پاتے تو ان سے دریافت فرماتے کہ اے مریم! تمہارے پاس یہ کہاں سے آتا ہے؟ تو وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہی ملتا ہے اور یہ بھی کہتیں کہ یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔ (آل عمران:38)

سامعین! اس بات سے حضرت زکریاؑ کی توجہ اس طرف پھری کہ بالکل سب کچھ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرماتا ہے تو مجھے بھی جس ایک نعمت کی خواہش ہے وہ اپنے رب سے مانگتے ہوئے دعائیں کرنی چاہئیں اور اسی طرح انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ اس قدر چھوٹی عمر میں کسی بچی کا نیکی میں یوں ترقی کرنا کہ جو بھی رزق ملے اُسے صرف خدا کی طرف ہی منسوب کیا جائے بڑی خوشکن حیرت کی بات تھی۔ جبکہ اُس وقت کی باقی قوم کی حالت نیکی میں بہت اچھی نظر نہ آتی تھی۔

چنانچہ یہ الفاظ کہ:

''مَیں یقیناً اپنے بعد اپنے شرکاء سے ڈرتا ہوں''۔ (مریم:6)

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی دعا میں اپنی ضرورتِ حقہ کا اظہار کیا کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی تھے اور انہیں اپنے بعد تعلیم کے مفقود ہونے کا ڈر تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام پروہت فیملی (یعنی مذہبی کاموں کو باقاعدہ کرنے اور کروانے والے) میں سے تھے اور اِن کے رشتہ دار بھی پروہت تھے جو بیت المقدس اور دوسری عبادت گاہوں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اِن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ الٰہی! ان میں ایسی دنیاداری آچکی ہے کہ ان کا کوئی قدم یہودیت اور مذہب کو بچانے کے

لئے نہیں اٹھتا اور عملی لحاظ سے وہ دین سے کوسوں دور ہیں۔ اس لئے کہا کہ خدایا! مَیں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے بھی ڈرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اِن کے اندر دین کی خدمت کا کوئی احساس نہیں۔

اس لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک چھوٹی بچی میں ایسی روحانی خوبصورتی کو دیکھ کر اپنے لئے بھی ایک نیک اور صالح بیٹے کی دعا ان الفاظ میں کی کہ

"اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعائیں سننے والا ہے"۔

(آل عمران:39)

دوسری جگہ یہ دعا ان الفاظ میں ملتی ہے کہ:

"مجھے خود اپنی جناب سے ایک وارث عطا کر۔ جو میرا ورثہ بھی پائے اور آل یعقوب کا ورثہ بھی پائے اور اے میرے ربّ! اِسے بہت پسندیدہ بنا"۔(مریم:6-7)

ایک اور مقام پر دعا کے الفاظ ہیں:

"اے میرے ربّ! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تُو سب وارثوں سے بہتر ہے" (الانبیاء:90)

حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ بھی عرض کی کہ تیرے حضور دعا کرنے کی وجہ سے مجھے کبھی ناکامی نہیں ہوئی اور یہ بھی کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اس لئے تیرے مخصوص کر لینے کی وجہ سے اور تیرے انعامات کی وجہ سے مَیں نے یہ برکت پائی ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مشکلات میں مجھے ناکامی ہوئی ہو بلکہ ہمیشہ مجھے کامیابی ہوئی ہے اور مَیں نے اپنے مقصد کو حاصل کیا ہے۔

جیسا کہ یہ الفاظ اس پر دلیل ہیں:

"اے میرے رب! مَیں تیری دعا کے ساتھ کبھی شقی نہیں ہوا"۔(مریم :5)

سامعین! حضرت زکریا علیہ السلام نے اِن دعاؤں پر مداومت اختیار کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبولیت سے نوازتے ہوئے فرشتوں سے کہا کہ میرے اِس بندے کو اُس کی دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری سنادو تو اِس پر فرشتوں نے اُسے آواز دی جبکہ ابھی تک وہ محراب میں کھڑے ہو کر عبادت کر رہے تھے اور دعائیں مانگ رہے تھے تو فرشتوں نے کہا کہ اے زکریا! اللہ تعالیٰ تجھے ایک بیٹے کی خوشخبری دیتا ہے جسے یحییٰ (زندہ رہنے والا) کا نام دینا (آل عمران:40) کیونکہ بعض اوقات نیکی کرنے

والے اپنے رب کے فضل سے زندہ بھی رکھے جاتے ہیں اور یہ بیٹا اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم کلمہ کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور وہ سردار ہوگا اور اپنے نفس کی پوری حفاظت کرنے والا ہوگا اور صالحین میں سے ہوگا اور ایک نبی ہوگا (آل عمران:40)۔ اس بچے کی ان تمام نیکیوں کی وجہ سے اس کا نام زندہ رہے گا۔ آج دیکھئے! ہم اس خدا کے بندے کا ذکر کر رہے ہیں یہ خدا کے سچے کلام کا ایک زندہ نشان ہے۔

لیکن حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر اُس وقت بہت زیادہ ہو چکی تھی اور اسی طرح اُن کی بیوی بھی ادھیڑ عمر تھیں چنانچہ انہوں نے عرض کی کہ اے میرے ربّ! میرے کیسے بیٹا ہوگا جبکہ مجھے بڑھاپے نے آ لیا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے یعنی ظاہری طور پر تو اس طرح کا واقعہ ہونا بہت مشکل لگتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے تسلی دی کہ آپ فکر مند نہ ہوں اور خدا تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کیا کرتا ہے۔ (آل عمران:41) اور یہ بھی فرمایا کہ خدا کے انعام ایسے ہی ہوا کرتے ہیں اور یہ کہ تیرے ربّ نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور یقیناً مَیں تجھے بھی تو پہلے پیدا کر چکا ہوں جبکہ تُو کچھ چیز نہ تھا۔(مریم:5)

اس پر حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایسی عظیم خوشخبری کے وقوع پذیر ہونے کے لئے کوئی نشان مانگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا نشان یہ ہے کہ تم دیگر لوگوں سے بات چیت میں کمی کرو اور ذکر الٰہی میں زیادہ وقت صرف کیا کرو۔ فرمایا: تین دن تک آپ لوگوں سے صرف اشاروں میں باتیں کریں اور اپنے ربّ کو بہت کثرت سے یاد کریں اور شام اور صبح کو تسبیحات میں مصروف رہا کریں۔ (آل عمران:42) ۔ تُو لوگوں سے مسلسل تین راتوں تک کلام نہ کرے۔ پس وہ اپنی قوم پر محراب سے ظاہر ہوا اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح و شام تسبیح کرو۔(مریم:10)

قرآن کریم نے اسی الزام کو دور کرنے کے لئے جو انجیل نے حضرت زکریا پر لگایا ہے کہ وہ گونگے ہو گئے تھے فرمایا اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا تیرا نشان یہ ہے کہ تو تین دن رات کلام نہیں کرے گا مگر ہوگا بے عیب اور تندرست جیسا کہ لفظ ”سَوِیًّا“ سے ظاہر ہے کہ اے زکریا! کوئی بیماری تجھے نہیں ہوگی۔ قرآنی بات کتنی سچی نظر آتی ہے کہ خدا نے جب حضرت زکریاؑ کی دعا قبول کی۔ تو انہوں نے کہا

خدایا! اب مجھے بھی شکریہ کا موقع دیجئے۔ خدا نے کہا تین دن مسجد میں اعتکاف بیٹھو اور ذکر الٰہی میں مشغول رہو یہ تمہاری طرف سے ہمارے شکریہ کا ایک نشان ہو گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ آپ کی وفات طبعی طور پر ہوئی تھی اور بعض روایات میں آپ کے قتل کئے جانے کا ذکر بھی ملتا ہے حضرت زکریاؑ کا مزار شام (سیریا) کے شہر حلب کی بڑی مسجد ''جامع کبیر ''میں واقع ہے۔

(اطلس القرآن از شوقی ابو خلیل صفحہ 106-107)

حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ کے اختتام پر یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر کبیر سے تین دن ذکر الٰہی کرنے کی وضاحت کر دی جائے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آیت کے معنے قرآن کریم میں کئی مقامات پر حکم کے بھی آئے ہیں۔ آیات قرآنیہ کو بھی اسی وجہ سے آیات کہا جاتا ہے کہ ان میں احکام الٰہیہ کا بیان ہوتا ہے پس:'' رَبِّ اجۡعَلۡ لِّیۡۤ اٰیَۃً ''کے یہ معنے ہیں کہ خدایا! مجھے کوئی حکم دے جس کی میں تعمیل کروں۔ یعنی تو نے جو مجھ پر یہ احسان فرمایا ہے مَیں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اب تو مجھے کوئی ایسا حکم دے جو تیرے شکر کی ایک ظاہری علامت ہو اور جس کو پورا کر کے میرا دل خوش ہو جائے کہ مَیں نے رب کا حکم پورا کر دیا ہے۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں آئندہ کی خبروں کے لئے نشان مقرر ہوتے تھے جن میں سے بعض نشان تو آسمانی ہوتے تھے اور بعض میں صرف عبادت کا حکم ملتا تھا''

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے (پیدائش باب 9 آیت 9 تا 17) (پیدائش باب 17 آیت 9 تا 11) اور (حزقیل باب 20) کے حوالہ جات لکھنے کے بعد فرمایا:''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں کسی نیک کام کا کرنا پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے لئے ایک ظاہری نشان سمجھا جاتا تھا۔ اِسی رنگ میں حضرت زکریاؑ نے بھی خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی! مجھے کوئی نشان دیا جائے یعنی مجھے کوئی ایسا حکم دیا جائے کہ جب مَیں اُسے پورا کروں تو یہ وعدہ اٹل ہو جائے کیونکہ جب بندہ اپنا وعدہ پورا کر دے تو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا ہے اور اس کو کسی اور رنگ میں نہیں بدلتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے کہا تیرے لئے وہ حکم جو اس بات کی علامت ہو گا کہ تو نے خدا کا شکر ادا کر دیا ہے یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین راتیں کلام نہیں

کرے گا اس حالت میں کہ تو تندرست اور بے عیب ہو گا اور بغیر کسی بیماری کے ہو گا اور ان دنوں میں ذکر الٰہی کرتا رہے گا"

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 142-143)

سامعین! حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں تفصیل جاننے کے بعد اب اِس تقریر کے عنوان "**زکریا والی توبہ کرو**" کی طرف واپس لوٹتے ہیں اور جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت زکریاؑ نے کس طرح کی توبہ کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حضرت زکریاؑ کا ذکر مختلف جگہوں پر فرمایا ہے اور بڑی تفصیل سے فرمایا ہے حتّٰی کہ الگ سے تفصیلی ذکر کے ساتھ حضرت مریمؑ اور حضرت یحییٰؑ کے ذکر میں بھی کیا ہے۔ آپ کو بیٹے "یحییٰ" کی خوشخبری دینے کا ذکر بھی تین مختلف مقامات پر کیا ہے کیونکہ آپؑ دعاؤں میں مداومت کے ساتھ قائم رہے اور جو حکم اپنے خدا کی طرف سے ملے اُن پر پورے استحکام اور ثبات قدم سے عمل پیرا ہوئے جیسے تین دن مسجد کے محراب میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنا اور اِن دنوں کسی سے بات چیت بھی نہ کرنا۔ آپؑ نے اپنے اللہ سے مریمؑ جیسا نشان مانگا۔ گو آپؑ کی اہلیہ موجود تھیں اور آپؑ بطور خاوند بھی موجود تھے لیکن بڑھاپے کا شکار تھے اور بظاہر اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ تھے جس کا اظہار خود آپؑ نے اپنے اللہ سے بھی کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ

"معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں پاک اولاد کی جو غیر معمولی خواہش پیدا ہوئی وہ حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزگی پر غور کے نتیجہ میں عطا ہوئی"

(ترجمۃ القرآن صفحہ 79)

پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِس مضمون کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں یوں بیان فرمایا ہے کہ

"جہاں تک اعجازی پیدائش کا تعلق ہے وہ بعض دفعہ اِس رنگ میں ہوتی ہے کہ باپ اور ماں کے ملنے سے ہی بچہ پیدا ہوتا ہے مگر اِس عمر میں کہ بظاہر اولاد ہونا ناممکن ہو۔ یہی صورت حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش آئی۔ آپ کو اولاد کی خواہش تھی مگر خود اتنے بوڑھے ہو چکے تھے کہ سفیدی سے گویا سر بھڑک اُٹھا

تھا اور بیوی نہ صرف بوڑھی بلکہ بانجھ تھی۔ پس اعجازی پیدائش کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ کو اِن دونوں باتوں کے باوجود حضرت یحیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمائے گئے اور بیٹے کی خواہش اِن کو حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے حالات پر غور کرنے سے پیدا ہوئی تھی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بِن باپ کی پیدائش کا معجزہ دکھانا تھا“

(ترجمۃ القرآن صفحہ 505)

پھر اِسی پر بس نہیں بلکہ آپؑ کو جب بیٹے کی خوشخبری دے دی گئی تب بھی آپؑ نے عبادات اور دعاؤں کو نہیں چھوڑا بلکہ اپنے اللہ سے شکریہ کا نشان یوں مانگا کہ مجھے کوئی اور حکم دیں جس پر مَیں شکریہ کے طور عمل کروں۔

سامعین! الغرض زکریاؑ جیسی توبہ کرنے کو اگر خلاصہ کے طور پر پیش کیا جائے تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ خالصتًا اللہ کے لئے پاک و صاف ہو کر ثابت قدمی سے اللہ کی عبادت کی جائے اور دعاؤں میں جُت جائیں۔ مسجد کے محراب میں اگر میسّر نہ ہو تو تنہائی میں اللہ کی طرف جھکیں، دعائیں کریں، غیر ضروری باتوں سے پرہیز کریں اور ہر وقت ذکرِ الٰہی سے اپنی زبان کو تر رکھیں نیز اللہ کی عنایات اور انعامات پر اُس کا شکر ادا کرنے کے لئے اللہ کے مزید احکامات پر قدم ماریں۔ اِس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا یہ ارشاد ضرور مدّ نظر رہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ

”سچی توبہ درحقیقت ایک موت ہے جو انسان کے ناپاک جذبات پر آتی ہے اور ایک سچی قربانی ہے جو انسان اپنے پورے صدق سے حضرت احدیت میں ادا کرتا ہے اور تمام قربانیاں جو رسم کے طور پر ہوتی ہیں اسی کا نمونہ ہے۔ سو جو لوگ یہ سچی قربانی ادا کرتے ہیں جس کا نام دوسرے لفظوں میں توبہ ہے۔ درحقیقت وہ اپنی سفلی زندگی پر ایک موت وارد کرتے ہیں تب خدا تعالیٰ جو کریم و رحیم ہے اِس موت کے عوض میں دوسرے جہان میں اُن کو نجات کی زندگی بخشتا ہے کیونکہ اس کا کرم اور رحم اس بخل سے پاک ہے جو کسی انسان پر دو موتیں وارد کرے۔ سو انسان توبہ کی موت سے ہمیشہ کی زندگی کو خرید تا ہے اور ہم اس زندگی

کی حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے کو پھانسی پر چڑھانے کے محتاج نہیں ہیں ہمارے لیے وہ صلیب کافی ہے جو اپنی قربانی دینے کی صلیب ہے۔

یاد رہے کہ توبہ کا لفظ نہایت لطیف اور روحانی معنی اپنے اندر رکھتا ہے جس کی کی غیر قوموں کو خبر نہیں یعنی توبہ کہتے ہیں اس رجوع کو کہ جب انسان تمام نفسانی جذبات کا مقابلہ کرکے اور اپنے پر ایک موت کو اختیار کرکے خدا تعالیٰ کی طرف چلا آتا ہے۔ سو یہ کچھ سہل بات نہیں ہے اور ایک انسان کو اُسی وقت تائب کہا جاتا ہے جبکہ وہ بکلی نفس امارہ کی پیروی سے دستبردار ہو کر اور ہر ایک تلخی اور ہر ایک موت خدا کی راہ میں اپنے لئے گوارا کرکے آستانۂ حضرتِ احدیت پر گر جاتا ہے تب وہ اس لائق ہو جاتا ہے کہ اِس موت کے عوض میں خدا تعالیٰ اُس کو زندگی بخشے.... جس طرح میلا کپڑا بھٹی پر چڑھنے سے اور پھر دھوبی کے ہاتھ سے آب شفاف کے کنارہ پر طرح طرح کے صدمات اٹھانے سے آخر کار سفید ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح یہ توبہ جس کے معنے میں بیان کر چکا ہوں انسان کو صاف پاک کر دیتی ہے۔ انسان جب خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ میں پڑ کر اپنی تمام ہستی کو جلا دیتا ہے تو وہی محبت کی موت اُس کو ایک نئی زندگی بخشتی ہے۔ کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ محبت بھی ایک آگ ہے اور گناہ بھی ایک آگ ہے۔ پس یہ آگ جو محبت الٰہی کی آگ ہے گناہ کی آگ کو معدوم کر دیتی ہے۔ یہی نجات کی جڑھ ہے۔"

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 447-448)

توبہ جو در حقیقت ایک موت ہے کا بہترین وقت اور موقع رمضان کا مہینہ ہے جب ایک مؤمن بات چیت بھی کم کرتا ہے، فضول گوئی سے پرہیز کرتا ہے، ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے، دعائیں کثرت سے مانگتا ہے اور اعتکاف کرتا ہے جس کے معنی رُکنے کے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ صلوٰۃ کرنے اور صوم رکنے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زکریا جیسی توبہ نصیب کرے۔ آمین

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
"اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

(اِس تقریر کا کچھ حصہ مکرم مرزا خلیل احمد بیگ صاحب استاد جامعہ احمدیہ گھانا کے ایک مضمون مطبوعہ روزنامہ الفضل آن لائن لندن 5 جولائی 2022ء سے لیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

﴿10﴾　﴿مشاہدات۔ 661﴾

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ طاُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ:18)

یعنی (اے رسول) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں (توتُو جواب دے کہ) مَیں (ان کے) پاس ہی ہوں۔ مَیں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔

معزز سامعین! آج مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام میں سے ایک شعر کے ایک مصرع "وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم" پر گفتگو کرنی ہے۔ مکمل شعر یوں ہے۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اَب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

تقریر کے آغاز پر متلوّ آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ اپنی ہستی کی دلیل میں اپنے کلام کو پیش کر رہا ہے۔ اس کے بالمقابل قرآن کریم کے دوسرے کئی مقامات پر بتوں کا اِس صفت سے عاری ہونا ان کے باطل ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ قرآن کریم نے جس خالق کائنات اور قادر مطلق ہستی کا ہمیں پتہ دیا ہے وہ ہمارا زندہ خدا ہے جو تمام نقائص سے پاک اور اُس کی تمام صفات ازلی و ابدی ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ جس طرح پہلے اپنے پیاروں کی دعائیں سنتا تھا اب بھی سنتا ہے۔

خدا تعالیٰ کے پیارے انبیاء دنیا میں آکر انسانوں کو اپنے تعلق اور ذاتی تجربہ و مشاہدہ کی بناء پر زندگی کے حقیقی سرچشمہ یعنی زندہ خدا کا پتہ دیتے ہیں۔ زندہ خدا سے ان کے تعلق اور ذاتی تجربہ و مشاہدہ کی کیفیت دعا اور استجابتِ دعا کی عملی تصویر ہوتی ہے۔ مذہب کی دنیا میں پیش آنے والے ان گنت واقعات زندہ خدا کے وجود کا پتہ دیتے ہیں۔ مندرجہ بالا آیت سے ظاہر ہے کہ جو خدا کلام کرنے کی صفت سے عاری ہو چکا ہے وہ

زندہ خدا کہلانے کا حقدار نہیں۔ جبکہ خدا تعالیٰ تمام نقائص سے پاک ہے اور اس کی تمام صفات ازلی و ابدی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ایسا عقیدہ جس سے خدا تعالیٰ کی عالی شان میں نقص ماننا لازم آتا ہے، درست نہیں۔

جماعت احمدیہ اور عام مسلمانوں کے درمیان جن مسائل کے بارہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک ”وحی و الہام“ کا مسئلہ ہے۔ اِس بارہ میں عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی و الہام کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور اب قیامت تک خدا تعالیٰ کی اپنے پیاروں کے ساتھ ہمکلام ہونے کی صفت موقوف ہو گئی ہے۔

اب کہیں بولتا نہیں غیب جو کھولتا نہیں
ایسا اگر کوئی خُدا تم نے بنا لیا تو کیا

اس کے برعکس جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ:

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اَب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

گویا ہمارا اللہ بولتا ہے اور اپنے پیارے و محبوب بندوں میں سے کلیم بھی بناتا ہے جو اپنے اللہ سے باتیں کرتے ہیں۔ کلیم کے معنی باتیں کرنے والے کے ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ”کلیم اللہ“ کے لقب سے نواز رکھا ہے۔

سامعین! جماعت احمدیہ اپنے اس مؤقف کی تائید میں عقلی و نقلی دلائل پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ (حٰمٓ السّجدہ: 31) یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر مستقل مزاجی سے اس عقیدہ پر قائم ہو گئے ان پر فرشتے اُتریں گے یہ کہتے ہوئے کہ ڈرو نہیں اور کسی پچھلی غلطی کا غم نہ کرو اور اسی جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اس آیت کریمہ میں فرشتوں کے نزول کے لئے تَتَنَزَّلُ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ جس میں حال اور مستقبل دونوں زمانے پائے جاتے ہیں۔ پس آیت کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ جو خدا ماضی میں فرشتوں کے ذریعہ اپنے نیک بندوں سے ہمکلام ہوتا تھا وہ خدا اب بھی وحی و الہام کی صورت میں کلام کرتا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی صفات دائمی ہیں۔ مذہب کی دنیا میں پیش آنے والے ان گنت واقعات زندہ خدا کے وجود کا پتہ دیتے ہیں۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

(دُرِّ ثمین)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ گزرے ہیں جو نبی تو نہیں تھے مگر اس کے باوجود خدا تعالیٰ اُن سے ہمکلام ہوتا تھا۔ اگر میری امت میں ایسے (خوش نصیب) ہوئے ہیں تو اُن میں سے ایک عمر بھی ہوگا۔"

(بخاری کتاب المناقب باب ماجاء فی مناقب عمر)

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کئی الہام احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو ایرانیوں کے خلاف جنگ کے دوران لکھا کہ

"مجھے القاء ہوا کہ تمہارے مقابلے میں دشمن کو شکست ہوگی۔"

(مجموعة الوثائق السیاسیة للعھد النبوی والخلافة الراشدة صفحہ 409)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ آپ ایک دفعہ خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ دیتے ہوئے آپ کی زبانِ مبارک سے یَا سَارِیَةَ الْجَبَل کہ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ کے الفاظ تین دفعہ بلند آواز سے ادا ہوئے۔ اُن دنوں ساریہ نامی ایک سپہ سالار جنگ لڑ رہے تھے۔ آپ اور آپ ساتھیوں نے بھی یہ الفاظ سنے اور وہ پہاڑ کی طرف پُشت کر کے صف بندی کر کے کھڑے ہو گئے اور دشمن

پر فتح پائی۔ یہ ایک ایسا نظارہ تھا اور ”وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم “کا ایک منہ بولتا عملی ثبوت تھا جسے حضرت عمرؓ اور حضرت ساریہ کے ساتھیوں نے بیک وقت سُنا اور حیران بھی ہوئے اور فتح ہوتی بھی دیکھی۔

پیارے دوستو! القاء اور کشف وغیرہ، الہام ہی کی ایک قسم ہے۔ اُمتِ مسلمہ کے اکثر علماء بھی اس عقیدہ کی تائید کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی سلسلہ وحی والہام جاری ہے۔ اُمتِ محمدیہ میں بہت سارے ایسے بزرگ اور اولیاء گزرے ہیں جن کے الہامات ثابت ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ رات کی عبادت کے وقت یہ آواز سنتے تھے۔

”اے ابو حنیفہ! تُو نے میری خدمت کو خالص کیا اور میری معرفت کو کمال تک پہنچایا۔ اس لئے مَیں تجھے اور تیری سچی اتباع کرنے والوں کو بخش دوں گا۔“

(روح البیان جلد 1 صفحہ 144)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

”اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی اور فرمایا۔ میں تجھے وہ طریقہ دوں گا جو ان تمام طریقوں میں جو اس وقت رائج ہیں سب سے زیادہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے میں قریب ہو گا اور سب سے زیادہ مضبوط ہو گا۔“

(تفہیمات الٰہیہ جلد نمبر 1 صفحہ 45)

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو ایک عالَم دکھاتی ہے

امام رازی اپنی کتاب تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”ملائکہ انسانوں کی روحوں میں الہاموں کے ذریعہ سے اپنی تاثیر نازل کرتے ہیں اور یقینی کشفوں کے ذریعہ سے ان پر اپنے کمالات ظاہر کرتے ہیں۔“

(التفسیر الکبیر از امام الرازی جلد نمبر 7 صفحہ 370)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

”اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ یہ مقربین ہی کی علامت ہے اور اس قرب کی خصوصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فرشتے ایسے شخص کو پکارتے ہیں جس طرح کہ مریم کو پکارا تھا۔“

(تفہیمات الٰہیہ جلد 2 صفحہ 123)

ان کے علاوہ بھی امت میں بیسیوں صاحبِ الہام بزرگ گزرے ہیں۔ امت محمدیہ کے بہت سارے بزرگوں کے ایسے اقوال موجود ہیں جن میں حضرت امام مہدی علیہ السلام پر وحی و الہام بذریعہ جبریل تسلیم کیا گیا ہے۔

”مہدی الہام کے ذریعہ شریعت کی باریکیاں سمجھ کے لوگوں تک پہنچائے گا۔“

(اسعاف الراغبین قول محی الدین ابن عربی صفحہ 145)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ الہام و وحی کے سلسلہ کے بند نہ ہونے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اسلام زندہ مذہب اور ہماری کتاب زندہ کتاب اور ہمارا خدا زندہ خدا اور ہمارا رسول زندہ رسول۔ پھر اس کے برکات، انوار اور تاثیرات مردہ کیونکر ہو سکتی ہیں؟ میں اس مخالفت کی کچھ پروا نہیں کر سکتا۔ ان کی مخالفت کے خیال سے میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ لاہور میں عبد الحکیم نام ایک شخص سے میری گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا کہ الہام پہلی امتوں کا خاصہ تھا۔ یہانتک کہ عورتوں کو بھی وحی ہوتی تھی مگر اس امت میں یہ دروازہ بند ہے۔ کیسے شرم کی بات ہے۔ کیا یہ امت بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی گئی گزری ہو گئی اور خدا تعالیٰ نے اس کے لیے یہی چاہا ہے کہ وہ خیر الامم کہلا کر بھی محروم رہے؟“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 87-90 ایڈیشن 1984ء)

عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر وحی والہام کا دروازہ بند ہے تو پھر امام مہدی کو کیسے معلوم ہو گا کہ وہ امام مہدی ہے۔ یقیناً خدا تعالیٰ بتائے گا کہ تو امام مہدی ہے۔ اسی بتانے کا نام ہی تو وحی والہام ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”دنیا میں جس قدر قومیں ہیں کسی قوم نے ایسا خدا نہیں مانا۔ جو جواب دیتا ہو اور دعاؤں کو سنتا ہو۔ کیا ایک ہندو ایک پتھر کے سامنے بیٹھ کر یا درخت کے آگے کھڑا ہو کر یا بیل کے روبرو ہاتھ جوڑ کر کہہ سکتا ہے کہ میرا خدا ایسا ہے کہ مَیں اس سے دعا کروں۔ تو یہ مجھے جواب دیتا ہے۔ ہر گز نہیں۔ کیا ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے یسوع کو خدا مانا ہے وہ میری دعا کو سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔ ہر گز نہیں۔ بولنے والا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ جس نے کہا اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المومن:61) کہ تم مجھے پکارو مَیں تم کو جواب دوں گا اور یہ بالکل سچی بات ہے۔ کوئی ہو جو ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو۔ وہ مجاہدہ کرے اور دعاؤں میں لگا رہے۔ آخر اس کی دعاؤں کا جواب اُسے ضرور دیا جاوے گا۔“

(ملفوظات جلد2 صفحہ 148 ایڈیشن 1988ء)

حمد و ثناء اُسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اُس کا کوئی نہ کوئی ثانی

(دُرِّ ثمین)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یاد رہے کہ بندہ تو حسن معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ پر حد ہی کر دیتا ہے۔ اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین اور آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگر پچاس کروڑ انسان بھی اس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو اُن کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا اور محض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کی کلام میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس

کی تمام درو دیوار پر نور کی بارش کرتا ہے اور اس کی پوشاک میں اور اس کی خوراک میں اور اس مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 225)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں بلکہ وہ سنتا اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہو گی۔"

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اُس کا کام ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اُس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اُس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر اُن امور کے جو اُس کی شان کے مخالف ہیں یا اُس کے مواعید کے برخلاف ہیں اور وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں اور اُس تک پہنچنے کے لئے تمام دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے"۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 311)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس زندہ خدا کا پیغام اس زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی اتباع میں دنیا کو پہنچانے والے ہوں اور دنیا کو یہ احساس دلانے والے ہوں کہ زندہ خدا ہے، موجود ہے، اب بھی سنتا ہے، نشان بھی دکھاتا ہے۔ اس کی طرف لَوٹو۔ اس کی طرف آؤ اور ہم خود بھی اس خدا سے زندہ تعلق پیدا کرنے والے ہوں اور اس تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں۔ اس کی عبادت

کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اس کی صفات کا صحیح ادراک حاصل کرنے والے ہوں۔ اس کے انعامات کے وارث ہوں۔ ہماری نسلیں بھی اور ہم بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے شرک سے ہر طرح محفوظ رہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 اپریل 2014ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"زندہ مذہب وہی ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائی کے جلوے ہمیشہ نظر آتے رہیں۔ اور آج زندہ مذہب ہونے کا صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ اس کا عملی ثبوت صرف اور صرف اسلام ہی دیتا ہے۔ اسلام کا خدا وہ خدا ہے اب بھی وہ جس کو بھی چاہے کلیم بنا سکتا ہے۔ اُس سے اب بھی بولتا ہے، دعاؤں کو سنتا ہے اور جواب دیتا ہے اور اپنی قدرت کے جلوے دکھاتا ہے۔ اور اس زمانے میں اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اس نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا جس کے اس زمانے میں آنے کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔

پس مسلمانوں میں بھی آج جماعت احمدیہ ہی وہ فرقہ ہے جو آج بھی اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام تر صفات کے ساتھ قادر و مقتدر یقین کرتا ہے۔ اس یقین پر قائم ہے کہ خدا تعالیٰ آج بھی وہی قدرتیں رکھتا ہے، وہی قدرتیں دکھاتا ہے جیسا کہ ازل سے دکھاتا چلا آرہا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم الانبیاء ہیں، آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ اب تمام قسم کے انعامات کے حصول کا ذریعہ اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی مل سکتا ہے اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام، مسیح موعود و مہدی معہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کامل عاشقِ صادق ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے اس زمانے میں بھیجا ہے۔ اور پھر آپ سے تکمیلِ تبلیغ ہدایت کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 فروری 2012ء)

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اَب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم حافظ عبد الحمید صاحب کے ایک مضمون سے مدد لی گئی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

﴿11﴾ ﴿مشاہدات۔236﴾

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے

(یوسفِ ثانیؓ کی یوسفِ اوّلؑ سے مشابہتیں اور مماثلتیں)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ (یوسف:95)

ترجمہ: یقیناً مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے خواہ تم مجھے دیوانہ ٹھہراتے رہو

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یُوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ مَیں کرتا ہوں اس کا انتظار

سامعین! آج مجھے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نیک خواہش **"آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے"** کے تحت یوسفِ ثانی حضرت مصلح موعودؓ کی یوسفِ اوّل حضرت یوسفؑ سے مشابہتیں اور مماثلتیں بیان کرنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جَرِیُ اللّٰہِ فِیۡ حُلَلِ الۡاَنۡبِیَاءِ فرمایا۔ جس کے معانی ہیں۔ انبیاء کے لبادہ میں اللہ کا ایک بہادر شخص اور آپؑ اپنے متعلق فرماتے ہیں:

میں کبھی آدمؑ کبھی موسیٰؑ کبھی یعقوبؑ ہوں
نیز ابراہیمؑ ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

نیز نورالحق حصہ دوم صفحہ 32 پر فرمایا:

اِنِّیۡ رَاَیۡتُ بِھِجۡرِ قَوۡمٍ فَارَقُوۡا
حَالًا کَحَالَتِ مُرۡسَلٍ کَنۡعَانٍ

وَسَاَلْتُ رَبِّیْ فَسْتَجَابَ لِیَ الدُّعَا
فَرَجَعْتُ مَجْلُوًّا مِنَ الْاَذَانِ

یعنی میں نے اس قوم کی جدائی میں جو جدا ہو گئی۔ وہ حالت دیکھی جو مرسلِ کنعان حضرت یعقوب علیہ السلام سے مشابہ ہے۔ میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور اس نے میری دعا قبول کی۔ پس میں غموں سے نجات یافتہ ہو گیا۔

ان اشعار سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یعقوب بھی تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور اس خوشخبری کے ساتھ غموں سے نجات بخشی اور آپؑ کو یوسف بیٹا عطا فرمایا۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آپؑ کو ملا۔ جس کو پیشگوئی مصلح موعود اور دیگر الہامات میں محمود، فضل عمر، بشیر، اولوالعزم، مسیحی نفس، کلمۃ اللہ اور فخر رسل جیسے اسمائے مبارکہ سے پکارا گیا وہاں آپؑ کا ایک الہامی نام یُوسف بھی رکھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بشیر اول کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے الہام الٰہی قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”بشیر کی موت لوگوں کی آزمائش کے لئے ایک ضروری امر تھا اور جو کچے تھے وہ مصلح موعود کے ملنے سے ناامید ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ تو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہے گا یہاں تک کہ قریب المرگ ہو جائے گا یا مر جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے فرمادیا کہ ایسوں سے اپنا مونہہ پھیر لے۔ جب تک وُہ وقت پہنچ جائے۔“

(تذکرہ صفحہ 166)

اسی طرح ایک اور الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان الفاظ میں ہوا کہ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ کہ اگر تم یہ نہ کہو کہ یہ شخص بہک رہا ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے یوسف کی اب خوشبو آرہی ہے۔

(الہام حضرت مسیح موعود از تذکرہ صفحہ 485، 608)

یہاں لَوۡلَآ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ کے الفاظ زور دینے کے لئے ہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ یوسف کی ملاقات کا وقت قریب آ گیا ہے اور گو یہ امر تمہاری سمجھ سے بالا ہے لیکن ہے بالکل سچا اور درست۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کو دیگر کئی مقامات پر یوسف بیٹے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاعات مل رہی تھیں۔ ایک کا ذکر کر کے آگے بڑھوں گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُنۡظُرۡ اِلَی یُوۡسُفَ وَ اِقۡبَالِہٖ یعنی یوسف کو دیکھ اور اس کے اقبال کو دیکھ۔

(تذکرہ صفحہ 370)

یہ یوسف جس نے بشیر اول کی وفات کے بعد پیدا ہونا تھا۔ وہی اولوالعزم محمود ہے۔ جن کا پورا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہے اور جو پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ٹھہرا۔

سامعین! یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نام بھی کسی کے رکھے جاتے ہیں وہ اپنے اندر کسی سے مشابہت و مماثلت رکھتے ہیں۔ پس آپؓ کا نام الہامِ الٰہی میں یوسف رکھا جانا بتاتا تھا کہ جس طرح یوسفِ اوّل پر بعض ناپاک الزامات عائد کئے گئے اسی طرح کمینہ اور رذیل دشمن اس یوسفِ ثانی پر بھی ناپاک حملہ کرے گا اور اُسے، لوگوں کی نگاہ میں تقویٰ و طہارت سے دور قرار دے گا۔ مگر جس طرح یوسفِ اوّلؑ ہر قسم کے گناہ سے برّی ثابت ہوا اسی طرح خدا تعالیٰ اس دوسرے یوسف کی بھی اپنے زبردست نشانوں سے بریت کرے گا اور دنیا پر یہ ظاہر کر دے گا کہ یوسف ثانیؓ اُسی طرح معصوم ہے جس طرح یوسفِ اولؑ ہر قسم کے اخلاقی نقائص سے پاک اور منزہ تھا۔

مشابہتیں و مماثلتیں

اب مَیں اپنے سامعین کے سامنے یوسفِ ثانی حضرت مصلح موعودؓ کی یوسفِ اوّل حضرت یوسف علیہ السلام سے مشابہتیں و مماثلتیں بیان کرتا ہوں۔

1۔ حضرت یوسف علیہ السلام اولاد ابراہیم میں سے تھے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس مقدس انسان کے بیٹے ہیں جسے خُدا نے ابراہیم قرار دیا اور فرمایا۔ سَلَامٌ عَلَیۡكَ یَا اِبۡرَاھِیۡمُ۔

2۔ حضرت یوسفؑ، حضرتِ یعقوبؑ کے بیٹے تھے۔ یوسفِ ثانی حضرت مصلح موعودؓ کے والد محترم نے بھی اپنے آپ کو یعقوب کہا جس کا ذکر تقریر کے آغاز پر ہو چکا ہے۔

3۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو حالات، کنعان سے مصر لے آئے اور یوسف ثانیؓ کو بھی قادیان سے ربوہ کی ہجرت در پیش ہوئی۔

4۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہیں 26 برس کی عمر میں نبوت ملی۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی عمر کے چھبیسویں برس میں مسندِ خلافت پر اللہ تعالیٰ نے متمکن فرمایا۔

5۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تاویل الاحادیث اور تعبیر الرؤیا کا علم بخشا تھا۔ آپ علیہ السلام نے کہا: "ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ (یوسف:38)۔ یہ وہ علم ہے جو مجھے خدا نے سکھایا ہے۔" اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی علم عطا فرمایا اور قرآن مجید کے وُہ وُہ رموز اور اسرار آپ کو سکھلائے جو تیرہ سو برس میں کسی مفسّرِ قرآن نے بیان نہیں کئے۔ حضرت یوسف ثانیؓ اپنی معرکہ آراء تصنیف تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔ "مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علوم سے بہت کچھ دیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں میرے فکر یا میری کوشش کا دخل نہیں" اور آپؓ اپنے زمانہ کے بہت زبردست معبّر بھی تھے۔

6۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود سے بھی ہمکلام ہوتا ہے اور اپنے الہام اور کلام سے نوازتا ہے۔

7۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو علاوہ باطنی حسن کے اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن و جمال سے بھی حصہ دیا تھا۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ظاہری اور باطنی ہر دو خوبیوں سے آراستہ تھے۔

8۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے اُن کے بھائیوں نے بگاڑ پیدا کیا اور انہیں سخت تکلیفیں پہنچائیں مگر بالآخر وُہ تائب ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ کہہ کر انہیں معاف کر دیا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی اہل پیغام نے دکھ دیا اور قادیان سے بگڑ کر لاہور سے وابستہ ہو گئے۔ مگر پھر ان میں سے کئی لوگ آپؓ کے ہاتھ پر تائب ہوئے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ کہہ کر انہیں معاف کر دیا۔

9۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ (یوسف:9) یعنی جب انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی تو ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں۔ یقیناً ہمارا باپ صریح غلطی پر ہے۔

یہاں دو گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے سگے بھائی بن یامین کا اور دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں کا جو حضرت یوسف کے ساتھ حسد اور بغض میں اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ اپنے باپ کے لئے ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ کے الفاظ کہتے ہوئے بھی نہ شرمائے۔

اب دیکھئے! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لاتعداد الہامات اور دُعائیں حضورؓ اور آپؓ کے سگے بھائیوں کے لئے ہیں جو آج تک لفظ بلفظ پُوری ہو رہی ہیں اور قیامت تک پُوری ہوتی جائیں گی۔ مگر ایک دوسرا گروہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی اولاد ہونے کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر ان تمام الہامات، دُعاؤں اور پیشگوئیوں کو جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپؓ کے سگے بھائیوں کے متعلق ہیں۔ نہیں مانتا۔ گویا انہوں نے زبانِ حال سے ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ کہہ ہی دیا اور اس پر طرّہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہونے کے مدّعی بھی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد دوسرا گروہ یہ دعویٰ کرکے کہ جماعت کی اکثریت ہمارے ساتھ ہے نَحْنُ عُصْبَةٌ کا اعلان بھی کرتا رہا۔ بلکہ قادیان کے متعلق ان کے دعوے یہ تھے کہ قادیان کی عمارتیں کوڑیوں کے بھاؤ بکیں گی اور یہاں اُلو بولا کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت یوسفِ ثانیؑ کے ساتھ ہونے سے ان کے دعوے صرف دعوے ہی رہ گئے۔

10۔ پھر اللہ فرماتا ہے۔ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ (یوسف:10) یعنی یوسف کو قتل کر دو یا کسی اور ملک میں ڈال دو تو اس کے بعد تمہارے باپ کی توجہ صرف تمہارے لئے مخصوص ہو جائے گی اور پھر اس کے بعد تم صالح بن جاؤ۔

یہاں حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائیوں کی اس سازش کا ذکر ہے۔ جو انہوں نے حضرت یوسفؑ کے خلاف کی۔ ہوبہو اسی طرح کے واقعات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اور خاص طور پر آپؓ کی وفات کے وقت پیش آئے۔ چونکہ اہلِ پیغام کو علم تھا کہ احمدیت کا سوادِ اعظم حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کے پسرِ موعود حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا شرف حاصل کرنے والا ہے۔ اس لئے انہوں نے حضرت خلیفہ ٔاولؓ کی وفات سے پہلے ہی ایک رسالہ ''ایک نہایت ہی ضروری اعلان'' چھپوا کر مخفی طور پر تیار کر رکھا تھا۔ تاکہ اس رسالہ کے ذریعہ جماعت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق غلط فہمیاں اور بدظنیاں پھیلا دیں۔ گویا یہ ایک سازش تھی جو انہوں نے حضورؓ کے خلاف کر رکھی تھی اور بزعم خود انہوں نے آپؓ کو کنویں میں ڈال دیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپؓ کو حضرت یوسفؑ کی طرح ایک معجزانہ کامیابی عطا فرمائی۔

11۔ حضرت یوسفؑ پر جبکہ وہ عزیز کے گھر میں تھے بد چلنی کا الزام لگا۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو اس الزام سے بری کیا اور ان کی عصمت و عفت پر مُہرِ تصدیق ثبت کی۔ بعینہٖ اسی طرح منافقین اور معاندین نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جھوٹے الزامات لگائے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان الزام لگانے والوں کو ذلیل وخوار کر کے حضورؓ کو ان الزامات سے برّی کیا اور حضورؓ کی صداقت کو اظہر من الشمس کر دیا اور پھر خدا تعالیٰ کا ایسا تصرف ہوا کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری جملہ الزام لگانے والوں سے گو سبقت لے گئے اوران کے نام کے ساتھ ''مصری'' کا لفظ ہونا اس الزام کی یاد تازہ کرتا ہے جو مصریوں نے حضرت یوسفؑ پر لگایا۔

12۔اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔(یوسف:94)یعنی یہ میری قمیص لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے سامنے ڈال دو۔ وہ یقین کرنے والا ہو جائے گا۔

سورۂ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے تین دفعہ قمیص کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ پہلی دفعہ جب حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائی حضرت یوسفؑ کی قمیص کو خون سے رنگ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو دکھاتے ہیں۔ تو وُہ قمیص حضرت یوسفؑ کی موت کی بجائے ان کی زندگی کی شاہد بن جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ جان لیتے ہیں کہ یہ جھوٹ موٹ کے نشان ہیں۔ دوسرے موقع پر یہی قمیص حضرت یوسفؑ کو الزام سے برّی کرنے کا باعث بنتی ہے اور تیسری دفعہ حضرت یوسفؑ یہی قمیص بطور نشان حضرت یعقوبؑ کو بھیجتے ہیں۔ گویا پہلی دفعہ قمیص حضرت یوسفؑ کی زندگی کا نشان ٹھہری۔ دوسری دفعہ آپ کی پاک دامنی کا ثبوت بنی اور تیسری دفعہ یہی قمیص حضرت یوسفؑ کی حکومت پر گواہ ہوئی۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ قمیص کے معنی کیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا تمہیں اس قمیص کے اتارنے کو کہا جائے گا۔ مگر خبردار، اس قمیص کو ہرگز نہ اتارنا۔ علامہ ابن اثیر بھی قمیص کے معنی خلافت بتاتے ہیں۔

اب دیکھو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات پر اہل پیغام نے اپنے علم اور اثر کے گھمنڈ پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بزعم خود کنویں میں ڈال دیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے حضورؓ کو خلافت کی قمیص عطا فرما کر مخالفوں کے تمام ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ تو گویا جس طرح اس وقت حضرت یوسفؑ کی قمیص ان کی زندگی کی دلیل ہوئی۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قمیصِ خلافت بھی حضورؓ کی گزشتہ اور آئندہ شاندار زندگی پر ایک بیّن دلیل ہوگئی۔

پھر جب منافقین نے عموماً اور مصری صاحب نے خصوصاً حضورؓ پر الزام لگائے۔ تو اس وقت حضورؓ نے اپنی خلافت کو ہی اپنی صداقت کے لئے پیش کیا اور حضورؓ کی قمیص خلافت ہی حضور کو تمام الزامات سے برّی کرنے کا باعث بن گئی۔ یہ بعینہٖ اسی طرح ہوا جس طرح حضرت یوسفؑ کی قمیص نے ان کو الزام سے برّی کیا تھا۔

پھر مخالفوں نے کوشش کی کہ حضورؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ مگر حضورؓ، حضرت عثمانؓ کی طرح منصب خلافت پر ڈٹے رہے اور جس طرح حضرت یوسفؑ پر الزام لگانے والے بالآخر نہایت شرمسار ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام تراشنے والے بھی ناکام ونامراد رہے۔

13۔ قرآن میں آتا ہے۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الۡعِیۡرُ قَالَ اَبُوۡهُمۡ اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ ٥ قَالُوۡا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیۡ ضَلٰلِكَ الۡقَدِیۡمِ (یوسف:95-96) یعنی جب قافلہ چلا تو ان کے باپ (یعقوبؑ) نے کہا۔ کہ مَیں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ اگر مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تو ابھی تک پُرانی غلطی میں بہک رہا ہے۔

بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یُوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ مَیں کرتا ہوں اس کا انتظار

تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 357 میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”ریح یوسف سے مراد وہ خبر ہے۔ جس کسی چیز کے قریب عرصہ میں ملنے کی امید ہو تو کہتے ہیں کہ مجھے اس کی خوشبو آرہی ہے۔ یہی مراد حضرت یعقوبؑ کی ہے۔“

14۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 4 نومبر 1888ء یا اس کے قریب قریب الہام ہوا۔ کہ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۔ اِس کا ذکر سورۃ یوسف:86 میں بھی ہے اور اس کی تشریح کرتے ہوئے آپؑ نے خود فرمایا۔

”خدا تعالیٰ نے ان آیات میں صاف بتلا دیا کہ بشیر کی موت لوگوں کی آزمائش کے لئے ایک ضروری امر تھا اور جو کچے تھے وہ مصلح موعود کے ملنے سے نا امید ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ تُو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ قریب المرگ ہو جائے گا اور مر جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے فرما دیا کہ ایسوں سے اپنا مونہہ پھیر لے جب تک وُہ وقت پہنچ جائے اور بشیر کی موت پر جو ثابت قدم رہے ان کے لئے بے اندازہ اجر کا وعدہ ہوا۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں اور کوتاہ بینوں کی نظر میں حیرت ناک۔“

(تذکرہ صفحہ 166)

اِس امر کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک مکتوب بنام حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کو 4 دسمبر 1888ء کو بھی کیا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ الہام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ تشریح دونوں اس امر پر شاید ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے یوسف بھی قرار دیا ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود کو یوسف کا نام دیا گیا ہے۔ اس تمثیل سے ضمنی طور پر پیغامی حضرات کے سوال کا بھی رد ہو جاتا ہے کہ جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی

زندگی میں ہی یوسف کی ملاقات ہوگئی تھی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی جن کو یعقوبؑ کا نام بھی دیا گیا ہے۔ آپ کی زندگی میں ہی یوسف کا ملنا ضروری ہے۔ گو اس کا اقبال اپنی حقیقی شان کے ساتھ بعد میں ہی ظاہر ہو۔ لیکن جیسے کہتے ہیں کہ "پُوت کے پاؤں پالنے میں نظر آتے ہیں" ایسے ہی حضرت مصلح موعودؓ کی علمی رفعت کے آثار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی نظر آنے شروع ہو گئے تھے۔

15۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے معاشی اور مالی معاملات میں بہت بہتری کی اسی طرح جماعت کے مالی نظام کا اسٹریکچر یوسفِ ثانیؓ کا مرہون منت ہے۔

16۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں زرعی اصلاحات کیں اور زراعت کو فروغ دیا اسی طرح یوسف ثانیؓ نے سندھ میں جماعتی زمینیں خرید کر زراعت کو فروغ دیا۔

17۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کا ایک اہم واقعہ یہ تھا کہ قحط کے ایام میں آپ نے غرباء میں غلہ تقسیم کیا اور مخلوق خدا کو آرام پہنچایا۔ بعینہٖ اسی طرح دُور اندیشی سے کام لیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے غرباء کے لئے سخت نازک ایام میں غلّہ کی نہ صرف تحریک فرمائی بلکہ ہر سال سینکڑوں میں غلّہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر کے مثیلِ یوسف قرار پائے۔ وسیع پیمانہ پر اِجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ کو ہم تحریک جدید کی زمینوں پر بھی لگا سکتے ہیں۔ جو صحیح رنگ میں ایک روحانی مائدہ تیار کرنے کے لئے حضور نے خریدیں اور پھر اس روحانی غذا کو ایسے علاقوں میں جہاں روحانی قحط ہے تقسیم کر کے خوشحالی کے سامان پیدا کئے۔

18۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اولاد کے لئے جن الفاظ میں دعا کرتے ہیں۔ وہ قریباً وہی الفاظ ہیں جو قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت یعقوبؑ کے متعلق استعمال ہوئے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

وہ دے سب ان کو جو مجھ کو دیا ہے

کہ جس طرح اتمامِ نعمت مجھ پر کیا گیا ہے۔ اسی طرح میری اولاد کے ساتھ بھی تیرا سلوک ہو۔ قرآن کریم میں یہ الفاظ ہیں کہ " وَيُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعۡقُوۡبَ " جس طرح اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو خاص کیا گیا ہے۔ اسی طرح الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی یہ فرما کر کہ "وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔" آپ پر اتمام نعمت کی خبر دی گئی ہے۔

سامعین! یہ چند ایک مشابہتیں حاضرینِ اجلاس کے سامنے رکھی ہیں ورنہ اِس پر تو دفتر اکھٹا ہو سکتا ہے۔ کیسا اتفاق ہے۔ دونوں کا اسم مبارک یوسف بن یعقوب ہے۔ دونوں اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے، دل کے حلیم تھے، سخت ذہین و فہیم، علوم ظاہر و باطنی سے پُر، قوموں نے ان سے برکت پائی۔ دونوں اسیروں کی رَستگاری کا موجب بنے، صاحبِ دولت تھے اور بہتوں کو بیماریوں سے شفا دینے والے ثابت ہوئے۔ دونوں نے زمین کے کناروں تک شہرت پائی، خدا کا سایہ ان کے سر پر رہا اور دونوں حسین اور وجیہہ تھے۔ پس حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا تعالیٰ کے حضور یوسف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؓ کے متعلق یہ ضمانت دی کہ

کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

پھر جب حضور نے اپنی موعود اولاد کے لئے دعائیں کیں اور فرمایا۔

میری دعائیں ساری کریو قبول باری

تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری سب مرادیں پوری کر دی جائیں گی اور پھر آخر میں آنے والے یوسف کے متعلق اس بات کا وعدہ کیا کہ وہ اپنے رسول کے فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظۡهَرُ الۡاَوَّلِ وَالۡاٰخِرِ، مَظۡهَرُ الۡحَقِّ وَالۡعَلَاء كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کے ہمیشہ ساتھ ہو گا۔

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴿12﴾ ﴿مشاہدات۔779﴾

مسلمانوں پہ تب اِدبار آیا
کہ جب تعلیمِ قرآں کو بُھلایا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (البقرہ:122)

یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی وہ اُس کی تلاوت ایسے کرتے ہیں جیسا کہ اُس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (درحقیقت) اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی بھی اِس کا انکار کرے پس وہی ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔

معزز سامعین! میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیان فرمودہ یہ شعر ہے۔

مسلمانوں پہ تب اِدبار آیا
کہ جب تعلیمِ قرآں کو بُھلایا

آپؑ نے اِس شعر میں اُن دردناک حالات پر غور کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے جن کے بارہ میں سوچ کر زخم ہرے ہوتے ہیں اورانسان میں اظہار کی تاب نہیں رہتی۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ”مسلمانوں پہ تب اِدبار آیا کہ جب تعلیمِ قرآں کو بُھلایا“ جیسے موضوع پر لب کشائی، یا کچھ رقم کرنے سے ایک ماہر گفتار اور پختہ قلمکار بھی خود کو زبان وبیان میں عاجز، قلتِ الفاظ سے دوچار اور اظہار میں بے بس پائے گا۔

تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ جب تک مسلمان قرآنِ کریم کی تعلیمات اور ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا رہے تو وہ فتح و نصرت کے چراغ روشن کرتے رہے، مشرق و مغرب ان کے زیرِ نگیں

ہوئے اور دنیا پر اِن کی حکمرانی کا سِکّہ چلتا رہا، قیصر و کسریٰ کی طاقتور حکومتیں مسلمانوں کے سامنے کمزور نظر آتی تھیں، فارس اور روم کی سُپر پاور اِن کے قدموں تلے روندی گئیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسا عروج عطا فرمایا کہ تاریخ جس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، صحرا اور دریا اُن کی ٹھوکر سے دو نیم ہوئے، پہاڑ اُن کی ہیبت سے رائی بنے، ایماں کی حرارت والوں نے نعرہ تکبیر بلند کر کے باطل کے محلات میں زلزلے طاری کر دئے، دنیا میں علم کی روشنی پھیلی، ہدایت کا نور عام ہوا، توحید سے دنیا منور ہوئی۔

مسلمانوں کو محبتِ الٰہی کے میدان میں شدید آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا مگر وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جیتے، اُن کے دلوں میں ایمان کا نور جلوہ گر تھا، ظلم کا ہر وار ہنس کر سہتے اور اپنے خونِ دل سے چمن کو آراستہ کر کے اپنے آپ کو زندہ جاوید کر گئے، وہ چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے، لوہے میں ڈوبے ہوئے دشمنوں کے سامنے جاتے، وہ حادثوں کی گود میں پلتے اور زمانے سے ٹکرا جاتے، وہ خدا کی محبت اور عشق کے سفینہ پر سوار ہو کر ہر بحرِ غم کو عبور کرتے رہے، سمندر انہیں پایاب معلوم ہوتا تھا، ان کی جرأت اور عزم واستقامت کے ارد گرد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا حصار ہوتا، خدا اُن کی ڈھال بن جاتا جو اُنہیں تسلیم و رضا کے آداب سکھاتا، خدا کے فرشتے اُن پر نازل ہوتے اور اُنہیں یقین و اطمینان کی دولت سے مالا مال کر جاتے۔
اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو۔

سہتے ہیں جو دنیا کے ستم صبر و رضا سے
پاتے ہیں وفاؤں کا صلہ اپنے خدا سے

مسلمانوں نے صدق و وفا کے جو چراغ روشن کیے زمانے کی تند و تیز آندھیاں اُنہیں بجھا نہیں سکیں۔ قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

یعنی یہ لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طُرّہ امتیاز تھا کہ گویا وہ جیتا جاگتا قرآن ہوں۔ قرآنی آیات پر غور و فکر کرتے۔ اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے۔ قدم قدم پر قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرتے تھے

اسی لیے دونوں جہانوں کی کامیابیوں سے سرفراز ہوئے۔ عذاب کی آیتوں پر اُن کے دل دَہل جاتے تھے اور رحمت کی آیتوں پر اُن کے دل روشن اور معمور ہو جاتے تھے۔ اُن کے دن قرآن مجید پر تدبُّر کرتے ہوئے بسر ہوتے تو راتیں قرآن مجید کی تلاوت و ترتیل میں گزرتیں۔ وہ پیارے لوگ، وفاؤں کے پُتلے، جو قرآنِ کریم کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لیے نہ دن دیکھتے تھے نہ رات، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے دل و جان سے قرآن کریم کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے اپنی نجات کے سامان کیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کو دیکھو کہ انہوں نے بکریوں کی طرح اپنا خون بہا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسے گم ہو گئے کہ وہ اس کے لئے ہر ایک تکلیف اور مصیبت اٹھانے کو ہر وقت تیار تھے۔ انہوں نے یہاں تک ترقی کی کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (البینۃ:9) کا سرٹیفیکیٹ ان کو دیا گیا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 527-528)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو! انہوں نے جب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے، پورے ہو گئے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 409)

صحابہ رضوان اللہ علیہم کی قربانیاں تاریخ کے ماتھے پر جھومر کی طرح جگمگا رہی ہیں۔ تاریخ کی آنکھ نے اِس سے پہلے کبھی ایسے نظارے نہیں دیکھے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ (البقرہ:149) اے مومنو کی جماعت! تمہارا نصب العین نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا ہے، کی عملی تصویر بن کر، احکامِ خداوندی کی پیروی، توکّل علی اللہ، دعا، عزم اور مسلسل جدوجہد سے طوفانی پانیوں میں منزل کی طرف بڑھتی کشتی کی طرح ترقیات کی منازل طے کرتے چلے گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”عرب جاہل تھے وحشی تھے... مگر جب انہوں نے قرآن کا شفا بخش نسخہ استعمال کیا تو وہی جاہل دنیا کے استاد اور معلم بنے۔ وہی وحشی متمدّن دنیا کے پیشرو اور تہذیب وشائستگی کے چشمے کہلائے... وہ جو حکومت کے نام سے ناواقف تھے دنیا بھر کے مظفر و منصور اور فاتح کہلائے۔ غرض کچھ نہ تھے سب کچھ ہوگئے مگر سوال یہی ہے کیونکر؟ اِسی قرآن کی بدولت پس تیرہ سو برس کا مجرّب نسخہ موجود ہے جو اس قوم نے استعمال کیا۔“

(خطبات نور صفحہ 35)

قرآن کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اِس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضان

سامعین! مسلمان جب بھی عروج و ترقی کی تہذیبوں کی رفعتوں تک پہنچے تو یہ ارفع مقام انہیں اتباع قرآن ہی کے نتیجہ میں ملا۔ غیر بھی معترف ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیمات نے انقلاب پیدا کر دیا تھا۔

پارسی جماعت کے مایہ ناز لیڈر سر فیروز شاہتہ ایم۔ اے، ایڈیٹر ”جامِ جمشید“ اپنی مشہور تصنیف ”مذہب کی روشنی“ میں تحریر کرتے ہیں:

”قرآن مسلمانوں کی ایک مذہبی کتاب ہے... یہ ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی، جب ہر طرف ایک ہولناک تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ہر طرف ظلم و ستم کا طوفان برپا تھا... نسلِ انسانی کا کوئی شرف باقی نہیں رہا تھا۔ ان حالات میں ہدایت کا سورج چمکا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کی عام فہم تعلیمات نے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا اور انصاف اور تہذیب کی روشنی پھیل گئی۔“

(مذہب کی روشنی، صفحہ 110)

مسلمان جب تک قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل کرتے رہے وہ فاتح کی حیثیت سے پوری دنیا پر چھائے رہے۔ لیکن جونہی مسلمانوں نے تعلیماتِ حق سے روگردانی کی، اُنہیں ندامت کے دن دیکھنے پڑے، تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے لمحات میں غلطیاں کیں اور صدیوں کی سزا پائی۔

آخر کیوں اُمتِ مسلمہ ترقی کی منازل کو چھونے کے بعد پستی کی راہ پر گامزن ہوگئی اور آج اس کے دامن پر ذلت و رسوائی کا داغ کیوں ہے؟۔ جب مسلمانوں نے قرآنی تعلیمات سے منہ موڑا تو ذلت اور پستی ان کا مقدر بن کے رہ گئی۔ عصرِ حاضر میں مسلمانوں نے جس طرح احکامِ خداوندی کو فراموش کیا اِس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ گزرتے وقت کے ساتھ جب امتِ مسلمہ نے اپنا رشتہ قرآنِ مجید سے کمزور کر دیا تو ان پر زمانے بھر کی تکالیف اور مصیبتیں آنا شروع ہوئیں۔ وہی امتِ مسلمہ جس کو دنیا میں غالب آنے کے لیے پیدا کیا گیا، اپنے اعمال کے نتائج کی روشنی میں غیروں کے ہاتھوں ذلّت و رسوائی کی تصویر بن گئی۔

علامہ اقبال نے اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے۔

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اِس زمانہ کے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر مولانا الطاف حسین حالی کہتے ہیں۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

مشہور خطیب سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنی ایک تقریر میں کہا:

”ہمارا اسلام، ہم نے اسلام کے نام پر جو کچھ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ تو صریحی کفر ہے۔ ہمارے دل دین کی سمجھ سے دور، ہماری آنکھیں بصیرت سے ناآشنا، کان سچی بات سننے سے گریزاں... یہ اسلام جو تم نے اختیار کر رکھا ہے کیا یہی اسلام ہے جو نبی نے سکھلایا تھا۔ کیا ہماری رفتار و گفتار اور کردار میں وہی دین ہے جو خدا

نے نازل کیا تھا؟... ہمارا تو سارا نظام کفر ہے قرآن کے مقابلہ میں ہم نے ابلیس کے دامن میں پناہ لے رکھی ہے۔ قرآن صرف تعویز کے لئے اور قسم کھانے کے لئے ہے۔"

(آزاد 9 دسمبر 1949ء)

جناب شورش کاشمیری ایڈیٹر رسالہ "چٹان" لاہور لکھتے ہیں:

"اس وقت مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ایک زوال پذیر قوم کی تمام نشانیاں انہوں نے قبول کر رکھی ہیں۔"

(چٹان 9/ اگست 1963ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان نے مسلمانوں کے بارے میں لکھا:

"یہ انبوہِ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے 999 فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔"

(سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ 130)

آج کے مسلمانوں نے لفظوں میں الجھ کر عمل کو فراموش کر دیا ہے، مذہب کو سیاسی عزائم کا اسیر بنا دیا، لفظوں کے غازی ہیں اور حقائق سے آنکھیں چراتے ہیں ہماری باتیں دلوں کو لبھاتی ہیں مگر ہمارا عمل انسانیت کو شرماتا ہے، ہم وہ مسلمان ہیں جن کو دیکھ کر اسلامی روایات کو پسینہ آجائے، امتی بجائے امن وسلامتی کی خیرات تقسیم کرنے کے اغیار کے آلہ کار بن کر خودکش حملوں سے زندہ شہروں کو لاشوں کا ڈھیر بنا رہے ہیں، ذلت و رسوائی مسلمانوں کا مقدر بن چکی، چشم فلک ہماری ذلت کا تماشا دیکھ رہی ہے۔ اسلام کے نام پر محافل اور مجالس سجانے والے تو بہت ہیں مگر ان کے لفظوں میں خلوص و ایمان کی ادنیٰ سی بھی مہک نہیں، اسلام کے نام پر مسجدیں نہیں بلکہ اپنی اپنی دوکانیں سجائی ہوئی ہیں۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

مسلمان اسلاف کا نام تو لیتے ہیں مگر اسلاف کی قوت عمل سے آنکھیں چراتے ہیں۔ آج مسلمان اس بدترین حالت سے دوچار ہیں جس پر وقت کا مؤرخ مرثیہ لکھنا ہی پسند کرتا ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ آج اس دین

کے پیروکار ہی دنیا میں سب سے زیادہ معتوب ہیں جن کی حشمت کا یہ عالم تھا کہ قیصر و کسریٰ کی دیواریں اُن کے نام سے تھَر تھَر کانپتی تھیں۔ آج دشمنانِ اسلام ہمارے خون سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں، جو قوم بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑا دینے کی صلاحیت رکھتی تھی آج ہموار زمین پر بھی اس کے پیروں میں چھالے ہیں، جس قوم کی تاریخ میں کشتیاں جلا دینے کی روایت ہو آج اس کی عزم و ہمت مردہ کیسے ہو گئی؟

اخلاقیات کی سطح پر ہماری شناخت مٹ چکی ہے۔ ایثار، محبت، قربانی جیسے الفاظ اب صرف تحریر و تقریر کی ہی زینت رہ گئے ہیں۔ الغرض ایک دو زخم نہیں سارا جگر چھلنی ہے۔ درد بے چارہ پریشاں ہے کہ کہاں سے اٹھے؟

ہونٹ خاموش ہیں اِک مرگ کا سناٹا ہے
ہم تو شرمندہ ہیں اِس دَور کے انساں ہو کر

سامعین! آج ہم اسلام کی عظمت اور اپنے اسلاف کی شوکت کو کتابوں میں دیکھتے ہیں اور پھر اُمت کی زبوں حالی کا منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ آج مسلمان عالمِ روحانیت سے گریزپا ہو کر زر پرستی کو شعار بنائے ہوئے ہیں۔ مسلمان اپنی اصل بھول چکے ہیں۔ یہ تو وہ قوم ہے جو ذکر و تلاوت سے اپنی زبان تر رکھتے تھے، جن کی جبینیں سجدوں کے نشانوں سے چمکتی تھیں، جو قیام اللیل کے شوق اور علم کے ذوق و عمل کے شیدائی تھے۔ جو چھوٹی سی عمر میں محمد بن قاسم بن جاتے تھے۔ آج اُن کی جبینیں سجدوں کی نعمت سے عاری تو روح حلاوت ایمانی سے محروم ہے، اُن کے چہرے عبادت کے نور کی نورانی چمک اور معرفت کے نور کی دمک سے محروم ہیں۔ مقامِ فکر ہے کہ مسلمان کیا تھے اور کیا ہو گئے؟ آج کا مسلمان کیوں ذلت کی وادیوں میں اُتر رہا ہے؟ اس لئے کہ اُس نے اِن عظیم اقدار کو بُھلا دیا جو ہماری میراث تھیں، مسلمانوں نے زمانے کی نیرنگیوں میں کھو کر اپنا منصب بھلا دیا۔ آج کے مسلمان کو سوچنا ہو گا کہ جس راہ پر وہ چل رہے ہیں وہ درست سَمت نہیں ہے، جہاں مستقبل تاریک ہو، جہاں نتیجہ منفی ہو، ایسی راہ سے دوری میں ہی بھلائی ہے!

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

پیارے بھائیو! مسلمانوں کو اپنے ورثے کی طرف لوٹنا ہو گا، موجودہ مصائب سے نجات ملنے کی واحد صورت یہی ہے کہ قرآنِ کریم ہمارا رہبر ہو۔

یا الٰہی! فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اِس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سورۃ جمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِهِمْ تو صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آخَرِیْنَ مِنْهُمْ سے کون لوگ مراد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ پوچھا گیا۔ اس مجلس میں حضرت سلمان فارسیؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسیؓ پر رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثُریّا ستارے کے پاس بھی ہو گا تو ان اہلِ فارس میں سے ایک شخص یا ایک سے زائد اشخاص اس کو واپس لے آئیں گے۔

(بخاری کتاب التفسیر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ

یُقِیْمُ النَّاسَ عَلٰی مِلَّتِیْ وَشَرِیْعَتِیْ

(بحار الانوار جلد 13 صفحہ 17)

کہ مہدی لوگوں کو میرے دین اور میری شریعت پر قائم کرے گا۔

فرمایا۔

یَقُوْمُ بِالدِّیْنِ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ کَمَا قُمْتُ بِهٖ فِیْ اَوَّلِ زَمَانٍ

(ینابیع المودۃ جز ثالث صفحہ 165)

کہ امام مہدی آخری زمانہ میں دین کو اس طرح قائم کرے گا جس طرح میں ابتدائی زمانہ میں اسے قائم کر رہا ہوں۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب نیّرِ اسلام اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ شش جہات کو جگمگا رہا تھا اور اس کی کرنیں ایک عالَم کو منور کر رہی تھیں کہ ایک دن سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَسَدَ الدِّیْنُ وَلَا یُصْلِحُہٗ اِلَّا الْمَھْدِیُ

(ینابیع المودة جز 2 صفحہ 83)

کہ اُمت پر ایک ایسا دَور آئے گا کہ دین میں بگاڑ آجائے گا جسے مہدی کے سوا کوئی اور دور نہ کر سکے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

معاملات شدت اختیار کر جائیں گے۔ دنیا پر ادبار چھا جائے گا۔ لوگ بخیل ہو جائیں گے۔ شریر قیامت کا منظر دیکھیں گے۔ ایسے نازک حالات میں اللہ کا مامور ظاہر ہو گا... ظہورِ مہدی کے وقت فتنے بہت بڑھ جائیں گے۔

(مناہل العرفان جلد 3 صفحہ 80)

دیگر مذاہب کی مقدس کتب میں بھی آخری زمانہ میں پیدا ہونے والے بگاڑ کی اصلاح کے لئے ایک موعود کی بعثت کے متعلق پیشگوئیاں ملتی ہیں۔ چنانچہ چودھویں صدی کے آخری زمانہ میں جب دنیا کی حالت ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الرّوم:42) ظاہر ہو گیا فساد خشکی اور تری میں، دنیا میں ہر طرف فساد اور خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں، کفر و شرک نئے نئے ہتھیاروں سے اسلام پر حملہ آور تھا اور مادیت کی تمام طاقتیں اکٹھی ہو کر روحانیت کو کچلنے کے درپے تھیں، بعض مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی گود میں پناہ ڈھونڈ رہے تھے، اخلاقی اور ایمانی اور عملی قوتیں کمزور اور مُردہ ہو گئیں اور قرآنِ کریم کی طرف بالکل توجہ نہ رہی۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ جمعہ کی آیات کے نزول کے وقت جو پیشگوئی فرمائی تھی اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا تھا۔ مسلمانوں کی زبوں حالی پکار پکار کر ایک مصلح کی ضرورت کا اعلان کر رہی تھی جو اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بادِ مخالف کی موجوں سے بچا کر کنارے پر لگائے۔ ایسے خطرناک وقت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

علیہ السلام کو مسیح موعود اور مہدی معہود کے خدائی القابات سے سرفراز کر کے اُمتِ مرحومہ کی رہبری کے لئے مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے کہ وہ وقت کے امام کو پہچانیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے... سو اے حق کے طالبو! سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں اسلام کے لئے آسمانی مدد کی ضرورت تھی۔ کیا ابھی تک تم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ گزشتہ صدی میں جو تیرہویں صدی تھی کیا کیا صدمات اسلام پر پہنچ گئے اور ضلالت کے پھیلنے سے کیا نا قابل برداشت زخم ہمیں اٹھانے پڑے۔ کیا ابھی تک تم نے معلوم نہیں کیا کہ کن کن آفات نے اسلام کو گھیرا ہوا ہے۔ کیا اس وقت تم کو یہ خبر نہیں ملی کہ کس قدر لوگ اسلام سے نکل گئے، کس قدر عیسائیوں میں جا ملے، کس قدر دہریہ اور طبعیہ ہو گئے اور کس قدر شرک اور بدعت نے توحید اور سنت کی جگہ لے لی اور کس قدر اسلام کے رد کے لئے کتابیں لکھی گئیں اور دنیا میں شائع کی گئیں سو تم اب سوچ کر کہو کہ کیا اب ضرور نہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس صدی پر کوئی ایسا شخص بھیجا جاتا جو بیرونی حملوں کا مقابلہ کرتا اگر ضرور تھا تو تم دانستہ نعمت الٰہی کو رد مت کرو اور اس شخص سے منحرف مت ہو جاؤ جس کا آنا اس صدی پر اس صدی کے مناسب حال ضروری تھا اور جس کی ابتداء سے نبی کریمؐ نے خبر دی تھی اور اہل اللہ نے اپنے الہامات اور مکاشفات سے اس کی نسبت لکھا تھا ذرہ نظر اٹھا کر دیکھو کہ اسلام کو کس درجہ پر بلاؤں نے مجبور کر لیا ہے اور کیسے چاروں طرف سے اسلام پر مخالفوں کے تیر چھوٹ رہے ہیں اور کیسے کروڑ ہا نفسوں پر اس زہر نے اثر کر دیا ہے یہ عملی طوفان یہ عقلی طوفان یہ فلسفی طوفان یہ مکر اور منصوبوں کا طوفان، یہ فسق و فجور کا طوفان یہ لالچ اور طمع دینے کا طوفان یہ اباحت اور دہریت کا طوفان یہ شرک وبدعت کا طوفان جو ہے ان سب طوفانوں کو ذرہ آنکھیں کھول کر دیکھو اور اگر طاقت ہے تو ان

مجموعۂ طوفانات کی کوئی پہلے زمانہ میں نظیر بیان کرو اور ایماناً کہو کہ حضرت آدم سے لے کر تا ابد اس کی کوئی نظیر بھی ہے اور اگر نظیر نہیں تو خدا تعالیٰ سے ڈرو اور حدیثوں کے وہ معنی کرو جو ہو سکتے ہیں“

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 251-254)

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

”بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس امت کے لئے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں۔“

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 473)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ امام جس کی قرآن کریم میں پیشگوئی ہے اور جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جب وہ آئے تو میرا اسلام کہنا، اس پر ایمان لانا بہر حال ضروری ہے... پس ایمان مکمل کرنے کے لئے اور روحانی زندگی کے لئے اس زمانے کے امام کا ماننا ضروری ہے۔“

فرمایا:

”اپنے ایمانوں کو جلا بخشنے کے لئے، اپنے مُردہ دلوں کو زندہ کرنے کے لئے اس زمانے کے امام پر ایمان لائیں۔“

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 403-404)

اسلام کے اِس دورِ آخرین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تا کہ ایمان ثریا سے واپس لا کر قلوب میں بسایا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے۔“

(فتح اسلام صفحہ 15)

مہدی آخر الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے وحی و الہام، علم قرآن اور نور بصیرت پاکر نیز اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گامزن ہو کر مسلمانوں کے بھلائے ہوئے اور چھوڑے ہوئے قرآن کو ثریا سے واپس لا کر دوبارہ انسانی قلوب میں زندہ کر کے دکھا دیا اور دنیا کے تمام مذاہب پر قرآنی افضلیت و برتری ثابت کر کے دکھا دی۔

سامعین! اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت نے تاریکی کے اِس دَور میں اسلام پر آئی ہوئی شبِ غربت کو نورِ مبین میں بدل دیا۔ روحانی لحاظ سے اس وقت دنیا پر خزاں کا سا سماں ہے لیکن بابرکت شجرِ خلافت سے وابستہ ہونے کی برکت سے ہم پر بہار ہے۔ خدا نے اپنے فضل سے روحانی انقلاب کے ایک قطرے کو جو قادیان سے چلا تھا دنیا بھر میں پھیلا دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافتِ خامسہ کے بابرکت دَور میں جماعتِ احمدیہ خیرِ اُمت بنتے ہوئے دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام، مساجد کی تعمیر، قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم، ہسپتالوں اور سکولوں کا قیام کر رہی ہے۔ آج شاہراہِ ترقی اسلام کا کوئی موڑ ایسا نہیں جس پر جماعت احمدیہ پوری شان کے ساتھ مصروفِ عمل نہ ہو، دنیا کا کوئی خطہ اس کی برکتوں سے محروم نہیں۔ ہر آن اور ہر جگہ عالَم احمدیت پر خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کا سورج ہمیشہ جلوہ گر رہتا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب تمام دنیا پر احمدیت کا جھنڈا لہرائے گا اُس وقت ایک خدا، ایک رسول اور ایک قِبلہ ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

خدا کرے کہ دنیا کا ہر انسان قرآن کے عشق میں مبتلا ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر ہر ایک کی زبان پر ہو۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

جو عاشقِ قرآں ہوا وہ کامیاب ہے
دونوں جہاں سنوارے یہ ایسی کتاب ہے

(بتعاون: مکرم حافظ عبد الحمید صاحب)

۞۞۞۞

﴿13﴾ ﴿مشاہدات۔258﴾

جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

(بنی اسرائیل:79)

ترجمہ: سورج کے ڈھلنے سے شروع ہو کر رات کے چھا جانے تک نماز کو قائم کر اور فجر کی تلاوت کو اہمیت دے۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اُس کی گواہی دی جاتی ہے۔

قرآن کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکر معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے صدق و سدا رکھنا
یہ روز کر مبارک سبحانی من یرانی

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے ”جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے“

یہ الفاظ عاشقِ قرآن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکہ آراء کتاب کشتی نوح سے لیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت احمدیہ کی تعلیم بیان فرمائی ہے جو ”ہماری تعلیم“ کے نام سے الگ بھی طبع شدہ ہے۔ اس کتاب میں قرآن کریم کے حوالے سے اس کا مقام و مرتبہ بیان ہوا ہے۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تمہارے لیے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لیے روئے

زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13-14)

آسمان پر عزت پانے اور مقدم رکھے جانے کا کیا مطلب ہے؟ یہی کہ قرآن کی تکریم کرنے والے پر خدا تعالیٰ اپنا فضل فرماتے ہوئے اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ اس کی دعائیں قبول ہوں گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ اگر تم میری طرف آؤ گے تو مَیں بھی دوڑ کر تمہارے پاس آؤں گا۔ قرآن کریم میں وہ تمام تعلیم موجود ہے جو انسان کو معاشرے کی برائیوں سے اس دنیا میں بچاتی ہے اور اُخروی زندگی میں بھی جنت کا حقدار بناتی ہے۔ لہٰذا خدا کا قرب پانے کے لئے ہمیں قرآن کو عزت دینا ہوگی۔ اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا ہوگا۔ اس کے حکموں کی پیروی کی کوشش کرنی ہوگی۔

سامعین! ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم اُس مسیح محمدی کی جماعت میں شامل ہیں جن کی وجہ سے ہم نے اللہ تعالیٰ کی کامل شریعت جو قرآن کریم کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے اس کے مقام کو سمجھنے کا عہد کیا ہے۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا صحیح ادراک حاصل کیا ہے جبکہ دنیا کے دوسرے مسلمان اس سے محروم ہیں۔ یہ بات ہمیں دوسروں سے منفرد کرتی ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم قرآن کریم کی تعلیم کو سمجھیں اور اس کی حقیقت کو جانیں اور اس کی حقیقی عزت اپنے دلوں میں قائم کریں۔ ہمارا ہر قول اور فعل اس کے احکامات کے مطابق ہو۔ اگر ہمارے قول اور فعل قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق نہیں تو پھر یہ مہجور کی طرح چھوڑ دینے والی بات ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اس کی اس تعلیم پر عمل ہی ہے جو ہمیں اس عظیم کتاب کو مہجور کی طرح چھوڑنے سے بچائے گا۔

آپؑ پھر فرماتے ہیں:

تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ

ہے۔.... خدا نے تم پر احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مُضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو آسمان سے زمین میں بسنے والے انسانوں کو بلندیوں تک پہنچانے کے لیے اُتارا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پر یہ کتابِ الٰہی اُتری اس کتاب کے ہر حکم پر عمل کر کے اور کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ کی سند حاصل کر کے اپنے صحابہ، صحابیات اور مؤمنوں و مومنات کو احکامِ الٰہی پر عمل کا شوق و ذوق پیدا کر کے اِن کو جنت کی راہ دکھلائی کہ 1400 سال گزرنے کے بعد آج بھی "صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا" کا دعویٰ کرنے والے مومنوں کی جماعت، مقدس کتاب قرآن کریم کو سینے سے لگاتے اور اس میں درج امور کو حرزِ جان بناتے اور نواہی سے دُور رہنے کا عزم لیے آسمان کی بلندیوں کی طرف سفر پر یہ کہتے رواں دواں نظر آتے ہیں۔ "جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔"

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات و فرمودات میں ایسے رہنما اصول وضع فرمائے ہیں جن پر عمل

کر کے اور قرآن کو عزت دے کر ہم آسمان پر عزت پا سکتے ہیں۔ قرآن کریم کے اصولوں اور احکامات کو دیکھیں تو سب سے پہلے نگاہ اس اصل پر آ کر رکتی ہے کہ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ:80) کہ مطہر اور پاک صاف لوگوں کے سوا کوئی فرد اس قرآن کو چھو نہیں سکتا۔ یہ قرآن کو عزت اور مقام و مرتبہ دینے کا پہلا اصول ہے کہ ایک مومن قاری پہلے ظاہری طور پر یعنی جسمانی طور پر پاک صاف ہو اور اندرونی لحاظ سے بھی تلاوت قرآن کریم کرنے والا تقوی کی باریک راہوں پر چلنے والا ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب اپنی بہن کے مسلمان ہونے کی اطلاع پا کر انہیں قتل کرنے نکلے تھے اور اپنی بہن کو قرآن پڑھتا دیکھ کر جب بہن سے قرآن مانگا تھا تو بہن نے آپؓ کو غسل کر کے ظاہری پاک و صاف ہو کر قرآن کو چھونے کا کہا تھا۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ کے اندر تقویٰ کی رمق نہ ہوتی اور غسل کرنے سے انکار کر دیتے تو اسلام کی نعمت کیسے پاتے اور خلافت پر متمکن ہو کر آسمان پر عزت نہ پاتے۔

سامعین! اللہ کی پیاری کتاب قرآن کریم کی تلاوت کر کے اور اس میں درج قرآنی حکم پر عمل کر کے آسمان میں عزتیں پانے کے لیے سورۃ بنی اسرائیل آیت 79 کو پیش کیا جا سکتا ہے جس کی تلاوت مَیں اوپر کر آیا ہوں اور جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا کہ صبح کے وقت تلاوت روزِ جزا و سزا تمہارے سامنے پیش کی جائے گی۔ اگر وافر تعداد اور کثرت کے ساتھ صبح کے وقت تلاوت کی ہو گی تو اللہ تعالیٰ اس مومن کے اس نیک عمل سے خوش ہو کر اسے جنت میں داخل کرے گا جو آسمان پر عزت کا ایک مقام ہے۔ ہم روزانہ ہی مشاہدہ کرتے ہیں کہ چرند پرند اور جانور علی صبح اپنی اپنی زبان میں مختلف بولیاں بولتے ہیں یہ سلسلہ گو شام تک جاری رہتا ہے لیکن جس بلند آواز سے یہ چرند پرند اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف میں صبح کے وقت رطب اللسان ہوتے ہیں اور فضا حمد اور تسبیح کے ترانوں سے معطر ہوتی ہے تو اشرف المخلوق بالخصوص مسلمانوں کے لیے قرآن کریم کی تلاوت بھی صبح کے وقت حمد و تسبیح کے دلربا ترانے ہیں جو انسان کی اپنے اللہ کی طرف کشش پیدا کرتے ہیں اور آسمان میں عزتیں پانے کے لیے یہ سفر جاری رہتا ہے۔

سامعین! قرآن کریم میں اُس کو بلند مقام دینے کے حوالہ سے بہت سی آیات موجود ہیں جن پر عمل کر کے ایک مومن اللہ کے دربار میں روحانی بہار کے دریچے وا کرتا ہے۔ لیکن وقت کی مناسبت سے ایک مثال

آپ سامعین کے سامنے رکھ کر احادیث کے سرسبز و لہلہاتے باغیچہ میں داخل ہوتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ قران کریم میں سورۃ ابراہیم آیت 25 تا 27 میں فرماتا ہے:

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصۡلُہَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُہَا فِی السَّمَآءِ۔ تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَہَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّہَا ؕ وَیَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ۔ وَمَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیۡثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیۡثَۃِۣ اجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَہَا مِنۡ قَرَارٍ

ترجمہ: کیا تو نے غور نہیں کیا کہ کس طرح اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک کلمہ طیّبہ کی ایک شجرہ طیّبہ سے۔ اس کی جڑ مضبوطی سے پیوستہ ہے اور اس کی چوٹی آسمان میں ہے۔ وہ ہر گھڑی اپنے ربّ کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے۔ اور اللہ انسانوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اور ناپاک کلمے کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے جو زمین پر سے اُکھاڑ دیا گیا ہو۔ اس کے لئے (کسی ایک مقام پر) قرار مقدر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ یعنی قرآن کریم کو ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی ہے جو طیب ہے۔ اس کی جڑیں زمین میں مضبوطی سے پیوستہ ہیں اور اس کی بلند ترین شاخیں آسمان تک پہنچ رہی ہیں جو ہمہ وقت پھل دیتا ہے۔ اس درخت کے پھلوں میں سے ایک پھل یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کو عزت دے کر آسمان پر عزت پانے کا پھل ہے جس میں قربِ الٰہی شامل ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں وہ ساتھ نصیب ہوتا ہے جو مقام محمود ہے جو قرآن کریم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے طفیل مومن کو عطا ہوتا ہے۔

سامعین! ابھی تک ہم یہ سن آئے ہیں کہ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ قرآن کی استہزاء اور تمسخر کرنے والی محفل میں اگر کوئی بیٹھا رہے اور تمسخر کی باتیں سنتا رہے تو یہ بھی اچھی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت 141 میں ایسی محفل میں بیٹھ کر باتیں سننا مناسب اور جائز قرار نہیں دیا ہے۔

قرآن کریم کو عزت دینے میں یہ بات بھی ضرور مدِّ نظر رکھنی چاہیے کہ جب بھی قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو اس کو خاموشی سے سنیں اس کے مطالب کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"پھر تلاوت کے بارہ میں کہ کس طرح سننی چاہئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف:205) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن کریم کا یہ احترام ہے جو ہر احمدی کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے اور اپنی اولاد میں بھی اس کی اہمیت واضح کرنی چاہئے۔ بعض لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں۔ تلاوت کے وقت اپنی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ بعض گھروں میں ٹی وی لگا ہوتا ہے اور تلاوت آرہی ہوتی ہے اور گھر والے باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ خاموشی اختیار کرنی چاہئے یا تو خاموشی سے تلاوت سنیں یا اگر باتیں اتنی ضروری ہیں کہ کرنی چاہئیں، اس کے کئے بغیر گزارا نہیں ہے تو پھر آواز بند کر دیں۔ یہ حکم تو غیروں کے حوالے سے بھی ہے کہ اگر خاموشی سے اس کلام کو سنیں تو انہیں بھی سمجھ آئے کہ یہ کیسا زبردست کلام ہے اور اللہ تعالیٰ پھر اس وجہ سے ان پر رحم فرماتے ہوئے ان کی ہدایت اور راہنمائی کے سامان بھی مہیا فرما دے گا۔ پس ہمیں خود اس بات کا بہت زیادہ احساس ہونا چاہئے کہ اللہ کے کلام کو خاموشی سے سنیں اور سمجھیں اور زیادہ سے زیادہ اللہ کا رحم حاصل کرنے کی کوشش کریں۔"

(خطبہ جمعہ 4 ستمبر 2009ء)

سامعین! اب آئیں! احادیث کے جوف میں داخل ہو کر قرآن کریم کی عظمت کا جائزہ لیں جس کو مدنظر رکھ کر ہم آسمان کی رفعتوں تک کا سفر کر سکتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حافظ قرآن جنت میں داخل ہو گا تو اسے کہا جائے گا کہ تم قرآن کریم کی تلاوت کرتے جاؤ اور بلند درجات حاصل کرتے جاؤ۔ پس وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتا جائے گا اور درجات میں بلندی کی منازل طے کرتا جائے گا حتّٰی کہ آخری آیت کی تلاوت تک جو اسے یاد ہو گی وہ بلندی درجات حاصل کرتا چلا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب ثواب القرآن)

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریک حیات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! تمہارا شعار قرآن کریم اور علم ہو یعنی قرآن کریم اور علم کے ساتھ تمہیں اس قدر محبت

ہونی چاہیے کہ اس سے زیادہ قریب اور پیاری چیز تمہیں کوئی نہ ہو۔ شعار اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کے ساتھ لگا رہے۔

(مسند الامام الاعظم کتاب العلم صفحہ 20)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ جس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کا عادی ہے گُل ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہے لیکن اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور فاجر کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا حَنْظَل کی طرح ہے جس میں مہک یعنی خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزا بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب من یؤمر ان یجالس)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے اللہ کے بھی عزیز ہوتے ہیں پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: یہ قرآن والے اللہ کے عزیز اور اُس کے خاص بندے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ، حدیث 211)

سامعین کرام! بچے عموماً چھوٹی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیتے ہیں۔ بچہ طبعاً شرارتی بھی ہوتا ہے تو دیکھنے میں آیا ہے کہ بڑے ایسے چھوٹے بچوں کو ان کی شرارتوں کے باوجود اس وجہ سے کہ انہوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہوا ہے کچھ نہیں کہتے۔ یہ بھی قرآن کریم سے محبت کا ایک انداز ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قرآن سیکھو پھر اسے (نماز تہجد میں) پڑھو اور سو رہو (ساری رات نماز نہ پڑھو بلکہ کچھ وقت آرام بھی کرو) کیونکہ قرآن سیکھنے والے اور اس کے ساتھ قیام کرنیوالے کی مثال ایسی ہے جیسے چمڑے کی ایک تھیلی کستوری سے بھری ہوئی ہو اور اس کی خوشبو ہر جگہ مہکتی ہو اور جس نے قرآن سیکھا، پھر سو رہا حالانکہ

قرآن اس کے سینے میں ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسے چمڑے کی تھیلی میں کستوری ہو اور اس کا منہ (رسی وغیرہ سے کس کر) باندھ دیا گیا ہو۔“

(ابن ماجہ حدیث نمبر 217)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”انسان کے لیے بہترین دوا قرآن ہے۔“

(ابن ماجہ حدیث نمبر 3501)

”جو قرآن کو قرأت کے ساتھ پڑھنے میں ماہر ہوتا ہے وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہو گا جو نہایت بزرگ اور نیک ہیں اور جو رُک رُک کر پڑھے گا اور زبان کی لکنت سے مجبور ہو گا اسے دو گُنا اجر دیا جائے گا۔“

(ابن ماجہ حدیث نمبر 3779)

سامعین! آسمان پر عزت پانے کا ایک مفہوم رفعتوں اور بلندیوں کا روحانی سفر بھی ہے۔ اس کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں جیسے پہاڑ یا کسی ٹیلے کی بلندی ایک چھڑی کے بغیر طے نہیں ہو سکتی اس کے لیے چھڑی ہاتھ میں پکڑ کر جھکنا پڑتا ہے۔ اسی طرح روحانی پہاڑ اور رفعتیں سر کرنے کے لیے قرآن کریم کو بطور چھڑی ہاتھ میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا ضروری ہے۔ آیئے دیکھیں کہ قرآن واحادیث کے آئینہ میں مامورِ زمانہ اور خلفائے کرام نے کیا تعلیمات دی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کو رات دن پڑھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایۂ نازِ ایمان واعتقاد ہوتے، تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔ مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہو گی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور

پایہ کی نہ ہو گی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت نہ ٹھہر سکے گی۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 386 ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوار یقین اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی کے لئے کامل رہنما ہے قرآن کریم ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصلہ کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزارہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آب حیات ہماری زندگی کے لیے بھرا ہوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں کو راہ راست سے مناسبت ہے اور ایک قسم کا رشتہ ہے ان کا دل قرآن شریف کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم نے ان کے دل ہی اس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف جھکتے ہیں۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 381)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"قرآن ہی پہلی تمام کتابوں کی ماں ہے اور ایسا ہی عربی تمام زبانوں کی ماں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور باقی زبانیں اس کے بیٹے بیٹیوں کی طرح ہیں۔"

(منن الرحمٰن، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 184)

آپؑ فرماتے ہیں:

”دنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اس زبان میں نازل ہوا ہے جو اُمّ الالسنہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔“

(ضیاء الحق، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 250)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی وانشراح صدری وعصمت وحیاو صدق وتوکل ووفا اور عشقِ الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل واعلیٰ واکمل وارفع واجلیٰ واصفا تھے اس لیے خدائے جل شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اوّلین وآخرین کے سینہ ودل سے فراخ تر وپاک وتر ومعصوم تر وروشن تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو جو تمام اوّلین وآخرین کی وحیوں سے اکمل وارفع واتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لیے ایک نہایت صاف کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔“

(سرمہ چشم آریہ صفحہ 71، حاشیہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے قرآن کریم پر عمل سے دائمی خوشیاں حاصل کرنے کے ذکر میں فرمایا:

”میں تم کو قرآن شریف سناتا ہوں مُدَّعا اس سے میرا یہ ہوتا ہے کہ تم اس پر عمل کرو اور عمل کر کے اس سے نفع اٹھاؤ۔ قرآن کریم پر عمل کرنے سے انسان کے آٹھ پہر خوشی سے گزرتے ہیں ..... دیکھو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انسان کو ارشاد ہے کہ اگر قرآن شریف نہ آتا تو تجھ کو کچھ نہ آتا بھلائی اور برائی سمجھنے کا ایک ہی ذریعہ قرآن شریف ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 58)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا کوئی حصہ منسوخ نہیں۔ اس کا ایک ایک لفظ قابل عمل ہے اور یہ قیامت تک قائم رہنے والی شریعت ہے۔ مَیں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ میں کسی کو کہتا ہوں کہ قرآن کریم کا

ہر لفظ، ہر زبر اور ہر زیر اپنے اندر معنے رکھتی ہے اور قرآن کریم میں چھوٹے چھوٹے فرق سے اس کے معنی بدلتے جاتے ہیں اور اس میں جس قدر حکمتیں ہیں کوئی کتاب ان کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ساری حکمتیں ہر شخص پر کھل جائیں ہاں ہر زمانہ میں قرآن کریم کے کچھ نئے معنی کھلتے ہیں اور ان کے علاوہ کچھ زائد معنی ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اگلوں کے لیے رکھے ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔“

(تفسیر کبیر جلد2 صفحہ 98)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں فرماتا ہے وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ یعنی یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے اور ایک ایسی شریعت ہے جو مُبٰرَکٌ ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں اور ان کی بنیادی صداقتیں گویا بہہ کر اس کے اندر آگئی ہیں۔ اب تم اس کتاب مبارک کی کامل پیروی کرو۔ (اتَّبِعُوْهُ) بھی اس سے تمہیں دو فائدے پہنچیں گے۔ ایک تو یہ کہ تم خدا کی پناہ میں آجاؤ گے۔ خدا تمہاری ڈھال بن جائے گا اور وہ تمام شیطانی وساوس سے تمہیں بچائے گا کیونکہ اس کتاب مبارک کی اتباع کے بغیر تقویٰ کی صحیح راہوں کا عرفان بھی حاصل نہیں ہوتا اور ان پر چل کر اللہ تعالیٰ کی کامل حفاظت کے اندر بھی انسان نہیں آسکتا اور دوسرا نتیجہ اس کا یہ نکلے گا کہ تُرْحَمُوْنَ اللہ تعالیٰ کے رحم کے تم مستحق ٹھہرو گے اور اس کے انعامات بے پایاں کے نتیجہ میں جسمانی اور روحانی آسودگی حاصل ہوگی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 مئی 1967ء)

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قرآن کریم حیرت انگیز عقل و دانش کی ایک ایسی کتاب ہے جو انسانی فطرت کی غلطیوں کی اصلاح کے ساتھ اس کے اخذ کیے ہوئے نتیجوں کی درستی کرتی ہے اور پھر اس کی صحیح رہنمائی بھی فرماتی ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ حسنات طاقتور ہیں اور بدیاں کمزور ہیں۔ وہ قومیں جن میں تم بدیاں دیکھتے ہو دراصل ان میں پہلے خوبیاں اور حسنات غائب ہونا شروع ہوئیں۔ روحانی دنیا کی یہ سائنٹیفک کتاب حیرت انگیز طور پر ایسی ایسی اصطلاحیں استعمال فرماتی ہے اور ایسے ایسے مضامین پر روشنی ڈالتی ہے کہ انسانی عقل وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ قرآنی نقطہ نگاہ کا علم ہو جانے کے بعد جب آپ تدبر اور غور کریں تو آپ قرآنی بیانات کو حیرت انگیز طور پر سچا پائیں گے۔“

(خطبات طاہر جلد2 صفحہ404)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بہر حال ایک احمدی کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اُس نے قرآنِ کریم پڑھنا ہے، سمجھنا ہے، غور کرنا ہے اور جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحتوں سے یا پھر اُنہیں اصولوں پر چلتے ہوئے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے خُلفاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان کو ان کے مطابق سمجھنا چاہئے اور پھر اس پر عمل کرنا چاہئے......کیونکہ اب آسمان پر وہی عزّت پائے گا جو قرآن کو عزت دے گا اور قرآن کو عزت دینا یہی ہے کہ اس کے سب حکموں پر عمل کیا جائے......پس ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآنِ کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔“

(خطباتِ مسرور جلد2 صفحہ 686-687)

جناب حاضرین! اب تقریر کے آخر پر مَیں ایک ممتاز مستشرق Kenneth Cragge کا ایک حوالہ رکھنا چاہ رہا ہوں یہ مغربی لوگ بھی اِس بات کے قائل ہیں کہ قرآن روحانی ترقیات کا باعث بنتا ہے۔ آپ اپنی کتاب The Mind oft he Quran میں رقم طراز ہیں:

”قرآن کریم کے حفظ کا اعجاز یہ ہے کہ متن قرآن کریم صدیوں کا سفر طے کرتے ہوئے انتہائی محبت اور خلوص اور وقف کی روح کے ساتھ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ نہ تو کسی قدیم چیز جیسا سلوک روا رکھنا چاہیے اور نہ ہی اسے محض تاریخی دستاویز سمجھنا درست ہے۔ درحقیقت حفظ کی خوبی نے

اس کتاب کو مسلم تاریخ کے مختلف ادوار میں زندہ رکھا ہے اور بنی نوع کے ہاتھ میں نسلاً بعد نسل ایک معتبر متاع تھمادی اور کبھی بھی محض غیر اہم کتابی صورت میں نہیں چھوڑا۔"

(بحوالہ الذکر المحفوظ صفحہ 37)

آؤ عیسائیو ادھر آؤ
راہ حق دیکھو راہِ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں اس فرقان میں
کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿14﴾ ﴿مشاہدات۔ 383﴾

سچا رہنما قرآن شریف ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل:90)

ترجمہ: اور ہم نے تیری طرف کتاب اتاری ہے اس حال میں کہ وہ ہر بات کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے اور ہدایت اور رحمت کے طور پر ہے اور فرمانبرداروں کے لئے خوشخبری ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا موضوع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فقرہ ہے کہ "سچا رہنما قرآن شریف ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"**سچا رہنما قرآن شریف ہے** اور اُس کی پیروی اسی جہان میں نجات کے انوار دکھلاتی ہے اور سعادت عظمٰی تک پہنچاتی ہے۔ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل:73) جو شخص معارفِ حقّہ کے حصول کے لیے پوری پوری کوشش کرے اور صرف قیل و قال میں نہ پھنس رہے اُس پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ باطنی نعمتوں کے حاصل کرنے کے لیے صرف ایک ہی راہ ہے۔ یعنی یہ کہ متابعت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اختیار کی جائے اور تعلیمِ قرآنی کو **اپنا مُرشد اور رہبر بنایا جاوے**۔"

(مکتوبِ احمد جلد اوّل صفحہ 549)

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متذکرہ بالا ارشاد میں قرآن کریم کے لئے تین الفاظ یعنی رہنما، رہبر اور مُرشِد استعمال فرمائے ہیں۔ جن کے معانی یکساں طور پر ایک ہی ہیں کہ سیدھی راہ دکھلانے والا، پیشوا، ہادی، سردار، اُستاذ، پیر و مُرشِد وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مومنوں کو اپنی زندگی میں رہبر پکڑنے کی نصیحت فرمائی ہے جیسے کہ سورۃ بنی اسرائیل آیت 10 میں فرمایا اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ کہ یقیناً یہ قرآن اُس راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ قائم رہنے والی ہے۔ پھر سورۃ الانعام آیت 39 میں اللہ تعالیٰ بڑی تحدّی سے فرماتا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز نظر انداز نہیں کی۔ اس کے بعد کئی جگہوں پر اِس کی تعلیمات کی پیروی کی تلقین ملتی ہے۔ جیسے سورۃ الانعام ہی کی آیت 156 میں فرمایا کہ یہ بہت ہی مبارک کتاب ہے پس اِس کی پیروی کرو اور سورۃ المائدہ آیت 49 میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اور ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے اُس کی تصدیق کرتی ہوئی جو کتاب میں سے اس کے سامنے ہے اور اس پر نگران کے طور پر۔ پس ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے اتارا ہے۔ بلکہ سورۃ النساء آیت 60 میں تو بہت کھول کر مومنوں کو مخاطب ہو کر ہدایت دی گئی ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ یعنی اگر تم کسی معاملہ میں جھگڑے کا فیصلہ کرنے لگو تو تم اللہ یعنی اُس کی کتاب اور سنتِ رسول کی طرف لوٹو اور وہاں سے رہنمائی حاصل کرو۔

قرآن کریم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ یہ پاک کتاب ہے اور ہر قسم کے ممکنہ عیبوں سے پاک ہے۔ اس میں ہر قسم کی حسین اور مکمل تعلیم ہے جس پر ہر انسان عمل کر سکتا ہے۔ اس میں وہ تمام خوبیاں شامل کر دی گئی ہیں جن کی کمی گزشتہ صحیفوں میں تھی۔ اس کی تعلیم پر عمل کر کے ہر برائی سے بچا جا سکتا ہے اور اس کی تعلیم کو خود پر لاگو کرنے سے ہی اپنی اور دنیا کی اصلاح ممکن ہو سکتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے تمام اوامر و نواہی کو سامنے رکھیں اور اس تعلیم کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ تبھی ہم روحانی اور جسمانی شفا پانے والے بھی

ہوں گے اور قرآن کریم ہمارے لئے رحمت کا باعث بھی ہو گا۔لہٰذا قرآن کریم وہ جامع کتاب ہے اور ہدایت کا ذخیرہ ہے جس کو پڑھنے والا اور عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ ہدایت کے راستوں پر گامزن رہتا ہے۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قرآن کے ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور رات دن کے اوقات میں اس کی ٹھیک ٹھیک تلاوت کرو اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دو اور اس کے الفاظ کو صحیح طریق سے پڑھو اور جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہے ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے اس پر غور و فکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس کی وجہ سے کسی دنیاوی فائدے کی خواہش نہ کرنا۔ بلکہ خدا کی خوشنودی کے لئے اس کو پڑھنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل قرآن! قرآن پڑھے بغیر نہ سویا کرو اور اس کی تلاوت رات کو اور دن کے وقت اس انداز میں کرو جیسے اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور اس کے مضامین پر غور کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن حدیث نمبر 2210)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مومن قرآن کریم پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال ایک ایسے پھل کی طرح ہے جس کا مزہ بھی عمدہ اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا مگر اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال اس کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو عمدہ ہے مگر اس کی خوشبو کوئی نہیں۔)

(بخاری کتاب فضائل القرآن)

سامعین! مَیں اب آپ کے سامنے موضوع کی مناسبت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات رکھتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں۔ قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے“ (الحکم 31؍اکتوبر 1901ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف پر تدبر کرو اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانے کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بتازہ ملتے ہیں..... یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے۔ اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 102)

پھر ایک اور جگہ فرمایا۔

"یاد رکھو قرآنِ شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے..... وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفابخش نسخہ ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ہیں اُن کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفّٰی اور شیریں اور خنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفا ہے۔ یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے۔ اسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمے پر منہ رکھ دیتا اور سیر اب ہو کر اُس کے لطف اور شفابخش پانی سے حظ اٹھاتا مگر وہ باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔ اور اس وقت تک اس سے دُور رہتا ہے جو موت آکر خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآنِ شریف ہے جس پر ہم کو عمل کرنا چاہئے۔ مگر نہیں، اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 104 جدید ایڈیشن ربوہ)

آپؑ فرماتے ہیں:

"**قرآن شریف ایک ایسی ہدایت ہے کہ اس پر عمل کرنے والا اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے اس کا ایک سچا تعلق پیدا ہونے لگتا ہے۔** یہاں تک کہ اس کے اعمالِ صالحہ جو قرآنی ہدایتوں کے موافق کئے جاتے ہیں وہ ایک شجرِ طیب کی مثال جو قرآن شریف میں دی گئی ہے بڑھتے ہیں اور پھل پھول لاتے ہیں۔ ایک خاص قسم کی حلاوت اور ذائقہ ان میں پیدا ہوتا ہے"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 188-189 ایڈیشن 1984ء)

آپ علیہ السلام اپنی شہرہ آفاق کتاب کشتی نوح میں فرماتے ہیں:

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

معزز حضرات! اب مَیں آپ کے سامنے جماعت احمدیہ کے خلفائے کرام کے فرمودات رکھنے جا رہا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے قرآن کریم پر عمل سے دائمی خوشیاں حاصل کرنے کے ذکر میں فرمایا:

"میں تم کو قرآن شریف سناتا ہوں مُدّعا اس سے میرا یہ ہوتا ہے کہ تم اس پر عمل کرو اور عمل کر کے اس سے نفع اٹھاؤ۔ قرآن کریم پر عمل کرنے سے انسان کے آٹھ پہر خوشی سے گزرتے ہیں ..... دیکھو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انسان کو ارشاد ہے کہ اگر قرآن شریف نہ آتا تو تجھ کو کچھ نہ آتا۔ بھلائی اور برائی سمجھنے کا ایک ہی ذریعہ قرآن شریف ہے"

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 57)

پھر یہ عاشقِ قرآن فرماتے ہیں:

"قرآن کریم میں جہاں دیکھتے ہیں دلربا بات موجود ہے۔ مَیں نے اس کتاب کو سمجھنے میں دھوکا نہیں کھایا مَیں نے اس کے سمجھنے میں جلد بازی نہیں کی۔ مَیں نے قرآن کریم سے محبت کرنے میں عاقبت اندیشیوں

سے کام لیا ہے۔ ایک سہل بات بتاتا ہوں اس کتاب پر عمل کر کے صحابہ کرامؓ دنیا میں کیسے عظیم الشان ہوئے۔ صحابہؓ نے اس پاک کتاب کی اتباع سے دنیا میں زلزلہ ڈال دیا......اس کتاب کو پڑھ کر ہزاروں غوث بن گئے قطب، ولی بن گئے۔ اس کتاب کی طفیل لوگوں نے خدائے تعالیٰ سے باتیں کیں اور خدا تعالیٰ نے ان سے کیں......اس کتاب یعنی قرآن کو ماننے والے کئی گروہ ہوسکتے ہیں۔ ایک عامی لوگ اگر اس کو مانیں اور اس پر عامل ہوں تو مکالمہ الٰہی سے مشرف ہوسکتے ہیں۔ سچی خوابیں آتی ہیں، فرشتے باتیں کرتے ہیں۔ اگر کوئی اس بات کو نہ پہنچا ہو تو کم سے کم اس کی نسبت یہ تو ضرور کہا جاتا ہے کہ یہ نیک آدمی ہے، خدا پرست آدمی ہے، یہ دغاباز آدمی نہیں، یہ بدمعاش آدمی نہیں، یہ قابلِ اعتماد انسان ہے جو جھوٹ نہیں بولے گا، فریب نہیں کرے گا، دنیا کو دین پر مقدم نہیں کرے گا، کوئی جعلسازی نہ کرے گا، کسی کا حق نہیں رکھے گا۔ تو کوئی ایسی قوم نہیں کہ اس کو کہے کہ بُرا آدمی ہے۔ پس قرآن کا عمل ہر شخص کے لیے بڑا دلربا ہے۔"

(خطبات نور صفحہ 549-550)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت اور اس پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کی ترقی کا راز قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے جب تک مسلمان اس کے سمجھنے کی کوشش نہ کریں، کامیاب نہ ہوں گے۔"

(خلفائے احمدیت کی تحریکات صفحہ 66)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کو مَیں سمجھتا ہوں کہ جنت کی کھڑکی ہے جتنا اس پر غور کیا جائے اتنا ہی یہ کھڑکی کھلتی جاتی ہے اور اس قدر فراخ ہو جاتی ہے کہ اس دنیا میں اس کھڑکی کے ذریعہ خدا تعالیٰ کو، ملائکہ کو، جنت کو، دوزخ کو، عذاب قبر کو انسان دیکھ لیتا ہے اور یہ ایک ایسا آئینہ ہے کہ جب انسان اس پر غور اور تعمّق کی نظر ڈالتا ہے تو آئندہ کی وہ باتیں جو ہونی ہوتی ہیں وہ روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایک

ایسا راستہ بن جاتا ہے جس پر چل کر وہ خود خدا تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ گویا قرآن کریم ایک ایسا ذریعہ اور واسطہ ہے جو خدا اور اُس کے بندوں کے درمیان ہے جس کے ذریعہ انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے“

(خطبات محمود صفحہ 310 سال 1915ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”پس اگر تم روحانیت میں ترقی کرنا چاہتے ہو یا دنیوی علوم میں فوقیت اور رفعت کے مقام تک پہنچنا چاہتے ہو تو تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم اس کتاب کی پیروی کرنے والے بنو۔ اگر تم اس کتاب کی آواز کی طرف متوجہ نہ ہوگے، اس کی وہ قدر نہیں کروگے جو کرنی چاہیے تو نہ روحانی میدان میں تم کوئی ترقی کر سکو گے اور نہ دنیوی علوم میں دوسروں سے مقابلہ کرنے کی طاقت اپنے اندر پیدا کر سکو گے..... تم اس کے علوم حاصل کر لوگے اور اس کے مطابق عمل کروگے تو خدائے علیم جو ہر چیز کو جاننے والا ہے اور جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں وہ تمہیں اپنے قرب کے وہ مقامات عطا کرے گا جن سے تم راضی ہو جاؤ گے جیسا کہ وہ تم سے راضی ہو گا.... یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں.... وہ طریق بتائے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان نفس امارہ پر قابو پا لیتا ہے اور میلانِ گناہ کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل دینے کی قوت پاتا ہے“

(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 334 خطبہ جمعہ 29 جولائی 1966ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”قرآن کریم ایک کامل اور جامع کتاب ہے اس میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کسی الٰہی کتاب میں امتیازی نشان کے طور پر ہونی چاہئیں۔ قرآن کریم محبوب حقیقی کا چہرہ دکھاتا ہے۔ اس کا پیرو صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے۔ اس میں ہر روحانی مرض کا علاج موجود ہے۔“

(خطبات طاہر، تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت، صفحہ 314)

پھر آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”قرآن کریم ہدایت کی ایک ایسی کتاب ہے کہ جو ہر اس انسان کو جو اس سے ہدایت چاہتا ہے پہلے قدم سے لے کر اس کے منتہا تک ہدایت کے تمام اسلوب سکھاتی چلی جاتی ہے اور ہر قدم پر ساتھ دیتی ہے۔ یہ ایک ایسی راہنما کتاب ہے جو منازل کے تمام خطرات سے واقف ہے اور ہر قدم پر جس قسم کے ابتلا مسافر یا

سالک کو پیش آسکتے ہیں ان سے بکلی باخبر ہے اور ہر اس مسافر کو جو راہ ہدایت کا مسافر ہے اور قرآن کریم سے راہنمائی چاہتا ہے ہر خطرہ سے وقت پر آگاہ کرتی چلی جاتی ہے اور اس سے بچنے کے طریق سکھلاتی چلی جاتی ہے، نئے حوصلے عطا کرتی چلی جاتی ہے۔ غرضیکہ ایک لمحہ کے لیے بھی راہ سلوک پر چلنے والے کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ “

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 579 خطبہ جمعہ 18 نومبر 1983ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” قرآن کریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ پاک کتاب ہے اور ہر قسم کے ممکنہ عیب سے پاک ہے اور نہ صرف پاک ہے بلکہ ہر قسم کی حسین اور خوبصورت تعلیم اس میں پائی جاتی ہے جس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے اور اس میں وہ تمام خوبیاں شامل کر دی گئی ہیں جن کی پہلے صحیفوں میں کمی تھی اور اب یہی ایک تعلیم ہے جو ہر ایک قسم کی کمی سے پاک ہے۔ بلکہ اس تعلیم پر عمل کر کے ہر برائی سے بچا جا سکتا ہے۔ اور نہ صرف بچا جا سکتا ہے بلکہ اس کی تعلیم پر عمل کرنے اور اس تعلیم کو لاگو کرنے سے ہی اپنی اور دنیا کی اصلاح ممکن ہے۔ یعنی یہ تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری یہی اب دنیا کی اصلاح کی، دنیا میں نیکیاں رائج کرنے کی، دنیا میں امن قائم کرنے کی، دنیا میں عبادت گزار پیدا کرنے کی، دنیا میں ہر طبقے کے حقوق قائم کرنے کی ضمانت ہے۔

(خطبہ جمعہ 4 مارچ 2005ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

” سمجھ کر قرآن کریم کی تلاوت ہونی چاہئے۔ قرآن کریم کا ادب بھی یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ اگر اچھی طرح ترجمہ آتا بھی ہو تب بھی سمجھ کر، ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کا حق ادا کرتے ہوئے پڑھنا چاہئے تاکہ ذہن اس حسین تعلیم سے مزید روشن ہو... جتنی بھی سمجھ ہے، بعض تو بڑے واضح احکام ہیں، سمجھنے کے بعد ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی بھی اچھی بات کا یا نصیحت کا فائدہ تبھی ہو سکتا ہے جب وہ نصیحت پڑھ یا سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی ہو رہی ہو گی۔ کیونکہ تلاوت کا ایک مطلب پیروی اور عمل کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرما دیا ہے کہ یہ قرآن میں نے تمہارے لئے، ہر اس شخص

کے لئے جو تمام نیکیوں اور اچھے اعمال کے معیار حاصل کرنا چاہتا ہے اس قرآن کریم میں یہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے کے لئے تمام اصول اور ضابطے مہیا کر دیئے ہیں۔ ہر قسم کے آدمی کے لئے، ہر قسم کی استعداد رکھنے والے کے لئے اور نہ صرف یہ کہ جیسا کہ مَیں نے کہا کسی خاص آدمی کے لئے نہیں رکھے ہیں بلکہ ہر طبقے اور ہر معیار کے آدمی کے لئے رکھے ہیں اور اس میں ہر آدمی کے لئے نصیحت ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق سمجھ لے۔ فرمایا کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:18) اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنا دیا ہے۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔ اب یہ ہمارے پر ہے کہ ہم اس تعلیم کو کس حد تک اپنے اوپر لاگو کرتے ہیں اور اس کی تعلیمات سے نصیحت پکڑتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 21ء اکتوبر 2005ء)

معزز سامعین! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر وقت کی رعایت کے ساتھ تاریخِ اسلام سے ایک دو واقعات رکھنا چاہتا ہوں جن کی قرآنِ کریم پڑھنے یا صرف سننے سے کایا ہی پلٹ گئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اِن میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ آتا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ اسلام کی سختی سے مخالفت کرتے رہے۔ ایک دن ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس مذہب کے بانی کا ہی کام تمام کر دیا جائے اور اس خیال کے آتے ہی انہوں نے تلوار ہاتھ میں لی اور رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں کسی نے پوچھا کہ عمرؓ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مارنے کے لئے۔ اس شخص نے ہنس کر کہا اپنے گھر کی تو پہلے خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی تو اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانے کی بجائے اپنی بہن کے گھر کا رخ کیا اور قرآن سن کر کہا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور دارِ ارقم میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔ یہ تھا قرآنِ کا معجزہ کہ وہ آپؐ کے لئے رہنما، رہبر اور پیشوا ثابت ہوا۔

قبیلہ 'دوس' سے تعلق رکھنے والے طفیل بن عمرو اپنی اعلیٰ شاعری کی وجہ سے بہت شہرت رکھتے تھے۔ وہ اکثر مکہ آتے اور اپنا کلام دیوار کعبہ پر لٹکا دیتے۔ ایک دفعہ وہ اسی طرح مکہ آئے اور اپنے دوستوں اور رؤسائے مکّہ سے ملے۔ رؤساء نے ان سے کہا کہ کعبہ میں ایک شخص محمد نامی ہے جو ہم سب میں فساد ڈلوا رہا

ہے اور ایک نیا مذہب لے کے آیا ہے اور طفیل کو نصیحت کی کہ ہر صورت میں محمد سے بچ کر رہنا۔ اس کی گفتگو میں جادو ہے اور ان کو روئی دی کہ اپنے کانوں میں ڈال کر کعبہ میں جائیں اور محمد کی بات نہ سنیں۔ چنانچہ جب طفیل بتوں پر چڑھاوے چڑھانے کعبہ میں گئے تو انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت میں اور قرآن کی تلاوت میں مصروف پایا مگر کانوں میں روئی کی وجہ سے پوری طرح سن نہ پائے۔ اسی اثناء میں ان کو خیال آیا کہ میں بچہ تو نہیں ہوں ایک قبیلے کا سردار ہوں، سمجھ دار ہوں۔ اگر میں نے ان کی بات سن لی تو قبول کرنا یا نہ کرنا میرا اپنا فیصلہ ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے روئی کان سے نکال دی اور سیدھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر ان کی باتیں سننے کی ٹھانی۔ جب وہ قریب آئے تو دیکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر پورا قصہ سنایا اور درخواست کی کہ وہ جو کلام سنا رہے تھے وہ انہیں بھی سنائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تلاوت کی۔ دوران تلاوت طفیل بن عمرو کا دل ہی بدل گیا اور انہوں نے فوری طور پر اسلام قبول کر لیا۔

(محمدؐ کی سوانح عمری مؤلف ابن ہشام زیر عنوان تاریخ طفیل بن عمرو صفحہ 175,176)

سامعین! اب تقریر کے آخر پر ایک انگریز کے قرآن کی وجہ سے قبول اسلام کا واقعہ سنا کر تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ ڈاکٹر گرینیز بہت قابل، رحم دل اور ہمدردی مخلوق سے سرشار وجود تھے۔ انہوں نے 1894ء میں اسلام قبول کیا۔ 29 سال کی عمر میں حج کیا اور وہاں کا لباس اپنا لیا۔ یہ ملک فرانس کے سب سے پہلے پارلیمنٹ کے مسلمان ممبر منتخب ہوئے۔ قرآن کریم کے ذریعے اسلام قبول کیا اور ساری زندگی اس کے دلدادہ رہے۔ وہ اپنے شہر کے بزرگ کے طور پر مانے جاتے تھے اور سب ان کی عزت کرتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"میں نے قرآن کریم کی جملہ آیات دربارہ طب، صحت اور قدرتی sciences کی مطالعہ کی ہیں۔ میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ قرآن کریم کی یہ جملہ آیات موجودہ تحقیقات اور علوم سے کمال مطابقت رکھتی ہیں۔ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ایک ہزار سال قبل یہ علوم اس وقت دیئے جب ان کا نام ونشان بھی انسان کو معلوم نہیں تھا۔ یہ سب دیکھ کر میں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں برملا کہتا

ہوں کہ کوئی بھی موجودہ دور کا ماہر سائنس کا علم رکھتا ہو یا فنون لطیفہ کا ماہر ہو اگر قرآنی آیات کا بغور مطالعہ کرے گا اور اس کے دل میں کوئی تعصب نہیں ہو گا تو وہ یقیناً اسلام قبول کر لے گا جس طرح میں نے کیا"
(قرآن مجید کی پاک تاثیرات از الفضل انٹرنیشنل قسط 5۔ 22 جون 2018ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کو اپنا پیشوا اور رہنما سمجھ کر تلاوت مع ترجمہ کرنے اور اِس پر عمل کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

قرآن کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿15﴾ ﴿مشاہدات۔385﴾

سچی تہذیب وہ ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ:144)

ترجمہ: اور اے مسلمانو! جس طرح ہم نے تمہیں سیدھی راہ دکھائی ہے اُسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کی اُمت بنایا ہے تاکہ تم دوسرے لوگوں کے نگران بنو اور یہ رسول تم پر نگران ہو۔

(ترجمہ: تفسیر صغیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے!
بے اِس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
جو لوگ شک کی سردیوں سے تھرتھراتے ہیں
اِس آفتاب سے وہ عجب دُھوپ پاتے ہیں

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے "سچی تہذیب وہ ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی"

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں کسی درخت یا پودے کو کاٹنا، چھانٹنا، تراشنا تاکہ اس میں نئی شاخیں نکلیں اور نئی کونپلیں پھوٹیں۔ کسی معاشرے کی بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار کے نظام کو تہذیب کہتے ہیں۔ تہذیب معاشرے کی طرزِ زندگی اور طرزِ فکر و احساس کا جوہر ہوتی ہے۔ چنانچہ زبان، سماجی رشتے، رہن سہن، علم و ادب، فلسفہ و حکمت، عقائد، اخلاق و عادات، روایات، خاندانی تعلقات وغیرہ سب تہذیب کے زمرہ میں آتے ہیں۔ مذہب اسلام جہاں ہمیں زندگی گزارنے کے مختلف طریقے سکھاتا ہے وہاں ہمیں تہذیب، شائستگی، بردباری اور رواداری جیسی اخلاقیات کے سبق بھی دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دنیا میں سچی تہذیب اور رُوحانیت پھیلے“

پھر فرمایا۔

”زمانہ ضرورت بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اَور دلیل ہے اور انجام اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ میں فرما دیا۔ گویا یہ بابِ نبوت کی دوسری فصل ہے۔ اکمال سے یہی مطلب نہیں کہ سورتیں اتار دیں بلکہ تکمیل نفس اور تطہیر قلب کی۔ وحشیوں سے انسان پھر اس کے بعد عقلمند اور بااخلاق انسان اور پھر باخدا انسان بنا دیا اور تطہیر نفس، تکمیل اور تہذیبِ نفس کے مدارج طے کرا دیئے۔ یہاں تک کہ کوئی سچائی اور صداقت نہیں جو قرآن شریف میں نہ ہو“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 399 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! آج کے جدید دور میں ترقی یافتہ قوموں، معاشروں حتیٰ کہ بعض خاندانوں میں بھی مہذب ہونے کا فخریہ انداز میں ذکر ہوتا رہتا ہے۔ دیگر معاشروں اور خاندانوں کو غیر مہذب ہونے کے طعنے عام ملتے ہیں۔ آج کی دنیا میں ایسی قوموں کے لئے Third world countries کے الفاظ بولے جاتے ہیں جن کو نچلے درجہ کا سمجھا اور تحقیر کے انداز میں انہیں دیکھا، جانا، پہچانا جاتا ہے اور ان سے بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔ بعض قومیں اپنے آپ کو سُپر (super) اقوام کے طور پر پیش کرتی ہیں اور تہذیب یافتہ تصور کرتی ہیں۔ ہم بھی باتوں باتوں اور انجانے میں گفتگو کے دوران یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ”آج کی مہذب دنیا میں“۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ ”سچی تہذیب وہ ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی“۔ یعنی اسلام کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے والا اصل میں مہذب کہلانے کے قابل ہے اور جب سے دنیا بنی ہے۔ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی قوتِ قدسیہ سے تربیت پانے والے صحابہؓ ہی سب سے بڑے تہذیب یافتہ کہلائے جاسکتے ہیں۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو جہالت کی اتھاہ گہرائیوں سے اٹھا کے باخدا اور پھر خدا نما وجود بنا دیا۔ انہوں نے قرآنی تعلیم اور اس کے احکام و نصائح کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور تمام بدیوں، بُرائیوں کو خیر باد کہہ کر اللہ کے متوالے اور حضرت محمدؐ کے جیالے بن گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ صحابہؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے

اعضاء قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان صحابہؓ کے اس کردار کو اپنے ایک عربی قصیدہ میں بیان فرمایا ہے۔ جس میں سے تین اشعار مع ترجمہ پیش ہیں۔

قَامُوْا بِاِقْدَامِ الرَّسُوْلِ بِغَزْوِهِمْ
كَالْعَاشِقِ الْمَشْغُوْفِ فِي الْمَيْدَانِ

وہ رسولؐ کی پیش قدمی پر اپنی جنگ میں ایک عاشق شیدا کی طرح میدان میں ڈٹ گئے۔

فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدْقِهِمْ فِيْ حُبِّهِمْ
تَحْتَ السُّيُوْفِ اُرِيْقَ كَالْقُرْبَانِ

سو ان جواں مردوں کا خون اپنی محبت میں ثابت قدمی کی وجہ سے تلواروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہایا گیا۔

جَآءُوْكَ مَنْهُوْبِيْنَ كَالْعُرْيَانِ
فَسَتَرْتَهُمْ بِمَلَاحِفِ الْاِيْمَانِ

وہ تیرے پاس لُٹے پُٹے برہنہ شخص کی مانند آئے تو تُو نے انہیں ایمان کی چادریں اوڑھا دیں۔

سامعین! اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی دنیا جو مہذب ہونے کی دعویدار ہے، نے رفاہ عامہ کے لئے قوانین اور قواعد وضوابط بنا کے پھر ان پر سختی سے عمل کرنے کے نتیجہ میں جو مضبوط نظام بنایا ہے، اسے دیکھ کر ایسے لگتا ہے جیسے انہوں نے اسلامی و قرآنی تعلیمات کو اپنا لیا ہے اور وہ بڑے فخر سے یہ کہتے ہیں کہ یہ ہماری سکھائی ہوئی تہذیب ہے لیکن اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں یہ ساری تعلیم تو ہمیں قرآن کریم سے ملتی ہے جس سے ایک مہذب معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ قرآن کریم زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں ہمیں بتاتا اور سکھاتا ہے۔

پیارے بھائیو! چین کی انقلابی رہنما ماؤزے تنگ سے کسی نے ملک میں کئے گئے انقلابی اقدامات اور غیر معمولی ترقیات کے بارے میں پوچھا تو تنگ نے جواباً کہا کہ ملک کا سربراہ بننے سے قبل میں نے قرآن کو پڑھا اور اِس سے رہنمائی لی تھی۔ یہ وہ اسلامی تہذیب ہے جس کے بل بوتے پر آج چین چند دہائیوں میں ایک عالمی قوت بن کر اُبھرا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُـنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَـنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ۔(النساء:34)

اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور اسی طرح رشتہ دار ہمسایوں اور بے تعلق ہمسایوں اور پہلو میں بیٹھنے والے لوگوں اور مسافروں اور جن کے تم مالک ہو۔

اس آیت میں جہاں مسلمانوں کو حقوق اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا، وہاں حقوق العباد یعنی والدین کے ساتھ محبت اور دل داری کی بھی تلقین فرمائی۔ یہ آیت مسلمانوں سے رشتہ داروں اور عزیزوں سے رحم اور محبت کے سلوک کا سبق دیتی ہے اور یتامیٰ اور معاشرہ کے دیگر مساکین کو آرام اور آسائش پہنچانے کی تلقین کرتی ہے۔

پھر بچوں کی پرورش کے بارہ میں قرآن کریم کی سورۃ الانعام کی آیت 152 میں آتا ہے کہ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ یعنی مسلمان اولاد کو قتل نہ کریں۔ یہاں اولاد سے محبت اور شفقت کا حکم بھی ہے اور انہیں تعلیم دلانے، ان کی تربیت کرنے کا حکم بھی، تاکہ وہ بڑے ہو کر معاشرے کے نہایت قابل اور بااخلاق افراد بنیں اور ملک و قوم کا اثاثہ ہوں۔ بچوں سے محبت کے سلوک کا حکم دیتا ہے ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھنے کی نصیحت کرتا ہے۔ اسی طرح اسلام نے مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ وہ معاشرے کے کمزور افراد کے حقوق کی حفاظت کریں۔ مثلاً قرآنِ کریم کی سورۃ النساء کی ساتویں آیت میں مسلمانوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ یتیم بچوں کے استحصال کا روک تھام کریں اور ان کی عزت اور ان کے وراثت کے حقوق کی حفاظت کریں۔

قرآن کریم کی سورۃ المائدہ کی آیت 9 میں اللہ تعالیٰ عدل اور انصاف کے بارے میں فرماتا ہے:

وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰہَ

یعنی کسی قوم یا گروہ کی دشمنی تمہیں عدل اور انصاف پر سمجھوتہ کرنے پر مجبور نہ کرے۔ بلکہ اسلام تو حکم دیتا ہے کہ ہر حالت میں عدل و انصاف کے اصولوں پر قائم رہا جائے اور کبھی انتقام کے جذبہ کو غالب نہ آنے دیا جائے۔ اسی طرح قرآن کریم کی سورۃ النساء کی آیت 20 میں مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں سے محبت اور عزت سے پیش آئیں۔ اسلام تو عورت کے حقوق کا دفاع کرتا ہے۔ اُس کے نازک جذبات کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

سامعین! قرآن انسانوں کو صرف روحانی غذا ہی فراہم نہیں کرتا بلکہ انہیں خوردونوش کے طریقے بھی سکھاتا ہے۔ قرآن نے غذا کو حلال و حرام کی دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا ہے اور دیگر معاملات کی طرح یہاں بھی ان اشیاء کی نشان دہی کر دی ہے، جو انسان کے لئے نقصان دہ ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک عمومی اصول یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ جن اشیاء پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور جو ممنوعات میں سے نہ ہوں ان کا استعمال جائز ہے۔ قرآن نے حلال و حرام کے دائرۂ کار کو وسعت دے کر زندگی کے تمام معاملات کو، خواہ وہ انتہائی ذاتی ہوں یا معاشرتی، معاشی، سیاسی یا ثقافتی، ان دو الفاظ کے ذریعے اچھائی اور بُرائی میں تقسیم کر دیا۔ چنانچہ حلال و حرام کا اطلاق محض خوردونوش پر نہیں بلکہ زبان سے کیا لفظ ادا کرنا ہے، کان سے کون سی بات سُننی ہے کون سی نہیں، معاملات کس طرح طے کرنے ہیں، غرض حلال و حرام کی بنیاد پر ایک اخلاقی تہذیب کا وجود صرف اور صرف قرآنِ کریم کا کارنامہ ہے۔

قرآن، معاشرتی زندگی کی بنیاد حُرمت اور عصمت کے تصورات کی تعلیمات کی بھی تلقین کرتا ہے اور معین طور پر حرام رشتوں کی نشان دہی کر دیتا ہے۔ قرآن کے قائم کردہ نظامِ عصمت و عفت میں تمسخر، تہمت، عیب جوئی، بدگمانی، بدنامی اور غیبت کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے۔ گھریلو زندگی کو ہر قسم کے شک و شبہ اور مناقشات و اختلافات سے پاک رکھنے کے لئے اتنی احتیاط برتی گئی کہ گھروں میں داخلے کے وقت اجازت کو ضروری قرار دیا۔ افراد کے تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے انہیں مختلف قبائل میں بانٹا لیکن جہاں تک انسانی حقوق و فرائض کا تعلق ہے اس میں کوئی تفریق نہیں برتی۔

غذا کی طرح لباس بھی ایک اہم انسانی ضرورت ہے۔ قرآن نے لباس کے سلسلے میں اصول بیان فرمایا کہ لباس ایسا ہو جس نے آپ کا ستر ڈھانپا ہو، پاک صاف ہو اور سادہ ہو۔ چنانچہ دورِ نبویؐ کے معاشرے پر نظر ڈالئے تو یہی اصول کار فرما نظر آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی سادہ بالعموم سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ آپؐ نے مردوں کے لئے ایسے لباس کو پسند کیا جو مشقت و محنت میں حارج نہ ہو اور جس سے تکبر پیدا نہ ہو۔ اس میں سادگی، طہارت، نظامِ عبادات سے ان کی مناسبت کے ساتھ حُسنِ ذوق اور سلیقہ کو بھی ایک خاص مقام حاصل ہے۔ عورتوں کو گو بننے سنورنے کی اجازت دی کہ وہ اپنے خاوندوں کے لیے سنگھار کریں اچھے کپڑے پہنیں لیکن اپنی عصمت کا تقدس قائم رکھیں۔ باہر نکلیں تو اپنی حیا اور پردے کو مدِ نظر رکھیں تاکہ لوگوں کی بُری نگاہ سے بچیں۔ قرآن کریم تو ہمیں یہ تہذیب سکھاتا ہے۔ لیکن غیروں کے کلچر میں عریانی و بے حیائی کے ذریعہ پردہ کے اسلامی حکم کی دھجیاں بکھیرنے اور دیگر خرابیوں کی بناء پر انہیں مہذب دنیا نہیں کہا جا سکتا۔ مہذب دنیا وہی کہلائے گی جس پر صاف ستھری و پاکیزہ شریعتِ اسلام و قرآن کو ماننے اور عمل کرنے کی چھاپ لگی ہو گی اور آج کی دنیا میں جماعت احمدیہ ہی وہ واحد اسلام کی علمبر دار جماعت ہے جو اسلامی احکام پر عمل کر رہی ہے اور ستاروں کی مانند صحابہؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں مہذب قوم تیار کر رہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے سرینام کے جلسہ سالانہ 1985ء میں بھجوائے گئے پیغام میں تحریر فرمایا کہ

”صحابہؓ کے نمونہ پر چلنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ اب دیر کی جائے“

(الفضل آن لائن، تاریخ جلسہ ہائے سالانہ نمبر 4 اگست 2021ء صفحہ 37)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محفل میں 10 اگست 1905ء کو ذکر آیا کہ ایک انگریزی اخبار میں مضمون لکھا گیا ہے کہ اسلام ہند میں نہیں پھیلا کیونکہ ہندو خود مہذب تھے اور کسی مہذب قوم میں اسلام پھیل نہیں سکتا۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا:

”یہ جھوٹ ہے ہندوستان میں سوائے چند ایک قوموں کے جو باہر سے آئی ہیں (قریش، مُغل، پٹھان) باقی سب ہند کے باشندے ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا مثلاً شیخ، خواجگان، زمینداروں کی سب اقوام وغیرہ،

یہ سب پہلے ہندو تھے۔ فرمایا، عیسائیوں کا عجیب طریقہ ہے، اگر کثرت دکھائی جاوے تو کہتے ہیں جبراً مسلمان ہوئے اور اگر کثرت نہ دکھائی جاوے تو کہتے ہیں اسلام کا کچھ اثر نہ ہوا۔ فرمایا:

تہذیب بھی ان کا اپنا بنایا ہوا ایک لفظ ہے جس کے معنے ان کی اصطلاح میں سوائے اس کے نہیں کہ انسان خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ رسموں کو توہین سے دیکھے اور دُنیا پرستی اور دہریہ پن کی طرف جُھک جائے۔ سچی تہذیب وہ ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی۔ جس کے ذریعہ سے رُوحانی زندگی حاصل ہوتی ہے اور انسان اور حیوان میں فرق معلوم ہوتا ہے اور جس کے ذریعے سے سچّے اور جُھوٹے مذہب میں ایک امتیاز پیدا ہوتا ہے اور انسان کو سفلی زندگی سے دل سرد ہو کر عالم جاودانی کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک تہذیب اس کا نام ہے کہ انسان دُنیا کا کیڑا بن جاوے۔ خدا تعالیٰ کو بُھول جاوے اور ظاہری اسباب کی پرستش میں لگ جائے۔ مگر خُدا تعالیٰ کے نزدیک تہذیب یہ ہے کہ خُدا تعالیٰ پر پُورا بھروسہ ہو جائے اور اس کی عظمت اور ہیبت دل میں بیٹھ جائے اور دل کو سچی پاکیزگی حاصل ہو جائے۔ یورپ میں جب عیسائیت پھیلی تھی تو اس وقت یورپ کس قدر تاریکی اور سخت بُت پرستی میں مبتلا تھا۔ پھر ان وحشی قوموں پر عیسائیت کا کیا اثر ہوا۔ صرف یہ کہ ایک بُت پرستی کی جگہ دوسری بُت پرستی قائم ہو گئی۔“

(ملفوظات جلد 7، صفحہ 427 تا 428)

پھر فرمایا:

”آسمانی تہذیب تو اور ہے جس میں ایمان، تقویٰ، دیانت، صلاحیت اور نیک کرداری شامل ہے۔ مگر اُن کے نزدیک دنیا کے جوڑ توڑ، ہر قسم کے مکر و فریب کا نام تہذیب ہے۔ یہ تہذیب اُن کے ہی نصیب رہے ہم اس کو لینا نہیں چاہتے چند بے ہودہ رسوم و عادات کا نام جو اخلاق سے گری ہوئی ہیں تہذیب نام رکھتے ہیں اور خدائی رسُوم و آداب کی توہین اور استخفاف کرتے ہیں حالانکہ ان رسوم و عادات کے نتائج اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں جن سے سوسائٹی میں امن، اخلاق اور نیک اعمالی پیدا ہوتی ہے۔ اپنی رسُوم و عادات کو جن کے نتائج بد ہیں، پسندیدہ سمجھتے ہیں۔“

(الحکم جلد 9 نمبر 29 صفحہ 3 مؤرخہ 17 اگست 1905ء)

مکرمی مفتی محمد صادق صاحبؓ نے حضور علیہ السلام سے بیان کیا کہ مسٹر بیک نے ایک مرتبہ علیگڑھ کالج کے طلباء کے سامنے تہذیب پر لیکچر دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر تم راستہ میں چلو تو لیڈی تمہارے دائیں طرف ہو اور اگر کوئی تار وغیرہ آجاوے تو اس کو پاؤں سے دبا کر لیڈی کو آرام سے گزرنے دو۔ کھانا کھاؤ تو اپنی بیوی کے ساتھ نہیں بلکہ تمہاری بیوی کسی اور کے ساتھ کھائے اور تم کسی غیر کی بیوی سے۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا:

”یہ تہذیب ان کو ہی مبارک ہو۔ قرآن شریف نے ہی سچی تہذیب دنیا کو سکھائی ہے یہ تہذیب وہ ہے جس سے انسانیت آتی ہے اور انسان اور حیوان کے درمیان مابہ الامتیاز حاصل ہوتا ہے اور پھر سچے اور جھوٹے مذاہب کے درمیان مابہ الامتیاز عطا ہوتا ہے۔ اگر یہ تہذیب کسی کو نہیں ملی تو اسے تہذیب سے کوئی حصہ ہی نہیں ملا، یہ دنیا کے کیڑے ہیں۔ اباحت سے ملی ہوئی باتوں کا نام تہذیب قرار دیتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے جس تہذیب کے پھیلنے کا ارادہ فرمایا ہے اسے اب کوئی روک نہیں سکتا۔ جیسے جب کوئی بڑا بھاری سیلاب آتا ہے تو اس کے آگے کوئی بند نہیں لگا سکتا۔ اسی طرح پر اللہ تعالےٰ کا ارادہ اس سیلاب سے بھی بڑھ کر زبردست ہے۔ کون ہے جو اُس کے آگے بند لگائے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دنیا میں سچی تہذیب اور رُوحانیت پھیلے اور یہ اس کے بالمقابل عیسائیت کے گندے خیالات پھیلانا چاہتے ہیں۔ اب خدا تعالےٰ سے اُن کی لڑائی ہے۔ معلوم ہو جائے گا کہ اس کا انجام کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ وہی خدا ہے جس نے زمین و آسمان بنایا ہے۔ وہ چاہے تو نئے سرے سے اس زمین و آسمان کو بنا سکتا ہے۔ اب اسی کا کام ہے کہ وہ دنیا پر اثر ڈال دے۔“

(الحکم جلد 9 نمبر 29 صفحہ 3 مؤرخہ 17 اگست 1905ء)

سامعین! اب مَیں اپنی تقریر کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

”اسلام مخالف قوتیں بڑی شدت سے زور لگا رہی ہیں کہ مذہبی تعلیمات اور روایات کو مسلمانوں کے اندر سے ختم کیا جائے۔ یہ لوگ اس کوشش میں ہیں کہ مذہب کو آزادیٔ اظہار اور آزادیٔ ضمیر کے نام پر ایسے طریقے سے ختم کیا جائے کہ ان پر کوئی الزام نہ آئے کہ دیکھو! ہم زبردستی مذہب کو ختم کر رہے ہیں اور یہ

ہمدرد سمجھے جائیں۔ شیطان کی طرح میٹھے انداز میں مذہب پر حملے ہوں۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے سپرد ہے اور اس کے لئے ہمیں بھرپور کوشش کرنی پڑے گی اور تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں گی۔ ہم نے لڑائی نہیں کرنی لیکن حکمت سے ان لوگوں سے معاملہ بھی کرنا ہے۔ اگر آج ہم ان کی ایک بات مانیں گے جس کا تعلق ہماری مذہبی تعلیم سے ہے تو پھر آہستہ آہستہ ہماری بہت سی باتوں پر، بہت ساری تعلیمات پر پابندیاں لگتی چلی جائیں گی۔ ہمیں دعاؤں پر بھی زور دینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان شیطانی چالوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور توفیق بھی دے اور ہماری مدد بھی فرمائے۔ اگر ہم سچائی پر قائم ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر ایک دن ہماری کامیابی بھی یقینی ہے۔ اسلام کی تعلیمات نے ہی دنیا پر غالب آنا ہے ...... ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ دوسرے مذاہب ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں۔ اپنے اپنے وقت پر آئے اور اپنے زمانے کی تربیتی ضروریات پوری کیں اور ختم ہو گئے۔ تبھی تو ان کی مذہبی کتابوں میں بھی بے شمار کانٹ چھانٹ ہو چکی ہے اور تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ لیکن ان میں اسلام ہے جو اَب تک محفوظ ہے اور اسلام ہمیشہ رہنے کے لئے ہے۔ قرآن کریم کی تعلیمات قیامت تک کے لئے ہیں۔ اس لئے ہمیں بغیر کسی احساس کمتری کے اپنی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس پر قائم رہنا چاہئے اور دوسروں کو بھی بتانا چاہئے کہ تم جو باتیں کرتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف ہیں اور تباہی کی طرف لے جانے والی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جنوری 2017ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہم احمدیوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ زمانہ بہت خطرناک زمانہ ہے۔ شیطان ہر طرف سے پُرزور حملے کر رہا ہے۔ اگر مسلمانوں اور خاص طور پر احمدی مسلمانوں، مَردوں اور عورتوں، نوجوانوں سب نے مذہبی اقدار کو قائم رکھنے کی کوشش نہ کی تو پھر ہمارے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ہم دوسروں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں ہوں گے کہ ہم نے حق کو سمجھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں سمجھایا اور ہم نے پھر بھی عمل نہ کیا۔ پس اگر ہم نے اپنے آپ کو ختم ہونے سے بچانا ہے تو پھر ہر اسلامی تعلیم کے ساتھ پُراعتماد ہو کر دنیا میں رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ ترقی یافتہ ملکوں کی یہ ترقی ہماری ترقی اور

زندگی کی ضمانت ہے اور اس کے ساتھ چلنے میں ہی ہماری بقا ہے۔ ان ترقی یافتہ قوموں کی ترقی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور اب جو ان کی اخلاقی حالت ہے اخلاق باختہ حرکتیں ہیں۔ یہ چیزیں انہیں زوال کی طرف لے جارہی ہیں اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو یہ آوازیں دے رہے ہیں اور اپنی تباہی کو بلا رہے ہیں۔ پس ایسے میں انسانی ہمدردی کے تحت ہم نے ہی ان کو صحیح راستہ دکھا کر بچانے کی کوشش کرنی ہے بجائے اس کے کہ ان کے رنگ میں رنگین ہو جائیں۔ اگر ان لوگوں کی اصلاح نہ ہوئی جو ان کے تکبر اور دین سے دوری کی وجہ سے بظاہر بہت مشکل نظر آتی ہے تو پھر آئندہ دنیا کی ترقی میں وہ قومیں اپنا کردار ادا کریں گی جو اخلاقی اور مذہبی قدروں کو قائم رکھنے والی ہوں گی۔

پس جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ ہمیں خاص طور پر نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا سے متأثر ہو کر اس کے پیچھے چلنے کی بجائے دنیا کو اپنے پیچھے چلانے کی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جنوری 2017ء)

معزز سامعین! معاشرتی زندگی کے یہ تمام ثقافتی مظاہر قرآن ہی کا عطیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان احکامات پر عمل کر کے دنیا کو دکھا سکیں کہ سچی تہذیب قرآن کریم ہی کی ہے۔

قرآن کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴾16﴿ ﴾مشاہدات۔687﴿

قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(الواقعہ:78-81)

یقیناً یہ ایک عزت والا قرآن ہے۔ ایک چُھپی ہوئی کتاب میں (محفوظ)۔ کوئی اسے چُھو نہیں سکتا سوائے پاک کئے ہوئے لوگوں کے۔ (اس کا) اُتارا جانا تمام جہانوں کے ربّ کی طرف سے ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

سامعین کرام! آج میری تقریر کا عنوان مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مشہورِ زمانہ منظوم کلام جس کے حرف حرف اور لفظ لفظ سے آپ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم سے محبت اور عشق کا اظہار ہوتا ہے کے ایک مصرع ''**قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے**'' ہے۔

تقریر کے آداب اور طُرق میں سے ایک ادب اور طریق یہ ہے کہ تقریر کے آغاز پر عنوان کا ماحصل اور اُس کے الفاظ کا لُبِّ لُباب سامعین کے سامنے رکھا جائے۔ جیسا کہ مَیں پہلے عرض کر آیا ہوں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام کا ایک مصرع ہے جس میں آپ علیہ السلام اپنی قرآن کریم سے محبت کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ جس طرح لوگ مکہ میں عمرہ یا حج کی صورت میں کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اُس کے ارد گرد محبت اور شوقِ الٰہی کے پیشِ نظر سات چکر لگاتے اور تسبیحات اور ذکرِ الٰہی کا وِرد کرتے ہیں۔ اِسی طرح میرا قرآن کریم کے اِرد گرد گھومنے اور چکر لگانے کو دل کرتا ہے۔ کعبہ کے ارد گرد

تو جسمانی لحاظ سے طواف کیا جاتا ہے لیکن یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تشبیہ دے کر یہ سمجھایا ہے کہ مَیں روحانی معنوں میں قرآن کے اِرد گرد رہتا ہوں۔ یہی میری روحانی غذا ہے، یہی میری روحانی خوراک ہے جس کے ذریعہ مَیں روحانی طور پر زندہ ہوں۔

سامعین! اِس تاریخی مصرع میں دو الفاظ مضمون کو سمجھنے اور آسان بنانے کے قابلِ تشریح ہیں۔ ایک قرآن اور دوم کعبہ۔ قرآن کا لفظ گو اکیلا بھی استعمال ہوتا ہے اور اپنے معنی خود ادا کرتا ہے لیکن بالعموم اس کی نسبت خدائے عظیم کی کسی نہ کسی صفت کے ساتھ جوڑی جاتی ہے جیسے قرآنِ کریم، قرآنِ عظیم، قرآنِ مجید۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرف قرآن کے لفظ کو منسوب کرنے میں دو حکمتیں ہیں اوّل عظیم و کریم اور مجید و حکیم خداوند کی طرف سے یہ قرآن اُتارا گیا ہے اِسی لیے یہ کلامِ الٰہی کہلاتا ہے اور دوم اگر اِن صفات کو قرآن کے ساتھ صفت موصوف بنایا جائے تو معنی ہوں گے عظمت والا قرآن، مجد و بزرگی والا قرآن، کرامت والا قرآن اور قرآن شریف یعنی شرف و بزرگی والا قرآن۔ یہ مجموعہ آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اِسی طرح یہ کتاب خاتَم الکتب ہے۔ قرآن کے لغوی معنی ایسی کتاب کے ہیں جو بار بار پڑھی جائے۔

سامعین! جہاں تک لفظ "کعبہ" کا تعلق ہے۔ اِس کے معانی اور مفہوم بہت وسیع ہیں۔ مختصراً یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیلؑ اور اپنی بیوی حضرت حاجرہ کو الٰہی اشاروں پر ایک بے آب و گیاہ جنگل میں چھوڑ گئے جہاں نہ پانی تھا، نہ خوراک اور نہ ہی کوئی بندہ بشر آباد تھا۔ یہ جگہ اِن مبارک وجودوں سے آباد ہونے لگی اور دونوں باپ بیٹا نے کعبہ از سرِ نو بنیادوں سے اُٹھایا جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی آل اولاد میں سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آباد کروایا اور باقاعدہ حج کا نظام جاری ہوا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پہلا گھر از سرِ نَو تعمیر ہوا جو خانہ کعبہ کہلایا۔ آج یہی وہ مقدس و بابرکت عمارت ہے جس کے ارد گرد حاجی اور متعمّر 7-7 چکر لگاتے ہیں، حجرِ اسود کو چومتے اور اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

معزز سامعین! اب مَیں اپنے اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مضمون اپنی ذات میں اتنا وسیع و بلیغ ہے کہ ایک محفل میں اِسے بیان کرنا مشکل ہے اس لیے مَیں اسے دو حصوں میں تقسیم کر رہا ہوں۔

اوّل۔ اس مصرع کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرآن سے عشق و محبت کے چند ارشادات اور واقعات۔

دوم۔ قرآن کی عظمت و کرامات از روئے قرآن، احادیث تا اِس کی عظمت کو پڑھ اور سُن کر خود بخود اِس عظیم کتاب کو دل میں اُتارنے اور عمل کرنے کی کوشش کریں۔ ان دو میں سے پہلے حصے کو لیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پیش خدمت ہیں۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اِسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13-14)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے 700 سَو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا

دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظلّ تھے سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

پھر فرمایا۔

”جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے۔ افسوس! اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مُصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 27)

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سامعین! حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے اپنے پیارے خدا کی پیاری کتاب قرآن کریم کے حُسن کا ایک بہت ہی پیارا نقشہ اپنے فارسی اشعار میں کچھ اس طرح سے کھینچا ہے۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ
میلم نماند باکس محبوب من توئی بس
زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

یعنی اے کانِ حسن مَیں جانتا ہوں کہ تو کس سے تعلق رکھتی ہے تُو تو اس خدا کا نور ہے جس نے یہ مخلوقات پیدا کی مجھے کسی سے تعلق نہ رہا۔ اب تو ہی میرا محبوب ہے کیونکہ اس خدائے فریادرس کی طرف سے تیرا نور ہم تک پہنچا ہے۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 304-305)

آپؑ اپنے پیارے خدا کے کلام اور اُس کی تعلیمات پر اپنے مکمل یقین کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے اِس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرّہ کا ہزارم حصّہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرّہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو تیار ہیں۔"

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد ا صفحہ 298 حاشیہ نمبر 2)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصانیف میں قرآن کریم کی بلند شان اور اس کے اعلیٰ مقام کو بڑی کثرت اور والہانہ انداز میں بیان فرمایا ہے کہ جسے پڑھ کر کوئی بھی نیک فطرتِ رکھنے والا انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قرآن کریم سے آپ کی عقیدت و محبت اور بے پناہ عشق کے نظارے آپ کی عملی زندگی کے علاوہ آپ کے اردو، عربی اور فارسی کلام میں جابجا نظر آتے ہیں۔ آپ نے بے شمار جگہوں پر عشق و جذب میں ڈوبے الفاظ میں قرآن کریم کے محاسن، اس کی خوبیوں اور اَن گنت اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے۔

جمالِ و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپؑ کا قرآن کریم سے عشق بڑا واضح نظر آتا ہے۔ آپ کے دل میں ہر وقت یہ جذبہ اور یہ خواہش موجزن رہتی کہ جلد سے جلد دنیا کلامِ پاک کی خوبیوں سے آگاہ ہو اور وہ کلامِ پاک کی خوبیوں اور محاسن سے اطلاع پا کر اِس زندگی بخش آسمانی پانی سے اپنی پیاس بجھالیں۔

حضور علیہ السلام جن دنوں بسلسلہ ملازمت سیالکوٹ میں مقیم تھے۔ آپؑ دفتری اوقات کے بعد اپنی رہائش گاہ پر گوشہ نشین ہو جاتے اور اپنا زیادہ وقت عبادت الٰہی میں گزارتے۔ آپؑ کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور کلامِ پاک کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور درد و الحاح سے دعائیں کرتے۔ اس سلسلہ میں حضرت بابو برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قابل ذکر ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ

’’مَیں نے حکیم حسام الدین صاحب سیالکوٹی سے دریافت کیا کہ آپ باوجود اتنے مغلوب الغضب ہونے کے جبکہ آپ کی یہ حالت ہے کہ آپ کسی کی بات بھی نہیں سن سکتے تو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیسے مان لیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے بات تو معقول کی ہے۔ مَیں تو کبھی بھی نہ مانتا اگر مَیں ان کے چال چلن سے پوری طرح واقف نہ ہوتا جبکہ حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ میں ملازم تھے اور اس وقت آپ عالم شباب میں تھے تو مَیں نے اُس وقت آپ کو دیکھا کہ آپ سوائے کچہری کے اوقات کے ہر وقت عبادت میں رہتے تھے اور کوئی ایک آیت قرآنِ مجید کی سامنے لٹکا لیتے تھے۔ مَیں اکثر آپ کے پاس جایا کرتا تھا۔ جب آتا تو کوئی نہ کوئی آیت سامنے لکھ کر لٹکائی ہوتی تھی۔ آخر مَیں نے ایک دن دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مَیں مختلف اوقات میں مختلف آیات لٹکی ہوئی دیکھتا ہوں۔ ایک وقت

میں ایک آیت ہے اور دوسرے وقت میں اس کی جگہ دوسری یہ کیا تماشا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تجھے اس سے کیا؟... آخر مَیں نے بہت اصرار کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دس ہزار اعتراض ہوا ہے۔ تو مَیں نے کہا کہ کیا ہوا آپ کو اس سے کیا غرض؟ اگر دشمنانِ اسلام نے اعتراض کیے ہیں تو وہ مولوی جانیں آپ کو اس سے کیا غرض؟ تو آپ نے فرمایا کہ مَیں تو برداشت نہیں کر سکتا۔ تو مَیں نے کہا پھر آپ کیا کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ مَیں وہ آیات جن پر مخالفین نے اعتراضات کئے ہیں اُن میں سے ایک ایک آیت کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں۔ جب تک اس کا جواب نہیں ملتا تب تک اُسے نہیں چھوڑتا۔ جب اس کا جواب مل جاتا ہے تو دوسری آیت لٹکا دیتا ہوں۔ پس جتنا عرصہ وہ سیالکوٹ میں رہے ہیں اسی طرح کرتے رہے۔ پھر جب آپ سیالکوٹ سے چلے گئے اور دعویٰ کیا تو اس وقت مَیں نے آپ کو مان لیا اس لئے کہ آپ کی جوانی کی زندگی بالکل پاک تھی اور قرآن مجید خدا سے سیکھا تھا۔"

(الفضل انٹرنیشنل 21، مارچ 2003ء صفحہ 9-10)

سامعین! ابتدائے زمانہ سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلوت اور جلوت قرآن کریم کی محبت سے معمور تھی جس کی گواہی غیروں نے بھی دی ہے۔ شمس العلماء جناب سید میر حسن مرحوم حضور علیہ السلام کے قیام سیالکوٹ کے بارے میں گواہی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"حضرت مرزا صاحب... کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رؤیا کرتے تھے۔ ایسی خشوع و خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔"

(حیات طیبہ مرتبہ شیخ عبدالقادر صفحہ 25۔ مطبوعہ 1960ء)

ایک مرتبہ کسی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تصوف کی کونسی کتاب پڑھا کرتے تھے۔

اس پر حضورؓ نے فرمایا:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی تصوف کی کتاب کی کیا ضرورت تھی۔ آپ تو خود مجسّم تصوّف تھے۔ تصوّف کی کتاب قرآن تھی جو آپ دن رات پڑھا کرتے تھے۔ اُس کی ایک ایک آیت تصوف کے مضامین سے بھری ہوئی ہے۔“

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان 26؍ جولائی 1944ء صفحہ 2)

آپ علیہ السلام کو قرآن کریم کی تلاوت، اُس پر غور و فکر کرنے کی بہت عادت تھی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک قرآنِ مجید تھا۔ اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔ مَیں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو۔

آپ کا اس قدر تلاوت قرآنِ مجید کا شوق اور جوش ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی اس مجید کتاب سے کس قدر محبت اور تعلق تھا۔ اسی تلاوت اور غور کرنے کی عادت نے آپ کے اندر قرآن مجید کی صداقت اور عظمت کے اظہار کے لیے ایک جوش پیدا کر دیا تھا اور خدا تعالیٰ نے جو قرآن کریم کا علم آپ کو دیا اُس کی نظیر پہلوں میں نہیں ملتی۔

سامعین کرام! حضرت مسیح موعودؑ کا خمیر محبتِ قرآن سے اٹھایا گیا تھا اس لئے آپ بچپن ہی سے دن رات قرآن شریف پڑھتے، اس پر تدبر کرتے اور حاشیہ پر نوٹس لکھتے رہتے تھے۔ آپ کی ابتدائی زندگی کے بارے میں پٹیالہ کے ایک غیر احمدی تحصیلدار منشی عبد الواحد صاحب کی گواہی ہے کہ

چودہ پندرہ سال کی عمر میں سارا دن قرآن شریف پڑھتے تھے اور حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے اور مرزا غلام مرتضیٰ صاحب فرماتے کہ یہ کسی سے غرض نہیں رکھتا سارا دن مسجد میں رہتا ہے اور قرآن شریف پڑھتا رہتا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 64)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے متعلق خود فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے جو کچھ اپنی خوبیوں کا قرآن شریف میں ذکر کیا ہے وہ تمام حسن اور محبوبانہ اخلاق کے بیان میں ہے اور اس کے پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والے کو خدا کا عاشق بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہزارہا عاشق بنائے اور مَیں بھی ان میں سے ایک ناچیز بندہ ہوں۔''

حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضور نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا بہت تکرار کرتے تھے اور سجدہ میں یَاحَیُّ یَا قَیُّوم کا بہت تکرار کرتے۔ بار بار یہی الفاظ بولتے جیسے کوئی بڑے الحاح اور زاری سے کسی بڑے سے کوئی شے مانگے اور بار بار روتے ہوئے اپنی مطلوبہ چیز کو دہرائے۔ ایسا ہی آپؑ کرتے۔ عموماً پہلی رکعت میں آیت الکرسی پڑھا کرتے تھے۔ سجدہ کو بہت لمبا کرتے اور بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا کہ اس گریہ وزاری میں آپؑ پگھل کر بہہ جائیں گے۔

حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں قادیان میں حضورؑ کے کمرہ کے باہر سویا ہوا تھا۔ رات کو عاجز کی آنکھ کھلی تو کیا سنتا ہوں کہ حضور چِلّا چِلّا کر قرآن شریف کی تلاوت فرمارہے ہیں۔ جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب سے عشق کا اظہار کرتا ہے۔ حضور کے عشق کی کیفیت عاجز کے بیان سے باہر ہے۔

سامعین! آخر پر مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرآن کریم سے عشق اور غیرت سے متعلق ایک واقعہ بیان کرنا چاہوں گا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے قرآن کی عزت اور احترام کس قدر زیادہ تھا کہ اُس کے آگے اپنی اولاد کی بھی اہمیت نہ تھی حالانکہ آپؑ نہایت شفیق اور مہربان باپ تھے اور کبھی پسند نہیں کرتے تھے کہ لوگ بچوں کو ماریں۔ پھر اپنی اولاد جو خدا تعالیٰ کے نشانات میں سے تھی کی ہر طرح سے دلداری فرماتے تھے لیکن جب قرآن مجید کا کوئی معاملہ پیش آجاتا تو بچوں کی کوئی حقیقت آپؑ کے سامنے نہ رہتی۔ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ مبارک احمد صاحبؓ سے جب کہ وہ بہت چھوٹے بچے تھے قرآن مجید کی بے ادبی ہوگئی۔ اُس وقت آپ کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور ایسے زور سے طمانچہ مارا کہ انگلیوں کے نشان اس گلاب جیسے رخسار پر نمایاں ہوگئے اور فرمایا اس کو میری آنکھوں کے آگے سے ہٹالو۔ یہ اب ہی قرآن کی بے ادبی کرنے لگا ہے تو پھر کیا ہوگا۔ یہ واقعہ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی قرآنی غیرت پر روشنی ڈالتا ہے۔ اندرونِ خانہ میں ایک واقعہ ہوتا ہے اور یہ واقعہ ایک ایسے بچے سے ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے حضور مکلّف نہیں معصوم ہے۔ پھر باپ وہ باپ جو دوسروں پر بے حد شفیق ہے اور بچوں کو سزا دینے کا سخت مخالف ہے وہ اِس زور سے تھپڑ مارتا ہے کہ منہ پر نشان ڈال دیتا ہے اور پیارے بچے کو سامنے سے ہٹا دینے کا حکم دیتا ہے۔اس غیرت کی کوئی نظیر دنیا پیش کر سکتی ہے؟

(حیات احمد جلد اوّل حصہ دوم صفحہ 174)

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

(کمپوزڈ بائی:عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿17﴾ ﴿مشاہدات۔688﴾

قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (النحل:99)

کہ جب تُو قرآن پڑھے تو دھتکارے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کر۔

یا الٰہی! تیرا فرقان ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مہیا نکلا

معزز سامعین! آج مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام کے ایک مصرع **''قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے''** پر گفتگو کرنی ہے۔

خاکسار اِس عنوان کے تحت اپنی پہلی تقریر میں یہ بتا آیا ہے کہ اِس حصّہ میں اِس مصرع کے بانی حضرت مسیح موعودؑ کا قرآنِ عظیم سے اپنی محبت و عشق اور عقیدت کا اظہار ارشادات، واقعات اور اشعار کی روشنی میں کیا تھا۔ لیکن اس حصّہ دوم میں قرآن و حدیث کی روشنی میں قرآن کریم کی عظمت و اہمیت بیان کرنا ہے کیونکہ جب تک یہ اہمیت بیان نہ ہو اُس وقت تک کوئی قرآن سے محبت و عقیدت کا دعویدار ہو نہیں سکتا۔

سب سے پہلے تو اِس کتاب کو مَسّ کرنے اور چُھونے کے حوالہ سے قرآنی احکام کو لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الواقعہ آیت 80 میں فرمایا کہ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ کہ مطہّر لوگ ہی اِسے چُھو سکتے ہیں کیونکہ یہ ربُّ العالمین خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ مطہّر دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو ظاہری صفائی مراد ہے کہ انسان باوضو ہو کر قرآن کو چھوئے اور دوسرے روحانی معنوں میں

دل و دماغ کی پاکی مراد ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اِس آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔ اِس قرآن کی حقیقت کو وہی لوگ پاتے ہیں جو مطہّر ہوتے ہیں اور آپؓ نے اس آیت کے فٹ نوٹ میں لکھا ہے کہ:

''اِس جگہ مَسّ کا لفظ ہے جس کے معنی چُھونے کے ہیں لیکن محاورہ میں چُھونے کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ کسی مضمون کی طرف انسان کا اتنا میلان ہو کہ اُس کی باریکیاں اس پر ظاہر ہونے لگ جائیں ...اِسی طرح آیت کا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کے علوم ایسے لوگوں پر ہی کُھلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاک قرار دیئے جاتے ہیں نہ کہ انسانوں کے نزدیک۔''

(تفسیر صغیر زیر آیت الواقعہ:80)

سامعین! پس قرآن کو کعبہ سمجھ کر اُس کے اِرد گِرد گھومنے اور سعی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کا اندرونہ پاک و صاف ہو اور خدا سے مدد طلب کرتے ہوئے دُعاؤں کے ساتھ قرآن میں غوطہ زن ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے لکھا ہے کہ

''ظاہر طور پر تو اِس کی تلاوت ہر نیک و بد کر سکتا ہے لیکن اِس کے اعلیٰ درجہ کے مخفی اسرار صرف اُن پر ظاہر کئے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاک کئے گئے ہوں۔''

(ترجمۃ القرآن صفحہ 990)

سامعین! دوسرے نمبر پر مَیں اُس آیت کو بطور قرآن کے گرد گھوموں کے معنی میں رکھنا چاہتا ہوں جو مَیں نے تقریر کے آغاز پر تلاوت کی تھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تلاوت کرنے سے قبل دھتکارے ہوئے شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کریں۔ اِس کا تعلق بھی اوپر بیان کردہ مضمون سے ہے اور یہ بھی روحانی پاکیزگی اختیار کرنے کے لئے بہترین نسخہ ہے۔ جس طرح کعبہ کا طواف کرنے کی خاطر وضو کر کے احرام باندھ کر اپنے ذہنی انتشار کو یکجا کر کے اُسے دُور کیا جاتا ہے بعینہٖ تلاوت سے قبل وضو کر کے استعاذہ پڑھ کر انسان اپنے نیک اور پاکیزہ خیالات کو خدا کے دربار میں منتج کرتا ہے۔

پیارے بھائیو! قرآن کے گرد گھومنے کا تیسرا اصل جو قرآن میں بیان ہوا ہے وہ قرآن کریم کی تلاوت کو خاموشی سے سننا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ رحم کرے گا۔ کعبہ کا طواف کرتے وقت بھی خاموشی اختیار

کی جاتی ہے۔ دوران طواف تسبیح و تحمید اور تذکیر و استغفار کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت اور سنتے وقت غور و خوض کرنے کا حکم ہے۔ جہاں تذکیر و تکبیر اور تہلیل کا ذکر ہو وہاں اللہ اکبر کہا جائے۔ دعائیہ فقرات آنے پر آمین کہا جائے۔ جہاں استغفار کا ذکر ہو وہاں استغفر اللہ بولا جائے اور جہاں جہنم کی آگ کا ذکر ہو تو وہاں اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم ہے۔ یوں قرآن کے گرد گھومنے کا مفہوم بآسانی ادا ہو گا اور نئے نئے مطالب و اسرار سے آگاہی ہو گی اور قرآن سے محبت مزید بڑھے گی۔

ایک اصل جس سے قرآن کریم سے ہمیں آگاہی ہوتی ہے۔ وہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 79 میں اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے صبح کے وقت قرآن کے پڑھنے کو بھی لازم سمجھ۔ صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا یقیناً اللہ کے حضور ایک مقبول عمل ہے۔ ہر نیکی کسی بھی وقت ہو سکتی ہے لیکن بعض نیکیوں کے مقبول وقت بھی ہوتے ہیں جیسے نوافل کا مقبول وقت تہجد کا وقت ہے جو ایک انسان کو مقامِ محمود یعنی حمد والے مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت کے لئے صبح کا وقت مقبول عمل ہے جو آخری روز اُس کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اِس کی بدولت اُسے انعامات سے نوازا جائے گا۔ اس لئے قرآن کے گرد گھومنے، اُسے سمجھنے اور اُس کے احکام پر عمل کرنے کے لئے عہد و پیمان باندھنے کا وقت صبح کا وقت ہے۔ جس میں سچی خوابیں آتی ہیں اور الہامات و کشوف ہوتے ہیں۔

سامعین! قرآن پر غور و خوض کرنے کے لئے اُس کے بہت سے فضائل کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے۔ مَیں ایک اور دو بَرکتوں کا ذکر کر کے احادیث کی طرف آنا چاہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس فرقان اور ذکرِ مبارک کو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلِ پاک پر نازل کیا۔ (الشعراء:194-195) اور اللہ تعالیٰ نے تمام قسم کی تعلیمات اِس میں جمع کر دی ہیں۔ (الانعام:39) جس میں سابقہ صحیفوں کی بہترین تعلیمات بھی ہیں۔ (الاعلیٰ: 19-20) جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے۔ (الحجر:10) اس کا کوئی شُعشہ منسوخ نہیں۔ (البقرۃ:107) اِس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (النساء:83) یہ تمام عمدہ اور احسن تعلیمات جب کسی چیز میں ہوں تو اُس کو اپنی پسندیدہ چیزوں میں جگہ دی جاتی ہے۔ اُس کی قدر میں اضافہ ہو جاتا۔ اُس سے پیار بڑھ جاتا ہے اور اُسے اپنے دل میں بسایا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوارِ یقین اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی کے لئے کامل رہنما ہے قرآن کریم ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصلہ کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزارہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آبِ حیات ہماری زندگی کے لیے بھرا ہوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں کو راہ راست سے مناسبت ہے اور ایک قسم کا رشتہ ہے ان کا دل قرآنِ شریف کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم نے اُن کے دل ہی اِس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف جھکتے ہیں۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 381)

”قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں اپنی حکمتوں اپنی صداقتوں اپنی بلاغتوں اپنے لطائف ونکات اپنے انوارِ روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرمادیا ہے۔ یہ بات ہر گز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اُس کی خوبیوں کو قرار دے دیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور اپنا بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز ھَلْ مِنْ مُعَارِضٍ کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اس کے دقائق تو بحر ذخار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔ کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیط بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اس کی متابعت سے نہ ملتا ہو اور یہ باتیں بلا ثبوت نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جو صرف زبان سے کہا جاتا ہے بلکہ یہ وہ متحقق اور بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو تیرہ سو برس سے برابر اپنی روشنی دکھلاتی چلی آئی ہے اور ہم نے بھی اس صداقت کو اپنی اس کتاب میں نہایت

تفصیل سے لکھا ہے اور دقائق اور معارف قرآنی کو اس قدر بیان کیا ہے کہ جو ایک طالب صادق کی تسلی اور تشفی کے لئے بحر عظیم کی طرح جوش مار رہے ہیں۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 662-665، حاشیہ نمبر 11)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ ایک لاثانی موتی ہے اس کا ظاہر بھی نور ہے اس کا باطن بھی نور ہے اور اس کے ہر لفظ اور کلمہ میں نور ہے وہ ایک روحانی جنت ہے جس کے خوشے پھلوں سے جھکے ہوئے ہیں اور اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں...اگر قرآن نہ ہوتا تو مجھے میری زندگی کا مزہ نہ آتا۔ مَیں نے اس کے حسن کو ہزاروں یوسفوں سے بڑھ کر پایا۔“

(ترجمہ از عربی۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 545)

”میرا بڑا حصہ عمر کا مختلف قوموں کی کتابوں کے دیکھنے میں گزرا ہے مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کسی دوسرے مذہب کی تعلیم کو خواہ اس کا عقائد کا حصہ اور خواہ اخلاقی حصہ اور خواہ تدبیر منزلی اور سیاست مدنی کا حصہ اور خواہ اعمال صالحہ کی تقسیم کا حصہ ہو۔ قرآن شریف کے بیان کے ہم پہلو نہیں پایا۔“

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 62 طبع اول)

سامعین! جہاں تک احادیث میں قرآن کریم کے فضائل اور برکات کا تعلق ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ کریم سے بے حد پیار تھا۔ آپؐ اکثر تلاوت کرتے دکھائی دیتے بلکہ بعض اوقات خوش الحان صحابہ کو بُلا کر اُن سے قرآن سنا کرتے۔ ایک دفعہ حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن کریم سننے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ حضورؐ! مَیں آپؐ کو قرآن سناؤں؟ جبکہ قرآن آپؐ پر نازل ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ دوسرے سے قرآن سننا مجھے اچھا لگتا ہے۔ تب حضرت عبداللہؓ نے سورۃ النساء کی تلاوت فرمائی۔

(بخاری کتاب الفضائل)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی برکات و فضائل کا ذکر کر کے صحابہؓ کو قرآن کریم کی تلاوت کرنے، اِس کی تعلیمات پر غور کرنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔

جیسے فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

(بخاری کتاب الفضائل)

کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

یہ بھی ایک انداز ہے قرآن کے اِرد گرد رہنے کا اور اُسے اپنا کعبہ بنانے کا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے جس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا وہ کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کا عادی ہے گلِ ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اُس فاجر کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا حنظل کی طرح ہے جس میں مہک اور خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 183 حدیث 154)

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص علم سیکھے اور پھر اپنے بھائی کو سکھائے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 172 حدیث 135)

سامعین! پھر ایک دلچسپ حدیث یوں ملتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجدِ نبوی میں تشریف لائے۔ صحابہ دو گروہوں میں بیٹھے تھے۔ ایک گروہ تلاوتِ قرآن میں مصروف دُعا کر رہا تھا جبکہ دوسرا قرآن کا علم سیکھ رہا اور سکھلا بھی رہا تھا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے گروہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔

(ابن ماجہ)

اگر ان دونوں احادیث کو سامنے رکھ کر عنوانِ بالا کے ساتھ ملائیں تو قرآن کے گرد گھومنے اور اِسے کعبہ قرار دینے کا مفہوم اُجاگر ہوتا ہے۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم قرآن سے بہت پیار کریں اور اِسے کعبہ سمجھ کر

تعظیم دیں اِس کے علم کو سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں اور ہمیشہ حضرت مسیحِ موعودؑ کے اِس شعر کو سامنے رکھیں۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی اور دنیا کی نگاہ میں بھی کبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرنا ہے اور اگر آپ نے اس غرض کو جس کے لئے یہ جماعت قائم کی گئی ہے حاصل کرنا ہے تو ضروری ہے کہ آپ قرآن کریم سے پیار کرنے والے ہوں۔ اس طرح کہ اس کے تمام احکام پر عمل کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم کی عزت کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم کے نور سے خود بھی منور ہوں اور پھر اس نور کی دنیا میں اشاعت بھی کریں۔

خدا تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں حقیقی احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔“

(الفضل 17 اگست 1966ء صفحہ 2-6)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”جیسا کہ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌO فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍO لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ:78-80) کہ یقیناً ایک عزت والا قرآن ہے، ایک چھُپی ہوئی کتاب ہے، محفوظ کتاب ہے کوئی اسے چھُو نہیں سکتا، سوائے پاک کئے ہوئے لوگوں کے۔

ان آیات میں جہاں غیر مسلموں کے لئے قرآن کریم کی عزت و عظمت کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کو بتایا گیا ہے کہ اس کی عظمت ہے۔ ایک ایسی کتاب ہے جو بیش بہا خزانہ ہے۔ جس کی تعلیم محفوظ ہے یعنی اس کے نزول کے وقت سے یہ محفوظ چلی آرہی ہے اور تا قیامت محفوظ رہے گی۔ لیکن فائدہ وہی اٹھائیں گے جو پاک دل ہو کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔ وہاں مسلمانوں کے لئے بھی اس میں نصیحت ہے کہ صرف مسلمان ہو کر اس سے فیض نہیں پایا جا سکتا۔ جب تک پاک دل ہو کر اس پر عمل نہیں کرتے اور اس کا مکمل

فہم حاصل نہیں کرتے اور اس دُرِّ مکنون کو حاصل کرنے کے لئے ان مُطَهَّرِیْن کی تلاش نہیں کرتے جن کو خدا تعالیٰ نے اس کے فہم سے نوازا ہے یا نوازتا ہے اور اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور خدا تعالیٰ کے وعدے کے مطابق یہ مقام آنے والے مسیح و مہدی کو ہی ملنا تھا اور ملا ہے اور خدا تعالیٰ سے براہ راست علم پا کر آپؑ نے اس عظیم کتاب کے اسرار و رموز ہم پر کھولے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11 ستمبر 2009ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قرآن کریم میں خدا تعالیٰ ہدایت پانے کے بارے میں فرماتا ہے۔ اس میں قرآنی تعلیم کے مطابق روحانی ہدایت بھی ہے اور آئندہ آنے والے علوم کی طرف راہنمائی کی ہدایت بھی ہے۔ فرمایا وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ (النمل:93) اور یہ کہ قرآن کی تلاوت کرو۔ پس جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی خاطر ہدایت پاتا ہے۔ پھر تلاوت کرنے سے قرآن کریم میں ہدایات نظر آئیں گی۔ لیکن ہر قسم کی ہدایت وہی پاسکتے ہیں جن کے متعلق یہ فیصلہ آچکا ہے کہ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کہ جب تک پاک صاف نہیں ہوں گے۔ اس کے بغیر سمجھ نہیں آئے گی۔ قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے بھی پاک ہونا شرط ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11 ستمبر 2009ء)

آپ فرماتے ہیں:

”اگر ایک مومن کو قرآنِ کریم سے حقیقی محبت ہے تو وہ اس معیار پر خود بھی پہنچنے کی کوشش کرے گا اور کرتا ہے اور اپنے بچوں کو بھی وہاں تک لے جانے کی کوشش کرے گا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ شر اور برائی سے رکنا کوئی کمال نہیں۔ کسی بری حرکت سے رکنا، کسی شر سے رکنا یہ تو کوئی کمال نہیں ہے۔ یہ ہمارا مطمحِ نظر نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمیں اپنے ٹارگٹ بڑے رکھنے چاہئیں اور اُس کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے کہ قرآنِ کریم میں بیان ہوئی ہوئی تمام قسم کی نیکیوں کو اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش کریں۔ جب یہ کوشش ہر مرد، عورت اور بچے سے ہو رہی ہو گی تو ایک پاک

معاشرے کا قیام ہو رہا ہو گا۔ اُس معاشرے کا قیام ہو گا جس کو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ آئے دن جو اسلام اور قرآنِ کریم پر اعتراض کرنے والے ہیں اُن کے منہ بھی بند ہوں گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 دسمبر 2011ء)

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اَعمیٰ نکلا

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿18﴾　　﴿مشاہدات۔195﴾

قرآن، جواہرات کی تھیلی ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل:83)

ترجمہ: اور ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفاء ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور وہ ظالموں کو گھاٹے کے سوا کسی اور چیز میں نہیں بڑھاتا۔

یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مُہیا نکلا

سامعین! مجھے آج آپ کے سامنے ”قرآن، جواہرات کی تھیلی ہے“ کے عُنوان پر کچھ کہنا ہے۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو قرآن بہت پیارا تھا۔ آپؑ عاشقِ قرآن تھے۔ آپؑ نے قرآن کی تعریف میں نثر اور منظوم کلام میں بہت کچھ تحریر فرمایا۔ آپ کا قرآن کی مدح میں یہ فقرہ سُنہری حروف سے لکھا جائے گا کہ ”قرآن، جواہرات کی تھیلی ہے“۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”قرآن جواہرات کی تھیلی ہے اور لوگ اِس سے بے خبر ہیں“

(ملفوظات جلد2 صفحہ 344)

سامعین! اِس چھوٹے سے فقرے میں کیا ہی عمدگی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے معارف، محاسن اور حقائق پر روشنی ڈالتے ہوئے اِس عظیم کتاب سے فائدہ اٹھانے اور اِس سے مستفیض ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپؑ نے اِس لازوال فقرہ میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآنِ کریم کو جواہرات کی تھیلی قرار دیا ہے۔ جواہرات کسی ایک قیمتی موتی، پتھر یا ہیرے کو نہیں کہتے بلکہ دنیا بھر میں پائے جانے والے تمام قیمتی پتھروں کے مجموعہ کو کہتے ہیں جن میں ہیرے، نایاب موتی،

زمرّد، یاقوت و مرجان، زرقون، فیروزہ، عقیق، درِّ نجف وغیرہ وغیرہ سب شامل ہیں اور پھر یہ تمام بکھرے ہوئے نہیں پڑے بلکہ ایک تھیلی میں جمع ہیں۔ پُرانے وقتوں میں لوگ بالخصوص خواتین اپنی قیمتی اشیاء کو چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں رکھا کرتی تھیں جن کو عُرفِ عام میں پوٹلی بولا جاتا تھا۔ اُمراء اور بادشاہوں کے ہاں یہ تھیلیاں بہت خوبصورت ہوتی تھیں جن میں قیمتی زیورات اور اشرفیاں رکھی جاتی تھیں۔ جو وہ رعایا یا وزیروں میں اُن کے اچھے کاموں پر خوش ہو کر بطور انعام کے تقسیم کیا کرتے تھے۔ زیورات کے لئے باکسز (Boxes) کا رواج تو بہت بعد کی ایجاد ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کو دنیا میں پائے جانے والے تمام جواہرات (Gems) کی تھیلی قرار دیا ہے۔ تھیلا نہیں کہا اِس میں حکمت یہ ہے کہ تھیلے میں گو جواہرات زیادہ آجاتے ہیں لیکن اِن کو ساتھ لے کر جانا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن تھیلی کو آپ باآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکتے ہیں، باآسانی کسی کو دے سکتے ہیں۔ دراصل حضرت مسیح موعودؑ اپنے فرماروأں کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قرآنی جواہرات (تعلیمات) کو زیادہ سے زیادہ لوگوں میں بانٹیں تا لوگ اِس سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوں۔ خود بھی مطالعہ کریں۔ اِس کی تلاوت کرتے رہیں جہاں بھی اِس کی تعلیم دینے کی ضرورت محسوس کریں اپنے تھیلی کو جو ہر وقت آپ کے ساتھ ہے کھولیں اور اُس میں سے مائدہ تقسیم کرنا شروع کر دیں تا آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهٗ کے مصداق بن سکیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں جواہرات کی تھیلی کا ذکر فرمایا وہاں ساتھ ہی فرمایا کہ "اور لوگ اِس سے بے خبر ہیں۔" اِس لئے قرآن کے علم کو ہر نفس تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں قرآن، جواہرات کی تھیلی ہے کی تائید میں فرماتا ہے:

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی (الاعلیٰ:19-20)

ترجمہ: یقیناً یہ ضرور پہلے صحیفوں میں بھی ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِن آیات کے ذیل میں ترجمۃ القرآن کے فُٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

”یہاں قرآن کریم کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اِس نے گزشتہ صحیفوں کی ہر بہترین تعلیم کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے۔ صُحفِ ابراہیم میں سے بھی بہترین تعلیم اِس میں موجود ہے اور صُحفِ موسیٰ میں سے بھی“

(ترجمۃ القرآن صفحہ 1160)

سامعین! پھر اللہ تبارک و تعالیٰ سورت البینہ میں فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ کہہ کر ایک اور سندِ تائید عنوانِ بالا کے حق میں پیش فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کا رسول یعنی حضرت محمدؐ جو صُحفِ مُطہّرہ پڑھتا تھا۔ اُن میں قائم رہنے والی اور قائم رکھنے والی تعلیمات ہیں۔ یہ لَوحِ محفوظ ہے (البروج) یہ الفرقان ہے (الفرقان) یہ ذکرِ مُبارَک ہے (الانبیاء) یہ کتاب مسطور اور کتابِ مکنون ہے۔

آپ سامعین کے سامنے قرآن کے فضائل قرآن ہی کی زبان سے بیان ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فصیح و بلیغ زبان عربی میں نزول کا ذکر سورۃ یوسف اور سورۃ الرعد میں کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے کلام کی عظمت میں ایک یہ بات بھی داخل ہے کہ یہ عظیم الشان شعریت سے پُر ہے اور قرآن کریم کی شعری فصاحت و بلاغت سے متاثر ہو کر بہت سے شعراء نے شعر کہنے ہی چھوڑ دیئے تھے۔ لیکن اس کے نتیجہ میں یہ گمان کرنا کہ نعوذ باللہ من ذٰلک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ایک اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے اس لئے غلط ہے کہ شاعر تو ہر وادی میں بھٹکتا پھرتا ہے مگر قرآن تو ایسی کتاب نہیں جو بے سبب ہر وادی میں بھٹکتی پھرے۔“

(ترجمۃ القرآن از تعارفی نوٹ۔ سورۃ الشعراء۔ صفحہ: 626)

پھر آپؒ سورت الذاریات کے متعلق فرماتے ہیں۔

”یہ کلام فصاحت و بلاغت کا مرقع ہے۔ آسمان سے بیج بکھیرنے والیوں کے ذکر کے بعد اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہارے رزق کے سب ذرائع آسمان سے اترتے ہیں لیکن ایک آسمانی رزق وہ بھی ہوتا ہے جس کی کُنہ انسان نہیں سمجھ سکتا اور فرشتوں کو بھی وہی رزق دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے مہمانوں کا ذکر فرمایا جو ملائک تھے اور انسانی روپ میں آپؑ پر ظاہر ہوئے تھے۔ جب اُن کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ بہترین رزق رکھا جو انسانوں کی زندگی کا سہارا بنتا ہے تو انہوں نے اس کو کھانے سے انکار کر دیا کیونکہ ان کو عطا ہونے والا رزق مختلف نوعیت کا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے بعد اور بہت سے گزشتہ انبیاء کا بھی ذکر فرمایا۔ اس کے بعد ایک ایسی آیت ہے جو آسمان کے ہمیشہ وسعت پذیر ہونے کا ذکر کرتی ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی انسان کو واہمہ تک نہ تھا۔ فی زمانہ ماہرینِ فلکیات نے یہ حقیقت پیش کی ہے کہ آسمان ہمیشہ وسعت پذیر رہتا ہے یہاں تک کہ ایک اجلِ مسمّی تک پہنچنے کے بعد پھر ایک مرکز کی طرف لوٹ آئے گا۔ رزق کے مضمون کو اس رنگ میں بھی پیش فرمایا کہ تمام انسانی اور ملکوتی وجود بہر حال کسی نہ کسی نوعیت کے رزق کے محتاج ہیں۔ صرف ایک ذات ہے جو کسی رزق کی محتاج نہیں اور وہ اللہ کی ذات ہے جو رازقِ کُل ہے۔"

(ترجمۃ القرآن از تعارفی نوٹ سورۃ الذاریات صفحہ: 943-944)

سامعین! اگر قرآن کا ہم دیگر الہامی کتب سے موازنہ کریں تو قرآن کے علاوہ دوسری الہامی کتب میں اختلافات نظر آتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے متعلق فرماتا ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَلَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا (النساء: 83)

ترجمہ: پس کیا وہ قرآن پر تدبّر نہیں کرتے؟ حالانکہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اِس آیت کے تفسیری نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کی صداقت کی یہ دلیل دی گئی ہے کہ اس کی آیات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا حالانکہ یہ تئیس سال تک ایک نبی اُمّی پر نازل ہوتا رہا ہے۔ تئیس سال کے عرصہ میں کتنی ہی باتیں اکثر بہت پڑھے لکھے آدمیوں کو بھی بھول جاتی ہیں تو ایک نبی اُمّی کے لئے کیسے ممکن تھا کہ وہ کتاب اپنی طرف سے بناتا اور اس میں کوئی اختلاف نہ ہوتا۔"

(ترجمۃ القرآن تفسیری نوٹ سورۃ النساء۔ آیت: 83 صفحہ: 145)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”جاننا چاہیے کہ کُھلا کُھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہلِ زبان پر روشن ہو سکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک ملک کے آدمی کو خواہ ہندی ہو یا پارسی یا یورپین یا امریکن یا کسی اور ملک کا ہو ملزم وساکت ولاجواب کر سکتے ہیں۔ وہ غیر محدود معارف و حقائق و علومِ حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کُھلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔ اگر قرآن شریف اپنے حقائق و دقائق کے لحاظ سے ایک محدود چیز ہوتی تو ہر گز وہ معجزہ تامّہ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔“

(روحانی خزائن جلد 3 ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ: 255-256)

معزز سامعین! قرونِ اولیٰ میں بھی قرآن کریم کی محبت اور عشق کی عظیم داستانیں رقم ہوئی ہیں۔ ایک مشہور شاعر کو جب کسی صحابی نے پوچھا کوئی شعر سنائیں تو انہوں نے جواب دیا جب سے قرآن کریم سنا ہے شعر کہنا چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

سامعین! قرآن کریم کے فضائل اور معارف پر تو کسی کو کلام نہیں۔ دشمن بھی اِس کو سچا مانتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سورتوں اور بعض آیات کے پڑھنے، اِن کی تلاوت کرنے اور بار بار دہرانے کو بابرکت قرار دیا ہے اور انعامات بتلائے ہیں جیسے سورۃ البقرۃ کے متعلق فرمایا:

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور جس گھر میں سورۃ البقرۃ کی تلاوت کی جائے وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا: تجھے بشارت ہو کہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات دو نور ہیں جو تجھ سے پہلے کسی بھی نبی کو نہیں دیئے گئے۔

(کنز العمال)

رات کو آیۃ الکرسی پڑھنے سے صبح تک انسان خدا کی حفاظت میں رہتا اور شیطان قریب نہیں آتا۔

(بخاری)

سورۃ کہف کی پہلی دس اور آخری دس آیات کے بارے فرمایا:
جس نے یاد رکھیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(مسلم)

حضرت رافع بن معلّیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کیا میں تجھے مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے قرآن مجید کی سب سے بڑی سورۃ نہ سکھاؤں؟۔ پھر آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ جب ہم باہر نکلنے لگے تو مَیں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے قرآن کریم کی سب سے بڑی سورۃ مجھے سکھانے کے متعلق فرمایا تھا۔ اس پر آپؐ نے کہا یہ سورۃ اَلْحَمْد ہے، یہ سبعِ مَثَانی ہے۔ یعنی اس کی سات آیتیں بار بار نازل ہوئیں اور بار بار پڑھی جائیں گی۔ یہی وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل فاتحۃ الکتاب)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(حدیث قدسی)

جس کو قرآن کریم نے اور میرے ذکر نے مصروف رکھا اور اس نے سوال نہ کیا تو میں اُسے اُن لوگوں سے زیادہ عطا کروں گا جن کو سوال کرنے پر مَیں دیتا ہوں۔

(ترمذی)

پھر فرمایا۔

اَلَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِی یَقْرَأُهٗ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ فَلَهٗ اَجْرَانِ

(سنن ابی داؤد باب فی ثواب قرأۃ القرآن)

یعنی جو شخص قرآن کو اچھی طرح مہارت کے ساتھ پڑھتا ہے وہ بڑی عزت والے فرشتوں اور نبیوں اور عاشقِ قرآن بزرگ صحابہ کے ساتھ ہو گا اور جو شخص قرآن کو کوشش اور محنت کر کے پڑھتا ہے اسے دو گنا ثواب ملے گا۔ ایک تو قرآن پڑھنے کا ثواب اور دوسرا محنت اور مشقت کرنے کا اجر۔

سامعین! احادیث میں قرآن کریم سیکھنے ، پڑھنے اور تلاوت کرنے والوں کے لئے بہت سے فضائل و برکات کا ذکر ملتا ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے بعض لوگ خدا کے گھر والے ہوتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کی۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: اَھْلُ الْقُرْآنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّۃٗ

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 128)

یعنی قرآن کو پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے اللہ کے اہل ہیں۔ گویا اللہ کے گھر کے افراد اور خواص۔

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

قرآن کریم کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو اس میں تمہاری زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر حدیث اور قول پر قرآن کریم کو مقدم رکھیں گے آسمان پر ان کو مقدم رکھا جائے گا۔ روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خُوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے
کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لُولُوئے عمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

آپؑ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

”ہم سچ سچ کہتے ہیں اور سچ سچ کہنے سے کسی حالت میں رُک نہیں سکتے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے نہ ہوتے اور قرآن شریف جس کی تاثیریں ہمارے آئمہ اور اکابر قدیم سے دیکھتے آئے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں، نازل نہ ہوا ہوتا تو ہمارے لئے یہ امر بڑا ہی مشکل ہوتا کہ جو ہم فقط بائبل کے دیکھنے سے یقینی طور پر شناخت کر سکتے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح اور دوسرے گزشتہ نبی فی الحقیقت اُسی پاک اور مقدّس جماعت میں سے ہیں جن کو خدا نے اپنے لطفِ خاص سے اپنی رسالت کے لئے چُن لیا ہے۔ یہ ہم کو فرقانِ مجید کا احسان ماننا چاہیے جس نے اپنی روشنی ہر زمانہ میں آپ دکھلائی اور پھر اس کامل روشنی سے گزشتہ

نبیوں کی صداقتیں بھی ہم پر ظاہر کر دیں اور یہ احسان نہ فقط ہم پر بلکہ آدمؑ سے لیکر مسیحؑ تک اُن تمام نبیوں پر ہے کہ جو قرآن شریف سے پہلے گذر چکے۔"

(روحانی خزائن جلد 1 براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ 290)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کو مومنین کے لیے شفا اور رحمت کے طور پر نازل فرمایا اور ساتھ ہی اِس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا کہ ہم نے اس کو دائمی رحمت بنایا ہے اور قیامت تک کے لیے حفاظت کی ضمانت دی ہے کیونکہ یہ جواہرات کی تھیلی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اس سے ایسا پیار کرو کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْآنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن کریم میں ہیں۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق بھی یہی تھا کہ اس الٰہی کتاب کو دن رات پڑھتے آپ گھر سے الگ ہو کر مسجد میں بیٹھ جاتے اور قرآن کریم پر غور فرماتے رہتے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے دس ہزار مرتبہ قرآن کریم پڑھا ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا قرآن کریم کو بہت پڑھنا چاہیے اور پڑھنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے طلب کرنی چاہیے ہر ایک کو خود بخود اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی توفیق نہیں ہے اس کا واسطہ اور ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم ہیں۔

"حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ جس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا وہ کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کا عادی ہے گُلِ ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو تو

اچھی ہوتی ہے لیکن اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا حَنْظَل کی طرح ہے جس میں مہک اور خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔“

(ابوداؤد کتاب الادب باب من یؤمران یجالس)

سامعین! ہم سب کو چاہیے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں دل و جان سے مصروف ہو جائیں اسوقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت نہیں ٹھہرے گی۔

نظیر اسکی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحمن ہے

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اب آسمان پر وہی عزت پائے گا جو قرآن کریم کو عزت دے گا اور قرآن کریم کو عزت دینا یہی ہے کہ اسکے ہر حکم پر عمل کیا جائے پس ہر ایک احمدی کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے کہ وہ اور اسکے بیوی بچے بھی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے ہوں۔

جمال حسن قران نور جان ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند آوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

” اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی روشن کتاب سے فیض پانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی ضرورت ہے یا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ان دونوں چیزوں سے جڑنا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کا جو اعلیٰ ترین نمونہ ہے وہ آپؐ کی تربیت کی وجہ سے، قوت قدسی کی وجہ سے آپؐ کے صحابہؓ نے دکھایا اور وہ لوگ پھر صرف اندھیروں سے روشنی کی طرف ہی نہیں آئے بلکہ انہوں نے رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ کا اعزاز پایا۔ پس صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان نُوروں سے فیض پا کر ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ بن گئے۔ ان کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ

ستاروں کی مانند ہیں جن سے تم راستوں کی طرف راہنمائی حاصل کرتے ہو۔ پس یہ لوگ بھی وہ تھے جو صراطِ مستقیم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن گئے۔ پس کیا خوش قسمت تھے وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض پایا اور اندھیروں سے نور کی طرف جانے کی منزلیں جلد جلد طے کرتے چلے گئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق آخری زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو بھیجا جس کو پھر اپنے آقا و مُطاع کے نُور کا پَرتو بنا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مصطفیٰؐ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

(روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 225)"

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 576)

پھر فرمایا:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت سے بھی یہ توقع رکھتے تھے اور یہ تعلیم دیتے تھے کہ قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق اور محبت قائم ہو۔ اِسی لئے شرائطِ بیعت میں قرآن کریم کی تعلیم اپنے پر لاگو کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنے کی طرف آپ نے خاص توجہ دلائی ہے۔ ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں: "اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدّم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدّم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کیلئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 116-117)

﴿19﴾ ﴿مشاہدات۔4﴾

دعا کے لیے اگر جلدی جواب مل جائے تو عموماً اچھا نہیں ہوتا

(حضرت مسیح موعودؑ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ

(الاعراف:206)

اور تُو اپنے رب کو اپنے دل میں کبھی گڑگڑاتے ہوئے اور کبھی ڈرتے ڈرتے اور بغیر اونچی آواز کئے صبحوں اور شاموں کے وقت یاد کیا کر اور غافلوں میں سے نہ ہو۔

وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فقرہ ہے کہ **"دعا کے لیے اگر جلدی جواب مل جائے تو عموماً اچھا نہیں ہوتا"**

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تقاریر، دروس، مجالس عرفان اور گفتگو میں بارہا اَلطَّرِیْقَةُ کُلُّھَا اَدَبٌ کا محاورہ استعمال فرمایا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر کمال کو پہنچنے کے لیے اس کی متعین شدہ ادب گاہوں اور ادب راہوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ لقائے باری تعالیٰ بھی ایک کمال کا درجہ ہے جس تک رسائی کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آداب مقرر فرمائے ہیں۔ مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ رمضان المبارک کی مناسبت سے یہاں کچھ آداب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی زبانی درج کیے جارہے ہیں تا ان کو اپنا کر اپنا مدّعا، اپنے جذبات اور دعائیں اس اللہ کے دربار میں رکھی جاسکیں جو مجیب الدعوات ہے۔

ان ارشادات میں سے ایک ارشاد زیر نظر عنوان میں درج ہے۔ جسے حضرت اقدسؑ کی پاک باتیں کے عنوان کے تحت لکھا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"یاد رکھو کہ دعا کے لیے اگر جلدی جواب مل جاوے تو عموماً اچھا نہیں ہوتا۔ پس دعا کرتے ناامید نہ ہو۔ دعا میں جس قدر دیر ہو اور اس کا بظاہر کوئی جواب نہ ملے تو خوش ہو کر سجدہ ہائے شکر بجالاؤ کیونکہ اس میں بہتری اور بھلائی ہے۔ توقّف کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 237 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! یہ ایک ایسا لطیف مضمون ہے جس کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے اولاد کے متمنی ہوتے ہیں اور اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں تو اس کے لیے کم از کم نو ماہ انتظار بھی کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو قرآن کریم میں بارہا اس انداز میں بھی بیان فرمایا ہے کہ جب ان کی دعاؤں کے طفیل دادرسی کر دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی طرف جھکنا چھوڑ دیتے ہیں یا کم کر دیتے ہیں۔ جبکہ دعاؤں میں تسلسل ضروری ہے۔ اس بزرگ کا واقعہ آداب دعا میں ہمیشہ ملحوظ خاطر رہنا چاہیے جو ایک لمبے عرصہ سے ایک دعا کر رہا تھا کہ اسے ایک رات آواز سنائی دی کہ تمہاری دعا ردّ کی جاتی ہے۔ یہ الفاظ اس کے قریب سوئے مہمان نے بھی سن لیے جس نے صبح ہوتے ہی دعا گو بزرگ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ اتنے سالوں سے دعا کر رہے ہیں اور قبول نہ ہونے کی صدا میں نے بھی سنی ہے پھر کیوں آپ اس دعا کو دوام بخش رہے ہیں؟۔ تو بزرگ نے جواباً کہا کہ میرا کام خدا سے مانگنا ہے دینا یا نہ دینا خداوند کریم کا کام ہے۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔ لکھا ہے کہ بالآخر تیس سالوں کے بعد اس کو قبولیت کی خوشخبری سنا دی گئی۔

یقینی والی کیفیت نہ ہو۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ پر یقین بھی اٹھ جانے کا خطرہ موجود ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مثال یوں بیان فرمائی کہ اگر ایک بچہ مختلف کھلونوں سے کھیلتا ہوا آگ کے انگارے کو بھی کھلونا سمجھ کر پکڑنے لگے تو اس کی ماں کبھی بچے کو آگ کے دہکتے ہوئے کوئلے کے پاس نہیں جانے دے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحیمیت اپنے بندوں (جو اس کی عیال ہے) سے ماں سے بھی زیادہ ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ جو دعا ایک بندہ کر رہا ہے یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ نہیں۔

سامعین! اب خاکسار آپ کے سامنے دعا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات رکھتا ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ایسے لوگ جنہوں نے دعا کے لیے استقامت اور استقلال سے کام نہیں لیا اور آداب دعا کو ملحوظ نہیں رکھا جب ان کو کچھ ہاتھ نہ آیا تو آخر وہ دُعا اور اس کے اثر سے منکر ہو گئے اور پھر رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ سے بھی منکر ہو بیٹھے کہ اگر خدا ہوتا تو ہماری دعا کو کیوں نہ سنتا۔ ان احمقوں کو اتنا معلوم نہیں کہ خدا تو ہے مگر تمہاری دعائیں بھی دعائیں ہوتیں۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 617 ایڈیشن 1988ء)

”قبولیت دعا کے واسطے چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ تب کسی کے واسطے دعا قبول ہوتی ہے۔ شرط اوّل یہ ہے کہ اتّقا ہو یعنی جس سے دعا کروائی جاوے وہ دعا کرنے والا متّقی ہو۔ تقویٰ احسن واکمل طور پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا تھا۔ آپؐ میں کمال تقویٰ تھا۔ اصول تقویٰ کا یہ ہے کہ انسان عبودیت چھوڑ کر الوہیّت کے ساتھ ایسا مل جاوے جیسا کہ لکڑی کے تختے دیوار کے ساتھ مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی شے حائل نہ رہے... دوسری شرط قبولیت دعا کے واسطے یہ ہے کہ جس کے واسطے انسان دعا کرتا ہو اس کے لیے دل میں درد ہو۔ اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ

(النمل:64)

تیسری شرط یہ ہے کہ وقت اصفٰی میسر آوے۔ ایسا وقت کہ بندہ اور اس کے رب میں کچھ حائل نہ ہو.... چوتھی شرط یہ ہے کہ پوری مدت دعا کی حاصل ہو یہاں تک کہ خواب یا وحی سے اللہ تعالیٰ خبر دے۔ محبت واخلاص والے کو جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 535-536 ایڈیشن 1988ء)

”دعا کی قبولیت میں تاخیر ڈالنے والے یا دعا کے ثمرات سے محروم کرنے والے بعض مکروہات ہوتے ہیں جن سے انسان کو بچنا لازم ہے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 287 ایڈیشن 1988ء)

”دعا کی قبولیت میں تاخیر ڈالنے والے یا دعا کے ثمرات سے محروم کرنے والے بعض مکروہات ہوتے ہیں جن سے انسان کو بچنا لازم ہے۔“ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 287 ایڈیشن 1988ء)

”بعض لوگ تھک جاتے ہیں .....ایسے لوگوں کو میں مخنّث سمجھتا ہوں۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر تیس چالیس برس گزر جاویں تب بھی تھکے نہیں اور باز نہ آوے..... اللہ تعالیٰ دعا کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 106 ایڈیشن 1988ء)

”حضرت یعقوب علیہ السلام......چالیس برس تک......دعائیں کرتے رہے...... آخر چالیس برس کے بعد وہ دعائیں کھینچ کر یوسف علیہ السلام کو لے ہی آئیں۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 152 ایڈیشن 1988ء)

”دعا صرف زبان سے نہیں ہوتی بلکہ دعا وہ ہے کہ ”جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 107 حاشیہ ایڈیشن 1988ء)

”دعا تو ایک ایسی چیز ہے جو ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے......لوگوں کو دعا کی قدر و قیمت معلوم نہیں وہ بہت جلد مُلول ہو جاتے ہیں...... حالانکہ دعا ایک استقلال اور مداومت کو چاہتی ہے...... اخلاص اور مجاہدہ شرط ہے جو دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 615 ایڈیشن 1988ء)

”مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جب کہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اُٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم،

حیاوالا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔" (لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 222-223)

"نشان کی جڑ دعا ہی ہے۔ یہ اسمِ اعظم ہے اور دنیا کا تختہ پلٹ سکتی ہے۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے اور ضرور ہے اور ضرور ہے کہ پہلے ابتہال اور اضطراب کی حالت پیدا ہو۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 202 ایڈیشن 1988ء)

"اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات **انبیاء** سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ **اولیائے** کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی **دُعا** ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشہ دکھلا رہے ہیں۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ **وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا** اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَ حُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ۔"

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 10-11 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن 2008ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 17 فروری 2023ء کو فن لینڈ کے خدام اور اطفال کے ساتھ ایک ورچوئل ملاقات میں ایک خدام کے سوال کے جواب میں کہ آج کل جماعت کے اوپر ظلم و ستم بہت بڑھ گئے ہیں آخر کب تک جماعت کو ان مظالم سے چھٹکارہ مل سکے گا؟

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

"کب ملے گا، جب آپ اپنی دعاؤں کو انتہا پر پہنچادیں گے۔ پہلے اپنا جائزہ لیں کس حد تک آپ نے اللہ سے تعلق پیدا کر لیا! ہم موسیٰ کی طرح یہ نہیں کریں گے، نظمیں تو گا دیتے ہو، ترانے پڑھ دیتے ہو۔ کیا

اللہ تعالیٰ کے حق ادا کر رہے ہیں ہم؟ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ہم ادا کر رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں قرآن کریم میں تعلیم دی ہے اخلاق اور کردار کے بہتر کرنے کی اس پر ہم عمل کر رہے ہیں سو فیصد؟ کیا ہم رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں جماعت کی ترقی کے لیے اور ظلموں سے چھٹکارے کے لیے؟ یہ تو ہمارے پہ بھی Depend کرتا ہے۔ باقی یہ وقت لیتا ہے کہ بعض دفعہ trial لمبے ہو جاتے ہیں۔ **میں نے بتایا تھا کہ ایک دفعہ میں نے دعا کی کہ کب چھٹکارہ ملے گا؟ تو مجھے یہی بتایا اللہ میاں نے کہ اگر ساری جماعت تین دن یونس کی قوم کی طرح آہ و زاری کرنے لگ جائے، ہر ایک بچہ، بڑا، بوڑھا، جوان اللہ تعالیٰ کے آگے چلّائے گا تو تین دن میں مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا قصور ہے۔** ایک دو کی دعاؤں سے کام نہیں ہونا۔ ہاں آہستہ آہستہ دعاؤں سے مسائل حل ہوتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں تھیں اس کے باوجود مکہ میں تیرہ سال سختیاں برداشت کرنی پڑیں۔ مدینہ میں بھی فتنے اٹھتے رہے اس کے بعد بھی فتنے اٹھتے رہے اور آخر مسلمانوں کے ایمان اور دعاؤں کی وجہ سے آہستہ آہستہ حالات ٹھیک ہو گئے۔ یہ تو ہم پہ بھی depend کرتا ہے کہ ہم کس حد تک اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والے ہیں، کس حد تک دعائیں کرنے والے ہیں۔ باقی ان شاء اللہ اگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ ایک وقت معین ہے کہ اُس وقت تک ہونا ہے تو اس وقت تک ہو گا اور یہ ان شاء اللہ ہو گا تو late تو ہو سکتا ہے۔ موسیٰ کی قوم نے بھی انکار کر دیا تھا تو چالیس سال تک اللہ تعالیٰ نے ان کو دھکے کھلائے ناں پھر **ہم نے انکار تو نہیں کیا ہم میں تو بہت نیک لوگ ہیں بہت دعائیں کرنے والے ہیں، بہت بزرگ قسم کے لوگ ہیں، ہر جماعت میں ہیں، ہر طرح کی قربانیاں کرنے والے ہیں۔** اب پچھلے دنوں میں دیکھو! افریقہ میں لوگوں نے ایک مثال قائم کر دی قربانی کی۔ وہ قربانی ایسی ہے جو حقیقت میں صاحبزادہ عبد اللطیف شہید کی قربانی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہے کہ سامنے دیکھتے ہوئے انکار کیا جھوٹ کا اور حق پر قائم رہے اور اپنی جان دے دی۔ اسی طرح 74ء میں گوجرانوالہ میں بھی بعض واقعات ایسے ہوئے تھے کہ جہاں لوگوں نے اس طرح قربانی دی تھی اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ترقی دی۔ پھر جب بھی ہمارے خلاف سختیاں ہوئی ہیں ۔جماعت اگر ایک جگہ سے دبائی جاتی ہے تو دوسری جگہ ترقیات مل رہی ہوتی ہیں۔ یا تو کہو ناں کہ جماعت پھیل نہیں رہی۔ آپ لوگ یہاں آ گئے، یہاں پاکستان سے بہتر حالت میں ہیں ناں، **یہاں اگر آپ لوگ**

دین کے اوپر قائم رہیں اور آپ کی نسلیں دین پر قائم رہیں تو مزید پھلیں پھولیں بڑھیں گی اور ایک وقت آئے گا جب آپ پاکستان میں بھی آزادی سے جا سکیں گے اور وہاں پہ جو نام نہاد ملا اور اسلام کے علمبر دار نام کے وہ آپ لوگوں کے سامنے سر نگوں ہوں گے ان شاء اللہ۔ وہ وقت بھی آئے گا تو یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کتنا عرصہ لینا ہے لیکن ہمیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے جو ہمارا فرض بنتا ہے باقی اللہ تعالیٰ، ان شاء اللہ تعالیٰ حالات بدلے گا۔"

(روزنامہ الفضل آن لائن 27 فروری 2023ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی دعائیں کرنے کی توفیق دے جو مقبول ہوں۔ آمین

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدَل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

☆☆☆☆

﴿20﴾ ﴿مشاہدات۔780﴾

(تقریر)

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفٰی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

(الاحزاب:22)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے

”بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفٰی“

یہ شعر شیخ سعدی کا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ
ترکِ دنیا، پرہیز گاری اور صدق و صفا کے لئے ضرور کوشش کرتا رہ لیکن مصطفٰیؐ کے بتائے ہوئے طریقوں سے تجاوز نہ کر۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیخ سعدی کے اِس شعر کو اپنی گفتگو میں بہت دفعہ استعمال فرمایا ہے۔ جیسے ایک موقع پر احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمدؐ کی کما حقہٗ پیروی

کرنے کی تلقین میں فرمایا کہ صدق وصفا اور پرہیز گاری کے طریقے ضرور اپنائے جائیں مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں سے آگے ہر گز نہ بڑھیں۔

چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

”مَیں یہ بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے تراشے ہوئے وظائف اور اَوراد کے ذریعہ سے ان کمالات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ جو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار نہیں کیا وہ محض فضول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر منعم علیہ کی راہ کا سچا تجربہ کار اور کون ہو سکتا ہے۔ جن پر نبوّت کے بھی سارے کمالات ختم ہو گئے۔ آپؐ نے جو راہ اختیار کیا ہے وہ بہت ہی صحیح اور اقرب ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر اور ایجاد کرنا، خواہ وہ بظاہر کتنا ہی خوش کرنے والا معلوم ہوتا ہو۔ میری رائے میں ہلاکت ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے خدا ملتا ہے اور آپؐ کی اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے، گوہرِ مقصود اُس کے ہاتھ نہیں آسکتا، چنانچہ سعدی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ضرورت بتاتا ہے۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفٰی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کو تو نہ چھوڑو۔ میں دیکھتا ہوں کہ آج کل قسما قسم کے وظیفے لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں۔ الٹے سیدھے لٹکتے ہیں اور جوگیوں کی طرح راہبانہ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، لیکن یہ سب بے فائدہ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت نہیں کہ وہ الٹے سیدھے لٹکتے رہیں یا نفی اثبات کے ذکر کریں اور اَرَّہ کے ذکر کریں۔ (اَرّہ تصوف میں ایک قسم کا ذکر ہے جس میں آرا چلنے کی سی آواز آتی ہے۔ ناقل) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسوۂ حسنہ فرمایا لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب:22) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو ایک ذرّہ بھی اِدھر یا اُدھر ہونے کی کوشش نہ کرو۔ غرض منعم علیہم لوگوں میں جو کمالات ہیں اور صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ (الفاتحہ:7)

میں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے اُن کو حاصل کرنا ہر انسان کا اصل مقصد ہے اور ہماری جماعت کو خصوصیت سے اِس طرف متوجہ ہونا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کے قائم کرنے سے یہی چاہا ہے کہ وہ ایسی جماعت تیار کرے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی تاکہ اس آخری زمانہ میں یہ جماعت قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت پر بطور گواہ ٹھہرے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 323-324، ایڈیشن 2022ء)

سامعین! اہلِ دنیا اپنی زبان میں اس عمل کو ”حدِّ ادب“ کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ دنیا میں جب اکثر جگہوں پر بادشاہت قائم تھی تو گستاخی کرنے والے کو ”حدِّ ادب“ کہہ کر اُس کی توجہ گستاخی کی طرف دلا کر اُسے احتیاط کرنے کو کہا جاتا تھا کہ بادشاہ کے مقام و مرتبہ کے کچھ آداب ہیں۔ اُن سے آگے نہ گزرو۔ گویہ الفاظ روحانی دنیا میں سننے کو کم ملتے ہیں تاہم پیری فقیری، مریدی اور اولیاء، اصفیاء و انبیاء میں اِن کے بلند مقام و مرتبہ کو مدِ نظر رکھ کر اِن کی عزت و احترام کرنے کا حکم ملتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے نبی کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے سے منع فرمایا ہے۔

سامعین! آج ایشیائی ممالک بالخصوص پاکستان میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور فدائیت کے ایسے انوکھے طریق ایجاد کر لئے گئے ہیں جن کا اسلام، اُس کی تعلیمات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات زندگی سے دُور دُور تک کوئی مناسبت نہیں۔ ان طریقوں کے لئے بعض نام نہاد مولویوں، فقیروں نے دنیا میں سب سے پیاری جگہیں مساجد کا سہارا لے لیا ہے۔ اللہ کی عبادت کی خاطر تعمیر ہونے والی بعض مساجد، درس گاہیں شرک کی آماجگاہ بن چکی ہیں۔ جہاں کسی نام نہاد بزرگ کو کرسی پر یا گدّی پر بٹھا کر یا مجمع میں کھڑا کر کے اُس کے ارد گرد ناچا جاتا ہے۔ لڈیاں ڈالی جاتی ہیں۔ سجدے ہوتے ہیں اور غیر انسانی و غیر فطرتی حرکات کے ساتھ لوٹ پوٹ ہو کر یا سر کے بالوں کو بکھیر کر اُس کے نزدیک جا کر اُس نام نہاد بزرگ کو چوما جاتا ہے۔ بعض محفلوں میں تو عورتیں بھی پردہ کی رعایت نہ رکھتے ہوئے مردوں کے ساتھ گھل مل کر ایسی غیر اسلامی حرکات میں شامل ہوتی ہیں جس سے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اِن نام

نہاد پیروں کے اپنے بنائے ہوئے وظائف ہیں جو لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لیے بتاتے ہیں اور اِن سے پیسے بٹورتے ہیں۔ بُلھے شاہ کی کافیوں کو بڑے درد کے ساتھ پڑھتے ہیں اور انہی باتوں کو دین سمجھتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی تعلیم کو بھلا دیا گیا ہے۔ اِن کی نمازوں میں لذت نہیں رہی اور نمازوں میں لذت حاصل ہونے کی بجائے اپنے بنائے ہوئے اذکار پر اِن کو وجد طاری ہو جاتا ہے اور اپنی پگڑیاں اُتار کر پھینک دیتے ہیں۔ دھمال ڈال رہے ہوتے ہیں۔

سامعین! کیا ہمیں اس قسم کی مثالیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہؓ سے ملتی ہیں؟ یقیناً نہیں۔ گدّی نشینوں کو سجدہ کرنا یا ان کے مکانات کا طواف کرنا عام ہے۔ آجکل سوشل میڈیا پر ان کی یہ حرکتیں عام دیکھی جاسکتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مدینہ طیبہ تو جاتے نہیں مگر اجمیر اور دوسری خانقاہوں پر ننگے سر اور ننگے پاؤں جاتے ہیں۔ پاک پٹن کی کھڑکی میں سے گزر جانا ہی نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ کسی نے کوئی جھنڈا کھڑا کر رکھا ہے، کسی نے کوئی اور صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ان لوگوں کے عرسوں اور میلوں کو دیکھ کر ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے کہ یہ انہوں نے کیا بنا رکھا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو اسلام کی غیرت نہ ہوتی اور اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:20) خدا کا کلام نہ ہوتا اور اُس نے نہ فرمایا ہوتا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر:10) تو بیشک آج وہ حالت اسلام کی ہو گئی تھی کہ اِس کے مٹنے میں کوئی بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر للہ تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور اس کی رحمت اور وعدۂ حفاظت نے تقاضا کیا کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کو پھر نازل کرے اور اس زمانہ میں آپ کی نبوت کو نئے سرے سے زندہ کر کے دکھا دے۔ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا اور مجھے مامور اور مہدی بنا کر بھیجا۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 90-92، ایڈیشن 1984ء)

سامعین کرام! ان جیسی محفلوں کے متعلق تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان میں نام نہاد بزرگوں کی بناوٹی تعظیم کی جاتی ہے۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وغیرہ کا عَنصر شامل نہیں۔ لیکن میلاد النبیؐ کے مواقع پر جو جلوس نکالے جاتے ہیں۔ بچے گھروں کے باہر زمین پر کچھ مناظر بناتے ہیں۔ بعض فرقوں میں لوگ چند لمحوں کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ سمجھتے ہوئے کہ اب رسول پاکؐ کی آمد ہو رہی ہے۔ ان

امور سے تو بظاہر حضرت محمدؐ کی کوئی تعظیم نہیں۔ اصل تعظیم و تکریم تو یہ ہے کہ ہم اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اُس فعل، عمل اور حرکت کو حرزِ جان بنائیں جو ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ یہی طریق ہمارے پیارے رسولؐ کے صحابہؓ کا تھا وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری قدموں کی بھی پیروی کرتے تھے اور روحانی معنوں میں وہی افعال کرتے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھتے۔ مثلاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو ٹھہر ٹھہر کر کرتے، بات کو دہراتے، تو بے شمار صحابہؓ نے اس طریق کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیا تھا۔ آپؐ کی عبادت کے طریق کو صحابہؓ نے اپنایا۔ حضرت ابن عمرؓ تو ایک سفر کے دوران عین اُس درخت کے قریب پہنچ کر قافلے سے الگ ہو کر درخت کے نیچے قضائے حاجت کے طریق پر بیٹھ گئے جہاں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ نے بیٹھے دیکھا تھا۔ حالانکہ آپؓ کو اس وقت قضائے حاجت کی ضرورت بھی محسوس نہ ہو رہی تھی۔

سامعین! ہمیں بھی ایسے طریقوں سے منع فرمایا جن کا اسلام کی تعلیم سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ایک عورت جس نے اپنی چٹیوں کو چھت کے ساتھ ایک رسی سے باندھ لیا کہ نیند کے وقت کھچاؤ سے آنکھ کھل جائے گی اور مَیں عبادت کر لوں گی تو آنحضورؐ نے علم ہونے پر یہ کہتے ہوئے منع فرما دیا کہ اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور خود آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پہلا حصہ عوام الناس، دوسرا حصہ اہل خانہ اور تیسرا حصہ خدائے عزوجل کے لئے۔

الغرض یہ تمام راستے اپنے آقا سے آگے بڑھنے کے لئے ہیں جو مناسب نہیں۔ آج توہینِ رسالت، توہینِ قرآن، توہینِ مذہب کی آڑ میں قتل وغارت روا رکھا جاتا ہے۔ گستاخیٔ رسول کے نام پر مر مٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس نبیؐ کی بیان فرمودہ تعلیمات کے برعکس عمل کرتے ہوئے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ کذب بیانی بھی کرتے ہیں، دھوکہ دہی بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ توہینِ رسالت اور گستاخیٔ رسول نہیں مگر کسی اور کو گستاخی رسول کا نشانہ بنا کر توہینِ رسالت کا جھوٹا الزام لگا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کسی کو قتل بھی کر دیں گے جبکہ آنحضورؐ نے خود فرمایا مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ اپنی جماعت کو اس حوالہ سے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یاد رکھو! ہماری جماعت اس بات کے لئے نہیں ہے جیسے عام دنیادار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نِرا زبان سے کہہ دینا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر الحمدللہ! مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائرُ اللہ کی حرمت نہیں کرتے۔ پس مَیں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ یہ نکمّی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ اِس کو پسند نہیں کرتا اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے **مجھے اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے۔** پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا۔ بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے۔ وہ گویا اپنے عمل سے میری عدمِ ضرورت پر زور دیتا ہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے، تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اُسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔ خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہو سکتی کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ وہ عظیم الشّان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدم کے وقت سے شروع ہوئی۔ کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو۔ پس اِس کی قدر کرو اور اِس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہلِ حق کا گروہ تم ہی ہو۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 370-371 ایڈیشن 1984ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"آج ہم دیکھتے ہیں تو سب سے زیادہ فساد کی حالت مسلمان ممالک میں ہے۔ مسلمان گروہوں میں ہے۔ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے پر سرگرم ہیں۔ ہر ایک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو پڑھتا ہے اور دوسرے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے والے کا خون کرتا ہے۔ اس کا حق مارتا ہے۔ کسی بھی ذریعہ سے اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش

کرتا ہے، کیا یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے جس پر یہ لوگ عمل کر رہے ہیں؟ کیا یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہے جس کی یہ لوگ پیروی کر رہے ہیں؟.... کیا اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرے اس کا یہی حال ہوتا ہے جو آجکل کے مسلمانوں کا ہے۔ علماء جن کو عامّۃ المسلمین عام طور پر اللہ تعالیٰ کا پیارا سمجھتے ہیں، اس کے قریب سمجھتے ہیں، وہ سب سے زیادہ دنیا میں فساد پیدا کر رہے ہیں۔ اب تو خود پاکستان میں بعض تجزیہ نگار اور کالم نویس اخباروں میں بھی لکھنے لگ گئے ہیں، دوسرے میڈیا پر بھی کہنے لگ گئے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ حالت ان نام نہاد علماء نے ایسی کر دی ہے۔ پس اس وقت مسلمان علماء کی عمومی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی قرآن اور سنت کی حقیقت بتانے والا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق بھیج دیا ہے۔ لیکن علماء نہ خود اِس کی بات سننا چاہتے ہیں، نہ عوام کو سننے دیتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 اکتوبر 2017ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"آجکل کے پیر بھی اس قسم کے ہیں کہ بغیر اعمال کے جنتیں دینے والے ہیں جو حقیقت میں دوزخ کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔ خود بھی دوزخ میں گرنے والے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو بھی اس طرف لے جانے والے ہیں۔ حقیقت میں جو جنت اس مبارک زمانے میں انسانوں کے قریب کی گئی ہے وہ وہ جنت ہے جس کے راستے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں دکھائے ہیں۔ قرآن وحدیث کی خوبصورت وضاحت کرکے، اعمال کے بجالانے کی طرف توجہ دلاکر، لغویات اور بدعات کو ختم کرکے، دنیا کو خدا کے حضور سربسجود ہونے کے طریق بتاکر، یہ راستے ہیں جو جنت میں جانے کے ہیں اور اس طرح جنت قریب کی گئی ہے.... ایک بہت بڑا طبقہ پاکستان میں بھی اور ہندوستان میں بھی بلکہ اکثر مسلمان ممالک میں جاہل لوگوں کا تو ہے ہی، لیکن صرف جاہلوں کا ہی نہیں بلکہ ایسے پڑھے لکھے لوگوں کا بھی ہے جو اپنے آپ کو کم از کم پڑھا لکھا سمجھتے تو ہیں، جن میں ہمارے لیڈر بھی ہیں اور سیاستدان بھی ہیں۔ کئی کا مجھے علم بھی ہے جو نہ نمازیں پڑھیں گے، نہ قرآن پڑھیں گے لیکن پیروں کے مرید ہیں اور اُن کی دعاؤں کو ہی اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اگر جنتیں اس طرح قریب ہونی ہیں اور ملنی ہیں پھر تو قرآنِ کریم کے احکامات کی نعوذ باللہ کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ قرآنِ کریم کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ پس ہم بڑے خوش قسمت

ہیں جنہوں نے زمانے کے امام کو مان کر جنت کی حقیقت کا پتہ لگایا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ادراک حاصل کیا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 ستمبر 2011ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی تقویٰ کی راہوں پر چلائے اور ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے سے تجاوز کرنے والے نہ ہوں۔ آمین

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
”اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے“

(یہ خاکسار کا ایک اداریہ برائے روزنامہ الفضل آن لائن لندن تھا۔ جس کو مسز عائشہ چوہدری آف جرمنی کے تعاون سے تقریر کا رنگ دیا گیا ہے۔)

﴿21﴾ ﴿مشاہدات۔170﴾

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ (آل عمران:103)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا اس کے تقویٰ کا حق ہے اور ہر گز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ۔ وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (الحشر:19-20)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں خود اپنے آپ سے غافل کر دیا۔ یہی بدکردار لوگ ہیں۔

میرے پیارے ساتھیو! میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے"**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (آل عمران:131)

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا جائے۔

آج کی تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعودؑ کے شعر کا ایک مصرع ہے جس کا دوسرا مصرع "اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے" الہامی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ جونہی مَیں نے پہلا مصرع کہا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسرا مصرع القاء کیا اور یہ مکمل شعر یوں ترتیب پایا۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اِس شعر میں لفظِ "جڑ" پر اگر ہم غور کریں تو لفظِ "تقویٰ" کے معانی کُھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ جڑ کہتے ہیں root کو، بنیاد کو۔ اگر جڑ کا لفظ درخت یا پودے کے لئے استعمال ہو تو اِس کے معانی درخت یا پودے کے تنے کا وہ حصہ ہوگا جو زیرِ زمین ہوتا ہے اور انسان کو نظر نہیں آتا اور درخت یا پودے کے لئے غذا زمین سے لے کر درخت یا پودے کے تنے، شاخوں، پتوں اور پھلوں، پھولوں تک پہنچاتا ہے اور درخت یا پودے کی پرداخت کرنے والے جیسے مالی یا کسان پانی اور کھاد کے ذریعہ جڑوں کو مزید مضبوط کرتے رہتے ہیں اور جڑوں کے ذریعہ یہ پانی اور کھاد درخت اور پودے کی تقویت کا باعث بنتے ہیں۔

اِس مضمون کو مندرجہ بالا شعر کے مضمون کی مناسبت سے آگے بڑھائیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نیکی ایک پودا ہے جس کی جڑ تقویٰ ہے جس طرح عام پودا جڑ کے بغیر پھلتا پھولتا نہیں اِسی طرح تقویٰ کے بغیر نیکیاں پھیلتی، پھلتی اور پھولتی نہیں اور انسان کے عمل اِس روحانی درخت کے لئے پانی اور کھاد کا کام کرتے ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

سامعین! انسان کے لئے سب سے اہم اور ضروری چیز تقویٰ ہی ہے اُسے اپنی نیکیوں کو بڑا کرنے اور پھیلانے کے لئے اپنے اتّقا کی نہ صرف حفاظت کرنی ہے بلکہ اُس کو بڑا کرنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرنی ہے اور اِس کے ذرائع بھی اپنانے ہیں۔

تقویٰ یہ ہے کہ انسان ایک ایسے راستے کی طرف گامزن ہو جو سیدھا خدا کی طرف جاتا ہو۔ لیکن یہ راستہ ایسا ہے کہ اگر اس سے دائیں بائیں ہوئے تو اس کے ارد گرد خار دار جھاڑیاں ہیں۔ اگر انسان نے سیدھی سمت چھوڑی تو وہ دونوں طرف جھاڑیوں میں پھنس کر اپنے آپ کو راستے سے دور لے جائے گا۔ پس خدا کے قرب پانے کے راستے کا نام تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ کے خوف کا نام تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کا نام تقویٰ ہے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تقوٰی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

”ایک بزرگ نے تقویٰ کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ ایک شخص نے کھلے کھلے کپڑے پہنے ہوئے ہوں جو اِدھر اُدھر لٹکتے جارہے ہوں اور اس نے ایک ایسے تنگ راستہ سے گزرنا ہو جس سے صرف ایک ہی شخص گزر سکتا ہے اور اس راستہ کے دونوں طرف خار دار جھاڑیاں ہوں جن کے کانٹے قدم قدم پر اس کے کپڑوں کو کھینچتے ہوں ایسی جگہ سے جس طرح یہ شخص اپنے کپڑے سمیٹ کر صحیح سلامت گزر جاتا ہے اور اپنے کپڑوں کو پھٹنے نہیں دیتا۔ اسی طرح وہ شخص جو اپنی زندگی میں دنیا کی تمام آلائشوں اور تمام گندیوں اور تمام ناپاکیوں سے گزر جائے اور اپنے کپڑوں کو ناپاک نہ ہونے دے اس کا نام تقویٰ ہے۔“

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اگر راستے میں آتے ہوئے گندی گیلی مٹی کے کچھ چھینٹے کپڑوں پر لگ جائیں تو اس سے نماز ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہو جاتی ہے۔ ایک دن اتفاقاً راستہ گزرتے ہوئے آپ پر گندی مٹی کے چھینٹے پڑ گئے۔ تو آپ مسجد میں بیٹھ کر پانی کے ساتھ اس کپڑے کی جگہ کو دھونے لگ گئے۔ اس شخص نے دیکھا تو پوچھا امام صاحب آپ نے تو نماز پڑھنی جائز قرار دی تھی اس حالت میں اور خود صاف کر رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ **وہ میرا فتویٰ تھا اور یہ میرا تقویٰ ہے۔**

پس اس سے مزید ہمیں تقوٰی کے راستے کا تعین ہوتا ہے کہ خدا کی خوشنودگی کے لئے کتنی باریک راہیں تلاش کرنی چاہیے۔ پس ہمیں حقیقی تقویٰ کی پہچان کرنے کی ضرورت ہے جس سے نیکیاں بڑھتی ہیں اور خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اپنی حالتوں کو ٹھیک رکھو اور تقویٰ کے قریب رہو۔ تقویٰ پر چلو۔ جو اسلام کی تعلیم ہے اس کے مطابق چلو۔ سنت پر عمل کرو۔ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو ارشادات فرمائے ہیں ان کے مطابق چلو تو تبھی ہم قریب رہ سکتے ہیں۔“

(وقف نو کلاس۔ تشحیذ الاذہان فروری 2015ء)

پیارے بچو! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ضروری امر یہ ہے کہ پہلے یہ سمجھ لے کہ تقویٰ کیا چیز ہے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ تقویٰ تو یہ ہے کہ باریک در باریک پلید گی سے بچے اور اس کے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارہ تک نہ پہنچے اور پھر نری تدبیر ہی کو کافی نہ سمجھے بلکہ ایسی دعا کرے جو اس کا حق ہے کہ گداز ہو جاوے۔ بیٹھ کر، سجدہ میں، رکوع میں، قیام میں اور تہجد میں غرض ہر حالت اور ہر وقت اسی فکر و دعا میں لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور معصیت کی خباثت سے نجات بخشے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے کہ انسان گناہ اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں راست باز اور صادق ٹھہر جاوے۔ لیکن یہ نعمت نہ تو نری تدبیر سے حاصل ہوتی ہے اور نہ نری دعا سے۔ بلکہ یہ دعا اور تدبیر دونوں کے کامل اتحاد سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو شخص نری دعا ہی کرتا ہے اور تدبیر نہیں کرتا وہ شخص گناہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے۔ ایسا ہی جو نری تدبیر کرتا ہے اور دعا نہیں کرتا وہ بھی شوخی کرتا اور خدا تعالیٰ سے استغنا ظاہر کر کے اپنی تجویز اور تدبیر اور زورِ بازو سے نیکی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن مومن اور اور سچے مسلمان کا یہ شیوہ نہیں۔ وہ تدبیر اور دعا دونوں سے کام لیتا ہے۔ پوری تدبیر کرتا ہے اور پھر معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ کر دعا کرتا ہے اور یہی تعلیم قرآن شریف کی پہلی ہی سورت میں دی گئی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ جو شخص اپنے قویٰ سے کام نہیں لیتا وہ نہ صرف اپنے قویٰ کو ضائع کرتا اور ان کی بے حرمتی کرتا ہے بلکہ وہ گناہ کرتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 337-338 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”تقویٰ کے معنی ہیں بدی کی باریک راہوں سے پرہیز کرنا۔ مگر یادرکھو نیکی اتنی نہیں ہے کہ ایک شخص کہے کہ مَیں نیک ہوں اس لیے کہ مَیں نے کسی کا مال نہیں لیا، نقب زنی نہیں کی، چوری نہیں کرتا، بدنظری اور زنا نہیں کرتا۔ ایسی نیکی عارف کے نزدیک ہنسی کے قابل ہے کیونکہ اگر وہ ان بدیوں کا ارتکاب کرے اور چوری یا ڈاکہ زنی کرے تو وہ سزا پائے گا۔ پس یہ کوئی نیکی نہیں کہ جو عارف کی نگاہ میں قابل قدر ہو بلکہ اصلی اور حقیقی نیکی یہ ہے کہ نوع انسان کی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کامل صدق اور وفاداری دکھلائے اور اس کی راہ میں جان تک دے دینے کو تیار ہو۔ اسی لیے یہاں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ھُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل: 129) یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو بدی سے پرہیز کرتے ہیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کرتے ہیں۔ یہ خوب یادرکھو کہ نرا بدی سے پرہیز کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں جب تک اس کے ساتھ نیکیاں نہ کرے۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 241-242 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”تقویٰ کا اثر اسی دنیا میں متقی پر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ صرف ادھار نہیں نقد ہے بلکہ جس طرح زہر کا اثر اور تریاق کا اثر فوراً بدن پر ہوتا ہے اسی طرح تقویٰ کا اثر بھی ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 324 ایڈیشن 1984 ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔

”متقی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ خیال اور لحاظ رکھتا ہے کہ خدا سے بگاڑ نہ ہو۔ دوست پر بھروسہ ہو۔ ممکن ہے وہ دوست مصیبت سے پیشتر دنیا سے اٹھ جائے اور یا مشکلات میں پھنس کر اس قابل نہ رہے۔ حاکم پر بھروسہ ہو تو ممکن ہے کہ حاکم کی تبدیلی ہو جاوے اور وہ فائدہ اس سے نہ پہنچ سکے اور ان احباب اور رشتہ داروں کو جن سے امید اور کامل بھروسہ ہو کہ وہ رنج اور تکلیف میں امداد دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس ضرورت کے وقت ان کو اس قدر دور ڈال دے کہ وہ کام نہ آسکیں۔ پس ہر آن خدا سے تعلق نہ چھوڑنا چاہیے۔ جو زندگی موت کسی حالت میں ہم سے جدا نہیں ہوتا۔“ (حقائق الفرقان۔ جلد 4 صفحہ 68)

پھر آپؓ فرماتے ہیں۔

”انسان کو چاہیے کہ جو کام کرے اس کے انجام کو پہلے سوچ لے کہ اس کا کیا نتیجہ ہو گا۔؟ انسان غضب کے وقت قتل کر دیتا ہے۔ گالی نکالتا ہے مگر سوچے اس کا انجام کیا ہو گا۔؟ اس اصل کو مد نظر رکھے تو تقویٰ کے طریق پر قدم مارنے کی توفیق ملے گی۔ نتائج کا خیال کیونکر پیدا ہو۔ اس لئے اس بات پر ایمان رکھے کہ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔ انسان اگر یہ یقین کرے کہ کوئی خبیر وعلیم بادشاہ ہے جو ہر قسم کی بدکاری، دغا، فریب، سستی، اور کاہلی کو دیکھتا ہے اور اس کا بدلہ دے گا تو وہ بچ سکتا ہے۔ ایسا ایمان پیدا کرو۔ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے فرائض، نوکری، حرفہ، مزدوری وغیرہ میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے رزق حلال نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو تقویٰ کی توفیق دے۔“

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 67)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”مذہب کی غرض وغایت انسانی دل اور انسانی دماغ، انسانی جذبات اور انسانی افکار میں وہ مادہ پیدا کرنا ہوتا ہے جسے عربی زبان میں تقویٰ کہا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق، ایسی محبت، ایسا عشق اور ایسا لگاؤ پیدا ہو جائے اور اس پر اتنا اعتماد، اتنا توکل اور اتنا یقین حاصل ہو کہ جس کے بعد خدا تعالیٰ کے لیے انسان اس کی توحید اور تفرید کی طرح ہو جائے۔ اس انسان پر حملہ خدا تعالیٰ کی توحید اور تفرید پر حملہ سمجھا جائے اور اس انسان کی مخالفت خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی تفرید کی مخالفت سمجھی جائے، اسی طرح انسان کا نقصان وزیاں خدا تعالیٰ تعالیٰ کی توحید و تفرید کا نقصان وزیاں قرار پائے حتیٰ کہ اس کی اعانت کے تمام سامانوں کے موقع پر خدا درمیان میں آجائے اور اس کی اعانت کے تمام موقعوں پر خدا اس کا مددگار ہو جائے۔“

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 150 سال 1934)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

”اسلام کی اصطلاح میں تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے نفس کی اس رنگ میں اور اس طور سے حفاظت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول نہ لینے والا ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا ہو۔ اس

کا ''کرنا'' اور اس کا ''ترک کرنا'' ہر دو اس بات پر منحصر ہوں کہ آیا اس چیز کے کرنے سے میرا رب راضی ہو گا۔ آیا اس چیز کو ترک کر دینے کے نتیجہ میں مَیں اپنے مولا اور اپنے اندر پیدا کرنے والے کی محبت حاصل کر لوں گا۔ اگر اس کا علم اس کی فراست اس کو یہ کہے کہ اگر تم نے یہ چیز چھوڑی تو تمہارا پیدا کرنے والا تم سے خوش ہو جائے گا۔ اگر تم نے ان باتوں کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا تو وہ اسے کرنے لگ جائے گا یا اسے ترک کر دے گا.... پھر تقویٰ ہی یہ بتاتا ہے کہ نیکی اور بدی کا فیصلہ میرے اختیار میں نہیں بلکہ جو چیز میرا ربّ کہے، مجھے کرنی چاہیے اور جب اور جس چیز کے متعلق وہ کہے نہ کرو مجھے نہیں کرنی چاہیے اسلام کی روح اور حقیقت یہ ہے۔''

(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 519 خطبہ جمعہ 16 دسمبر 1966ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

''تقویٰ محض خدا کے فرضی خوف کا نام نہیں، تقویٰ محض نیکی کی اونچی اونچی باتیں کرنے کا نام نہیں۔ تقویٰ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو دل میں چھپا رہتا ہے اور ظاہر نہیں ہوتا۔ تقویٰ ایسا ہے جو نظر بھی آتا ہے غیروں کو اپنوں کو بھی نظر آتا ہے اور غیروں کو بھی نظر آتا ہے۔ لیکن غیروں کو نظر آنے سے پہلے اپنوں کو تو دکھنا چاہیے، اپنوں کو تو دکھائی دے۔ وہ تقویٰ جو تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اور ظاہر نہیں ہو رہا وہ تقویٰ تقویٰ نہیں ہے۔''

(خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 232 خطبہ جمعہ 21 مارچ 1986ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''ہر احمدی عورت اور مرد سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بہترین لباس وہ ہے جو تقویٰ کا لباس ہے۔ اسے پہننے کی کوشش کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری ہمیشہ ہمیش ڈھانکے رکھے اور شیطان جو پردے اتارنے کی کوشش کر رہا ہے جو انسان کو ننگا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مومن نہیں ہے شیطان ان کا دوست ہے۔ اگر تو ایمان ہے اور زمانہ کے امام کو بھی مانا ہے تو پھر ہمیں ایک خاص کوشش سے شیطان سے بچنے کی کوشش کرنی ہو گی اور اپنے آپ کو ہمیشہ اس لباس سے ڈھانکنا ہو گا۔ جو تقویٰ کا لباس ہے۔''

پھر حضور انور ایدہ اللہ مزید فرماتے ہیں۔

ایک متقی مومن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ غم.......بے شک نیک لوگوں کو خوف کی حالت بھی آتی ہے۔ غم کی حالت بھی آتی ہے لیکن وہ دنیا کے غم نہیں ہوتے۔ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے غم ہوتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کا خوف ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک شعر میں فرمایا ہے

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

پس یہ دلدار کو راضی کرنے کی فکر اور خوف ہوتا ہے اور یہ خوف جو ہے ان کی توجہ اور دعاؤں اور ذکر الٰہی کی طرف مبذول کراتا ہے۔

(الفضل انٹر نیشنل 24 فروری 2012ء)

پس ہمیں اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرنی ہے جس سے ہم خدا کے راستے کو پالیں اور تقویٰ کے تمام راستے ہمارے لئے آسان ہوتے چلے جائیں۔ کیونکہ ہر ایک نیکی کی جڑ اتقا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ یہ جڑ مضبوط رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ
خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ

۞۞۞۞

﴿22﴾ ﴿مشاہدات۔658﴾

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى (البقرہ:190)

کہ کامل نیک وہ شخص ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی گزارشات کا عنوان حضرت مسیح موعودؑ کے منظوم کلام میں سے ایک مبارک شعر کا ایک مصرع "ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے" ہے اور یہ مبارک اِن معنوں میں ہے کہ اِس شعر کا دوسرا مصرع "اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے" اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو الہام کیا ہے۔

تقویٰ کے معانی خدا کا خوف، پرہیز گاری، پارسائی اور گناہ سے بچنے کے ارادہ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اُس کے بتائے ہوئے رستے کے مطابق زندگی گزارنے کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ کا نہایت آسان مفہوم یہ ہے کہ ہم کوئی بھی کام اور بات کرنے سے پہلے یہ جائزہ لیں کہ اِس فعل سے متعلق میرے پیارے اللہ اور اس کے رسول سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم اور اُسوہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے۔ تو آپؓ نے جواب دیا کہ اگر تم کانٹوں والی جگہ سے گزرو تو کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ یا اس سے پہلو بچا کر چلا جاتا ہوں یا آگے نکل جاتا ہوں یا اس سے پیچھے رہ جاتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا کہ بس اسی کا نام تقویٰ ہے۔ یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مقام پر کھڑا نہ ہو اور ہر طرح اِس جگہ سے بچنے کی کوشش کرے۔"

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 73)

جب ہم قرآنِ کریم کی رو سے تاریخِ انبیاء کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کی بعثت کی غرض یہی تھی کہ وہ اپنی اپنی قوم کو تقویٰ کی تعلیم دینے اور اس پر پابندی کرانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوْااللّٰہ (النساء:132)

کہ یقیناً ہم نے اُن لوگوں کو جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، تاکیدی حکم دیا تھا اور خود تمہیں بھی کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔

گویا یہ ایسا حکم ہے جو تمام اُمتوں میں برابر ہے کہ وہ تقویٰ کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگ نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایمان کا ذریعہ یہی دین کا سنگھار

سامعین! قرآنِ کریم ایک کامل شریعت اور مکمل ضابطۂ حیات ہے جس نے ہر مضمون اور بات کو خوب کھول کر اور خوبصورت تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

قرآنِ کریم میں بار بار تقویٰ کے حصول کی نصیحت کی گئی ہے تا قرآنِ کریم پر عمل کرنے والا تقویٰ کی حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہو کر اُس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالے کیونکہ وہ قرآن ہی تو ہے جو هُدًى لِّلْمُتَّقِيْن (البقرہ:3) یعنی متقیوں کی ہدایت و رہنمائی کا موجب اور انہیں منزلِ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

اے ابوہریرہؓ! تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کر۔ تُو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔

(ابن ماجہ کتاب الزھد باب الورع و التقویٰ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا جو اِن میں سے زیادہ متقی ہے۔

(بخاری کتاب الانبیاء)

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا أُوْصِيْكَ بِالتَّقْوٰى کہ مَیں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اپنے پوشیدہ اور اعلانیہ معاملات میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا۔

(مسند احمد بن حنبل کتاب مسند الانصار باب حدیث ابی ذرغفاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے وضاحت کر کے اپنی امت کو اُبھارا ہے تا وہ گروہِ متقین میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ آپ عمر کے بڑھانے، رزق کی فراوانی اور موت کی اذیت ناک کشمکش سے نجات کا نُسخہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز کی جائے، اس کے رزق میں فراخی پیدا کی جائے اور اس سے اذیت ناک موت دور کی جائے۔ تو اُسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور اپنے رحمی تعلقات کو استوار کرے۔“

(مسند احمد بن حنبل کتاب مسند العشرۃ المبشرۃ باب مسند علی بن ابی طالب)

تقویٰ کسی مادی یا نظر آنے والی چیز کا نام نہیں بلکہ یہ تو دل کی گہرائیوں میں چُھپے ہوئے اُس جذبہ کا نام ہے جس سے خدا کی رضا کے حصول کے لئے اُس کے احکامات پر عمل کی توفیق ملتی ہے۔ بحیثیت ایک مسلمان ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے گئے طریق کے مطابق گزاریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (التوبہ:04) کہ یقیناً اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

خَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى

سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔

کامیاب روحانی زندگی گزارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو بہترین زادِ راہ قرار دیا ہے۔

فرمایا:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ (البقرۃ:891)

اور زادِ راہ ساتھ لو اور یاد رکھو کہ بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے اور اے عقلمندو! میرا تقویٰ اختیار کرو۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”تقویٰ کے معنٰی ہیں ہر ایک باریک در باریک رگِ گناہ سے بچنا۔ تقویٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا شبہ بھی ہو اُس سے بھی کنارہ کرے۔“

(الحکم قادیان 10 اگست 1901 صفحہ 3)

سامعین! قرآن کریم اور احادیث سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ تقویٰ کے ساتھ زندگی گزارنے والے ہی کامیاب وکامران ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اردو منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ
کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”صحابہ کرام دوسرے کے حق کو خوب یاد رکھتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک گھوڑا ایک صحابی بیچنے لگے اور اس کی قیمت انہوں نے مثلاً دو ہزار مقرر کی۔ دوسری طرف جو صحابی خریدار تھے وہ چار ہزار بتاتے تھے اور ان میں اسی بات پر جھگڑا تھا کہ مالک کم قیمت بتاتا اور خریدار زیادہ دیتا۔ تو مومن کا طریق یہ ہے کہ وہ دوسرے کے حقوق کا بہت خیال رکھتا ہے۔“

(خطبات محمود جلد 7 صفحہ 310)

تقویٰ ہر عمل کی روح اور جان ہے۔ جس کے بغیر ہر قول و فعل مردود اور مُردہ ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اعمال میں جان اور زندگی پیدا ہو، اُن میں نور چھلکے اور زینت ظاہر ہو تو ضروری ہے کہ ہم تقویٰ کی

باریک راہوں کا لحاظ رکھیں۔ تقویٰ بہت عظیم اور بیش بہا صفت اور ساری مطلوبہ صفات کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متقی کو دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیوں کی ضمانت دی ہے۔ تقویٰ وہ صفت ہے جس سے ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ ملتا ہے۔

ہمارے ظاہری اعمال اور قربانیاں تو اسی دنیا میں رہ جائیں گی، مگر ان اعمال کے پیچھے جو جذبہ یعنی تقویٰ کار فرما ہے وہی اعمال کی روح ہے اور وہی اللہ تعالیٰ تک پہنچتی اور قبولیت کا درجہ پاتی ہے۔ اگر ہمارے اعمال کے پیچھے یہ روح نہ ہو تو وہی عمل بے مقصد اور لاحاصل ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

کَشتی نوح ہی میں آپؑ احبابِ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

”چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تُم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔“

پھر فرمایا۔

”خدا تعالیٰ متقی کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ اپنے وعدوں کا سچا اور پورا ہے... میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر ایک آدمی با خدا اور سچا متقی ہو تو اس کی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا اور ان کی خود حفاظت فرماتا ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد چہارم صفحہ 404)

سامعین! تقویٰ کا حصول اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ہماری تمام کوششیں اور ذرائع صرف اس لئے ہیں کہ اللہ کی طرف سے تقویٰ کے بیج کو بونے کے لئے ہم اپنی کھیتی کو تیار کریں۔ ہمارے اعمال، کوششیں اور مختلف ذرائع اللہ تعالیٰ کے فضل کو کھینچنے اور جذب کرنے کی صورتیں ہیں تا تقویٰ اللہ کا پودا ہمارے دل میں ایسا گڑھ جائے کہ جس کی خوشبو ہمارے ہر قول و فعل سے محسوس کی جارہی ہو اور بصیرت کی آنکھ رکھنے والوں کو نظر آرہی ہو۔ متقی کے ہر قول و فعل اور ہر حرکت و سکون سے محبت و عشقِ الٰہی

ٹپک رہا ہوتا ہے۔ جس میں وہ ایک ایسی لذت اور سرور محسوس کرتا ہے جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ہوتی۔ سچا تقویٰ حاصل کرنے کے لئے دعا ہی ایک عمدہ راہ ہے۔

ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں اِس دَورِ آخرین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت المتقین کا حصہ بننے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔ تقویٰ اللہ کو جاننا، اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا اس قدر ضروری ہے کہ اِس کے بغیر ہماری زندگی بیکار ہے۔ ساری ترقیات بھی تقویٰ ہی سے وابستہ ہیں۔ آج اِسے قائم و دائم رکھنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے متبعین کا کام ہے اور یہی جماعتِ احمدیہ کے قیام کی غرض وغایت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیعت لینے کا مقصد ہی تقویٰ شِعار لوگوں کی جماعت قائم کرنا تھا۔ اس لئے آپ دن رات اس مقصد کے حصول کی فکر میں رہتے تھے کہ کس طرح آپ کے ذریعہ قائم ہونے والی جماعت تقویٰ و پارسائی پر قائم ہو جائے۔ اس کے لئے آپ نے دردمندانہ دعائیں کیں، درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور اپنے عملی نمونہ سے مثالیں قائم کیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جماعت کے بارہ میں اپنی دلی تمنا کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

یہ ہو، مَیں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے موافق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقصد میں بھی کامیاب فرمایا جس کی گواہیاں اور زندہ نمونے دنیا کے دو سو بیس ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اِس وقت خاکسار صرف ان لوگوں کی گواہی کو درج کرے گا جنہیں احمدیت سے باہر رہ کر اس حقیقت کا برملا اعتراف کرنا پڑا۔ چنانچہ علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے اقرار کیا:

”پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اُس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقۂ قادیانی کہتے ہیں۔“

(ملتِ بیضاء پر ایک عمرانی نظر صفحہ 18)

نیز علامہ نیاز فتحپوری صاحب مشہور شاعر، ادیب اور ایڈیٹر فرماتے ہیں:

”اس میں کلام نہیں کہ انہوں (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) نے یقیناً اخلاقِ اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھادی جس کی زندگی کو ہم یقیناً اُسوۂ نبویؐ کا پَرتَو کہہ سکتے ہیں۔“

(رسالہ نگار لکھنؤ، ماہِ نومبر 1959ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”تقویٰ یہی ہے کہ انسان بالکل خدا کا ہو جاوے۔ اس کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا ہر ایک حرکت وسکون خدا کے لئے ہو۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 5 صفحہ 436)

سیرتِ انبیاءؑ و صحابہ رضی اللہ عنہم ہمارے سامنے ہے جنہوں نے کس قدر جُہدِ مسلسل سے لباسِ تقویٰ کو حاصل کیا۔ اپنے عجز و نیاز اور حسنات سے فضلِ الٰہی کو جذب کر کے لباسُ التقویٰ کو زیبِ تن کیا۔ اس لئے تقویٰ کے حصول کے لئے ہمیں بھی انہیں راہوں پر چلنے کی ضرورت ہے۔

کام مشکل ہے بہت اور منزلِ مقصود ہے دور
اے میرے اہلِ وفا! سست کبھی گام نہ ہو

ہمارے پیارے اِمام سَیّدُنا حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”پس ہر احمدی عورت اور مرد سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بہترین لباس وہ ہے جو تقویٰ کا لباس ہے۔ اُسے پہننے کی کوشش کریں... اور اپنے آپ کو ہمیشہ اس لباس سے ڈھانکنا ہو گا جو تقویٰ کا لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 173)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ جرمنی 2021ء کے خطاب میں اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے کے بارے فرماتے ہیں کہ

"اگر حقیقت میں ہم نے اِس بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو یہ جڑ (تقویٰ) اپنے دلوں میں لگانی ہو گی تاکہ تقویٰ کے شیریں ثمرات ہمارے ہر عمل کو لگیں ورنہ ہمارے دعوے کھوکھلے ہیں... ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ تقویٰ کی جڑیں مضبوط ہوں گی تو ایمان کی جڑیں بھی مضبوط ہوں گی ورنہ شیطان کے حملوں کا ہم مقابلہ نہیں کرسکتے۔"

آنکھیں کھُلیں ہماری روشن دماغ ہوویں
ہووے شعار اپنا تقویٰ و پارسائی

پس خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پیاری متقین کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس لئے سجداتِ شکر بجالاتے ہوئے، ہمیشہ تقویٰ پر ہی قدم مارتے ہوئے اس سے مزید اور مزید فیض پاتے چلے جائیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے درختِ وجود کی سرسبز اور ثمر دار شاخیں بنتے چلے جائیں۔ آج اللہ تعالیٰ کی محبت میں قربانیوں کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار آپؑ ہی کے ذریعہ قائم ہونے ہیں۔ اس لئے یہ تاریخِ نو بھی اب رقم کر ہی دیں۔ اے اللہ! تو ہمیں تقویٰ کے نور سے منوّر فرمادے۔ آمین

(اس تقریر کی تیاری میں مکرم حافظ عبد الحمید صاحب کے ایک مضمون سے مدد لی گئی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

۞۞۞۞

﴿23﴾ ﴿مشاہدات۔651﴾

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا (بنی اسرائیل:16)

یعنی ہم ہر گز عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ کوئی رسول بھیج دیں (اور حجت تمام کر دیں)۔

وہ تباہی آئے گی شہروں پر اور دیہات پر
جس کی دنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار
ایک دم میں غم کدے ہوجائیں گے عِشرت کدے
شادیاں کرتے تھے جو پیٹیں گے ہو کر سوگوار
وہ جو تھے اُونچے محل اور وہ جو تھے قصرِ بریں
پست ہوجائیں گے جیسے پست ہو اِک جائے غار
ایک ہی گردش سے گھر ہوجائیں گے مٹی کا ڈھیر
جس قدر جانیں تلف ہوں گی نہیں ان کا شمار
انبیاء سے بُغض بھی اَے غافلو! اچھا نہیں

معزز دوستو! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی ایک مشہور و معروف نظم بعنوان **”پیشگوئی جنگِ عظیم“** کا یہ شعر ہے۔

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خُدائے ذوالعجائب سے پیار

(درثمین اردو صفحہ 177-179 از نوٹ بک حضرت مسیح موعودؑ)

پیارے دوستو! ہم دیکھتے ہیں کہ تقریر کا عنوان بالعموم شعر کا ایک مصرع ہوتا ہے کیونکہ عنوان ہمیشہ مختصر رکھا جاتا ہے لیکن یہاں جب تک پورا شعر نہ پڑھا جائے تو عنوان تقریر واضح نہیں ہوتا اور نہ ہی مکمل مفہوم ادا کرتا ہے۔ اِس پوری نظم کے 45 اشعار کو اگر دل کی گہرائی سے پڑھیں تو دنیا کے حالات کو دیکھ کر دل میں اک درد اور لرزہ پیدا ہوتا ہے اور ہُوک سی اٹھتی ہے کہ کاش! مسلمانوں نے اِس دَور کے مامور کی اِن باتوں پر کان دھرے ہوتے تو آج اِن کی یہ کسمپرسی والی کیفیت نہ ہوتی۔ نہ وہ جنگوں کی لپیٹ میں ہوتے اور نہ عالمی طاقتوں کے ہاتھوں پِس رہے ہوتے اور نہ رُسوا ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اِس منظوم کلام میں جنگ عظیم کی جو پیشگوئیاں فرمائی ہیں وہ پہلی دوسری جنگِ عظیم میں تو پوری ہوتی دیکھ چکے ہیں اور اب بڑی شان کے ساتھ ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا واضح نشان لئے تیسری جنگ عظیم سامنے کھڑی نظر آرہی ہے۔ اگر اِن 45 اشعار کی تشریح دنیا کے موجودہ حالات کے تناظر میں کریں تو ایک پوری تقریر یا ایک تحریر بن جاتی ہے۔ لیکن آج مجھے صرف اُسی شعر کے ارد گرد رہنا ہے جو مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں آئندہ آنے والی ہولناک تباہیوں کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے انہیں آگ سے تشبیہ دے رہے ہیں اور یہ بموں کی آگ، یہ ایٹمی گولوں کی آگ، لوگوں کو آناً فاناً جھلس کر رکھ دے گی۔ اِس ہولناک اور تباہی پھیلا دینے والی آگ سے اللہ کے وہی پیارے بچائے جائیں گے جو خدائے عزوجلّ سے نہ صرف پیار کے دعوے دار ہوں گے بلکہ اس کی ہستی پر یقین بھی رکھتے ہوں گے۔

سامعین! اِس شعر میں دو الفاظ یعنی آگ اور ذوالعجائب قابلِ غور ہیں۔ آگ، آتش کو بولتے ہیں اور محاورۃً آگ کے معنی آفت اور مصیبت کے ہیں۔ اگر انسانی مزاج پر لاگو کریں تو مزاجاً گرم یا آگ کا پُتلا یا آگ بگولا، گرم مزاج انسان کو کہا جاتا ہے۔ ”آگ نہ اُگل لعل اُگل“ کا محاورہ بھی گرم مزاج انسان کو سنا کر یا بتا کر کہا جاتا ہے کہ اچھی اور نرمی سے بات کرو۔ آگ لگنے کا محاورہ بھی انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے جب کسی کو مخاطب ہو کر کہا جائے کہ بڑی آگ لگی ہے یعنی جَل بُھن گئے ہو۔ مادی بیماری میں جَلن، سوزش کو بھی آگ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ روحانی بیماریوں کے لئے بھی آگ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جیسے حسد کی آگ میں وہ جل رہا ہے۔ پھر مخالفت کے لئے بھی آگ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

سامعین! اور جہاں تک ذوالعجائب کا تعلق ہے یہ خدا تعالیٰ کی صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ انوکھی، نادر اور عجیب و غریب چیزوں کا مالک خدا۔ دنیا بھر میں عجائب گھر جو قائم ہیں اُن میں نادر، نایاب اور انوکھی اشیاء کی نمائش کی جاتی ہے جو آپ کو باہر عام دنیا میں نظر نہیں آتی۔ یہی معنی ہم اپنے خداوند کریم پر لاگو کریں تو دوسرے معبودوں کے مقابل پر کہ ہمارا خدا ایسا عظیم خدا ہے کہ وہ ایسی خوبیوں کا مالک ہے جو آپ کو دوسرے معبودوں اور مورتیوں میں نظر نہیں آتیں اور ہم میں سے جو بھی اِس خدائے ذوالعجائب پر ایمان لا کر اِس سے اپنے پیار کو عروج تک پہنچائے گا وہ آگ سے بچایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار حضرت ابراہیم حنیف علیہ السلام کی مثال بیان فرمائی کہ اُس کے وجود کو ختم کرنے کے لئے مخالفین و معاندین نے آگ بھڑکائی۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدائے ذوالعجائب سے پیار کرتے تھے اور توحید پرست تھے اِس لئے یہ آگ اُن کے لئے ٹھنڈی کر دی گئی اور اِس آگ سے بچائے گئے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے "ناراً" کا لفظ ابلیس کے لئے بھی استعمال فرمایا کہ اُس نے بڑے مان سے اللہ سے کہا خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ کہ تو نے مجھے نار یعنی آگ سے پیدا کیا ہے جو طین سے بالا ہے اور فضیلت رکھتی ہے اور فرشتوں کو مٹی ملے پانی سے پیدا کیا ہے لہذا میری فوقیت زیادہ ہے۔ مگر خدا نے اُسے نیست و نابود کر دیا۔ اُس کا نام و نشان مٹا دیا اور اپنے فرشتوں کی حکومت قائم کی۔

سامعین! اس سارے مضمون کو مثالوں سے آراستہ کرنے اور مزید کھولنے سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آگ کے متعلق ایک اور الہام کو بیان کرنا ضروری ہے اور اِن دونوں آگ والی بشارات کو ساتھ ساتھ لے کر آگے بڑھیں گے تا مضمون سامعین پر واضح ہوتا رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ یہ فقرہ بطور حکایت میری طرف سے خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مجھے آگ سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ (تذکرہ صفحہ 324)

اِن دونوں الہامات میں یہ فرق دکھلائی دیتا ہے اور واقعات نے اِس کی تصدیق بھی کی ہے کہ آگ ہماری غلام ہے میں غیروں کے آگ میں جل کر انجام کا ذکر ہے جبکہ "آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے" میں اپنے احمدی مخاطب ہیں اور اُنہیں ذوالعجائب خدا کی طرف جھکنے اور دعاؤں میں لگے رہنے کی ترغیب ملتی ہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف اقوام کو انبیاء کی نافرمانی اور مخالفت پر جو عذاب نازل کئے وہ زیادہ تر چار عناصر پر مشتمل تھے جیسے پانی، ہوا، مٹی اور آگ اور یہی چار عناصر ہیں جن سے آئندہ بھی اللہ تعالیٰ قوموں پر عذاب نازل کرتا رہے گا۔ آگ سے پہلے تین عناصر یعنی پانی، ہوا اور مٹی کا آگ سے بظاہر تعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن دنیا کی تباہیوں کا احاطہ کریں تو پانی کے عذاب کے ساتھ آسمان سے کڑکنے والی بجلی کے لپکے آگ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جب سے دنیا گلوبل ویلیج بنی ہے ہم نے سونامی آتے دیکھے ہیں گو یہ سونامی پانی سے تعلق رکھتے ہیں مگر بجلی ساتھ لئے ہوتے ہیں۔ اِسی طرح ہوا گو بجلی کے بغیر چلتی دکھائی دیتی ہے لیکن ہم نے دیکھا کہ تیز و تُند ہواؤں سے درختوں کو جب آگ لگتی ہے تو جنگلات کے جنگلات بھسم ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات وہاں مخلوق کا نام ونشان مٹ جاتا ہے جیسے آسٹریلیا اور امریکہ میں ہواؤں سے جنگلات کو لگنے والی آگیں گواہ ہیں۔ یہی کیفیت مٹی کے عذاب سے رونما ہوتی دیکھی گئی ہے جب پہاڑ لینڈ سلائینڈز کرتے ہیں تو پانی اور ہوا سے مل کر یہ ایسی تباہی پھیلاتے ہیں جن میں آسمانی بجلی بھی شامل ہو جاتی ہے اور بعض اوقات آتش فشاں لاوے کی صورت میں عذاب نازل ہوتا ہے جو مٹی سے ہی آگ برساتا لاوا نکلتا ہے الغرض آگ کو ہی مین تباہیوں، ہلاکتوں اور عذابوں کا پیش خیمہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے سے قبل ”حوادثِ طبعی یا عذابِ الٰہی“ کے نام سے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا۔ جس میں آپ نے آئندہ زمانے میں آگ کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

”جہاں تک قرآن کریم کی پیشگوئی کا تعلق ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل انکسار کے نتیجہ میں قوموں کو آئندہ آگ کا عذاب بھی دیا جانا مقدر تھا۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں اس کا اشارۃً یا صراحتاً ذکر ہے جیسا کہ فرمایا اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ۔ لَّا ظَلِیۡلٍ وَّلَا یُغۡنِیۡ مِنَ اللَّهَبِ۔ اِنَّهَا تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ کَالۡقَصۡرِ۔ کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ۔ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ترجمہ: ایسے سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ تسکین بخش ہے نہ آگ کی لپٹوں سے بچاتا ہے۔ یقیناً وہ ایک قلعہ کی طرح کا شعلہ پھینکتا ہے۔ گویا وہ جوگیا رنگ کے اُونٹوں کی طرح ہے۔ ہلاکت ہے اُس دِن جھٹلانے والوں پر۔

ان آیات میں جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ زمانۂ حاضرہ کی جنگوں سے بہت مِلتا جُلتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں پہلی مرتبہ جنگ کا مہیب سایہ تین نمایاں شعبے رکھتا ہے۔ فضائی، برّی اور بحری اور یہ تینوں شعبے آگ برسانے والے ہیں۔"

(حوادث طبعی صفحہ 19-20)

سامعین! مجھے محدود وقت کے اندر رہتے ہوئے اِس مضمون کے تمام لوازمات کو آپ دوستوں کے سامنے رکھنے ہیں۔ اِس لئے مجھے اختصار سے کام لینا ہو گا۔ اوپر آگ کے لغوی معانی اور اِس سے متعلقہ تشریح میں ہم سن آئے ہیں کہ ایک آگ بیماری کی آگ ہوتی ہے جس میں جسم حرارت محسوس کرتا ہے اور نار کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دَور میں طاعون کے نام سے ایک بیماری پھیلی جس میں جسم بخار کی وجہ سے اتنا گرم ہو جاتا ہے کہ انسان کو موت نظر آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بیماری کو آگ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"یہ بَلا (طاعون) ایک کھا جانے والی آگ کی طرح کسی شہر میں اپنا منہ کھولے تو یقین کرو کہ وہ شہر کامل راستبازوں کے وجود سے خالی ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 401)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ افرادِ جماعت احمدیہ اِس مہلک بیماری سے محفوظ رہیں گے۔ حتّٰی کہ یہاں تک آپؑ نے پیشگوئی فرمائی کہ

"جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گا گو ستر برس تک رہے قادیان کو اِس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اُس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔"

(دافع البلاء، روحانی خزائن جلد 18۔ صفحہ 228-230)

پھر فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جو شخص اِس مسجد میں، اِس گھر میں داخل ہو گا یعنی اخلاص اور اعتقاد سے وہ طاعون سے بچایا جائے گا۔ اسی کے مطابق اِن دنوں میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ

كُلَّ مَنْ فِي الدَّار... یعنی مَیں ہر ایک ایسے انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو تیرے گھر میں ہو گا... اور مَیں تجھے خصوصیت کے ساتھ بچاؤں گا۔"

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 401-402)

چنانچہ بے شمار معاندین اِس بیماری کی وجہ سے ہلاک ہوئے مگر احمدی محفوظ رہے۔ ایک دفعہ جب طاعون کا زور تھا۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو سخت بخار ہو گیا۔ انہیں گمان گزرا کہ یہ طاعون ہے انہوں نے وصیت بھی لکھ دی۔ حضرت مسیح موعودؑ اُن کے گھر گئے اور بڑے جلال سے اُنہیں مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر آپ کو طاعون ہو گئی تو پھر مَیں جھوٹا اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے۔ آپؑ نے مولوی صاحب کی نبض پر ہاتھ رکھا اور دعا کی۔ یوں آپ کا بدن سرد ہونے لگا اور آپ محفوظ رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 218)

سامعین! تیسرے نمبر پر جس آگ کا مَیں ذکر کرنا چاہوں گا۔ وہ مخالفت کی آگ ہے جو لوگ ذوالعجائب خدا کی طرف راغبت رکھتے ہیں وہ اِس آگ سے محفوظ رہتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی 135 سالہ تاریخ کا احاطہ کریں تو مخالفین و معاندین اور شریروں کی طرف سے کون کون سے طوفان بدتمیزی کھڑے نہیں کئے گئے۔ احمدیوں کو شہید کیا گیا۔ اموال لوٹے گئے۔ جائیدادیں جلائی گئیں۔ اسباب کو خاکستر کر دیا گیا اور اب مساجد اور قبروں کے مزاروں کو توڑا جا رہا ہے۔ جب بیسیوں مکانوں کا جلایا گیا تو ایک احمدی وجود بھی اندر نہیں جھلسا۔ اِس میں پاکستان، بنگلہ دیش اور انڈونیشیا میں مخالفین کی طرف سے بھڑکائی جانے والی آگیں شامل ہیں۔ اِن مخالفین نے ہمارے خلاف جلوس نکالے۔ مگر ہمارے خلفاء نے ہمیں تحمّل اور صبر سے اِن تکالیف کو برداشت کرنے اور ذوالعجائب خدا کے آگے جھکنے کی تلقین کی اور اب ہزاروں احمدیوں کی ملک سے ہجرت نے نہ صرف ان خاندانوں کو مالی لحاظ سے مضبوط کیا بلکہ جماعت من حیث الجماعت بھی مضبوط ہوئی۔ ہزاروں کی تعداد میں دنیا بھر میں مساجد بنیں، مشن ہاؤسز تعمیر ہوئے، جامعات دنیا بھر میں کُھل گئے۔ جہاں احمدیت کے سپوت جرنیل بن کر دنیا میں پھیلے اور ہر سال پھیل رہے ہیں۔ چند سال قبل مسجد بیت اُلفتوح لندن میں بھی کسی وجہ سے آگ بھڑک اٹھی تھی مگر باوجود عبادات کے لئے نمازیوں کی چہل پہل اور دفاتر میں موجود افراد کے تمام کے تمام اِس آگ سے محفوظ رہے۔

سامعین! ہم اوپر سُن آئے ہیں کہ حضرت ابراہیم حنیف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ رکھا۔ ایک دفعہ کسی نے اِس واقعہ پر اعتراض کیا تو مولانا حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ نے اِس اعتراض کا جواب دیا کہ یہ حقیقی آگ نہ تھی بلکہ مخالفت کی آگ تھی۔ جب حضور علیہ السلام نے یہ جواب سنا تو بڑے جلال سے فرمایا کہ:

"اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ تو گزر چکا۔ اب ہم خدا کی طرف سے اِس زمانہ میں موجود ہیں۔ ہمیں کوئی دشمن آگ میں ڈال کر دیکھ لے کہ خدا اُس آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے کہ نہیں۔ آج کوئی دشمن ہمیں آگ میں ڈالے گا تو خدا کے فضل سے ہم پر بھی آگ ٹھنڈی ہو گی۔"

(سیرت المہدی۔ روایت 147)

مَیں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیمؑ ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

مخالفت کی آگ کی بات چل نکلی ہے تو آپ حاضرین کے ازدیادِ ایمان کی خاطر دو معاندین کا ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اُن میں ایک جنرل ضیاء الحق تھا جو اس بات کا دعویدار تھا کہ مَیں جماعت احمدیہ جیسے کینسر کو جڑھ سے اکھاڑ کر ہی دم لوں گا۔ اُس کا انجام کیا ہوا کہ آگ کی لپیٹ میں آیا اور ایسا آیا کہ سوائے دانتوں کے ڈنچر کے کچھ اُس کا باقی نہ رہا اور اِس ڈنچر کی وجہ سے آج اِس کی قبر کے نزدیک واقع چوک کو جبڑا چوک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دوسرا معاند احمدیت ذوالفقار علی بھٹو تھا۔ جو 90 سالہ مسئلہ حل کرنے کا دعویدار تھا گو وہ آگ کی لپیٹ میں تو نہیں آیا مگر جو لیور (Lever) اُس کی موت کا باعث بنا وہ الیکٹرک تھا اور الیکٹرسٹی ایک آگ ہی ہے جس سے وہی لوگ بچائے جاتے ہیں جو ذوالعجائب خدا پر یقین رکھتے ہیں۔

سامعین! پھر ایک آگ جس کا ذکر اوپر آگ کی تعریف کے ضمن میں ہو چکا وہ روحانی بیماریوں کی آگ ہے۔ جیسے حسد کی آگ، ناجائز مال اکٹھا کرنے کی آگ ہے۔ وہ حُطَمَہ میں گرایا جائے گا۔ (الھمزہ) جس میں آگ بھڑکائی گئی ہے۔ اِس آگ سے بھی وہی لوگ بچائے جائیں گے جو اللہ تبارک و تعالیٰ پر توکل کرتے اور اُس کی طرف جھکے رہتے اور دعاؤں میں وقت گزارتے ہیں۔

سامعین! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر دو تین ایسے ایمان افروز واقعات آپ کے سامنے رکھنے جارہا ہوں جو آگ کے متعلق اِن الہامات کی تائید کرتے ہیں۔ انڈونیشیا کے مبلغ مولانا رحمت علی صاحب مرحوم کے گھر یعنی مشنری ہاؤس کے قریب ایک دفعہ خوفناک آگ لگی۔ ہوا کے رُخ کی وجہ سے وہ مشنری ہاؤس کی طرف بڑھنے لگی۔ احبابِ جماعت نے آپ سے درخواست کی کہ فوراً گھر چھوڑ دیں یا کم از کم اپنا قیمتی سامان ہی نکالنے کی اجازت دے دیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں! مَیں تو اُس آقا کا غلام ہوں جسے کہا گیا تھا کہ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ یہ تو ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ اس لئے یہ آگ مجھے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ آپ دعاؤں میں لگ گئے اور احبابِ جماعت کو دعاؤں کی تحریک کی۔ جب آگ آپ کے گھر کے قریب پہنچنے لگی تو اچانک موسلا دھار بارش ہوئی اور آگ کے شعلے بھسم ہو گئے اور وہی آگ جو لوگوں اور اُن کے سامان کو بھسم کر رہی تھی وہی آگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نتیجے میں خود بھسم ہو گئی۔

(خلاصہ خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 79-81)

سامعین! چند سال قبل 6 نومبر 2021ء کو فری ٹاؤن سیر الیون میں آئل ٹینکر کے پھٹنے سے ایک اندوہناک حادثہ رونما ہوا کہ جب آئل، ٹینکر سے بڑی تیزی سے بہنے لگا تو لوگوں نے آئل بالٹیوں اور کنٹینرز میں اکٹھا کرنا شروع کر دیا کہ اچانک ٹینکر پھٹنے سے آگ لگ گئی اور 98 قیمتی جانیں لقمہ اجل بن گئیں۔ عین اُس وقت ایک کوچ جو اِس کے قریب سے گزر رہی تھی کو بھی آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اِس کوچ میں ایک احمدی دوست مکرم مصطفیٰ کوجی صاحب کی اہلیہ بھی سفر کر رہی تھیں۔ جن کے کپڑوں کو بھی آگ چھونے لگی۔ آپ نے بلند آواز سے اللہ اکبر، کلمہ طیبہ پڑھنے کے ساتھ یہ کہنا شروع کر دیا کہ اے اللہ! تیرا وعدہ ہے کہ تو احمدیوں کو یوں جلنے نہیں دے گا۔ کچھ ہی دیر میں اس خاتون کے کپڑوں سے آگ دُور بھاگنے لگی۔ مگر اِس کا قیمتی سامان کوچ میں ہی رہ گیا۔ اگلے روز جب یہ خاتون اپنا سامان لینے بس اسٹیشن پر گئیں تو آپ کو آپ کا سامان بھی محفوظ حالت میں مل گیا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے احسان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے اِس نشان نے اِن کے ایمان کو مزید پختہ کیا ہے۔

(یہ واقعہ مکرم محمد قاسم طاہر صاحب مربی سلسلہ سیر الیون نے الفضل آن لائن کی اشاعت کے لئے بھجوایا تھا)

سامعین! مکرم مقصود احمد ریحان صاحب نے آسٹریلیا سے ایک واقعہ الفضل آن لائن لندن کی اشاعت کے لئے بھجوایا۔ وہ لکھتے ہیں کہ چند روز قبل آسٹریلیا کے جنگلات میں جو آگ نے تباہی مچائی ہے جس کے

نتیجہ میں آبادیوں کی آبادیاں لپیٹ میں آئیں۔ قیمتی جانوں اور جانوروں کا نقصان ہوا۔ یہ آگ قدرتی آفت سے کم نہ تھی اور قیامتِ صغریٰ کے مناظر تھے مگر تمام احمدی اِس آگ سے محفوظ رہے اور کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

سامعین! آج کل دنیا پر تیسری جنگ عظیم کے بادل بڑی تیزی سے چھاتے جا رہے ہیں۔ دنیا کی سپر پاورز کے درمیان مفادات کے ٹکراؤ میں شدت آتی جا رہی ہے اور جیسا کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گزشتہ کئی سالوں سے مسلسل اقوام عالم کو خبردار کر رہے ہیں کہ ہوش کے ناخن لو ورنہ ایک ہولناک تباہی و بربادی اس دنیا کا مقدر ہو سکتی ہے۔

جنگیں ہمیشہ تباہی اور بربادی ساتھ لے کر آتی ہیں اور تیسری جنگ عظیم کی شدت کے اندازے تو دنیا کب کے لگا چکی ہے کہ اس کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کا احاطہ انسانی سوچ کے دائرے سے ہی باہر ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جنگوں کے نتیجے میں نقصان ہمیشہ عوام الناس ہی اُٹھاتے ہیں جن کا براہِ راست اس جنگ سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا۔ وہی معصوم اور بے زبان لوگ اپنی جانیں، گھر بار، مال و اسباب سے محروم ہوتے ہیں جو اپنا بچاؤ کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ اس کے بالمقابل طاقتور اور فیصلہ ساز لوگ، جو بنیادی طور پر اس جنگ کی وجہ بنتے ہیں اور پوری انسانیت کو اپنی انانیت کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں، ان کے پاس اتنے وسائل ہوتے ہیں کہ ان کو اپنے ان وسائل اور طاقتوں اور مال و دولت پر یہی زعم ہوتا ہے کہ ان کا اپنا کچھ نہیں بگڑے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر کی چکی جب چلتی ہے تو ایسے تمام فراعینِ وقت اپنی تمام دولتوں، اختیارات اور وسائل سمیت تباہ و برباد کر دیئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا (بنی اسرائیل:16)

یعنی ہم ہر گز عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ کوئی رسول بھیج دیں (اور حجت تمام کر دیں)۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے رسول حضرت مسیح موعودؑ اور اُن کے خلفاء تو دنیا پر بار بار حجت تمام کر چکے ہیں۔ اب بھی اگر دنیا خدا کے فرستادے کا انکار کرتی رہے گی تو یقیناً خدا تعالیٰ کے غضب کا مورد بننے والے ہوں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو!
ہوگئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

پس خدا تعالیٰ کا غضب تو بھڑک رہا ہے اور جنگ عظیم کی آگ کے شعلے بھی بھڑک رہے ہیں۔ بطور ایک احمدی ہم سب کا فرض ہے کہ ہم سب خدا تعالیٰ کے حضور پہلے سے بھی زیادہ جھکیں اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ تمام بنی نوع انسان کیلئے خدا تعالیٰ کے رحم کے طالب ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ 11 دسمبر 2015ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

”دنیا اس وقت آگ کے گڑھے کے جس دہانے پر کھڑی ہے کسی وقت بھی ایسے حالات ہو سکتے ہیں کہ وہ اس میں گر جائے۔ ایسے وقت میں دنیا کو اس آگ میں گرنے سے بچانے کی کوشش کرنا اور امن اور سلامتی دینے کا کام کرنا ایک احمدی کی ذمہ داری ہے اور احمدی ہی کر سکتے ہیں۔ پس اس کے لئے کوشش کی ضرورت ہے اور سب سے بڑی چیز اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنا ہے، اس کے آگے جھکنا ہے، اس کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ اس کا تقویٰ اپنے دلوں میں پیدا کرنا ہے۔ تبھی ہم اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بھی اور دنیا کو بھی امن اور سلامتی دے سکتے ہیں۔ ایسے ہی موقع کے لئے اور ان حالات کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

پس اس ذوالعجائب اور سب طاقتوں کے مالک خدا سے تعلق مضبوط تر کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ سے پیار میں بڑھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور دنیاداروں کو بھی عقل دے کہ وہ خدا تعالیٰ کی آواز کو سنیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچیں۔“

سامعین! حضور ایدہ اللہ نے مؤرخہ 22 نومبر 2024ء کے خطبہ جمعہ فرمایا کہ

"اس وقت مَیں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ یورپ میں بھی حالات بڑی تیزی سے جنگ کی طرف جا رہے ہیں۔ یوکرین اور روس کی جنگ پھیلنے کا خطرہ بڑھتا جا رہا ہے۔ دھمکیاں مل رہی ہیں یورپ کے باقی ملکوں کو بھی۔ اکثر جو ہیں عقل رکھنے والے اور امن پسند لوگ لیڈر اس بارے میں پریشان بھی ہیں۔ بہر حال دعا کریں اللہ تعالیٰ احمدیوں اور امن پسند لوگوں کو جنگ کے بد اثرات سے محفوظ رکھے اور یہ لوگ ایسے ہتھیار استعمال نہ کریں جنگ میں جن کے استعمال سے آئندہ نسلیں متاثر ہوتی ہیں۔ مسلمان ممالک کے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کو بھی عقل اور سمجھ دے اور وہ لوگ بھی حق پہچاننے کی اللہ ان کو حق پہچاننے کی توفیق دے۔"

سامعین! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"مدّت کا یہ میرا الہام ہے کہ "آگ سے ہمیں مت ڈرا۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔" یہ ویسے ہی ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ بعض بہشتی بطور سیر دوزخ کو دیکھنا چاہیں گے اور اس میں اپنا قدم رکھیں گے، تو دوزخ کہے گی کہ تو نے تو مجھے سرد کر دیا۔ یعنی بجائے اس کے کہ دوزخ کی آگ اُسے جلاتی۔ خادموں کی طرح آرام دِہ ہو جاوے گی۔

عادت اللہ یہی ہے کہ دو ناریں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ محبّتِ الٰہی بھی ایک نار ہے اور طاعون کو بھی نار لکھا ہے لیکن ان میں سے ایک تو عذاب ہے اور دوسری انعام ہے، اسی لیے طاعون کی نار کی ایک خاص خصوصیت خدا تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اِس میں آگ کو جو غلام کہا گیا ہے۔ میرا مذہب اس کے متعلق یہ ہے کہ اسماء اور اعلام کو ان کے اشتقاق سے لینا چاہئے۔ غلام غَلَمَ سے نکلا ہے۔ جس کے معنے ہیں کسی شئ کی خواہش کے واسطے نہایت درجہ مضطرب ہونا یا ایسی خواہش جو کہ حد سے تجاوز کر جاتی ہے اور انسان پھر اس سے بے قرار ہو جاتا ہے اور اسی لیے غلام کا لفظ اس وقت صادق آتا ہے جب انسان کے اندر نکاح کی خواہش جوش مارتی ہے۔ پس طاعون کا غلام اور غلاموں کی غلام کے بھی یہی معنے ہیں کہ جو شخص ہم سے ایک ایسا تعلق اور جوڑ پیدا کرتا ہے جو کہ صدق و وفا کے تعلقات کے ساتھ حد سے تجاوز ہوا ہو اور کسی قسم کی جدائی اور دُوئی اس کے رگ و ریشہ میں نہ پائی جاتی ہو اسے وہ ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی اور جو ہمارا

مرید الٰہی محبت کی آگ سے جلتا ہو گا اور خدا کو حقیقی طور پر پالینے کی خواہش کمال درجہ پر اس کے سینہ میں شعلہ زن ہو گی۔ اسی پر بیعت کا لفظ حقیقی طور پر صادق آوے گا۔ یہاں تک کہ کسی قسم کے ابتلا کے نیچے آکر وہ ہر گز متزلزل نہ ہو بلکہ اور قدم آگے بڑھاوے۔ لیکن جبکہ لوگ ابھی تک اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر وہ ابتلا میں آجاتے ہیں اور اعتراض کرنے لگتے ہیں تو پھر وہ اس آگ سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 2)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس آگ سے بچائے رکھے اور ہم تمام احمدیوں کے حق میں آگ بارے یہ الہامات پورے کر کے محفوظ رکھے اور ہم سب کو اپنے سے پیار کرنے والا بنائے۔ آمین

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴾24﴿ ﴾مشاہدات۔ 631﴿

”تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں“

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (لقمان:19)

حضرت لقمانؑ اپنے بیٹے کو اِس آیت میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (نخوت سے) انسانوں کے لیے اپنے گال نہ پُھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھر۔ اللہ کسی تکبر کرنے والے (اور) فخر و مباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

کِرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام ہے کہ ”تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کی بہت اچھی اور پیاری تصویر تھے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہو کر عاجزانہ راہوں کو اختیار کیا۔ تب قدر شناس خدا تعالیٰ نے اِس لعلِ بے بہا کو چُن کر آپ کو الہاماً فرمایا کہ

”تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں۔“

(تذکرہ ایڈیشن دوم صفحہ 701)

اِس الہام میں اللہ تعالیٰ چونکہ آپ علیہ السلام کو مخاطب ہے اِس لئے لفظ ”تیری“ میں آپؑ ہی مخاطب ہیں جبکہ لفظِ ”اُس“ کی ضمیر اُس خدائے واحد و یگانہ کی طرف جاتی ہے جس نے یہ الہام آپؑ پر نازل کیا ہے۔

حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹی صاحبؓ، آپ علیہ السلام کی عاجزی و انکساری کو ایک مثال کے ساتھ کیا کمال اور عمدگی سے یوں بیان فرماتے ہیں کہ

ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خو کردہ تھا۔ ہماری مسجد میں آیا۔ لوگوں کو آزادی سے آپ علیہ السلام سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہو گیا۔ آپ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں۔ لوگ بے محابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

”میرا یہ مسلک نہیں کہ میں ایسا تُند خُو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور مَیں بُت بننے سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ مَیں تو بُت پرستی کے ردّ کرنے کو آیا ہوں نہ یہ کہ مَیں خود بُت بنوں اور لوگ میری پُوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مَیں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔“

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 41-42)

سامعین! تاریخ میں لکھا ہے کہ آپؑ کی ملاقات کی جگہ عموماً مسجد ہی ہوتی تھی۔ لوگ آتے اور آزادی سے آپؑ سے بات چیت کرتے۔ آپؑ توجہ اور محبت سے ان کی بات سنتے اور وہ آپؑ کی محبت سے فیض حاصل کرتے۔ آپؑ کی طبیعت عاجزانہ رنگ رکھتی تھی۔ اپنی بڑائی کے اظہار سے آپؑ متنفّر تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ چارپائی کے سرہانے کی طرف کوئی دوسرا شخص بیٹھا ہے اور پائنتی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں یا ننگی چارپائی پہ آپؑ ہیں اور بستر والی چارپائی پہ آپؑ کا کوئی مرید بیٹھا ہے۔ بسا اوقات ایک نووارد کو دھوکا لگ جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کون ہیں اور کہاں بیٹھے ہیں۔ آپؑ اپنے خادموں اور مریدوں کے نام بھی ادب سے لیتے۔ اگر کوئی گستاخی سے کلام کرتا تو آپؑ نرمی سے ہی جواب دیتے۔ آپؑ کی زندگی اُسوۂ نبوی کا پَرتَو تھی۔ گھر کے کام کاج میں کبھی عار محسوس نہ کرتے۔ پیوند لگے جوتے اور کپڑے پہن لیتے۔ آپؑ کی گھریلو زندگی خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ کی مکمل تصویر تھی۔ اندرونِ خانہ کی خدمت گزار عورتیں بھی آپؑ کے حسنِ معاشرت کی گواہ تھیں۔ آپؑ اپنے دوستوں، ملازموں اور غریب لوگوں کی خدمت میں راحت محسوس کرتے۔ دوا پوچھنے والی گنوار عورتوں کی بات کشادہ پیشانی سے سنتے اور دوا

بتاتے۔ پھل کا موسم آتا تو اپنے مہمانوں و دوستوں کو باغ میں ساتھ لے کر جاتے اور موسم کا پھل تُڑوا کر سب کے ساتھ مل کر بے تکلفی سے نوش فرماتے۔

آپ علیہ السلام کی عاجزی اور تواضع کا یہ حال تھا کہ اپنا لکھا ہوا مضمون اپنے دوستوں اور خدام کو سناتے تاکہ اگر کوئی بات ہو تو کمی بیشی کی اصلاح ہو سکے۔ حالانکہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے الہام میں آپ کو سلطان القلم فرمایا تھا۔ اپنی اولاد کا بہت اکرام کرتے۔ ان کی ضروریات پہ نظر رکھتے۔ بیٹیوں کی بہت دلداری فرماتے۔ جب چھوٹی عمروں کے تھے تو اُنہیں گود میں لے کر ٹہلتے بھی تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ساری زندگی عجز و فروتنی کے ساتھ اپنے آپ کو لاشئ محض سمجھتے ہوئے خدمتِ دین میں گزاری۔ آپؑ خود فرماتے کہ جب کوئی دینی ضروری کام آن پڑے تو مَیں اپنے اوپر کھانا، پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں، جب تک وہ کام ہو نہ جائے۔ آپؑ کی تحریرات میں جگہ جگہ عاجز، ناچیز، احقر العباد، خاکم، خاک جیسے عاجزانہ الفاظ کا استعمال پایا جاتا ہے۔

حضرات! عِجز اور انکساری جہاں اخلاقِ حسنہ کی بنیادی اینٹ ہیں وہاں اِس کے مقابل کا لفظ ''تکبّر'' تمام اخلاقِ سیّئہ کا سردار ہے۔ سورۃ الفرقان میں جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے عِبادُ الرحمٰن کی 13 صفات کا ذکر فرمایا ہے وہاں اِن صفات کا آغاز تکبّر نہ کرنے اور عاجزی و انکساری اپنانے سے کر کے ہمیں یہ سبق دیا ہے تکبّر و انا بڑے گناہوں میں سے ایک ہے جبکہ فروتنی اور انکساری نیکیوں کی بنیاد میں سے ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انکسار و تواضع وہ عزت کی راہ ہے جو خدا تعالیٰ کو محبوب ہے۔ خدا کے لیے تواضع اختیار کرنے سے انسان در حقیقت مکرّم و معزّز بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عباد الرحمٰن کی اعلیٰ صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

اِس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ''سلام''۔

شوخی و کبر دیو لعیں کا شعار ہے
آدم کی نسل وہ ہے جو خاکسار ہے

سامعین! انبیاء اپنے نمونے سے بنی نوع انسان کی راہ نمائی کرتے ہیں۔ وہ خدا کے معصوم اور عاجز بندے ہوتے ہیں۔ وہ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے خدا کے حضور مخلوقِ خدا کی اصلاح کے لیے دعائیں اور گریہ وزاری کرتے ہیں۔ نیز خدا کے بندے عاجزی وزاری کرتے ہوئے خدا کے حضور جھکتے رہتے ہیں اور اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے فضل اور رحمت کے طلب گار رہتے ہیں۔ تورات میں لکھا ہے

"تب موسیٰ نے جلدی سے زمین پر سر جھکایا اور بولا کہ اے خداوند! ہمارے گناہ اور خطائیں معاف فرما۔"

(خروج 34-9)

حضرت داؤد علیہ السلام خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ

"مَیں نے تیرا گناہ کیا"

(زبور 51-3)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کمال فروتنی کا ذکر حدیث میں اس طرح ملتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عیسیٰ نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا تو اُس سے کہا کہ تُو نے چوری کی ہے۔ اُس نے کہا، قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں (مَیں نے چوری نہیں کی) تو عیسیٰ نے کہا، مَیں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اپنی آنکھ کی تکذیب کرتا ہوں۔

(تجرید بخاری کتاب بدء الخلق صفحہ 634)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت قرآن پاک نے "حنیف" بیان فرمائی ہے اور حنیف کا مطلب ہی جھکنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے فرمایا کہ اَسۡلِمۡ یعنی فرماں بردار ہو جا تو آپؑ نے فوراً ہی اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کا اعلان فرما دیا۔

سامعین! ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع وانکساری کا تو یہ حال تھا کہ ایک شخص نے آپؐ کو اِن الفاظ سے مخاطب کیا۔ اے ہمارے آقا!، ہمارے آقا کے فرزند! اور ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے فرزند!۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تقویٰ سے کام لو۔ شیطان تمہیں بہلا نہ دے۔

مَیں عبد اللہ کا بیٹا محمد ہوں۔ خدا کا بندہ ہوں اور رسول ہوں۔ خدا نے مجھے جو مرتبہ بخشا ہے اس سے آگے نہ بڑھاؤ۔

(مسلم کتب الفضائل باب من فضائل ابراھیم الخلیل)

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکسار کا یہ حال تھا کہ آپؐ خود دوسروں کا اعزاز واکرام فرماتے۔ کوئی آتا تو اپنی چادر بچھا دیتے، مجلس میں بیٹھتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے باتیں کرتے۔ جب کوئی شخص بات کرتا تو اس کی بات توجہ سے سنتے اور اس وقت تک منہ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ پھیرے۔ ناپسندیدہ آدمی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے۔ اپنی بیویوں کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آتے۔ اپنے بال بچوں پہ بہت مہربان تھے۔ آپؐ کے لباس وبستر اور کلام میں بھی سادگی تھی۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی بھیجی ہے کہ تم تواضع یعنی فروتنی اختیار کرو تاکہ کوئی ایک دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔

(ریاض الصالحین حصہ دوم صفحہ 290)

پیارے بھائیو! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں غروبِ آفتاب تک نہایت عاجزی اور انکساری اور تضرع اور ابتہال کے ساتھ اپنے رب کے حضور فریاد کرتے رہے کہ اے اللہ! تو میری بات سنتا ہے اور میری جگہ کو دیکھتا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں مصیبت زدہ ہوں۔ محتاج ہوں۔ فریادی ہوں۔ پناہ جو ہوں۔ پریشان ہوں۔ ہراساں ہوں۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں۔ اعتراف کرنے والا ہوں۔ تیرے آگے سوال کرتا ہوں۔ جیسے بے کس سوال کرتے ہیں۔ تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں اور تجھ سے طلب کرتا ہوں۔ جیسے خوفزدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہو اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہو، جس کی گردن تیرے آگے جھکتی ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فروتنی کیے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔ اے رب! تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہو جا۔ اے سب مانگے جانے والوں سے بہتر اور سب دینے والوں سے اچھے!

غروبِ آفتاب کے وقت آپؐ عرفہ سے روانہ ہوئے اور اُسامہ بن زید کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا۔ عاجزی اور فروتنی کا یہ عالَم تھا کہ اونٹنی کی مہار آپؐ نے اس طرح سمیٹی ہوئی تھی کہ قریب تھا کہ سر کجادہ سے لگ جائے۔

آئیں! قبل اِس کے کہ مَیں اِس الہام کے بارے میں وقت کی آواز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات پیش کروں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے خمسہ کے عاجزی وانکساری سے ایک ایک ارشاد پیش کردوں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

’’بعض نادان ایسے بھی ہیں جو ذاتوں کی طرف جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بڑا تکبر اور ناز کرتے ہیں۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ذات کچھ بھی چیز نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سید وُلد آدم اور افضل ُالانبیاء ہیں۔ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صاف طور پر فرمایا کہ اے فاطمہ! تو اس رشتہ پر بھروسہ نہ کرنا کہ مَیں پیغمبر زادی ہوں۔ قیامت کو یہ ہرگز نہیں پوچھا جائے گا کہ تیرا باپ کون ہے۔ وہاں اعمال کام آئیں گے۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دُور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے۔ کیونکہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر ایسی شئے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد صفحہ 188۔189)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’خدا کی راہ میں استقامت اور عجز کے ساتھ قدم اٹھاؤ۔ قویٰ سے کام لو۔ اس کی مدد طلب کرو۔ پھر یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے وارث ہو جاؤ۔‘‘ (خطبات نور جلد اول صفحہ 228)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تکبر کو شدید طور پر ناپسند کیا ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی ترقیات کے لیے کوشش نہ کرو۔ تم اپنی ترقیات کے لیے جتنی بھی کوشش کرو جائز ہے۔ مگر اس کے بعد تمہیں جتنی بھی ترقی ملے۔ اتنا ہی اپنے آپ کو متواضع بناؤ۔ ورنہ اگر تم متکبر ہو گئے تو خدا تعالیٰ تم سے خوش نہیں ہو گا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 549)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کے حوالے سے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

”تم محض ان عبادتوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کو حاصل نہیں کرسکتے۔ اگر تم اُس تک پہنچنا چاہتے ہو تو اپنے اندر عاجزی، ذات تواضع اور اپنے آپ کو حقیر سمجھنے کی ذہنیت پیدا کرنی چاہیے۔“

(خطبہ جمعہ 21 جنوری 1966ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”عجز کے مقام تو بے شمار ہیں لیکن جب تک اندرونی طور پر آپ کو وہ آنکھ نصیب نہ ہو جو عجز شناسائی بخشتی ہے۔ جس سے عجز پہچانا جاتا ہے، اُس وقت تک صحیح معنوں میں خدا کی راہ میں آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔“

(خطبہ جمعہ 6 اپریل 1990ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”عاجزی اور انکساری ایک ایسا خُلق ہے جب کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو اس کے ماحول میں اور اس سے تعلق رکھنے والوں میں باوجود مذہبی اختلاف کے جس شخص میں یہ خُلق پیدا ہو اس پر انگلی اٹھانے کا موقعہ نہیں ملتا بلکہ اس خُلق کی وجہ سے لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے تعلق رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں... ایسے لوگ جن کو اپنی بڑائی بیان کر کے اپنے مقام کا اظہار کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ ان کو یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بلند مقام عاجزی سے ہی ملتا ہے... اللہ تعالیٰ ہر احمدی بچی، ہر احمدی عورت کو اپنے ایمان کی پوشاک ہی پہنائے اور دنیاوی لباس جو دکھاوے کے لباس ہیں ان سے بچائے رکھے۔ اسی طرح مرد بھی اگر دکھاوے کے طور پر کپڑے پہنتے ہیں۔ لباس پہن رہے ہیں تو وہ بھی اسی زُمرے میں آتے ہیں ... اللہ تعالیٰ ہمیں عاجزی اور انکساری کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ 4 جنوری 2004ء)

پیارے بھائیو! اب آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے اِس الہام کے متعلق ارشادات پیش ہیں۔ فرمایا۔

”عاجزی اور انکساری کی عادت بھی پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ کو انکسار اور عاجزی بہت پسند ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ ”تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔“(تذکرہ صفحہ 595 ایڈیشن چہارم)۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہیں تلاش کرنی ہیں تو پھر عاجزانہ راہوں کی تلاش کرنی ہوگی۔ قرآن کریم میں بھی اس طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمان:19) اور اپنے گال غصہ سے لوگوں کے سامنے مت پھلا اور زمین میں تکبر سے مت چل۔ اللہ کسی بھی شیخی کرنے والے اور فخر کرنے والے سے پیار نہیں کرتا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنا ہے تو عاجزی پیدا کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اِسی سے دخل ہو دارالوصال میں

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 18)

پس اصل مقام انسان کو اپنی بڑائی بیان کرنے یا فخر سے گردن اکڑانے یا دوسروں پر اپنی برتری ثابت کرنے سے نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ کے قرب کا مقام عاجزی اختیار کرنے سے ملتا ہے۔“

(جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ برطانیہ 2021ء کے افتتاحی اجلاس سے خطاب)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جس بات کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے وہ ہے عاجزی کا خُلق۔ اس خُلق کا اظہار بھی اس وقت ہوتا ہے جب لوگوں سے واسطہ ہو۔ کہنے کو تو بہت لوگ ملتے ہیں عاجزی کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب اپنے مفاد سے ٹکراؤ ہوتا ہے تو عاجزی پیچھے رہ جاتی ہے اور بڑائی اور تکبّر سامنے آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو عبادالرحمٰن کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ عاجز ہوتے ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ

الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّ اِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا (الفرقان:64) اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں سلام۔ پس مومن ہر حالت میں عاجزی کا مظاہرہ کرتا ہے اور ہر ایسی جگہ جہاں جذبات کو انگیخت کیا جائے، جہاں بڑائی بیان کر کے مقابلے کی صورت پیدا کی جائے وہاں عاجز لوگ سلام کر کے اٹھ جاتے ہیں۔ تکبّر دکھانے والے کو اللہ تعالیٰ نے جاہل ٹھہرایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک مقابلے سے انکار کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو فرمایا:

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔" (تذکرہ صفحہ 595)

پس یہ وہ معیار ہے جسے ہمیں بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

(جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ 2024ء سے افتتاحی خطاب)

سامعین! پھر حضور انور ایدہ اللہ عہدیداران کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جماعت سے وفا اور اخلاص کے تعلق کو بڑھائیں اور بجائے ذاتی اناؤں کے نیک نیتی سے جماعتی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے پوری کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں۔ آپ لوگ عہد کرتے ہیں کہ ہم جماعت کے وفادار رہیں گے، خلافت سے وفاداری کریں گے تبھی ان پر پورا اُتر سکتے ہیں جب آپ خالصۃً للہ ہر بات کرنے والے ہوں گے اس کے بغیر صرف باتیں ہیں۔ ہر ایک انسان میں غلطیاں ہوتی ہیں، کمزوریاں ہوتی ہیں۔ ان سے کوئی خالی نہیں ہے لیکن اپنی اصلاح کی طرف کوشش کرنی چاہیے اور عاجزی دکھانی چاہیے۔ اپنے آپ کو عاجز انسان سمجھنا چاہیے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمیں تعلیم ہے اور یہی عاجزی اور انکساری کا فعل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا جو اللہ تعالیٰ کو پسند آیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ "تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں"۔ وہ تبھی پسند آئیں گی کہ جب عاجزی ہو، انکساری ہو اور خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اللہ کی خاطر ہر کام ہو۔"

(نیشنل مجلس عاملہ وصدران جماعت احمدیہ فرانس کی آن لائن ملاقات، الفضل انٹرنیشنل 24 اکتوبر 2024ء)

ہم بھی عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے انکساری و خشوع کے جذبات سے دین اور انسانیت کے خادم بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اپنے فضل و کرم ورحم سے نوازتا چلا جائے۔ (آمین)

(اِس تقریر کا کچھ حصہ مکرمہ مبارکہ شاہین آف جرمنی کے ایک مضمون سے لیا گیا ہے)

۞۞۞۞

﴿25﴾ ﴿مشاہدات۔214﴾

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا (بنی اسرائیل:38)

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر کا یہ مصرع ہے۔ **جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا**

اور اس مضمون کو سمجھنے کے لئے مکمل شعر حاضرین کے سامنے سنانا ضروری ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

دنیا بھر کے موجودہ حالات و واقعات کی روشنی میں معاشرے میں صبر، حوصلہ اور برداشت کا مادہ کم ہوتا جا رہا ہے، معمولی معمولی بات پر بھڑک اٹھنا معمول بن چکا ہے۔ وسعتِ حوصلہ کا فقدان معاشرہ میں نظر آنے لگا ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر آپس میں ناچاقیاں اور لڑائیاں بڑھ رہی ہیں۔ دورانِ گفتگو چھوٹے بڑے کا لحاظ نہ رکھنا عام سی بات سمجھی جانے لگی ہے۔ بد زبانی سے بھی ماحول میں تعفُّن پیدا ہو رہا ہے۔ گفتگو کے دوران تکبر اور ریاکاری، ملاوٹ کر کے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ معاشرہ میں ان کا قد اونچا ہوتا ہے، حالانکہ ان عقل کے اندھوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی لوگوں کو سخت وعید کی ہے۔

ممکن ہے میرے سامعین یہ سوچیں کہ مندرجہ بالا تمہید کا تقریر کے اس موضوع کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی پہچان، اس کے حقوق اور اس کی عبادت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس کی مخلوق (جو اللہ کی عیال یعنی خاندان ہے) کے ساتھ نیک اور محبت کے تعلقات استوار نہ

ہوں، اس کے بندوں کے حقوق ادا نہ ہو رہے ہوں۔ ان کے ساتھ تحمل، بُردباری، طبیعت میں نرمی اور کشائش کے ساتھ برتاؤ نہ کیا جائے تو نہ خدا ملتا ہے اور نہ وصالِ صنم ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو خاک میں ملانے اور جُھک کر زندگی گزارنے سے یہی مراد ہے کہ سب سے پہلے معاشرہ میں بسنے والوں کے ساتھ عاجزی، انکساری اور خاکساری کا برتاؤ کرو پھر بڑے آشنا اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے اس کے آگے رکوع و سجود کرو۔ سجدے میں ناک رگڑو تب آشنا ملے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ دعا کی قبولیت کے لئے دل کینہ اور بغض سے صاف ہونا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ انتہائی ضروری چیز ہے کہ سب ذاتی رنجشوں اور کدورتوں کو بھلا دیا جائے۔“

(خطبہ جمعہ 29 دسمبر 2017ء)

جب انسان اس حد تک اپنے آپ کو نیچے لے جا کر خدا کی مخلوق سے حسنِ سلوک کرتے ہوئے اس کے حضور گرتا ہے، جھکتا ہے تو یہی معنی ہیں حضرت مسیح موعودؑ کے اس مصرع کے، جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا۔ اپنے آشنا، اپنے ربّ کو پانے کا یہی راز ہے۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا مصرع کے الفاظ کو روحانی لحاظ سے سمجھنے کے لئے اس دنیا میں مجازی محبت پر اس مثال کو اپلائی کرنا چاہئے۔ آشنا کا لفظ رفیق، یار، جگری دوست، محبوب، عاشق کے لئے بولا جاتا ہے اور مذکر و مؤنث دونوں کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ خاک کے معنی زمین، مٹی، دھول، غبار اور نیچے لگنے کے ہیں۔ آشنا کے معنی پر غور کریں تو اس کے اندر ہی خاک میں ملنے کے معنی موجود ہیں۔ اردو لغات میں لکھا ہے کہ کسی کی طرف مائل ہونا اور محاورہ درج ہے دونوں گھٹنے آشنا بزمین ہوئے کہ دونوں گھٹنے زمین کی طرف مائل ہوئے۔ زمین کی طرف جھکے۔ اگر مجازی آشنا کی بات کریں تو ہم آئے روز Affair کے بارے سنتے رہتے ہیں اور بارہا سننے میں آتا ہے کہ جب کسی کو کسی سے پیار ہو جائے تو اُس کو پانے کے لئے انسان ہر قسم کے جتن کرتا ہے اور ہر اس حد سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے جس کو عرف عام میں بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ مگر اس کے حصول کی خاطر اس کو خاک چاٹنی پڑتی ہے اس کے بعد کہیں جا کر آخری حد تک پہنچتا ہے۔ بعض اوقات منت سماجت، عجز و انکساری اور عزیز و اقارب کے

پاؤں پکڑ کر منانے کی کوشش ہوتی ہے تب وہ آشنا پانے میں کامیاب ہوتا یا ہوتی ہے۔ گویا اس کے حصول کے لئے ناکوں چنے چبانے پڑتے ہیں یا دانتوں سے لوہے کے چنے چبانے کی نوبت آجاتی ہے۔ اس سب کا ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ کو علم ہو جائے کہ اس دنیا میں مجازی آشنا کو پانے کے لئے کتنے جتن کرنے اور اپنے آپ کو خاک میں ملانا پڑتا ہے۔

اس اہم موضوع کے روحانی معنوں میں داخل ہونے سے قبل تمام مذاہب کی عبادات کے طریق کار کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ دنیا کے مذاہب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا ضروری ہے۔ کسی میں Bowdown کی اور کسی میں سجدہ کرنے یعنی Prostrate کی کیفیت ہے۔ کسی میں سر نگوں کر کے با ادب کھڑے ہو کر یا ذرا سا کمر کے بل رکوع کی طرح جھک کر عبادت کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام مذاہب کے طریقوں کو اسلام کی عبادت یعنی نماز پڑھنے کے انداز میں جمع کر دیا ہے۔ یہ تمام طریق آشنا کے حصول کے لئے خاک میں ملنے ہی کی مانند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو مومن کی نماز میں ان اداؤں پر اتنا پیار اور ناز آتا ہے کہ وہ مومن کے قریب آجاتا ہے۔ مومن ایک قدم بڑھتا ہے تو آشنا دو قدم قریب ہو جاتا ہے۔ نوافل تو ہے ہی نام اپنے آپ کو خاک میں ملانے کا اور تہجد کے وقت کی ادائیں خدا کو بہت پسند آتی ہیں۔ جب وہ انکساری، عاجزی میں گڑ گڑا کر اور آنسو کی لڑی کے ساتھ اللہ کے حضور اپنی بپتا سناتا ہے تو وہ سمیع و بصیر خدا اسے سنتا بھی ہے اور دیکھ بھی رہا ہوتا ہے۔ رات جب نوافل میں ایک مومن اپنی پیشانی کو اپنے روحانی آشنا کی طرف جھکاتا ہے تو اس کے آنسو خدا کو بہت پسند آتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دو قطرے بہت پسند ہیں ایک شہید کا راہِ خدا میں نکلا ہوا خون کا قطرہ اور ایک اللہ تعالیٰ اور اس کی محبت کے حصول کی خاطر آنکھوں سے نکلا ہوا آنسوؤں کا قطرہ۔ یہ بھی اسی شہید بمعنی گواہ کا قطرہ ہے جو خدا کی خدائی اور وفادار آشنا کی وحدانیت کی گواہی کے لئے نکلتا ہے۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو بہت اچھوتے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

”نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں۔ مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا۔ اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیاز مندی کی حالت دکھاتا ہے۔ اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا

نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اس لئے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیاز مندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 آن لائن ایڈیشن 2016ء صفحہ 79)

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جنوری 2004ء میں یوں بیان فرمایا ہے۔

"حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

وہ عبادالرحمن جنہوں نے دنیا میں انکسار اور عدل و انصاف کے ساتھ اپنی عمر بسر کی۔ جو دن کے اوقات میں بھی احکام الٰہی کے تابع رہے اور رات کی تاریکیوں میں بھی سجدہ و قیام میں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے اور دعائیں کرتے رہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرتے ہوئے انہیں ساتویں آسمان پر جگہ عنایت فرمائے گا یعنی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رکھے جائیں گے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر ہی ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 207-208)

اس کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بھی اشارہ فرمایا ہے کہ اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ (کنزالعمال جلد 2 صفحہ 52) کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان میں جگہ دیتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے خدا کے لئے هَوْن اور تَذَلُّل اختیار کیا ہو گا اس لئے خدا تعالیٰ بھی انہیں سب سے اونچا مقام رفعت عطا فرمائے گا اور انہیں منازل قرب میں سے سب سے اونچی منزل عطا کی جائے گی۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 597)

اسی مضمون کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ بالا مصرع کا مکمل شعر اس طرح ہے۔

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس زمانے میں عاجزی اختیار کرنے کے طریقے اور سلیقے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں سکھائے اس لئے آپ علیہ السلام کے روحانی نسخوں پر عمل کر کے ہی ہم اس خلق کو حاصل کر سکتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”تذلل اور انکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے۔ اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ تو گھبراؤ نہیں۔ اِھْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 28 رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء)

سامعین! پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔ عاجزی کا سیکھنا مشکل نہیں ہے اس کا سیکھنا ہی کیا ہے۔ انسان تو خود ہی عاجز ہے اور وہ عاجزی کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ“ (اَلذّٰاریات:57)

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 232)

تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ عاجزی اختیار کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکو، اس کی عبادت کرو۔ تو عاجزی سمیت تمام خلق پیدا ہوتے چلے جائیں گے، اِنْ شَآءَ اللّٰہُ

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”پانچ وقت اپنی نمازوں میں دعا کرو۔ اپنی زبان میں بھی دعا کرنی منع نہیں ہے۔ نماز کا مزا نہیں آتا ہے جب تک حضور نہ ہو اور حضورِ قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو۔ عاجزی جب پیدا ہوتی ہے جو یہ سمجھ آجائے کہ کیا پڑھتا ہے۔ اس لئے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لئے جوش اور اضطراب پیدا ہو سکتا ہے۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 434)

جب آدمی دعا کر رہا ہو سمجھ نہ آرہی ہو تو عاجزی کس طرح پیدا ہو گی اگر مطلب نہ آرہا ہو۔ اس لئے اپنی زبان میں دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگیں اس کے آگے روئیں، گڑ گڑائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”انبیاء میں بہت سے ہنر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک ہنر سَلبِ خودی کا ہوتا ہے۔ ان میں خودی نہیں رہتی۔ وہ اپنے نفس پر ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔ کبریائی خدا کے واسطے ہے۔ جو لوگ تکبر نہیں کرتے اور انکساری سے کام لیتے ہیں وہ ضائع نہیں ہوتے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 216)

آپؑ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”انسان بیعت کنندہ کو اول انکساری اور عِجز اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے تب وہ نشوونما کے قابل ہوتا ہے لیکن جو بیعت کے ساتھ نفسانیت بھی رکھتا ہے اسے ہرگز فیض حاصل نہیں ہوتا۔“ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 455)

پھر آپؑ نے فرمایا:

”میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے...ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔... کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دُنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دُنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔“ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402-403)

فرمایا:

”انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے اپنے تئیں شامتِ اعمال سے بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کبر اور رعونت اس میں آجاتی ہے۔ اللہ کی راہ میں جب تک انسان اپنے آپ کو سب سے چھوٹا نہ سمجھے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ کبیر نے سچ کہا ہے۔

بھلا ہوا ہم نیچ بھئے ہر کو کیا سلام
جے ہوتے گھر اونچ کے ملتا کہاں بھگوان

یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم چھوٹے گھر میں پیدا ہوئے۔ اگر عالی خاندان میں پیدا ہوتے تو خدا نہ ملتا۔ جب لوگ اپنی اعلیٰ ذات پر فخر کرتے تو کبیر اپنی کم ذات باخندہ پر نظر کر کے شکر کرتا۔ پس انسان کو چاہئے کہ ہر دم اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کیسا ہیچ ہوں۔ میری کیا ہستی ہے۔ ہر ایک انسان خواہ کتنا ہی عالی نسب ہو مگر جب وہ اپنے آپ کو دیکھے گا بہر نہج وہ کسی نہ کسی پہلو میں بشر طیکہ آنکھیں رکھتا ہو تمام کائنات سے اپنے آپ کو ضرور بالضرور نا قابل و ہیچ جان لے گا۔ انسان جب تک ایک غریب و بیکس بڑھیا کے ساتھ وہ اخلاق نہ برتے جو ایک اعلیٰ نسب عالی جاہ انسان کے ساتھ برتتا ہے یا برتنے چاہئیں اور ہر ایک طرح کے غرور رعونت و کبر سے اپنے آپ کو نہ بچاوے وہ ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 314-315)

سامعین! میں اپنی تقریر کو مثالوں سے آراستہ کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنے آقا و مولیٰ اور مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی طرف آتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل میں لکھا ہے۔ آپؐ کسی کی مذمت و تحقیر نہ کرتے اور نہ توہین و تنقیص۔ نہ اتنی تعریف جیسے وہ آپؐ کو بے حد پسند ہو۔ آپؐ کسی دنیوی معاملہ کی وجہ سے نہ غصّہ ہوتے نہ برا مناتے۔ اپنی ذات کے لئے کبھی غصہ نہ ہوتے اور نہ اس کے لئے بدلہ لیتے۔ آپؐ کے اخلاق و اطوار قرآن کے عین مطابق تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 45-50)

آپؐ کی عادات میں لکھا ہے۔

اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے گھر کے کام کاج کرتے...... خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے، آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے، بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے، امیر غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔ اگر کوئی معمولی کھجوروں کی دعوت دیتا تو آپ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول کرتے۔ خدا کے خوف سے فکر مند رہتے لیکن ترش روئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 63-64)

”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تکبر نام کو بھی نہ تھا نہ آپ ناک چڑھاتے اور نہ اس بات سے برا مناتے اور بچتے کہ آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلیں اور ان کے کام آئیں اور ان کی مدد کریں یعنی بے سہارا عورتوں اور مسکینوں اور غریبوں کی مدد کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے۔“

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 67)

ایک جگہ فرمایا مجھے غریبوں میں تلاش کرو۔ خاک میں ملنے کا طریق بیان کرتے ہوئے آپؐ فرماتے ہیں۔

”اے لوگو! سلام کو عام کرو، ضرورتمندوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو اگر تم ایسا کرو گے تو تم امن اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 51-52)

فرمایا۔ تم مجھے کبھی بھی بخل سے کام لینے والا، بڑہانکنے والا یا بزدلی دکھانے والا نہیں پاؤ گے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد)

آئیں ! اب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادات وخصائل کو عاجزی وانکساری کے اس آئینہ میں دیکھتے ہیں۔

آپؑ کی سیرت قدسیہ اور اوصاف کریمانہ جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا کے مضمون سے لبریز ہیں۔ آپ کی تمام زندگی انتہائی سادگی، عاجزی و فروتنی اور انکساری سے گزری۔ آپؑ اپنی مجالس میں آنے والے دوستوں سے انتہائی محبت سے ملتے۔ آپؑ کے قول و فعل سے بڑا پن یا بڑے آدمی کا تاثر نہ ملتا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اکثر فرماتے تھے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری۔ ایک دفعہ آپ ایک یکہ پر سوار ہو کر بٹالہ جا رہے تھے۔ رقم کی ادائیگی ہو چکی تھی۔ آپ کو نہر کا پل پار کر کے یاد آیا کہ کوئی چیز گھر رہ گئی ہے۔ آپ یکہ والے کو نہر پر کھڑا کر کے قادیان پیدل آئے۔ اتنے میں یکہ والے کو بٹالہ کی سواریاں مل گئیں اور وہ چل دیا۔ جس پر آپؑ پیدل بٹالہ پہنچے۔ اگلے روز مکرم مرزا سلطان احمد صاحب نے یکہ والے کو برا بھلا کہا اور سختی بھی کی اور کہا کہ اگر

مرزا نظام الدین صاحب ہوتے تو تم کو خواہ تین دن وہاں ٹھہرنا پڑتا تو ضرور ٹھہرتے۔ ایک نیک اور درویش طبع آدمی کی تم نے کوئی خاطر نہیں کی۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو علم ہوا کہ یکے والے کے ساتھ سختی ہوئی ہے تو آپؑ نے فرمایا "وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا اسے مزدوری مل گئی اور وہ چلا گیا۔"

(حیات طیبہ صفحہ 15-16)

آپؑ فرماتے ہیں:

"انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔"

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 63)

پھر فرماتے ہیں کہ

"تکبر سے بچو...... تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنر مند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر علم اور عقل دے دے۔"

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک اور شعر میں فرماتے ہیں:

بد تر بنو تم ہر ایک سے اپنے خیال میں
کہ شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا اقتباس کو تقریر کی پیک بناتے اور اب اپنی تقریر کو سمیٹتے ہوئے خاکسار اپنی ذہنی فکر کو اسی پر ختم کرتا ہے اور چند ایسی نیکیاں، اخلاق حسنہ اور ایسی بدیاں یا اخلاق سیئہ کا ذکر کر کے تقریر کا اختتام کرتا ہے جن نیکیوں کو اپنا کر اور بدیوں کو چھوڑ کر خاک میں اپنے آپ کو ملا کر حقیقی آشنا سے ملا جا سکتا ہے۔

نیکیاں اور اخلاق حسنہ

سامعین! نماز میں انکساری، نوافل، احکامِ قرآن پر عمل، قرآن کریم میں موجود اوامر و نواہی کا اپنے آپ کو مخاطب سمجھنا، ہر نیکی کا اپنے آپ کو سب سے پہلا مخاطب سمجھنا، اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سبقت الی الخیر، احترام انسانیت / آدمیت و یتامیٰ، دنیا کی محبت و خواہشات سے اجتناب، بیوی بچوں کے حقوق، شہریوں، پڑوسیوں کے حقوق، بیوی کے لیے خاوند اور بچوں کے حقوق، صلہ رحمی والدین اور عزیز و اقارب سے تیمارداری، تعزیت، تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں شمولیت، صدقہ و خیرات، وقار عمل، بزرگوں کا احترام، علماء کا احترام، صحبت صالحین، ایفائے عہد، ایثار، پاک دامن، تواضع و انکساری، خدا پر یقین، عدل، احسان ایتاء ذی القربیٰ، حلت و حرمت، حلیم بُردباری، رافت، قرض کی ادائیگی، اللہ کا شکرگزار بندہ بننا، خوش خلقی، بشاشت، عفو و درگزر، مہمانوں کی عزت و احترام۔ خیر خواہی اور تَعَاوَنُ عَلَى الْبِرِّ۔

بدیاں، اخلاق سیئہ

تکبر / غرور، استہزاء، اسراف، بخل / حرص، بد ظنی، عیب جوئی، غیبت / چغل خوری، خیانت، ظلم و ستم، حق تلفی، احسان جتانا، زبان کا غلط استعمال، لغویات سے پرہیز، فحاشی سے پرہیز، تجسس، تکلف، نقالی، بناوٹ، تشبہ بالخیر، توہم پرستی اور بد فالی۔

اپنی تقریر میں تکبر کے حصّے پر واپس آتے ہوئے ایک سبق آموز حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا جو کسی کو آگے نہیں بڑھنے دیتی تھی۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی نوجوان کی اونٹنی نے اسے مات دے دی جس کا صحابہ کو بہت افسوس ہوا تو آپ نے اس افسوس کو بھانپ کر فرمایا یا حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِّنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهُ۔

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد)

کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ دنیا میں جو بلند ہوتا ہے بالآخر اللہ تعالیٰ اس کے غرور کو توڑنے کے لئے اسے نیچا دکھاتا ہے۔

گھروں کے باہر جو باڑ لگائی جاتی ہے اس کی جب کٹائی کریں تو اکثر سرکنڈے یا ٹہنیاں اپنی روٹین میں بڑھتی ہیں مگر ایک آدھ ٹہنی بہت تیزی سے اپنا سر اوپر نکالتی نظر آتی ہے۔ ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ وہ پھر محفوظ

بھی نہیں رہتی۔ کوئی راہگیر یا پھر مالی ہی اسے مسل دیتا ہے۔ پاکستان میں چونکہ اکثر باہر سڑکوں پر کھڑے ہونے کا رواج ہے تو کھڑے کھڑے ہمارا ہاتھ اسی سرکنڈے پر جاتا ہے جو نمایاں طور پر نظر آرہا ہوتا ہے اور ہم اسے ایک دوسرے سے گفتگو میں مگن ہاتھوں سے مسل دیتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ جرمنی 2021ء کی اختتامی اجلاس میں مؤرخہ 9 اکتوبر کو جو بصیرت افروز خطاب فرمایا اس میں بھی تکبر اور عاجزی کے مضمون کو بہت پُر حکمت اور خوبصورت انداز میں اجاگر فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی حاصل کرنے والوں کی ایک یہ نشانی بھی بتائی ہے کہ وہ تکبّر نہیں کرتے، تکبّر ایک بہت بڑی بیماری ہے جس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر ہم تکبّر کی وجوہات تلاش کریں تو ایک بہت بڑی وجہ فخر کرنا نظر آتا ہے، اپنے آپ کو کچھ سمجھنا، اپنی ذات پر فخر ہے، اپنی قومیت پر فخر ہے، اپنی دولت پر فخر ہے، اپنے علم پر فخر ہے، اپنی اولاد پر فخر ہے کہ زیادہ اولاد ہونا یا اُس کا لائق ہونا اور اِس طرح کی مختلف چیزیں ہیں۔

یہ فخر اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنے کا یا تکبّر کا بیج بوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ چیزیں نہ انسان کے لیئے فخر کی جگہ ہیں، نہ بہتر سمجھنے کا معیار ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرٰت:14) یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

پس یہ دنیاوی چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ہونے کا معیار نہیں ہیں، پھر کس بات پر فخر اگر یہ معیار نہیں ہیں۔ پس سوچنے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو چیز کسی انسان کو معزز بناتی ہے وہ تقویٰ ہے، وہ جو تقویٰ پر چلنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے کبھی یہ سوچے گا بھی نہیں کہ مَیں معزز ہوں، اُس کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی تڑپ ہر وقت اِس خیال میں ہی ڈالے رکھے گی کہ مَیں کب اور کس طرح اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کروں۔ انسان کو اگر فخر ہے بھی تو کس بات پر، ہے تو وہ اِس زمین پر رہنے والی مخلوق کا ہی ایک فرد اَور اِس زمین کی حیثیت اِس کائنات میں ایک چھوٹے سے ذرّے سے زیادہ کچھ نہیں ہے پھر کس بات پر فخر کرتا ہے اور تکبّر کرتا ہے انسان۔ پھر زمین پر ہی اگر ہم دیکھیں

تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جو نظارے ہمیں نظر آتے ہیں اُن تک بھی انسان نہیں پہنچ سکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا (بنی اسرائیل:38)

اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، تو یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور نہ قامت میں پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔

آسمانی آفات جب آتی ہیں تو کیا اِنسان اُس کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ تکبّر کرنے والے لوگ بھی بچوں کی طرح بِلبلا رہے ہوتے ہیں اُس وقت، تکلیفیں جب پہنچتی ہیں اُن کو۔ گزشتہ دنوں بارشوں نے ہی جرمنی کے بعض علاقوں میں تباہی مچادی تھی، بڑے بڑے قد کاٹھ کے لوگ اُن کو مَیں نے دیکھا ہے ٹی وی پر آتے تھے، جو یہ سمجھتے تھے ہم بڑے آرام سے رہ رہے ہیں اور ہمیں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اُنہیں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ اصل ذات میری ہے، وہی لوگ جو لوگوں کو کھانا کھلانے کا ذریعہ بن رہے تھے خود لائن میں لگے ایک روٹی کے ٹکڑے کے لیئے بھیک مانگ رہے تھے تو تکبّر کس بات کا ہے؟

پس اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ تمہارے اندر کوئی بڑائی نہیں، اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد کو ہمیشہ ایک احمدی کو سامنے رکھنا چاہیئے کہ اپنے اندر عاجزی پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِس سے تم میری محبّت حاصل کرنے والے بھی بنو گے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تکبّر کرنے والے پر بڑا اِنذار فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرّہ بھر بھی تکبّر ہو گا، اللہ تعالیٰ اُسے جنّت میں داخل ہونے نہیں دے گا۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ انسان چاہتا ہے کہ دنیا کی اچھی اچھی چیزوں کو استعمال کرے، کشائش اگر اللہ تعالیٰ نے دی ہے تو پھر استعمال بھی کرے اور اپنے ظاہر کو بھی سنوار کر رکھے، کپڑے بھی اچھے پہنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تکبّر یہ نہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال کرنا، احسن رنگ میں کرنا اور اپنے اوپر اُس کا اظہار کرنا یہ تکبّر نہیں ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خود خوبصورت ہے اور خوبصورت چیزوں کو پسند کرتا ہے، صفائی ستھرائی، حُسن کو پسند کرتا ہے، اِس لیئے اِن چیزوں سے تمہیں نہیں روکا جارہا (یہ نہ سمجھو کہ اِن چیزوں سے تمہیں روکا جارہا ہے) بلکہ تکبّر یہ ہے کہ حق کا انکار کرو (سچی بات ہے اُس کا انکار کرو، اپنی اناء

اور ضدوں میں پڑ جاؤ یا اپنی بڑائی تمہارے اندر ہو جس کی وجہ سے ضد پیدا ہو جائے)، لوگوں کو ذلیل سمجھو اور اُن کو کم تر سمجھ کر حقارت کی نظر سے دیکھو، اُن سے بری طرح پیش آؤ، یہ تکبّر ہے۔

(حدیقۃ الصّالحین۔ حدیث نمبر 855، صفحہ 810)

سامعین! اِس بارہ میں حضرت مسیحِ موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مزید کھول کر بیان فرماتے ہیں، آپؑ نے فرمایا! ایک شخص جو اپنے بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے، اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے (اب یہ چھوٹی سی بات ہے کہ کسی لفظ کی، کسی فقرے کی تصحیح کر دی لیکن اگر اُس تصحیح میں، اُس کو ٹھیک کرنے میں تکبّر کی روح ہے تو وہ متکبّر کہلائے گا، اپنی بڑائی کی بُو ہے تو وہ متکبّر کہلائے گا)۔ فرمایا! ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے (توجہ اور انکسار سے) سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے، اُس نے بھی تکبّر سے حصہ لیا ہے (غور سے بات نہیں سنتے تب بھی تکبّر ہے)۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”ان ساری باتوں سے معلوم ہو گیا کہ سچے تقویٰ کے بغیر کوئی راحت اور کوئی خوشی مل ہی نہیں سکتی تو معلوم کرنا چاہئے کہ تقویٰ کی بہت سے شعبے ہیں جو عنکبوت کے تاروں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں مکڑی کے جال کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ تقویٰ تمام جوارِ انسانی اور، عقائد اور اخلاقِ انسانی سے متعلق ہے۔“ انسان کے جتنی خصوصیات ہیں، ان کے عقیدے ہیں، زبان ہے، خلاق ہے، ساری باتیں ہیں، قویٰ ہیں ان سب سے متعلق تقویٰ کا حکم ہے۔ ان سب کو تقوٰی کے مطابق چلانا ہے۔ فرمایا کہ نازک ترین معاملہ زبان ہے۔ زبان میں تقویٰ نہ ہو تو بڑا نازک معاملہ ہے یہ۔ بسا اوقات تقویٰ کو دور کر کے ایک بات کہتا ہے اور دل میں خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے یوں کہا اور ایسا کہا۔ حالانکہ وہ بات بری ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مجھے اس پر ایک نقل یاد آئی کہ ایک بزرگ کی کسی دنیا دار نے دعوت کی۔ جب وہ بزرگ کھانا کھانے کے لئے تشریف لے گئے تو اس متکبر دنیادار نے اپنے نوکر کو کہا کہ فلاں تھال لانا جو ہم پہلے حج میں لائے تھے اور پھر کہا کہ دوسرا تھال بھی لانا جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے اور پھر کہا تیسرے حج والا بھی لیتے آنا۔ ان بزرگ نے فرمایا اس نام نہاد حاجی کو کہ تُو تو بہت ہی قابلِ رحم ہے ان تین فقروں میں تو نے اپنے تین

ہی حجوں کا ستیاناس کر دیا۔ دکھاوا اور دنیا داری تھی تیرا یہ حج دنیا داری اور دکھاوے کے لئے ہے۔ تیرا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ تو اس امر کا ظاہر کرے کہ تُو نے تین حج کئے ہیں۔ اسلئے خدا نے فرمایا کہ زبان جو ہے بڑی سوچ سمجھ کر استعمال کرنی چاہئے اور عقل کا استعمال بھی۔ عقل کرے انسان پھر اس کے ساتھ زبان کو چلائے انسان۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اسی لئے خدا تعالیٰ نے تعلیم دی ہے کہ زبان کو سنبھال کر رکھو۔ اور بے معنی، بے ہودہ بے موقع، غیر ضروری باتوں سے اعتراض کی جائے۔ فرمایا دیکھو اللہ تعالیٰ نے ایاك نعبد کی تعلیم دی ہے ممکن تھا کہ انسان اپنی عقل پر بھروسہ کر لیتا اور خدا سے دور ہو جاتا اس لئے ساتھ ہی ایاك نستعین کی تعلیم دے دی کہ یہ مت سمجھو کہ عبادت جو میں کرتا ہوں اپنی قوت اور طاقت سے کرتا ہوں، ہر گز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی استعانت جب تک نہ ہو اور خود وہ پاک ساتھ توفیق اور طاقت نہ دے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور پھر فرمایا کہ ایاك نعبد و اور ایاك استعین نہیں کہا اس لئے کہ اس میں نفس کے تکبر کی بو آتی تھی۔ اس میں مَیں آجاتی ہے۔ اور فرمایا کہ یہ تقویٰ کے خلاف ہے۔ تقویٰ پر چلنے والا ہے وہ نیکیوں کے لئے دعا بھی کرتا ہے تو کُل انسانوں کو اپنے ساتھ ملاتا ہے۔ فرمایا کہ زبان سے ہی انسان تقویٰ سے دور چلا جاتا ہے۔ زبان سے تکبر کر لیتا ہے اور زبان سے ہی فرعونی صفات آجاتی ہیں۔ اور اسی زبان کی وجہ سے پوشیدہ اعمال کو ریاکاری سے بدل لیتا ہے۔ اور زبان کا زیاں بہت جلد ظاہر ہوتا ہے۔ نیک عمل کئے اور ظاہر کر دیے تو ریاکاری ہو گئی دکھاوا ہو گیا جیسے اس حاجی کا واقعہ ہے۔ جس نے تین حج کئے اور تشریح لانے کے لئے تینوں حجوں کا اظہار بھی کر دیا بتانے کے لئے۔ یہ ریاکاری ہے۔ فرمایا اور زبان کا زیاں بہت جلد پیدا ہوتا ہے...... اس لئے متقی اپنی زبان کو بہت ہی قابو میں رکھتا ہے۔ اس کی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکلتی جو تقویٰ کے خلاف ہو پس تم اپنی زبان پر حکومت کرو نہ یہ کہ زبانیں تم پر حکومت کریں۔ پس یہ ہے وہ معیار جو ہمیں اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اپنے روزمرہ کے معاملات میں ہم کیا کرتے ہیں یہ ہمیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا بولنا، ہماری باتیں کرنا، ہمارا ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرنا، ہمارے ایک دوسرے سے کسی کاروبار میں یا کسی بھی وجہ سے جو اینٹر ایکشن ہے، بات چیت ہے اس کو ہم کس طرح کر رہے ہیں۔ اگر ہماری زبانوں کے غلط استعمال ہیں تو ہم اسلام کی تعلیم سے دور جا رہے ہیں۔ تقویٰ سے دور جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہم ایک

دوسرے کے کیا اور کس حد تک حق ادا کر رہے ہیں۔ عبادت کا حق ادا کر رہے ہیں تو ساتھ دوسرے حقوق بھی دیکھنے ہوں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ہمارا سلوک کیسا ہے، تبھی تقویٰ کی صحیح راہوں کا پتہ چلے گا۔ ہم نے دیکھنا ہے کہ آپس میں کس حد تک ہم محبت اور پیار سے رہ رہے ہیں، تکبر سے بچنے کی ہم کس حد تک کوشش کر رہے ہیں، عاجزی کی راہوں کو ہم کس حد تک اپنا رہے ہیں، اپنے عہدوں کو کس حد تک پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، سچائی کے قیام کے لئے ہم کیا کوشش کر رہے ہیں، کیونکہ سچائی کا قیام ہی ہے جو ہمیں شرک سے بھی پاک کرتا ہے، اپنی اولادوں اور اپنی نسلوں کو سنبھالنے کے لئے ہماری کیا کوشش ہے کہ تقویٰ ان میں جاری رہے اور وہ بھی اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گزارنے کی کوشش کرنے والے ہوں۔ پس اس حوالے سے ہمیں ہر چیز کو دیکھنا ہو گا کہ جو بھی نیکیاں ہیں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے ہم کر رہے ہیں؟ اور جو بھی برائیاں ہیں جن کے رکنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اُن سے رک رہے ہیں؟ اگر تو یہ ٹھیک ہے تو پھر ہم یقیناً تقویٰ پر چلنے والے کہلا سکتے ہیں۔ پس اپنی زندگیوں کو ہمیں یوں ہی نہیں ضائع کر دینا چاہئیے کہ ہمارا ہر قول و عمل ہمیں صحیح راستے پر ڈالنے والا ہونا چاہئے۔ ہماری آپس کی محبت ایسی ہو جو ایک مومن کو دوسروں سے ممتاز کرے۔ گھر کے ماحول سے لے کر معاشرے کے عمومی تعلقات تک ہم اس کی اعلیٰ مثالیں قائم کرنے والے ہوں اور یہ نظر آنی چاہئیں ورنہ نہ ہی گھر میں سکون رہتا ہے، نہ ہی معاشرے میں اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بد ظنی کی وجہ سے ہی امن و سکون برباد ہو رہا ہوتا ہے ایک برائی بہت بڑی بد ظنی بھی ہے۔ بعض فتنہ انگیز بد ظنی کی بات دل میں پیدا کر دیتے ہیں کوئی ایسی بات کر دیتے ہیں جس سے دل میں بد ظنی پیدا ہو جائے۔ اور جلد باز انسان بغیر سوچے سمجھے اس بات پر یقین بھی کر لیتے ہیں یا پس میں صحیح طرح ایک دوسرے کی بات کو سمجھا نہ سکنے کی وجہ سے بدظنیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بد ظنی کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ اس وجہ سے معاشرے کا امن و سکون برباد ہو جاتا ہے اور اس حکم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ بد ظنی سے بچو کیونکہ بد ظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے اور ایک دوسرے کے عیب نکالنے کی جستجو میں نہ رہو، ایک دوسے کے خلاف تجسس نہ کرو اور پھر اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی برائیوں کا ذکر فرمایا کہ ان سے بچو کیونکہ یہ معاشرے کا

امن برباد کرتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی اچھی چیز ہتھیانے کی کوشش نہ کرو یعنی کسی کی اچھی چیز دیکھو تو اپنے قبضے میں لینے کی حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، حسد کسی کی اچھی چیز دیکھ کے یا ترقی دیکھ کر تمہارے میں حسد نہیں پیدا ہونی چاہئے، مسابقت کی روح بیشک ہو آگے بڑھنے کی روح بیشک ہو لیکن حسد کرتے ہوئے اسے نقصان کوشش کرتے وہ پھر تم اس لئے حسد نہ کرو، آپس میں دشمنی نہ رکھو دشمنیاں بھی بدظنی کی وجہ سے عموماً پیدا ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے بے رخی نہ برتو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن کے رہو...... پس جب انسان اللہ تعالیٰ کا بندے بننے کوشش کرے گا تو اس سے برائیاں سرزد ہو ہی نہیں سکتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہیں کرتا اسے رسوا نہیں کرتا اسے حقیر نہیں جانتا اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا تقویٰ یہاں ہے ایک تو اس کا یہ مطلب ہے کہ حقیقی تقویٰ آنحضرت ﷺ کے مطہر دل میں ہی ہے سب سے بڑھ کے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تقویٰ یہاں ہے سے یہ مراد بھی ہے کہ مقامِ تقویٰ دل ہے جس کو اس بات کی سمجھ آجائے کہ دل کو تقویٰ سے بھرنا ہے تو پھر یہ خیال آ ہی نہیں سکتا کہ وہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے دلوں کی رنجشیں پیدا ہوں۔ ایک دوسرے کے حق غصب کرنے کا خیال آئے، پس ہمیں اپنے دلوں کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے کیا واقعی ہمارے دلوں میں تقویٰ ہے یا صرف ہمارے منہ کی باتیں ہیں۔ اگر ہمارے دل میں دوسرے کا احترام نہیں ہے، اس کا حق ادا کرنے جذبہ نہیں ہے، تو ہمارے دل تقویٰ سے خالی ہیں۔ ہم لاکھ نمازیں پڑھنے والے اور عبادت کرنے والے ہوں ہم اللہ تعالیٰ کی نظر میں تقویٰ پر چلنے والے نہیں کہلا سکتے پھر بھی اگر یہ باتیں ہم میں نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کس باریکی سے اس بارے میں نصیحت فرمائی ہے کہ فرمایا کہ ایک مسلمان کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کا خون، اس کی آبرو اور اس کا مال...... اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی حاصل کرنے والوں کی ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے، تکبر ایک بہت بری بیماری ہے جس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہم تکبر کی وجوہات تلاش کریں تو ایک بہت بڑی وجہ فخر کرنا نظر آتا ہے، اپنے آپ کو کچھ سمجھنا، اپنی ذات پر فخر ہے اپنی قومیت پر فخر ہے، اپنی دولت پر فخر ہے اپنے علم پر فخر ہے

اپنی اولاد پر فخر ہے زیادہ اولاد ہونا یا ذہین ہونا اور اس طرح کی مختلف چیزیں ہیں اور یہ فخر اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنے کا یا تکبر کا بیج بوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ چیزیں نہ انسان کے لئے فخر کی جگہ ہیں نہ بہتر سمجھنے کا معیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے پس یہ دنیاوی چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ہونے کا معیار نہیں ہیں پھر کس بات کا فخر ہے اگر یہ معیار نہیں ہے۔ پس سوچنے کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو چیز سب سے زیادہ معزز بناتی ہے وہ تقویٰ ہے۔ جو تقویٰ پر چلنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے کبھی سوچے گا بھی نہیں کہ میں معزز ہوں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی تڑپ ہر وقت ہی اس خیال میں ڈالے رکھے گی کہ میں کب اور کس طرح اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کروں۔ انسان کو اگر فخر ہے بھی تو کس بات پر، ہے تو وہ اس زمین پر رہنے والی ایک مخلوق کا ایک فرد اور اس زمین کی حیثیت اس کائنات میں ایک چھوٹے سے ذرے سے زیادہ کچھ نہیں پھر کس بات پر فخر کرتا ہے اور تکبر کرتا ہے انسان۔“

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی، مورخہ 9 اکتوبر 2021ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 16/دسمبر 2022ء کو دعا کی اہمیت و برکات پر ایک خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں مختلف مثالیں بیان فرما کر حضور انور نے اپنے خالق کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اِن میں سے ایک مثال حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یوں بیان فرمائی ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیاوی مثالوں کے ساتھ دعا کرنے والے کے صبر کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”دیکھو! دعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بو آتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ اس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشو نما پا کر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودا کی صورت اختیار کر رہا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں

کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودا بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے۔ بیج کی ایک خصوصیت ہے پہلے اس کی جڑیں نکلتی ہیں جڑیں زمین میں پیوست ہو جاتی ہیں پھر باہر کونپلیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو! وہ دانہ جس وقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا۔ لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگے گا۔ اب پودا نکل آیا اب پھل لگنے کا مرحلہ باقی ہے۔ نادان بچہ یہ سمجھے گا کہ اس کو تو پھل لگ نہیں سکتا یہ چھوٹا سا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کونسا موقع ہے۔ وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غورو پرداخت کرتا رہتا ہے اور اس طرح پر وہ وقت آجاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا ہے اور وہ پک بھی جاتا ہے یہی حال دعا کا ہے اور بعینہٖ اسی طرح دعا نشوونما اور مثمر بثمرات ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مال اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ دور اندیش لوگ جو ہیں نتیجہ کو صبر سے دیکھنے والے لوگ جو ہیں وہ مستقل مزاجی سے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں دعاؤں میں لگے رہتے ہیں اور اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔“

آج کے ماحول میں جہاں دہریت سر اٹھا رہی ہے اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو اس جیسے اہم موضوع پر خطبہ دے کر اللہ کی طرف جھکنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

دنیا میں نشوونما کا مٹی کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ حتٰی کہ تخلیق انسانی اور اس کے ارتقاء کے لیے اللہ تعالیٰ نے تُرَابٍ (آل عمران:60) طِیْنٍ (الانعام:3)، طِیْنٍ لَّازِبٍ (الصافات:12) اور صَلْصَالٍ (الحجر:27) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جن کے کسی نہ کسی رنگ میں معانی مٹی کی مختلف کیفیتوں کے ہیں۔

انسان کا آغاز بھی مٹی سے ہے اور مرنے کے بعد بھی مٹی ہی اس کا مقدّر ہے۔ مٹی درحقیقت ایک انکساری اور عاجزی کی علامت ہے۔ دنیا بھر کی قوموں میں سے کسی کو سلیوٹ کرنے اور آداب سے ملنے کی اداؤں اور حرکات کا جائزہ لیں تو ان میں زمین کی طرف جھکنے کا طرز ملتا ہے۔ حضور نے خطبہ جمعہ میں کتے کی مثال دی ہے کہ وہ اپنے مالک کی محبت چاہنے کے لیے اس کے قدموں پر سر رکھ دیتا ہے۔

ایک بیج یا دانہ جب زمین میں ڈالا جاتا ہے تو وہ نشو و نما پانے کے لیے اپنی اصلی حیثیت یا Shape کھو دیتا ہے۔ مٹی میں مل جاتا ہے۔ پھر اس کے اندر سے زندگی نکلتی ہے۔ جو دوسروں کو زندگی دینے کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

شاعر کہتا ہے:

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

اس مضمون کو انسان کو ہر وقت اپنے اوپر لاگو کرتے رہنا چاہیے۔ انسان نے اگر پنپنا ہے، اگر نشو و نما پانی ہے، اگر آگے بڑھنا ہے، اگر بڑا ہونا ہے اور اعلیٰ مرتبہ پانا ہے تو اسے اللہ کے حضور سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔ اپنے آپ کو مٹی میں ملانا پڑتا ہے۔ کبھی اکڑ کر یا سینہ تان کر بلندی کا سفر طے نہیں ہوتا۔ کوہ پیمان جھک کر ہی پہاڑ سر کرتے ہیں۔ ہائیکنگ کرنے والوں کے ہاتھوں میں ہمیں کھونٹی ہی دکھائی دیتی ہے جو انسان کو جھکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اکڑ کے مضمون کو ہم تکبر، انا وغیرہ سے تعبیر کر سکتے ہیں جو خدا کو اور اس کے رسولؐ کو بہت ناپسند ہیں۔

انسان بھی اگر دانے یا بیج کی طرح اپنے آپ کو فنا کر لے تو اس کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی جاتی اور وہ خود شاخوں کی طرح آسمان سے باتیں کرتا ہے۔

آج کل معاشرہ میں ہر طرف فرعونیت اور دجل دکھنے کو ملتا ہے۔ دراصل ایسے لوگوں نے، قوموں نے، سربراہوں نے عاجزی انکساری کو خیر آباد کہہ دیا ہے۔ پھر ایسی قومیں یا سربراہ جلد تنزلی کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ انسانی زندگی میں ہے اگر تو نیکیوں میں مقابلہ کرتے ہوئے کوئی انسان تیز تیز بھاگتا، اچھلتا کودتا دربار الٰہی کی طرف بڑھتا جاتا ہے تو اچھی بات ہے اسے مسابقت الی الخیر کہیں گے لیکن اگر دوسروں کی ناک کو خاک میں ملانے اور اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے اپنے آپ کو بلند کرتا ہے تو آخر ایک دن اس کی گردن کے سریہ کو کاٹنے والا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

آج حضور نے دہریت کے قلع قمع کے لیے جو اصول بیان فرمایا ہے اس کے لیے راتوں کو اٹھ کر آداب الٰہی اور آداب دعا کو ملحوظ خاطر رکھ کر اللہ کو پانے کی خاطر اپنے آپ کو مٹا دینا ہی اصل میں کامیابی کا گر ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب یہ دعا کرنے کی ضرورت ہے۔

اے اللہ! میں تجھ سے تجھ کو مانگتا ہوں

اور ہم میں سے اکثر کو اللہ مل جائے گا اور اس کے اثرات دعاؤں کی قبولیت کی صورت میں ہمارے معاشرہ پر نظر آئیں گے تو دہریت مٹتی جائے گی اور الوہیت وربوبیت معاشرہ میں نظر آئے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے حقیقی آشنا اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے اپنے آپ کو خاک میں ملا کر خاکستر ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

اور ہم اپنی زندگیوں میں حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر پورا ہوتے دیکھیں:

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

﴿26﴾ ﴿مشاہدات۔204﴾

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں سلام۔

سامعین! آج کی تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعودؑ کے ایک شعر کا پہلا مصرع ہے۔ مکمل شعر یوں ہے:

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اِسی سے دخل ہو دارالوِصال میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس شعر میں احباب جماعت کو اسلام کی بنیادی تعلیم عجز و انکساری، فروتنی، خاکساری اور تواضع اختیار کرنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں اور ساتھ ہی دوسرے مصرع میں اِس بنیادی تعلیم پر عمل کرنے سے جنت میں داخلے کی خوشخبری سنائی ہے۔ دارُالوِصال میں وِصال، وَصَلَ سے مشتق ہے جس کے معنے ملنے اور مَلاپ کے ہیں۔ انسان کی وفات بالخصوص عارف باللہ اور دیندار کی رِحلت پر بھی وِصال کا لفظ استعمال ہوتا ہے کہ فلاں نیک ہستی وِصال پا گئی ہے اور دارالوِصال کے معانی ہوں گے کہ ایسی جگہ، ایسا گھر، ایسا دالان جہاں ایک بندے کا اپنے ربّ، اپنے اللہ سے ملاپ ہو گا۔ اِن معنوں کی رو سے مندرجہ بالا شعر کے معنٰی یہ ہوں گے کہ جو شخص بھی عاجزی و انکساری اِس حد تک اختیار کرے گا کہ وہ اپنے خیال میں اور اپنے زُعم میں اپنے آپ کو معاشرے میں بسنے والے تمام انسانوں سے سب سے حقیر سمجھے گا تو اُسے اُس گھر، جگہ یا دالان تک رسائی ہو گی جس میں وہ اپنے اللہ سے ملاقات کرے گا۔

جہاں تک عاجزی، انکساری اور تواضع کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عبادُ الرحمن کی علامات اور نشانیوں میں سے پہلی نشانی يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا کے الفاظ میں بیان فرمائی ہے جس کے معانی ہیں عبادُ الرّحمان وہ ہیں جو

زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور ساتھ ہی آیت کے اگلے حصہ میں ”بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں“ کی عملی تصویر اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا میں بیان کر دی کہ جب جاہل رحمٰن کے بندوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ”سلام“۔ سورۃ الفرقان کی اِن آیات کے آخری حصہ میں حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (77) کہ وہ عارضی اور مستقل ٹھکانے کی جگہ بہت ہی اچھی ہے کے الفاظ میں اِسی نتیجہ کی طرف ”شاید اِسی سے دخل ہو دارالوِصال میں“ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا یوں کہا جا سکتا ہے کہ اِس شعر کا مضمون اِن آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

جبکہ عاجزی، انکساری اور فروتنی کے متضاد تکبّر اور غرور و نخوت ہیں جو اتنی بڑی اور گھناؤنی بیماری ہے جس کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے بار بار قرآن کریم میں ذکر فرمایا اور ابلیس، فرعون اور بنی اسرائیل کا انبیاء کا انکار تکبّر کے زمرہ میں قرار دے کر اِن کا ٹھکانا جہنم قرار دیا (جیسے البقرۃ:35، البقرۃ :88، القصص:40۔ النحل:30 میں ذکر ہے۔)

سامعین! جہاں تک احادیث میں تواضع، خاکساری، عِجز اور انکساری کا تعلق ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُتنا ہی زیادہ اُسے عزّت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُتنا ہی اُسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ تواضع کرنے والوں کے ساتویں آسمان تک درجات بلند کرتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ:758)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے دل میں ذرّہ بھر بھی تکبّر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں داخل نہیں ہونے دے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، جوتی اچھی ہو، وہ خوبصورت لگے۔ آپؐ نے فرمایا یہ تکبّر نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال (خوبصورتی) کو پسند کرتا ہے۔ تکبّر دراصل یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرے لوگوں کو ذلیل سمجھے۔ اِن کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور ان سے بُری طرح پیش آئے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ:811)

سامعین ! آئیں !اِس میدان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سِیرت و شمائل کو دیکھتے ہیں جو عاجزی وانکساری کی مجسّم تصویر تھے۔ آپؐ کی تمام زندگی میں انتہائی سادگی اور انکساری کا عنصر نمایاں تھا۔ اگر دیگر بادشاہوں کے رہن سہن اور فاخرانہ لباس کو دیکھیں تو وہ تکبّر و غرور اور بے جا تکلفات میں اپنی مثال آپ تھے مگر ان کے بالمقابل آپؐ گھر کے کام کاج خود کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ نے بازار سے پاجامے خریدے۔ حضرت ابوہریرہؓ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ حضرت اَبوہریرہؓ نے چاہا کہ یہ پاجامے مَیں پکڑلوں مگر آپؐ نے فرمایا نہیں! جس کی چیز ہے اُسی کو اٹھانی ہے۔

(تقاریر سیرت و شمائل محمدؐ از حنیف محمود صفحہ 153)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمتُّع دنیاوی کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضرت عمرؓ آپؐ سے ملنے گئے۔ ایک لڑکا بھیج کر اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مکان سب خالی پڑا ہے اور کوئی زینت کا سامان اس میں نہیں ہے۔ ایک کھونٹی پر تلوار لٹک رہی ہے یا وہ چٹائی ہے جس پر آپؐ لیٹے ہوئے تھے اور جس کے نشان اسی طرح آپؐ کی پُشت مبارک پر بنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر رو پڑے۔ آپؐ نے پوچھا۔ اے عمرؓ! تجھ کو کس چیز نے رُلایا؟ عمرؓ نے عرض کی کہ کسریٰ و قیصر تو تَنَعُّم کے اسباب رکھیں اور آپؐ جو خدا تعالیٰ کے رسول اور دو جہان کے بادشاہ ہیں اس حال میں رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرؓ! مجھے دنیا سے کیا غرض۔ مَیں تو اُس مسافر کی طرح گزارہ کرتا ہوں جو اُونٹ پر سوار منزلِ مقصود کو جاتا ہو۔ ریگستان کا راستہ ہو اور گرمی کی سخت شدت کی وجہ سے کوئی درخت دیکھ کر اس کے سایہ میں ستالے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہوا ہو وہ پھر چل پڑے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 51 ایڈیشن 1988ء)

تجھ پہ بھیجوں میں ہر دم درود و سلام
میرے پیارے نبی، میرے پیارے امام

سامعین! ایک سفر کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھڑی آپؐ کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی۔ آپ اُس وقت اونٹ پر سوار تھے۔ صحابہؓ نے کوشش کی کہ وہ چھڑی اُٹھا کر حضورؐ کو دے دیں مگر آپؐ خود اونٹ سے اُترے اور چھڑی پکڑ کر دوبارہ اونٹ پر سوار ہوئے۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے حضرت موسیٰؑ کو آپؐ پر افضل قرار دیا اور مسلمان آپؐ کو افضل قرار دے رہا تھا جس پر دانوں کے درمیان جھگڑا بڑھ گیا۔ جب آنحضورؐ کے پاس یہ معاملہ آیا تو فرمایا لَا تُفَضِّلُوْا نِیْ عَلٰی مُوسیٰ (بخاری) کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ آپؐ کو کسی نے یَا خَیرُ البَرِیَّہ یعنی تمام مخلوق میں سے سب سے بہتر کہہ کر پکارا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ تو ابراہیمؑ تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ:178)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”خالی شیخیوں سے اور بے جا تکبر اور بڑائی سے پرہیز کرنا چاہئے اور انکساری اور تواضع اختیار کرنی چاہئے۔ دیکھو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حقیقتاً سب سے بڑے اور مستحق بزرگ تھے ان کے انکسار اور تواضع کا ایک نمونہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لکھا ہے کہ ایک اندھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن آپؐ کے پاس عمائدِ مکہ اور رؤسائے شہر جمع تھے اور آپؐ ان سے گفتگو میں مشغول تھے۔ باتوں میں مصروفیت کی وجہ سے کچھ دیر ہو جانے سے وہ نابینا اٹھ کر چلا گیا۔ یہ ایک معمولی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق سورۃ نازل فرمادی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر میں گئے اور اسے ساتھ لاکر اپنی چادر مبارک بچھا کر بٹھایا۔ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں عظمتِ الٰہی ہوتی ہے ان کو لازماً خاکسار اور متواضع بننا ہی پڑتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی بے نیازی سے ہمیشہ ترساں و لرزاں رہتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 611-612 جدید ایڈیشن)

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولا اسی میں ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تکبّر ایسی بلا ہے کہ انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ یاد رکھو! تکبّر شیطان سے آتا ہے اور تکبّر کرنے والے کو شیطان بنا دیتا ہے جب تک انسان اس راہ سے قطعاً دور نہ ہو قبول حق و فیضان الوہیت ہر گز نہیں پا سکتا کیونکہ یہ تکبّر اس کی راہ میں روک ہو جاتا ہے پس کسی طرح بھی تکبّر نہیں کرنا چاہئے۔ علم کے لحاظ سے، نہ دولت کے لحاظ سے، نہ وجاہت کے لحاظ سے، نہ ذات اور خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے کیونکہ زیادہ تر تکبّر انہیں باتوں سے پیدا ہوتا ہے جب تک انسان اپنے آپ کو ان گھمنڈوں سے پاک صاف نہ کرے گا اس وقت تک وہ جلشانہٗ کے نزدیک پسندیدہ و برگزیدہ نہیں ہو سکتا۔“

(تفسیر حضرت اقدس مسیح موعود جلد چہارم صفحہ 149)

تکبّر سے نہیں ملتا وہ دلدار
مِلے جو خاک میں اُس کو ملے یار
کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے
عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ
کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

سامعین! آئیں! اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعودؑ کی تواضع وانکساری کے ایک دو واقعات کو سن کر عاجزی وانکساری کے مضمون کو سمجھنے کی کوشش کرکے اپنے آپ کو بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں میں شمار کروا سکیں۔

ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب دوپہر کے وقت اندر مکان میں ایک چارپائی پر لیٹ گئے آپؑ وہاں ٹہل رہے تھے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب جاگے تو آپؑ فرش پر چارپائی کے پاس لیٹے ہوئے تھے۔

مولوی صاحب ادب سے گھبرا کر اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ آپؑ نے بڑی محبت سے پوچھا کہ کیوں اُٹھ بیٹھے ہیں؟ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ آپؑ نیچے سوئے ہیں مَیں اُوپر کیسے سو سکتا ہوں مُسکرا کر فرمایا۔

"مَیں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا اور بچوں کو شور کرنے سے روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔"

(صداقت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 160 از حضرت مرزا عبد الحق)

سامعین! مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں آپ کے وقت کا بہت سا حصہ خرچ ہو جاتا تھا۔ قادیان کے گردونواح کی گنوار عورتیں دوائی کے لیے آجاتیں تو آپ دوسرے کام چھوڑ کر اس طرف توجہ فرماتے ایک دفعہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے خود اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر کہ دو تین گھنٹے اسی میں صرف ہوئے ہیں اسے تضیعِ اوقات سمجھ کر عرض کیا تو فرمایا۔

"یہ بھی ویسا ہی دینی کام ہے یہاں کوئی ہسپتال نہیں مَیں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پروانہ ہونا چاہئے۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبد الکریم صفحہ 38)

سامعین! جماعتی و ذیلی تنظیموں کے عہدیداران سب سے بڑھ کر "بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں" کے مخاطب ہیں۔ جو خلیفہ المسیح کے نمائندہ کے طور پر اپنے اپنے ہاں خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اطاعتِ خلافت، عدل وانصاف، عاجزی و انکساری، ہمدردیٔ خلق، صبر و تحمل، امانت و دیانت داری، خوش اخلاقی، دردِ دل، اخلاص اور حکمت کے ساتھ جماعتی خدمت بجا لاتے ہیں۔ تمام عہدیداران اللہ تعالیٰ کے اِس ارشادِ خداوندی کے اولین مخاطب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ: اس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تند خو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گِرد سے دُور بھاگ جاتے۔ پس ان سے دَر گزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تُو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

(اٰل عمران:160)

عہدیداران کے لئے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ میں بھی ایک لائحہ عمل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قوم کا سردار اور لیڈر قوم کا خادم ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

”لوگوں کے لیے آسانی مہیا کرو۔ ان کے لیے مشکل پیدا نہ کرو اور اچھی خبر ہی دیا کرو اور لوگوں کو مایوس نہ کرو“

(مسلم کتاب الجہاد)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”عہدیداروں کو پھر مَیں یہ کہتا ہوں کہ لوگوں کے لئے پیار اور محبت کے پَر پھیلائیں۔ خلیفہ وقت نے آپ پر اعتماد کیا ہے اور آپ پر اعتماد کرتے ہوئے اس پیاری جماعت کو آپ کی نگرانی میں دیا ہے۔ ان کا خیال رکھیں۔ ہر ایک احمدی کو یہ احساس ہو کہ ہم محفوظ پَروں کے نیچے ہیں۔ ہر ایک سے مسکراتے ہوئے ملیں چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔“

(خطبہ جمعہ 31 دسمبر 2004ء)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں۔

”نظام جماعت کی ذمہ داری ادا کرتے وقت اپنی اناؤں اور خواہشات کو مکمل ختم کر کے خدمت سرانجام دینے کی طرف توجہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے اور پہلے سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر غصہ میں آجانے کی عادت کو عہدیداران کو ترک کرنا ہو گا اور کرنا چاہئے۔ جماعت کے احباب سے پیار، محبت کے تعلق کو بڑھانے، ان کی باتوں کو غور اور توجہ سے سننے اور ان کے لئے دعائیں کرنے کی عادت کو مزید بڑھانا چاہئے۔ تبھی سمجھا جاسکتا ہے کہ عہدیداران اپنی ذمہ داریاں مکمل طور پر ادا کر رہے ہیں یا کم از کم ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں...... یہ ذہن میں رکھیں کہ لوگوں سے نرمی سے پیش آنا ہے۔ ان کے دل جیتنے ہیں، ان کی خوشی غمی میں ان کے کام آنا ہے۔ اگر آپ یہ فطری تقاضے پورے نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے عہدیدار کے دل میں تکبر پایا جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 5 دسمبر 2003ء)

حضور ایدہ اللہ نے 12 ستمبر 2020ء کو مجلس خدام الاحمدیہ آسٹریلیا کی نیشنل عاملہ و قائدین مجالس کی (آن لائن) ملاقات میں واقفینِ زندگی کو جو آٹھ نصائح فرمائیں اُن میں سے براہِ راست 6 کا تعلق میرے آج کی تقریر کے عنوان سے ہے جس سے با آسانی اِس موضوع کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

1۔ بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں۔

2۔ تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔

3۔ میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر۔

4۔ پانچ نمازیں۔

5۔ اللہ کا در نہ چھوڑو۔

6۔ بس ہر ایک سے عاجزی سے ملیں۔ خوش اخلاقی سے ملیں۔

7۔ اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کریں۔ دوسروں سے بڑھ کر۔

8۔ اپنا نمونہ دکھائیں۔ لوگوں کے نمونے نہ دیکھیں۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

”(حضرت مسیح موعودؑ نے) فرمایا: خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہر گز نہیں کہ جو اس کے حضور عاجزی سے گر پڑے وہ اسے خائب و خاسر کرے اور ذلت کی موت دیوے۔ جو اس کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسی نظیر ایک بھی نہ ملے گی کہ فلاں شخص کا خدا سے سچا تعلق تھا اور پھر وہ نامراد رہا۔ خدا تعالیٰ بندے سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہش اس کے حضور پیش نہ کرے اور خالص ہو کر اس کی طرف جھک جاوے۔ جو اس طرح جھکتا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور ہر ایک مشکل سے خود بخود اس کے واسطے راہ نکل آتی ہے جیسے کہ وہ خود وعدہ فرماتا ہے مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا۔ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ اس جگہ رزق سے مراد صرف روٹی نہیں بلکہ عزت علم وغیرہ سب باتیں جن کی انسان کو ضرورت ہے اس میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ سے جو ذرہ بھر بھی تعلق رکھتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ۔ ہمارے ملک ہندوستان میں نظام الدین صاحب

اور قطب الدین صاحب اولیاء اللہ کی جو عزت کی جاتی ہے وہ اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کا سچا تعلق تھا۔"

(البدر مورخہ 24ء اپریل 1903ء)

پھر فرمایا:

"خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیز گاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔ سب سے اول اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر یک خیر اور شر کا بیج پہلے دل ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر تیرا دل شر سے خالی ہو تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہو گی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر یک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو۔"

پھر آپؑ نے فرمایا:

"عبادت کی فروع میں یہ بھی ہے کہ تم اس شخص سے بھی جو تم سے دشمنی رکھتا ہو ایسی ہی محبت کرو جس طرح اپنے آپ سے اور اپنے بیٹوں سے کرتے ہو اور یہ کہ تم دوسروں کی لغزشوں سے درگزر کرنے والے اور ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کرنے والے بنو اور نیک دل اور پاک نفس ہو کر پرہیز گاروں والی صاف اور پاکیزہ زندگی گزارو اور تم بری عادتوں سے پاک ہو کر باوفا اور باصفا زندگی بسر کرو اور یہ کہ خلق اللہ کے لئے بلا تکلّف و تصنّع بعض نباتات کی مانند نفع رساں وجود بن جاؤ اور یہ کہ تم اپنے کبر سے اپنے کسی چھوٹے بھائی کو دکھ نہ دو اور نہ کسی بات سے اس (کے دل) کو زخمی کرو۔ بلکہ تم پر واجب ہے کہ اپنے ناراض بھائی کو خاکساری سے جواب دو اور اسے مخاطب کرنے میں اس کی تحقیر نہ کرو اور مرنے سے پہلے مر جاؤ اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کر لو اور جو کوئی (ملنے کے لئے) تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرو خواہ وہ پرانے بوسیدہ کپڑوں میں ہو نہ کہ نئے جوڑوں اور عمدہ لباس میں اور تم ہر شخص کو السلام علیکم کہو خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو اور (لوگوں کی) غم خواری کے لئے ہر دم تیار کھڑے رہو۔"

(ترجمہ عربی عبارت اعجاز المسیح) از تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 203)

خلاصہ ان باتوں کا یہ ہوا کہ تم عاجزی دکھانے والے تب شمار کئے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے تب ہوگے جب تم اپنے سے نفرت کرنے والوں سے بھی محبت کرو، جب ضرورت ہو تو ان کے کام آؤ اور ان کے لئے دعا کرو اور پھر دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنے والے بنو۔ غلطیوں کی وجہ سے کسی کے پیچھے نہ پڑ جاؤ۔ اور ان کی تشہیر نہ کرتے پھرو۔ کسی کی غلطی کو دیکھ کر دوسروں کو بتاتے نہ پھرو بلکہ پردہ پوشی کی بھی عادت ڈالو۔

پھر اس میں یہ بھی فرمایا کہ

”تم عاجزی دکھانے والے تب شمار کئے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے تب ہوگے جب تم اپنے سے نفرت کرنے والوں سے بھی محبت کرو، جب ضرورت ہو تو اُن کے کام آؤ اور اُن کے لئے دعا کرو اور پھر دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنے والے بنو۔ غلطیوں کی وجہ سے کسی کے پیچھے نہ پڑ جاؤ اور اُن کی تشہیر نہ کرتے پھرو۔ کسی کی غلطی کو دیکھ کر دوسروں کو بتاتے نہ پھرو بلکہ پردہ پوشی کی بھی عادت ڈالو...... اپنے دل کو ٹٹولتے رہو، اُس کو پاک رکھنے کی کوشش کرو، اپنا خود محاسبہ کرتے رہو۔ کسی کے لئے بھی دل میں کینہ، نفرت، بغض، حسد وغیرہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر یہ چیزیں دل میں ہیں تو اِس کا مطلب یہی ہے کہ دل بڑائی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے اور اُس میں عاجزی نہیں ہے۔ پھر کسی کو اپنی باتوں سے دکھ نہ دو اور ہر ایک کی عزت کرو۔ چاہے کوئی غریب ہو، فقیر ہو، کم طاقت کا ہو یا ماتحت ہو یا ملازم ہو سب کی عزت کرو۔ پھر سلام کہنے کی عادت ڈالو۔ اِس سے بھی معاشرے میں محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے اور عاجزی اور انکساری میں بڑھنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں، اپنے اندر بھی اور دوسرے ماحول میں بھی ...... یہ کام تو بہت مشکل ہے اور یہ تب ہی کر سکتے ہو جب گویا کہ اپنے آپ کو مار لیا، اپنے نفس کو بالکل ختم کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتا اِس لئے ہمیشہ اُس کا فضل مانگتے رہو۔ اُس کے سامنے جھکے رہو اور دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عاجزی اور انکساری کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 20-21)

حضور ایدہ اللہ نے اس مضمون کی مناسبت سے درجِ ذیل اشعار اپنے ایک میں پڑھے۔

اے کرم خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرت رب غیور کو
بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 2؍ جنوری 2004ء)

۞۞۞۞

﴿27﴾ ﴿مشاہدات۔789﴾

وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ:100)

اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت لے جانے والے اوّلین اور وہ لوگ جنہوں نے حُسنِ عمل کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ بہت عظیم کامیابی ہے۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر 5، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 507)

سامعین! میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم کا ایک مصرع ہے **"وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں"**

خاکسار نے جب اس نظم کا سیاق وسباق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بلند پایہ تصنیف تریاق القلوب سے دیکھا تو بہت ہی دلچسپ اور ایمان افروز امور نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نے ضمیمہ تریاق القلوب نمبر 5 کے آغاز پر یہ تین اشعار تحریر فرما کر اللہ تعالیٰ کے اپنے ساتھ پیار کے نظاروں کا ذکر فرما کر لکھا ہے کہ اے اللہ! تو نے مجھے کہا ہے کہ تو میری نظر میں منظور ہے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید اور بہت سے القابات سے نواز کر اپنی طرف لوگوں کو بلانے کا فریضہ میرے سپرد کیا ہے۔ مگر اِس کے مقابل پر لوگوں نے مجھے گالیوں سے نوازا ہے۔ میرا نام کافر، کذّاب اور دجال رکھا ہے۔ بس مجھے کوئی نشان دکھلا جس سے سلیم الفطرت لوگ مجھے (تیرا) مقبول بندہ سمجھنے لگے اور حضورؑ نے جنوری 1900ء سے دسمبر 1902ء تک تین سالوں میں آسمانی نشان دکھلانے کی التجا اپنے اللہ سے کر دی اور لکھا کہ دیکھ! میری روح نہایت توکّل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ سو مَیں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں اور اِس اشتہار کے آخر پر تحریر فرماتے ہیں کہ

”تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر پڑتا ہے اور تیرے غضب کی بجلی کذّاب کو بھسم کر دیتی ہے مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں۔“

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 512)

یہی وہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اِن تین اشعار میں بیان فرمایا ہے جو اوپر درج ہو چکے ہیں کہ نصرت ہمیشہ نیک بندوں کو ملتی ہے اور دشمن ہمیشہ خائب و خاسر ٹھہرتا ہے۔ گو یہ اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دشمنوں کو مخاطب ہو کر لکھے مگر ہر فردِ جماعت کے لئے بھی اِس کے اندر عظیم سبق موجود ہے۔

جیسا کہ خاکسار اوپر بیان کر آیا ہے کہ اِس نظم کے قریباً ہر شعر بلکہ ہر مصرع میں ایک سبق ہے، ایک نصیحت ہے اور ایک رہنمائی ہے۔ مگر مجھے آج درج ذیل اس شعر میں بیان نصیحت اور سبق پر اپنی توجہ مرکوز رکھ کر اپنے پیارے سامعین کو ساتھ لے کر چلنا ہے۔

وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا ایک آسان ذریعہ بیان فرمایا ہے اور وہ عاجزی، انکساری اور تواضع ہے۔ دوسرے معنوں میں اپنے نفس کو، اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں مٹانا ہے اور وہ لوگ جو خود پسند ہوتے ہیں اور بات بات میں اپنی تعریف چاہتے ہیں وہ ہر گز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں پہنچ پاتے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں مختلف انداز میں مؤمنوں کو تواضع اور منکسر المزاج رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے جہاں ''عباد الرحمٰن ''کی صفات کا ذکر فرمایا ہے وہاں سب سے پہلی صفت کاذکر یوں فرمایا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

کہ رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ''سلام''۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو جو نصائح فرمائیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ نخوت سے انسانوں کے لئے اپنے گال نہ پُھلااور زمین پر یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھرا کرو۔

گویا اللہ کا مقرب بندہ بننے کے لئے فروتنی، انکساری ضروری ہے اور وہ جھگڑتے بھی نہیں بلکہ سلام کہتے ہوئے راستہ بدل کر چلے جاتے ہیں۔ اگر اِس اہم موضوع کو احادیث کے دربار میں جاکر دیکھیں تو وہاں بھی بہت اعلیٰ درس ملتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُتنا ہی اُسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 758)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عضباء نامی ایک اونٹنی دوڑ میں کسی کو آگے نہیں گزرنے دیتی تھی۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی نوجوان کی اونٹنی نے عضباء کو مات دے دی جس پر ہر مسلمان کو بہت افسوس ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھانپ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ دنیا میں جو بلند ہوتا ہے بالآخر اللہ تعالیٰ اُس کے غرور کو توڑنے کے لئے اسے نیچا بھی دکھاتا ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 759)

سامعین! الغرض عاجزی، انکساری اور فروتنی ہی ایک ایسی عادت ہے جو انسان کو اپنے مقام سے بلند سے بلند تر کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی مختلف مقامات پر اس درس کو اُجاگر کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے جیسے ”جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا“۔ خود اللہ تعالیٰ نے آپؑ کا نام سلامتی کا شہزادہ رکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناموں میں سے ایک نام خدا تعالیٰ نے سلامتی کا شہزادہ رکھا ہے۔“

(تذکرہ صفحہ 677)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ محمدؐ جو جلالی نام تھا اور احمدؐ جو کہ جمالی نام تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی نام احمدؐ کی صفت پر ہے اور یہ دَور بھی جمالی یعنی محبت و پیار کا دَور ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے فرقہ کا نام ”مسلمان فرقہ احمدیہ“ رکھ کر اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ

”اِس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اِس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اِسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا جائے تا اِس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اِس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔ سواے دوستو! آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو اور ہر ایک جو امن اور صلح کا طالب ہو یہ فرقہ بشارت

دیتا ہے۔ نبیوں کی کتابوں میں پہلے سے اس مبارک فرقہ کی خبر دی گئی ہے اور اس کے ظہور کے لئے بہت سے اشارات ہیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے خدا اس نام میں برکت ڈالے۔ خدا ایسا کرے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اِسی مبارک فرقہ میں داخل ہو جائیں تا انسانی خونریزیوں کا زہر بکلی اُن کے دلوں سے نکل جائے اور وہ خدا کے ہو جائیں اور خدا اُن کا ہو جائے۔ اے قادر و کریم! تو ایسا ہی کر۔ آمین“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 527-528)

مَیں نے یہاں لندن میں ایک جگہ جہاں انڈوں کی پیکنگ ہو رہی تھی دیکھا کہ وہ ہر انڈے کو پیک کرنے سے قبل ایک تیز نوکیلے کیل نما اوزار کو ہر انڈہ میں چبھوتے تھے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ جس انڈے کے چھلکے میں اس نوک دار کیل سے سوراخ کر دیا جائے تو وہ ابالتے وقت ٹوٹتا نہیں۔ میرے ذہن کو فوراً یہ سبق ملا کہ یہ اس کی اکڑ مارنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر انسان کو مختلف ضربیں لگی ہوں اور وہ مشکلات میں گھرا ہو تو اس کی اکڑ ختم ہو جاتی ہے اور وہ نرمی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس سے اس میں خوبصورتی آتی ہے اور خوبصورتی خدا کو بہت پسند ہے اور اس طرح وہ اس کا مقرب بندہ بنتا چلا جاتا ہے۔

سامعین کرام! اپنے موضوعِ سخُن کے سیاق و سباق میں جُڑے اِن اشعار کو اگر مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعودؑ پر لاگو کریں تو آپ کو ہر جگہ اور ہر مقام پر عزت و توقیر ملی، دشمن خائب و خاسر ٹھہرا۔ یہ سلسلہ آپؑ کے وقت پر ہی نہ رکا بلکہ وقت کے دھارے کے ساتھ جماعت کی عزت و تکریم میں نا صرف بے پناں اضافہ ہوا اور مسلسل ہوتا جا رہا ہے بلکہ جماعت اللہ تعالیٰ کے محفوظ ہاتھوں میں آتی جا رہی ہے۔ جس کسی نے جماعت کی مخالفت کی اور تکبّر و غرور میں بڑھتے ہوئے مخالفت کی انتہا کی۔ اللہ تعالیٰ اُس کا اِس دنیا سے صفایا کرتا چلا گیا۔ کہاں گیا مولوی ثناء اللہ امر تسری، کہاں گیا مولوی محمد حسین بٹالوی، کہاں ہے ذوالفقار علی بھٹو اور کہاں ہے جنرل ضیاء الحق۔ یہ تمام بڑے طمطراق کے ساتھ احمدیت کے خاتمہ کے لئے نکلے اور خود ختم ہو کر رہ گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی میں "اللہ تعالیٰ کو خاکساری پسند ہے" میں ایک دشمن الٰہی بخش کے انجام کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

الٰہی بخش کے کیسے تھے تیر
کہ آخر ہو گیا ان کا وہ نخچیر
اسی پر اس کی لعنت کی پڑی مار
کوئی ہم کو تو سمجھاوے یہ اسرار
تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار
ملے جو خاک سے اس کو ملے یار

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 551)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے بڑھتے چلے جانے کا ذکر فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "یہ بھی اللہ جل شانہٗ کا بڑا معجزہ ہے کہ باوجود اس قدر تکذیب اور تکفیر کے اور ہمارے مخالفوں کی دن رات کی سر توڑ کوششوں کے یہ جماعت بڑھتی جاتی ہے۔" فرمایا "...ہمارے مخالف دن رات کوشش کر رہے ہیں اور جانکاہی سے طرح طرح کے منصوبے سوچ رہے ہیں اور سلسلہ کو بند کرنے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں مگر خدا ہماری جماعت کو بڑھاتا جاتا ہے۔" پھر فرمایا "جانتے ہو کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ جس کو مبعوث کرتا ہے اور جو واقعی طور پر خدا کی طرف سے ہوتا ہے وہ روز بروز ترقی کرتا اور بڑھتا ہے اور اس کا سلسلہ دن بدن رونق پکڑتا جاتا ہے اور اس کے روکنے والا دن بدن تباہ اور ذلیل ہوتا جاتا ہے اور اس کے مخالف اور مکذّب آخر کار بڑی حسرت سے مرتے ہیں۔" فرمایا "...خدا تعالیٰ کے ارادہ کو جو در حقیقت اس کی طرف سے ہے کوئی بھی روک نہیں سکتا۔ اور خواہ کوئی کتنی ہی کوششیں کرے اور ہزاروں منصوبے سوچے مگر جس سلسلہ کو خدا شروع کرتا ہے اور جس کو وہ بڑھانا چاہتا ہے اس کو کوئی نہیں روک سکتا کیونکہ اگر ان کی کوششوں سے

وہ سلسلہ رک جائے تو ماننا پڑے گا کہ روکنے والا خدا پر غالب آگیا۔ حالانکہ خدا پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔"(ملفوظات جلد 10 صفحہ 24 ایڈیشن 1984ء)

پس آپؑ کی ان باتوں کے پورا ہونے کے نظارے ہم ہر روز دیکھتے ہیں۔ دشمن نے انفرادی طور پر بھی کوششیں کیں اور منظم ہو کر بظاہر ایک ہو کر جماعت کے خلاف منصوبہ بندی کرنے کی بھی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے جو آپ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" (تذکرہ صفحہ 260 ایڈیشن چہارم) اور پھر فرمایا کہ "میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بڑھاؤں گا۔" (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 648) اس کے مطابق ہم جماعت کو دنیا میں پھیلتا دیکھ رہے ہیں۔ یہ نام نہاد علماء اور مخالفین سمجھتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو اپنی پھونکوں سے ختم کر دیں گے لیکن نہیں جانتے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقابل پر جب کھڑے ہوں تو اپنی ہی تباہی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد اور تائید اور نصرت فرماتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 19 / مئی 2023ء)

یہ اصول ہر اُس فردِ واحد پر لاگو ہو گا جو انکساری اور عاجزی کے ساتھ زندگی گزارے گا وہ خدا کے حضور سُرخرو ہو گا اور ترقی کرے گا، پنپے گا، پھولے اور پھلے گا اور اُس پر یہ اشعار اطلاق پائیں گے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

۞۞۞۞

﴿28﴾ ﴿مشاہدات۔208﴾

ذاتیں وجۂ شرافت نہیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (الحجرات: 14)

نہ فرق رنگ و نسل میں نہ ذات پات میں ہے
یہ دین کہتا ہے انسان سب برابر ہیں

(امۃ الباری ناصر)

سامعین! آج مجھے معاشرے میں بڑھتی ہوئی ایک بُرائی ذات پات میں فخر اور گھمنڈ کرنے کے حوالے سے گفتگو کرنی ہے جس کا عنوان ہے۔ **"ذاتیں وجۂ شرافت نہیں"**

یہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہیں مکمل الفاظ یہ ہیں۔ "**یہ جو مختلف ذاتیں ہیں یہ کوئی وجہ شرافت نہیں۔** خدا تعالیٰ نے محض عُرف کے لئے ذاتیں بنائی ہیں"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 دسمبر 2004ء)

اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ مسلمہ کو ذات پات کے حوالے سے سنہری اصول عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (الحجرات: 14)

اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ معزز اُس شخص کو قرار دیا ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ متّقی اور پرہیزگار ہے نہ کہ وہ شخص جو ذات پات یا حسب و نسب پر فخر کرتا ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتوں کی تلاش میں بھی یہ اسلامی اصول فرمادیا کہ لوگ تین وجوہات کی وجہ سے شادی کرتے تھے اوّل لڑکی یا لڑکا خوبصورت ہو۔ دوم جائیداد والے ہوں اور سوم حسب و نسب والے ہوں۔ اے مسلمان! تم جب رشتہ کی تلاش میں نکلو تو نیک، صالح اور پرہیزگار لڑکی یا لڑکے کی تلاش کرو تا اولاد کی تعلیم و تربیت کماحقہٗ ہوسکے اور وہ بھی دیندار اور متّقی ہو۔ تا وہ بھی آئندہ مستقبل میں رشتہ زوجیت میں منسلک ہوتے وقت اِسی اصول کے پابند ہوں اور یہ سلسلہ تاابد چلتا رہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت میں جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا کے الفاظ جو استعمال فرمائے اُس سے خاندانوں کا تعارف مقصود ہوتا ہے شاید اِسی لئے نسب کو جاننے کے لئے شَجَرَۃٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور کسی خاندان کی پہچان کے لئے کہتے ہیں کہ اُس کا شجرہ نسب یہ ہے۔ شجرہ کے معانی درخت کے ہوتے ہیں جس طرح درختوں کی پہچان مختلف ناموں سے ہوتی ہے اِسی طرح خاندانوں کی پہچان کے لئے ذاتوں کے نام رکھے گئے ہیں اِس سے زیادہ کوئی اور حیثیت نہیں۔ جبکہ حسب و نسب کے تحت لکھا ہے کہ نسب کہتے ہیں کسی کی اصل کو یعنی کوئی کس درخت کا پھل اور جدّ کی آل اولاد ہے جبکہ حسب کا مطلب ہے اُس خاندان کے مورثِ اعلیٰ کے ذاتی اوصاف، صلاحیّتیں، قابلیت اور لیاقت کیا ہے۔ اِس آیت میں لفظِ تعارف کے تحت یہ بات بھی نوٹ کرنے والی ہے کہ پہچان کے معنی یہ ہیں کہ ایک ہی نام اور شکل کے اگر زیادہ لوگ ہیں تو اُن کے ناموں کے ساتھ اُن کی قوم یا قبیلے کے نام لگا کر اُن کی پہچان ہو سکے اور دوسرے یہ کہ دنیا میں قومی تشخص بھی قائم رہے۔

انسان کی ذات یا اُس کا حسب و نسب اس کے بہترین ہونے پر دلالت نہیں کرتے بلکہ بہترین مخلوق کون ہیں، اس بارہ میں اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ؕ (البینۃ:8)

یعنی یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے، یہی ہیں وہ جو بہترین مخلوق ہیں۔

سامعین! قرآن کریم کے بعد احادیث کا نمبر آتا ہے جو قرآن کی سب سے اولین تشریح و تفسیر ہے جو پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَذۡھَبَ عَنۡکُمۡ عَیۡبَۃَ الۡجَاھِلِیَّۃِ وَتَکَبُّرِھَا بِآبَائِھَا النَّاسَ رَجُلَانِ بِرٌّ تَقِیٌّ کَرِیۡمٌ عَلَی اللّٰہِ وَ فَاجِرٌ شَقِیٌّ ھَیِّنٌ عَلَی اللّٰہِ وَالنَّاسُ بَنُوۡ آدَمَ وَخَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ مِنۡ تُرَابٍ

(الدر المنثور للسیوطی، جلال الدین جلد 7 صفحہ 579)

کہ شکر ہے اُس خدا کا جس نے تم سے جاہلیت کا عیب اور غرور دور فرمایا۔ پس اے لوگو! تمام انسان صرف دو قسم کے ہیں۔ ایک نیک، پرہیز گار، اللہ کی نگاہ میں عزت والے۔ دوسرا فاجر بدبخت جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہوتا ہے۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ نے مٹی سے بنایا۔ اِس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو یہ پیغام دیا ہے کہ ذات پات کچھ چیز نہیں، سب سے بڑھ کر نیکی اور تقویٰ ہے، جس میں یہ پایا جائے وہ اللہ کی نظر میں عزت پا گیا اور جس میں یہ نہ ہو وہ اللہ کی نگاہ میں ذلیل ٹھہرا۔

اِسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

یَا أَیُّھَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّکُمۡ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاکُمۡ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضۡلَ لِعَرَبِیٍّ عَلَی أَعۡجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلَی عَرَبِیٍّ وَلَا لِأَحۡمَرَ عَلَی أَسۡوَدَ وَلَا أَسۡوَدَ عَلَی أَحۡمَرَ إِلَّا بِالتَّقۡوَی

(مسند احمد، حدیث نمبر 23489)

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ یاد رکھو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر سوائے تقویٰ کے اور کسی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَقُلُوبِكُمْ

(ابن ماجہ، حدیث: 4143)

بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:

”تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ لوگو! اپنے باپ دادا کے نام پر فخر کرنے سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریت کے تودوں اور آبی پرندوں سے بھی زیادہ ہلکے ہو جاؤ گے۔“

(مسند احمد جلد 14 مطبوعہ بیروت 1997ء حدیث نمبر 8736)

پھر فرمایا۔

”تمہارے یہ نسب نامے کوئی کام دینے والے نہیں۔ تم سب حضرت آدمؑ کے بیٹے ہو۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ ہاں فضیلت دین و تقویٰ سے ہے۔ انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ وہ بدگو، بخیل اور فحش کلام ہو۔“

(مسند احمد جلد 28 مطبوعہ بیروت 1999ء حدیث نمبر 1744)

سامعین! پھر آپ کیا ہی عمدہ رنگ میں مسلمانوں کو عجز و انکساری کی یوں تلقین فرماتے ہیں۔

”تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اُس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔“

(ابو داؤد بحوالہ حدیقۃ الصالحین مطبوعہ 2003ء صفحہ 679)

دیکھو! نہ ذات پات نہ نام و نسب شفا
پر دوست جب بناؤ تو کردار دیکھ کر

سامعین! ذات پات کے خلاف تعلیم کی ضرورت اِس لئے پیش آئی کہ عرب اقوام میں بھی ذات پات عروج پر تھی۔ جنگِ بدر کے موقع پر جب کفارِ مکہ کی طرف سے تین سردارانِ قریش عتبہ، شیبہ اور ولید

میدان میں نکلے اور قدیم دستور کے مطابق مقابلے کے لیے مبارز طلب کی تو لشکرِ اسلام میں سے مدینے کے تین انصار صحابہ تیار ہوئے لیکن اُن متکبّر سردارانِ قریش نے کہا کہ اِن زمین کھودنے والوں سے لڑنا ہماری ہتک ہے اِس لیے ہمارے پایہ کے (یعنی قریشی) بھجواؤ۔ اِس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کو بھجوایا جن کے ہاتھوں یہ کفارِ مکہ مارے گئے۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جا کر معلوم کرے کہ ابوجہل کا کیا حال ہے؟۔ اِس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے اور جب یہ ڈھونڈتے ہوئے ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ ابوجہل زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ یہ دشمنِ اسلام دو انصاری نوجوانوں حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ کے ہاتھوں شدید زخمی ہو کر گرا ہوا تھا۔ ابوجہل نے اُنہیں دیکھ کر بڑی حسرت سے کہا: لَوْ غَیْرَ اِکَارٍ قَتَلَنِیْ۔ یعنی اے کاش! مَیں کسی کاشتکار کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیّینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ، صفحہ 360-363، مطبوعہ 2001ء)

اِس واقعہ سے باآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ قومِ قریش کس حد تک اِس مرض میں مبتلا تھی۔ مگر یہ فخر اور نسلی گھمنڈ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ساتھ آپ کی تربیت اور آپؐ کی قوتِ قدسیہ کے باعث عجز و انکساری میں بدل گیا اور یہی قوم انتہائی درجہ کی مُنکسرُ المزاج ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ سے اِن لوگوں کے سارے گند دھوئے گئے اور ایک ایسا معاشرہ قائم ہوا جہاں نسلی تفاخر کا نام ونشان نہ تھا۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ مکہ کے معاشرے میں ایک سردارانہ مقام رکھنے والے حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کو جو قبل از اسلام محض ایک حبشی غلام تھے خاص احترام کے ساتھ ”سیّدنا بلال“ کہہ کر مخاطب فرماتے۔ اِس حوالے سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں:

”مَیں جب اِس زمانہ کے امریکن حبشی ٹام اور آج سے چودہ سو سال قبل کے عربی حبشی بلالؓ کے حالات پر نگاہ کرتا ہوں تو ایک عجیب منظر نظر آتا ہے...... عربی غلام (یعنی بلالؓ) جب بادشاہِ وقت (عمر بن الخطابؓ) سے ملنے کے لئے جاتا ہے تو باوجود اِس کے کہ اُس وقت بڑے بڑے رؤسائے عرب بادشاہ کی ملاقات کے انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ بادشاہِ وقت بلالؓ کی خبر پا کر اُن رؤسائے عرب کو جو وہ بھی مسلمان ہی تھے نہیں بلاتا اور بلالؓ کو فوراً بلا لیتا ہے اور جب بلالؓ ملاقات سے فارغ ہو کر چلا جاتا ہے تو پھر اُس کے

بعد اُن رؤسائے عرب کی باری آتی ہے اور جب اِس بادشاہ کی مجلس میں بلالؓ کا ذکر آتا ہے تو بادشاہ کہتا ہے بلالؓ ہمارا سردار ہے۔"

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیّینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ، صفحہ 402، مطبوعہ 2001ء)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کی تفسیر و تشریح کرنے کا حق اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؐ کے روحانی فرزند اور اِس اُخروی دور کے حکم و عدل حضرت مسیح موعودؑ کو سونپا ہے۔ آپؑ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"بعض نادان ایسے بھی ہیں جو ذاتوں کی طرف جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بڑا تکبر اور ناز کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی ذات کیا کم تھی جن میں نبی اور رسول آئے تھے لیکن کیا اُن کی اس اعلیٰ ذات کا کوئی لحاظ خدا تعالیٰ کے حضور ہوا جب اس کی حالت بدل گئی۔ ابھی مَیں نے کہا ہے کہ اِن کا نام سؤر اور بندر رکھا گیا اور اسے اس طرح پر انسانیت کے دائرہ سے خارج کر دیا۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ بہت لوگوں کو یہ مرض لگا ہوا ہے۔ خصوصاً سادات اس مرض میں بہت مبتلا ہیں۔ وہ دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اپنی ذات پر ناز کرتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذات کچھ بھی چیز نہیں ہے اور اُسے ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سید وُلد آدم اور افضل الانبیاء ہیں انہوں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صاف طور پر فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تو اس رشتہ پر بھروسہ نہ کرنا کہ مَیں پیغمبر زادی ہوں۔ قیامت کو یہ ہرگز نہیں پوچھا جاوے گا کہ تیرا باپ کون ہے۔ وہاں تو اعمال کام آئیں گے۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے کیونکہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر ایسی شئے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنا سارا سہارا اپنی غلط فہمی سے اپنی ذات پر سمجھتا ہے کہ مَیں گیلانی ہوں یا فلاں سیّد ہوں۔ حالانکہ وہ نہیں سمجھتا کہ یہ چیزیں وہاں کام نہیں آئیں گی۔ ذات اور قوم کی بات تو مرنے کے ساتھ ہی الگ ہو جاتی ہے۔ مَرنے کے بعد اس کا کوئی تعلق باقی رہتا ہی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (الزلزال:9) کوئی بُرا عمل کرے خواہ کتنا ہی کیوں نہ کرے اس کی پاداش اس کو ملے گی۔ یہاں کوئی تخصیص ذات اور قوم کی نہیں کی اور پھر دوسری جگہ

فرمایا ہے اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:14) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

پس ذاتوں پر ناز اور گھمنڈ نہ کرو کہ یہ نیکی کے لیے روک کا باعث ہو جاتا ہے۔ ہاں ضروری یہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور برکات اسی راہ سے آتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 340-341، ایڈیشن 2022ء)

پھر فرمایا۔

"اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لئے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے بلکہ سوال یہ ہو گا کہ تمہارا عمل کیا ہے؟۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہؓ! خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا، اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔ پس چاہیے کہ تم ہر وقت اپنا کام دیکھ کر کیا کرو۔ اگر کوئی چوڑھا اچھا کام کرے گا تو وہ بخشا جاوے گا اور اگر سیّد ہو کر کوئی برا کام کرے گا تو وہ دوزخ میں ڈالا جاوے گا۔"

(ملفوظات جلد 3، صفحہ 370، ایڈیشن 1988ء)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

"ایسے لوگ ہیں جو انبیاء علیہم السلام سے حالانکہ کروڑوں حصہ نیچے کے درجہ میں ہوتے ہیں جو دو دن نماز پڑھ کر تکبر کرنے لگتے ہیں اور ایسا ہی روزہ اور حج سے بجائے تزکیہ کے ان میں تکبر اور نمود پیدا ہوتی ہے۔ یاد رکھو! تکبر شیطان سے آیا ہے اور شیطان بنا دیتا ہے۔ جب تک انسان اس سے دور نہ ہو۔ یہ قبولِ حق اور فیضانِ الوہیت کی راہ میں روک ہو جاتا ہے کسی طرح سے بھی تکبر نہیں کرنا چاہیے نہ علم کے لحاظ سے نہ دولت کے لحاظ سے نہ وجاہت کے لحاظ سے، نہ ذات اور خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے۔ کیونکہ زیادہ تر انہیں باتوں سے یہ تکبر پیدا ہوتا ہے اور جب تک انسان ان گھمنڈوں سے اپنے آپ کو پاک صاف نہ

کرے گا۔ اس وقت تک وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ نہیں ہو سکتا اور وہ معرفت جو جذبات کے موادِ ردّیہ کو جلا دیتی ہے اس کو عطا نہیں ہوتی کیونکہ یہ شیطان کا حصہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 275-276، ایڈیشن 1984ء)

وقت کی آواز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"بعض لوگ خاندانوں اور ذاتوں اور شکلوں وغیرہ کے مسئلے میں الجھ جاتے ہیں اور پھر انکار کر دیتے ہیں۔ پھر ان مسئلوں میں اس طرح الجھتے ہیں تو پھر لڑکیوں کے رشتے طے کرنے میں دقت پیش آتی ہے۔ تو یہ ذاتیں وغیرہ بھی اب چھوڑنی چاہئیں۔ اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ **"یہ جو مختلف ذاتیں ہیں یہ کوئی وجہ شرافت نہیں**۔ خدا تعالیٰ نے محض عرف کے لئے ذاتیں بنائی ہیں اور آج کل تو صرف بعد چار پشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کی کوئی سند نہیں۔ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقوی ہے"تو پھر ان چیزوں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 24 دسمبر 2004ء)

سامعین! ہم دیکھتے ہیں کہ نسلی تفاخر ایک ایسا مرض ہے جو انسانوں کو مختلف نسلی گروہوں میں تقسیم کر کے قومی اور ملکی ترقی میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ ہمارا ایشیائی معاشرہ اُن معاشروں میں سے ایک ہے جہاں ذات پات میں فخر و مُباہات کے مرض کی جڑیں صدیوں پرانی ہیں۔ اِس بیماری کی چھاپ ہندوستان میں ہندو برادری میں بہت گہری ہے جہاں یہ قوم برہمن، کھشتری، ویش، شودر اور ملیچھ وغیرہ نسلی طبقات میں بٹی ہوئی تھی۔ بعض اقوام اعلیٰ سمجھی جاتی تھیں اور اُنہیں معاشرے میں ہر طرح کے حقوق حاصل تھے جبکہ ادنیٰ اقوام شودر اور ملیچھ وغیرہ سے عملاً جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا اور مسمانوں نے یہ Cast System ہندوؤں سے مستعار لے کر اپنے ساتھ Travel کیا اور اپنے کمزور ایمانوں کی وجہ ہندوؤں سے لی گئی ذات پات اور رسم و رواج کی یہ چھاپ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ گوڑی ہوتی گئی کہ ایک طرف ذاتوں میں ایسے اُلجھے کہ اپنی بچیاں ہم ذات رشتہ نہ ملنے کی وجہ بوڑھی ہوتی گئیں اور کئی بچیاں شادی جیسے اہم اسلامی حکم کی تعمیل کے بغیر اِس دنیا سے رخصت ہوئیں اور دوسری طرف ذات پات کا بھوت اِس حد تک اپنے اوپر سوار کر لیا کہ بعض پیشوں جیسے موچی، لوہار، جولاہا اور کمہار وغیرہ کو

بھی Cast کا درجہ دے کر اِن جیسے پیشہ والوں کو حقیر مخلوق گردانتے لگے۔ اِن سے لین دین نہ کیا اور میل ملاپ سے بھی پرہیز برتا اور یوں معاشرے میں نفرتیں بڑھتے بڑھتے معاشرہ مختلف چھوٹے چھوٹے گروہوں اور طبقات میں بٹنے لگا۔ نسلی افتراق بڑھا اور درجہ بندیاں ہوتی چلی گئیں۔ خاص طور پر زمیندار اقوام اور سادات میں اپنے آباواجداد کے نسلی تفاخر کا گھمنڈ آج بھی اُن میں سے اکثر میں موجود ہے اور پاک و ہند میں آج کے اِس ترقی یافتہ دَور میں بھی اِس طبقاتی منافرت کے آثار بڑے ہی واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جگہیں ایسی مخصوص کر دی جاتیں ہیں جہاں نیچ ذات کے لوگوں کا داخلہ منع ہوتا۔ پیری فقیری اور درگاہوں و خانقاہوں میں اونچ اور نیچ کا سلسلہ نمایاں نظر آتا ہے۔ پیر خود چارپائی یا تخت پوش پر براجمان ہوتے ہیں اور ماننے والوں کو زمین پر یا چارپائی کے پائنتیوں کی طرف بٹھایا جاتا ہے تاکہ برابری نہ ہو سکے۔ یہ گھمنڈ اور فخر کیسا؟ جبکہ تمام انسانوں کے اجزائے ترکیبی ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔ وہ مادہ جس سے ہر قوم و ملّت کا انسان بنتا ہے ایک ہی جیسے عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اور رِحمِ مادر میں ایک ہی جیسی مدّت میں مختلف مراحل سے گزر کر انسانی شکل میں ڈھلتا اور پھر ایک ہی طریق سے پیدا ہو کر اِس دنیا میں آتا ہے۔ سب کا بنیادی ڈھانچہ بھی ایک ہی جیسا ہوتا ہے اور زندہ رہنے کے لیے سب میں ایک ہی جیسا نظام موجود ہوتا ہے۔ رگوں میں دوڑنے والے خون کا رنگ بھی سب کا ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ سب ہی ایک بدبودار قطرے یعنی نطفے سے پیدا ہوتے ہیں اور سب کا ہی جسم اپنی ماؤں کے خونِ حیض سے پرورش پاتا ہے۔ اِس مادہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ کے نام سے لکھا ہے جس کے معنی ہیں کہ گلے سڑے کیچڑ کے ہیں۔ پھر اکڑ کیسی، تکبّر اور نسلی تفاخر کیسا اپنی ذات پر۔

سامعین! جہاں تک پیشوں کا تعلق ہے اِن کا ذات پات سے کوئی تعلق نہیں اِن میں سے بعض پیشے ایسے مبارک ہیں جن کو انبیاء اور بزرگوں نے اپنایا۔ مثال کے طور پر حضرت نوحؑ نجار یعنی بڑھئی کا کام کرتے تھے اور جس کشتی کے بنانے کا اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حکم دیا تھا، اُنہوں نے خود بنائی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا خاندان لکڑی کے بت بنا کر بیچا کرتا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت یوسفؑ نجار کی بیوی تھیں اور یہودی اُنہیں بڑھئی کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے مدین جا کر وہاں آٹھ سے دس سال تک بھیڑ بکریاں چرانے کی ملازمت کی۔ (القصص: 28-29) دونوں جہانوں کے بادشاہ اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اوائل عمری میں مکہ والوں کی بکریاں چرائی ہیں۔ آپؐ نے خود

فرمایا۔ بکریاں چرانا بھی انبیاء کی سنّت ہے اور مَیں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ فقہ کے عظیم امام حضرت امام ابو حنیفہؒ کو کپڑے کے کاروبار کی وجہ سے اُن کے مخالفین اُنہیں جولاہا کہا کرتے تھے۔

سامعین! ابن خلدون نے اپنی کتاب مقدمہ تاریخ ابنِ خلدون میں حسب اور نسب پر بہت دلچسپ بحث کی ہے کہ دنیا میں ہر چیز فانی ہے تو حسب و نسب کو کیسے بقا ہو؟۔ تجربہ یہ کہتا ہے کہ چار یا پانچ پُشتوں تک لوگ یاد رکھتے ہیں یا خاندان والے خود بھلا دیتے ہیں بالخصوص حسب کو جس میں خاندان کی مشہور ہستیاں اور اُن کے اوصاف آتے ہیں۔ ابنِ خلدون لکھتے ہیں:

”دیکھئے! عالم عناصر کی ہر چیز فانی ہے اور ختم ہو جانے والی ہے۔ ذات کے اعتبار سے بھی اور حالات کے اعتبار سے بھی خواہ نباتات ہوں یا معدنیات یا حیوانات یا انسان۔ خاص طور پر انسان کے حالات پر نظر ڈالئے۔ اِن میں قسم قسم کے علوم پیدا ہوتے ہیں پھر مٹ مٹا کر نذرِ فنا ہو جاتے ہیں۔ یہی دیگر صنعتوں کا حال ہے۔ در حقیقت حسب یا شرافت اُن انسانی عوارض میں سے ہے جو لوگوں کو عارض ہوتے رہتے ہیں۔ اِس لئے یہ نذرِ فنا ہو کر رہتا ہے..... پھر شرافت کی زیادہ سے زیادہ حد چار پشتوں تک ہے ..... یہ دعویٰ کہ حسب صرف چار پشتوں تک چلتا ہے غالب کے اعتبار سے ہے، کوئی کلی قاعدہ نہیں کیونکہ بعض خاندان چار پشتوں تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنی شرافت و عظمت کھو بیٹھتے ہیں، فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں اور اُن کی عمارت آگرتی ہے اور کبھی حسب و شرف پانچ اور چھ پشتوں تک بھی لگاتار چلتا رہتا ہے۔ البتہ چار پشتوں کے بعد روبہ انحطاط ضرور ہو جاتا ہے اور زوال کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔“

(مقدمہ ابنِ خلدون مطبوعہ 1986ء صفحہ 360-362)

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخر شانِ اولیاء ہے
بجز تقویٰ زیادت اِن میں کیا ہے

۞۞۞۞

﴿29﴾ ﴿مشاہدات۔88﴾

اے میرے درختِ وجود کی سر سبز شاخو!

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِى السَّمَآءِ۔تُؤۡتِىۡۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيۡنٍۢ بِاِذۡنِ رَبِّهَا (ابراہیم:25-26)

ترجمہ: اس کی جڑ مضبوطی سے پیوستہ ہے اور اس کی چوٹی آسمان میں ہے۔ وہ ہر گھڑی اپنے ربّ کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے۔

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **اے میرے درختِ وجود کی سر سبز شاخو!**

ساتھیو! ہر نبی اور رسول اپنی آمد پر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے ایک روحانی باغ لگاتا ہے۔ جس میں نبی کی قوت قدسیہ سے سر سبز، لہلہاتے، خوشبودار پھول اور پھل دار پودے لگتے ہیں۔ نبی اِن درختوں کی آبیاری اور دیکھ بھال کرتا ہے اور اِن پودوں سے آگے مزید بچے (پودے) پیدا ہوتے جاتے ہیں اور وہ باغ صرف گھنا ہی نہیں ہوتا بلکہ ان ننھے مُنے درختوں اور پودوں سے آگے نئی سے نئی نرسریاں اور باغیچے بنتے چلے جاتے ہیں۔ اسلام کا باغ جو آنحضور ﷺ نے لگایا۔ آج ساری دنیا کی فضا اُس کی مہک اور خوشبو سے نہ صرف معطر ہو رہی ہے بلکہ اُس کے پھلوں سے مستفیض بھی ہو رہی ہے۔

باغِ اسلام کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے لگایا اور آج اِس کے پانچویں خلیفہ اِسے روحانی پانی سے سینچ رہے ہیں اور آج کروڑوں لوگ اِس درخت کے سایہ تلے آرام حاصل کر رہے ہیں۔ سُکھ کا سانس لے رہے ہیں۔ اِسی درخت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احباب جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

اے میرے درختِ وجود کی سر سبز شاخو!

اِس میں احباب کو مخاطب ہو کر حضورؑ نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں اُن میں دو الفاظ قابل غور اور قابل توجہ ہیں اور وہ ہیں "درختِ وجود" اور "سر سبز شاخیں۔" حضور علیہ السلام نے اپنے وجود کو "درخت" اور ماننے والوں کو "سر سبز شاخیں" کہا ہے۔ اس میں بنیادی سبق یہ ہے کہ درخت اگر زندہ ہو تو شاخیں بھی سر سبز رہتی ہیں اور سر سبز شاخیں ہوں تو درخت بھی اپنی زندگی کا خود ثبوت دیتا ہے۔ یہ درخت وہی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم آیت اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ ۝ تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَهَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّهَا میں فرمایا ہے۔ جس کی جڑیں زمین میں پیوست ہیں۔ شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور وہ لذیذ و شیریں پھل سارا سال مہیا کرتا رہتا ہے۔

بھائیو! ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں لگایا گیا درخت الموسوم جماعت احمدیہ 134 سالوں کے قلیل ترین عرصہ میں جو قوموں کی زندگی میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہوتا ایک تناور درخت بن گیا ہے۔ جڑیں زمین پر اِس قدر مضبوط ہو چکی ہیں کہ دشمن اور معاندین کی سر توڑ کوششوں اور مخالفتوں کے باوجود یہ درخت نہیں ہلایا جا سکا۔ اِس کی شاخیں جہاں 220 سے زائد ممالک میں پھیل چکی ہیں وہاں اِس کے پھل کبھی 80 سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی صورت میں نظر آتا ہے۔ کبھی ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام کی صورت میں ملتا ہے اور کبھی 75 سے زائد ممالک میں جلسہ ہائے سالانہ میں نعرہ ہائے تکبیر بلند ہونے کی صورت میں ملتا نظر آتا ہے۔ کبھی ہر گاؤں میں مسجد تعمیر کرنے کے عزم لئے فدائیان احمدیت کے دلوں میں قربانیوں کے جذبہ میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ کہیں مبلغین سلسلہ کی قربانیوں کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ الغرض اِس درختِ وجود کی سر سبز شاخیں پھلتی پھولتی، نئی نئی کونپلیں نکالتی، پھل پھول دیتی اور اپنی خوشبو اور مہک سے ساری دنیا کو معطر کرتی نظر آتی ہیں اور یہ نہ رکنے والا سلسلہ بڑی تیزی سے اپنے سفر کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ سر سبز شاخو میں بہت حکمت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ "ٹہنی" کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے کیونکہ ٹہنی خشک ہوتی ہے۔ اس کے اندر زندگی نہیں ہوتی۔ نہ وہ درخت سے غذا لے سکتی ہے اور نہ آگے دوسروں کو غذا دے سکتی ہے۔ ذرا اُسے موڑنے لگیں تو ٹوٹ جاتی ہے جبکہ شاخ کی خصوصیات یہ ہیں۔ جس کو ایک شاعر نے اِن الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ملّت کے ساتھ رابطہ اُستوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

بھائیو! سامعین کی سہولت کے لئے ایک مومن کو شاخ اور درخت سے نسبت دینے کی حکمت کے حوالے سے درج ذیل معلومات پیش ہیں:

1۔ شاخ اپنے درخت سے غذا لیتی ہے۔ اسی طرح ایک احمدی خلافت کے پلیٹ فارم سے زندہ تعلق رکھ کر اُس سے روحانی غذا لیتا رہتا ہے۔

2۔ شاخ Flexible ہوتی ہے۔ جب چاہیں اس کو مولڈ (Mold) کر لیں۔ موڑ لیں۔ اِس کے اندر اکڑاؤ نہیں ہوتا۔ اِسی طرح ایک احمدی مومن اپنے آپ کو ہمیشہ دربار خلافت سے آنے والی آواز پر لبیک کہتے ہوئے موڑ لیتا ہے۔ اِس کی طبیعت بھی Flexible ہوتی ہے۔

3۔ شاخ پر پھل یا پھول لگتے ہیں جو معاشرے میں بسنے والے لوگوں کے لئے خوشی کے مواقع فراہم کرتی ہے اور لوگ اِس پھل سے حظ اُٹھاتے ہیں۔ بعینہٖ ایک مومن کو پھل لگتے رہتے ہیں اور اِس پھل سے ماحول اور معاشرہ میں بسنے والے دوسرے مومن محظوظ ہوتے ہیں۔

4۔ پھل پھول تازہ شاخ کو ہی لگتے ہیں خشک ٹہنی کو نہیں لگا کرتے۔ ایک مومن بھی تازہ بتازہ پھلوں سے لدا رہتا ہے۔

5۔ شاخ پر جب پھل لگتا ہے تو وہ شاخ جُھک جاتی ہے۔ اِسی طرح مومن جب پھلدار یعنی اخلاق حسنہ سے متصف ہوتا ہے تو اُسے جُھک جانا چاہئے۔ یہی شکر خداوندی کا ایک درست انداز ہے۔

6۔ شاخ میں بڑھنے کی خاصیت ہے اس کی ترقی ایک جگہ رکی نہیں رہتی۔ اِسی طرح ایک مومن کا قدم نیکی اور تقویٰ میں آگے بڑھتا رہتا ہے۔

7۔ شاخ جب ہری بھری اور پھلدار ہوتی ہے تو وہ خوبصورت نظر آتی ہے اور دوسروں کو بھی بھلی لگتی ہے۔ بعینہٖ ایک مومن جب پھلدار ہوتا ہے تو وہ خود بھی خوبصورت نظر آتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے اعمالِ حسنہ سے خوشی کا پیغام دے رہا ہوتا ہے۔

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک مومن اپنے آپ کو خلافت کے درخت کی سرسبز شاخ سمجھے اور خلافت سے فیض اور برکات حاصل کرتا رہے۔

صد رنگ ہیں پھول اس میں چشمے ہیں گھنا سایہ
جنت کے مشابہ ہے گلزار خلافت کا

میرے بھائیو! جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں کہ اسلام ایک سرسبز و شاداب اور پھولوں پھلوں سے لدا ہوا خوبصورت اور حسین و جمیل باغ ہے، جس کے باغبان سیّدنا و امامنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اِس باغ کو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں آنحضور ﷺ نے اپنے وفادار و مخلص صحابہ کی مدد و تعاون سے سینچا اور بعد میں اصفیاء، صلحاء اور اتقیاء نے اِس کی آبیاری کی اور آخری دور میں اللہ تعالیٰ نے اِس باغ کو مہدی آخر الزمانؑ کے سپرد فرمایا۔ جس کے پانچویں خلیفہ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد نَصَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِرُوْحِ الْقُدُسِ نہایت مستعدی، محنت، لگن اور شب و روز کی دُعاؤں سے نہ صرف اِس باغ کی نگرانی فرما رہے ہیں بلکہ موجودہ حالات کے مطابق مناسب اور جدید دور کے مطابق آبیاری بھی فرما رہے ہیں کہ اب اِس روحانی باغ کے 220 سے زائد باغیچے دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کی صورت میں پھل پھول رہے ہیں اور کروڑوں لوگ اِس باغ اور باغیچوں سے استفادہ کرتے اور اِن کے پھلوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اِن باغیچوں میں جو فصلیں پھل لا رہی ہیں۔ سرسبز و شاداب پودوں پر جو کونپلیں اور شگوفے پھوٹ رہے ہیں اور خوشبودار اور ذائقے دار پھلوں سے یہ باغیچے آراستہ اور خوبصورتی میں رنگ بھر رہے ہیں۔ اِن میں احمدی بھائیوں، خواتین، نوجوانوں، بچوں اور بچیوں کی خضوع و خشوع اور الحاح سے پڑھی ہوئی نمازیں، نوافل اور ذکر الٰہی کے پھل نظر آتے ہیں۔ قرآن کریم کی روزانہ سنوار کر اور لحنِ داؤدی سے تلاوت اور درسُ القرآن کی کلاسز بالخصوص ایم ٹی اے کے ذریعہ قرآن و تفاسیر کی محفلوں کے پھل نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید، ذکر الٰہی اور آنحضور ﷺ پر درود کے سرسبز و شاداب پھلدار درخت بھی باغیچوں میں اپنی خوشبو بکھیر رہے ہیں اور جن پودوں اور درختوں کے پتوں، پھولوں اور پھلوں کی مہک ہمارے احمدیوں کے جسم و روح میں رَچ بَس جاتی ہے وہ ایم ٹی اے کے صدا بہار پودے ہیں جن کے ذریعہ ہم

اپنے بہت ہی پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات، درس اور ورچوئل ملاقاتوں میں پُر اثر ہدایات و نصائح سے محظوظ ہوتے ہیں۔

یہ وہ سدا بہار درخت ہیں جن کا اشارہ ہمیں قرآن کریم کی سورۃ ابراہیم آیت 25-26 میں ملتا ہے جس کا ذکر مَیں اوپر اپنی تقریر میں کر آیا ہوں۔

کہ یہ درخت، اِس کی بر وقت دیکھ بھال اور محنت و پرداخت سے اِس قدر مضبوط ہو گیا ہے اور جڑیں مضبوطی سے زمین میں پیوست ہو چکی ہیں کہ مخالفت کی آندھیاں بھی اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں اور اِس کی شاخیں آسمانوں سے باتیں کر رہی ہیں۔ جس سے سیٹلائٹ کے ذریعہ فضاؤں سے ہوتا ہوا ہمارے گھروں میں روحانیت بکھیرنے والا ایم ٹی اے بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ مخالفین نے اِس درخت کو اکھیڑنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ اِس کی جڑیں زمین میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئیں اور یہ روحانی مائدہ فراہم کرنے والا چینل اتنا پھیلا، پھولا اور بڑھتا چلا گیا کہ اِس کی شاخیں آسمانوں سے باتیں کرنے لگیں۔ جہاں دشمنانِ احمدیت کی پہنچ تو دُور کی بات نقصان پہنچانے کی سوچ بھی نہیں جا سکتی۔

عبث ہیں باغِ احمد کی تباہی کی یہ تدبیریں
چھُپی بیٹھی ہیں تیری راہ میں مولا کی تقدیریں

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک بطور ادنیٰ مالی اِس درخت کی، اِس باغیچے کی حفاظت کرے۔ ایک کھیت کی بہتری کے لئے جو جو طریقے ایک کسان اپناتا ہے وہی طریقے اور حربے ہم میں سے ہر ایک کو اپنانے ہوں گے۔ ایک کسان زمین پر کلبہ رانی کرتا، ہل چلاتا اور گوڈتا، بیج پھینکتا، اُس کی حفاظت کرتا، اُسے پانی دیتا، اُس کھیت سے غیر ضروری جڑی بوٹیاں نکالتا، چھوٹے چھوٹے پودوں کی نشوونما کے لئے مناسب کھاد ڈالتا ہے تب وہ ایک عمدہ فصل سے مستفید ہوتا ہے۔ بعینہٖ ایک احمدی کو اپنے دل کی کھیتی پر ایک کسان کی طرح کلبہ رانی اور مندرجہ بالا طریقے استعمال کرنے ہوں گے اور جماعت کے باغیچے کو بھی اپنے نیک اعمال سے سنوارنا ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بیعت ایک بیج ہے جو آج بویا گیا اب اگر کوئی کسان صرف زمین میں تخم ریزی پر ہی قناعت کرے" بیج بو دے اور کہہ دے کہ ٹھیک ہو گیا سب کچھ "اور پھل حاصل کرنے کے جو جو فرائض ہیں ان میں سے کوئی ادا نہ کرے۔ نہ زمین کو درست کرے، اور نہ آبپاشی کرے اور نہ موقعہ بہ موقعہ مناسب کھاد زمین میں ڈالے۔ نہ کافی حفاظت کرے تو کیا وہ کسان کسی پھل کی امید کر سکتا ہے۔" کہ جو اپنے باغ کی یا فصل کی صحیح نگہداشت نہیں کرے گا "اُس کا کھیت بالضرور تباہ اور خراب ہو گا۔ کھیت اُسی کا رہے گا جو پورا زمیندار بنے گا۔ سو ایک طرح کی تخم ریزی آپ نے بھی آج کی ہے"۔ اِن لوگوں کو سمجھا رہے ہیں جو آپؑ کے سامنے موجود تھے اور آج ہم اس کے مخاطب ہیں کہ ہم نے بیج بویا ہے۔ احمدیت کو قبول کیا ہے "خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کس کے مقدر میں کیا ہے لیکن خوش قسمت وہ ہے جو اس تخم کو محفوظ رکھے اور اپنے طور پر ترقی کے لئے دعا کرتا رہے۔ مثلاً نمازوں میں ایک قسم کی تبدیلی ہونی چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 38 ایڈیشن 1985ء)

آپؑ جماعت کو ایک درخت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَیں جانتا ہوں کہ ہماری جماعت ایک درخت کی طرح ہے.... پس تم استقامت اور اپنے نمونے سے اِس درخت کی حفاظت کرو۔ کیونکہ تم میں سے ہر ایک اِس درخت کی شاخ ہے اور وہ درخت اسلام کا شجر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں جانتا ہوں کہ اِس شجر کی حفاظت کی جائے گی"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 322-323۔ ایڈیشن 1984ء)

ایسے میں مومن احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت ہی مان سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

"اے میرے درخت وجود کی سر سبز شاخو!"

ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخت کی سر سبز شاخیں بناتے ہوئے سر سبز شاخ کے تمام عوامل کو اپنے اُوپر لاگو کر لیں ورنہ اِس کے مقابل پر ٹہنی کے حوالہ سے آپؑ فرماتے ہیں۔

”ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو، وہ خشک ٹہنی ہے۔ اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سر سبز نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو۔ میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 458 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”یہ جماعت احمدیہ ہی ہے جس کی جڑیں بھی مضبوط ہیں اور شاخیں بھی سر سبز و خوبصورت ہیں اور پھلدار ہیں جو دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ یہ وہ درخت ہے جس کو دیکھ کر دنیا کے ہر خطے میں بسنے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ کون سا اسلام ہے جو تم پیش کرتے ہو۔ بے شمار واقعات اب ایسے سامنے آتے ہیں کہ حقیقی اسلام کی خوبصورتی دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں..... زمانے کے امام کو ماننے کی وجہ سے ہر احمدی کا فرض ہے کہ ایمان کی مضبوطی کے ساتھ سر سبز شاخیں بن جائے۔ سر سبز شاخوں کے خوبصورت پتے بن جائے۔ اُن پر لگنے والے خوبصورت پھول اور پھل بن جائے۔ جو دنیا کو نہ صرف خوبصورت نظر آئے بلکہ فیض رساں بھی ہو۔ فیض پہنچانے والا بھی ہو۔ ورنہ ایمان و یقین میں کامل ہونا بغیر عمل کے بے فائدہ ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ بظاہر ایمان و یقین میں کامل دنیا کے جو لوگ ہمیں نظر آتے ہیں وہ کہنے کو تو اپنے آپ کو ایمان و یقین میں کامل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں لیکن دنیا کے لئے ٹھوکر کا باعث بن رہے ہیں۔ ہم احمدی ہونے کا حق اس وقت ادا کر سکتے ہیں جب ہم اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے ہر طرف اعلیٰ اخلاق دکھانے کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ جب ہم اپنے محلے اور شہر اور اپنے ملک میں اعمال صالحہ کی وجہ سے اسلام کی خوبصورتی دکھانے والے بنیں۔ ہر قسم کے فسادوں، جھگڑوں، چغلی کرنے کی عادتوں،

دوسروں کی تحقیر کرنے، رحم سے عاری ہونے، احسان کر کے پھر جتانے والے لوگوں میں شامل نہ ہوں بلکہ ان چیزوں سے بچنے والے ہوں اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔"

(خطبہ جمعہ 19 ستمبر 2014ء)

ہم شاخیں درخت وجود کی ہیں، سر پر ہے خلافت کا سایہ
افسوس ہے اُن کی حالت پر جو تپتی دھوپ میں جلتے ہیں
ہم بندھ گئے ایسے رشتے میں جو سب رشتوں سے پیارا ہے
دنیا میں جہاں بھی احمدی ہیں سب اپنے لگتے ہیں

《30》 《مشاہدات۔777》

"میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں"

(مسیح موعودؑ)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

یعنی اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالِب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو اک عالَم کو اک عالَم دکھاتی ہے
مومن ہی فتح پاتے ہیں انجام کار میں
ایسا ہی پاؤ گے سخن کردگار میں

معزز سامعین! مجھے آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فقرہ **"میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں"** پر اظہارِ خیال کرنا ہے۔

سامعین! آج سے 135 سال قبل 23 مارچ 1889ء کو حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اِذن پاکر اُس موعود مسیح اور معہود مہدی کا اعلان فرما کر بیعت لینے کا آغاز فرمایا جس کی سیدنا حضرت محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں آنے کی نشاندہی فرمائی تھی۔ ہاں ہاں! جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اُس کو میرا اسلام پہنچانا خواہ تمہیں پہاڑوں کے تودوں پر سے جانا پڑے۔ آپؑ گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اِس مردِ مجاہد کے ساتھ تھی جبکہ دوسری جانب دشمنوں اور معاندین کی صفحۂ ہستی سے اِسے مٹا ڈالنے کی دھمکیاں تھیں کہ ہم تمہیں پھلنے پھولنے

اور بڑھنے نہیں دیں گے، ہم قادیان کا نام ونشان مٹاڈالیں گے، تمہاری آواز قادیان سے باہر نہ نکلنے دیں گے۔ جبکہ یہ موعود مسیح ومہدی ایسے سخت اور تیز مخالفت کی آندھیوں میں یہ اعلان کرتا نظر آتا ہے کہ

”آخر خدا ہمارا ہی حامی ہو گا اور یہ عاجز اگرچہ ایسے دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے لیکن باوجود اِس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر مَیں پیسا جاؤں اور کُچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی مَیں آخر فتح یاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے مَیں ہر گز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔ اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو مَیں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سُنو کہ میری رُوح ہلاک ہونے والی نہیں اور **میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں**۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں“

(انوارُالاسلام، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 23)

سامعین! مَیں اپنی تقریر کے نفسِ مضمون کو آگے بڑھانے سے قبل یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضورؑ کے یہ جلالی الفاظ کسی تکبّر یا اپنی کسی صلاحیت اور طاقت پر منحصر نہیں ہیں بلکہ اپنے خدا پر توکّل پر منحصر ہیں اِسی لئے آپ اِس جگہ بھی اور دیگر بے شمار مقامات پر جہاں بھی اپنے فتح یاب ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہاں عاجزی، انکساری اور توکّل علیٰ اللہ نمایاں نظر آتا ہے اور اِس امر کا بار بار اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ خدا میرے ساتھ ہے، خدا میرے ساتھ کھڑا ہے اور مَیں خدا کے ساتھ ہوں اور **میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں** کے الفاظ کے سیاق و سباق کو غور سے دیکھیں تو مطلب یہی نکلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری طبیعت میں ناکامی اور نامرادی رکھی ہی نہیں ہے بلکہ مجھے کامیاب و کامران رہنے کے لئے پیدا کیا ہے۔

سامعین! آئیں! آپؑ کی نبوّت کے آغاز سے جائزہ لیتے ہیں۔ اِس حقیقت پر ہمارے آباءواجداد، ہم اور ہماری اولادیں گواہ ہیں کہ یہ سلسلہ 135 سال قبل ایک فردِ واحد سے شروع ہوا تھا۔ جو پہلے ہی دن 40 سے زائد مخلص افراد پر مشتمل ایک قافلہ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ اب 135 سالوں کے قلیل عرصہ میں جو

قوموں کی تاریخ میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہوتا۔ کیا ایشیا، کیا یورپ، کیا آسٹریلیا، کیا وسط ایشیا، کیا عرب ممالک، کیا افریقہ اور کیا برّاعظم امریکہ میں بڑی سُرعت سے پھیلتا اور اس ننھے مُنے درخت کی جڑوں کو زمین میں مضبوطی کے ساتھ پیوسط کرتا اور اپنی شاخوں کو آسمانوں سے باتیں کرواتا آگے بڑھ رہا ہے۔ ہاں ہاں! اِس درخت کے شیریں اور مزیدار پھلوں سے دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے لوگ فائدہ اٹھاتے اوراس کے پھلوں کے مزے سے لطف اندوز ہوتے نظر آرہے ہیں اور ہر طرف سے یہ صدا بلند ہوتی سنائی دیتی ہے۔

اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِیْح جَاءَ الْمَسِیْح
نیز بشنو از زمیں آمد کامگار

جبکہ اس دوران جماعت کی مخالفت عالمی حیثیت اختیار کر گئی۔ ملکوں، ملکوں میں اِس ننھے سے پودے کو اپنے پاؤں تلے مَسلنے کی کوشش جاری رکھی گئی اور مخالفت کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا جو عالمگیر مخالفت میں بدل گیا۔ احمدیت پر ایمان لانے والے سینکڑوں وفاداروں کو جان سے مار کر شہید کیا گیا۔ اِن کی جائیدادوں کو مالِ غنیمت سمجھ کر لوٹا گیا۔ اِن کے مکانوں کو آگ لگا کر جلا دیا گیا۔ اِن میں سے بعضوں کو قرآنی حکم کے مطابق ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرنی پڑی جو بابرکت ثابت ہوئی اور جماعت بہت تیزی کے ساتھ دنیامیں پھیلی اور ایک عالمی حیثیت اختیار کر گئی۔ سرکاری و نجی دفاتر، سیاست دانوں اور مذہبی دنیا میں اپنا ایک اثرورسوخ اختیار کر گئی۔ ان معاندین نے اس زمین پر احمدیوں کو ختم کرنے کا اعادہ کیا۔ ان کے راستے مسدود کرنے کی کوششیں کیں مگر اللہ تعالیٰ نے MTA کے ذریعہ آسمان کی بلندیوں سے پیغام کو دنیا بھر کے تمام ممالک تک پہنچایا۔ جن میں سے 222 ممالک تو ایسے ہیں جن میں جماعت احمدیہ کا پودا نفوذ پاچکاہے اور اکثر میں افرادِ جماعت کی تعداد لاکھوں میں پہنچ چکی ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک

پیارے بھائیو! مَیں آج اِس مختصر سی تقریر میں 222 ممالک میں سے صرف 2 ممالک میں جماعت احمدیہ کی غیر معمولی ترقیات اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات کا نقشہ مختصر طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اِن میں ایک تو برطانیہ ہے جہاں 1984ء سے خلافت کی براہ راست رہنمائی میں جماعت دن دونی رات چونی ترقی کر

رہی ہے ۔ گو اس ملک میں احمدیت کا پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دَور میں پہنچ چکا تھا اور سفید پرندوں نے احمدیت کو قبول کرنا شروع کر دیا تھا مگر ترقی کی رفتار اتنی تیز نہ تھی۔ مکرم بشیر احمد رفیق سابق امام مسجد فضل لندن ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ہم دو ہی یعنی مَیں اور حضرت سر چوہدری محمد ظفر اللہ خان لمبے عرصہ اکٹھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے مگر آج پورے برطانیہ میں مساجد اور مشن ہاؤسز کا ایک جال بچھ چکا ہے۔ احمدیوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ لندن چلے جائیں، مسجد فضل، مسجد بیت الفتوح میں داخل ہوں ایک ریل پیل نظر آتی ہے۔ ایک جمِ غفیر ہر وقت دکھائی دیتا ہے یا پھر مسجد مبارک ٹلفورڈ کے احاطہ میں داخل ہو جائیں تو آپ کو ہزاروں کی تعداد میں فدائی اور ایسے مخلص جو اپنی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ اسلام احمدیت کی خاطر قربان کرتے نظر آتے ہیں۔ ہر طرف اسلامی اصطلاحات الحمدللہ، ماشاءاللہ، ان شاء اللہ، السلام علیکم، وعلیکم السلام کا تبادلہ ہوتا دکھلائی اور سنائی دیتا ہے۔ ہر فردِ جماعت کے اندر ایک روحانی تبدیلی و ترقی نظر آتی ہے۔ ہمارے قابلِ قدر و قابلِ احترام امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ وہاں موجود ہیں۔ جن کی امامت اور اطاعت میں نہ صرف برطانیہ بلکہ تمام دنیا کی جماعتیں منظّم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اب تو یوں لگتا ہے کہ یورپ کی جغرافیائی سرحدیں صرف کاغذوں پر دکھائی دیتی ہیں ورنہ تو خلافت کے فدائی اور شیدائی ہر جمعہ اپنے آقا کی اقتدا میں نمازِ جمعہ پڑھنے اور دربارِ خلافت سے فیض پانے کے لئے فاصلے پاٹ کر آجاتے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ بعض دیوانے تو ایک دو نمازوں کی ادائیگی کے لئے لمبے سفر کر کے آتے ہیں اور رُخِ انور کا دیدار کر کے اپنی روح کے لئے تسکین کے سامان مہیا کرتے اور یہ کہتے ہوئے واپس جاتے ہیں کہ اب چند دنوں یا چند ہفتوں کے لئے ہماری روحانی بیٹری چارج ہو گئی ہے۔

سامعین! دوسری مثال مَیں براعظم افریقہ کے مغربی ممالک میں سے ایک چھوٹے سے ملک سیرالیون کی دینا چاہوں گا جہاں مجھے کچھ عرصہ خدمتِ دین کی توفیق ملی اور 2019ء میں بطور مرکزی نمائندہ جلسہ سالانہ میں شمولیت، مساجد کے افتتاح اور ملک کے پانچوں صوبوں میں احمدیت کے پھیلاؤ کو دیکھنے کا موقع ملا۔ جس کی وجہ سے زبان الحمدللہ کے الفاظ سے تَر تھی اور دِل اپنے اُس خدا کے آگے سجدہ ریز رہا جس نے

اِس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو بھیجا اور جس نے ایک آواز کو لاکھوں آوازوں میں تبدیل کیا۔

سیرالیون، مغربی افریقہ میں بحر اوقیانوس کے کنارے واقع ہے۔ جس کی کل آبادی سات ملین سے زائد ہے۔ حضرت الحاج مولانا عبد الرحیم نیّرؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام 19 فروری 1921ء کو بحری سفر کے ذریعہ فری ٹاؤن تشریف لائے تھے۔ آپ کا قیام یہاں صرف تین دن کا تھا جس میں آپ انمٹ نقوش چھوڑ گئے۔ آپ نے اِن تین دنوں میں کئی ایک مجمعوں میں محاسنِ اسلام پر لیکچرز دیئے۔ ایک سرکردہ مسلمان لیڈر جناب احمد الہادی بیان کیا کرتے تھے کہ

”نیّر صاحب کیا تھے۔ ایک چلتا پھرتا جادو تھے۔ ایک روز ہزاروں کے مجمع میں لگاتار 5 گھنٹے کی تقریر کرتے رہے۔ سامعین پر وجد کا عالم طاری تھا۔ 5 گھنٹے کی تقریر سننے کے بعد بھی لوگوں کا اصرار رہا کہ تقریر جاری رکھیں۔ جب قرآن کی تلاوت کرتے تو حاضرین جھوم جھوم جاتے“

(روح پرور یادیں از مولوی محمد صدیق امرتسری صفحہ 23)

عالمی مخالفت کا ذکر تو اوپر کر آیا ہوں۔ پھول کے ساتھ کانٹے تو ہوتے ہی ہیں۔ یہاں سیرالیون میں بھی وقت گزرنے اور جماعتی پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ احمدی مسلمانوں پر احمدیت قبول کرنے کے صلے میں جرمانے کئے گئے۔ قید کی صعوبتیں برداشت کیں۔ نظر بند کیا گیا اور کئی قسم کی اذیتیں دی گئیں۔ روزے دار احمدیوں کو دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا رہا۔ کسی احمدی کو مسجد یا گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک افریقن احمدی معلم کو ننگا کر کے ساری رات ہاتھ پاؤں باندھ کر پاؤں میں چھ من کی بھاری لکڑی پھنسا دی گئی۔ باڈو چیف ڈم کے مانو وا ٹاؤن میں پیرا ماؤنٹ چیف بہت سخت گیر تھا جس نے احمدی امام الفاہم سنوسی کو ننگا کر کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دو ہفتہ تک قید کر دیا۔ روح بلالی کے حامل ان مخلص احمدیوں نے حضرت بلالؓ کے نقشِ قدم پر چل کر صعوبتیں برداشت تو کر لیں مگر نہ متزلزل ہوئے اور نہ ذرا بھر ڈگمگائے اور اثباتِ قدم کے ساتھ نہ صرف آگے بڑھے بلکہ اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کو اپنے روحانی قافلے میں شامل کرتے چلے گئے۔

سیر الیون کی صرف 7 ملین کی آبادی والے ملک میں احمدیوں کی تعداد 6 لاکھ سے زائد ہے۔ جن میں 2 لاکھ فعّال احمدی ہیں جو باقاعدہ چندہ کے نظام میں شامل ہیں۔ 1400 کے قریب مساجد ہیں جہاں روزانہ اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اور جہاں اپنے اور غیر بھی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ ملک میں سڑکوں کا خاطر خواہ انتظام نہ ہونے کے باوجود جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد 25 ہزار سے زائد نفوس تک پہنچ چکی ہے۔ سرکاری وغیر سرکاری دفاتر، سیاسی و مذہبی حلقوں میں جماعت اپنا ایک نام پیدا کر چکی ہے۔ اِس کا اپنا ایک اثر ورسوخ ہے اور 100 سے زائد مرکزی و مقامی مبلغین و معلمین اعلائے کلمہ اسلام کے لئے سرگرم ہیں۔

500 کے لگ بھگ پرائمری و سیکنڈری اسکولز اور ہسپتالز موجود ہیں۔ احمدی مساجد کے منار، پاکستان میں مساجد کی طرز پر ہیں۔ جو دور سے پہچانی جاتی ہیں۔ اگر اس پر احمدیہ مسلم مسجد نہ بھی لکھا ہو تو ہر ایک کی توجہ اس طرف جاتی ہے کہ یہ احمدیوں کی مسجد ہے۔ ملک کے جس طرف بھی مین روڈ پر آپ سفر کریں تو ہر 10 یا 15 میل کے بعد بر لبِ سڑک آپ کو احمدیہ مسلم مسجد اور احمدیہ مسلم پرائمری اسکول کا بورڈ نظر آئے گا۔ جن کو دیکھ کر ہر ایک احمدی کا سر اپنے اللہ کے حضور جھک جاتا ہے۔ 2019ء میں جلسہ سالانہ کی جمعہ کے روز افتتاحی تقریب میں غیر معمولی تاخیر کی وجہ سے ملک کے وائس پریذیڈنٹ نے اعلان کر دیا کہ مَیں بھی اب آپ کے ساتھ جمعہ پڑھوں گا۔ وائس پریذیڈنٹ کے ساتھ آنے والے 50 سرکردہ لوگوں ،وزیروں نیز چیفس، پیراماؤنٹ چیفس، سرکردہ سرکاری افسران، مذہبی سکالرز حتّٰی کہ مولویوں نے بھی صفیں سیدھی کر لیں اور خاکسار کی اقتدا میں جمعہ پڑھا۔

تاریخ میں درج ہے کہ غانا کے ایک سفیر کی تعیناتی پر جب احمدی وفد انہیں مبارکباد دینے گیا تو انہوں نی جماعت کی مساجد، اسکولز اور ہسپتالز کی طبّی و تعلیمی سرگرمیوں کا برملا اظہار یوں کیا کہ مَیں ملک کے ایک طرف سے دوسری طرف تک گاڑی پر سفر کر آیا ہوں اور جگہ بہ جگہ احمدیہ مسلم مساجد، احمدیہ مسلم اسکولز کے بورڈز آویزاں دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ جماعت احمدیہ نے طبّی اور تعلیمی میدان میں بہت کام کیا ہے۔ الغرض ایک طرف مخالفت ہو رہی تھی تو دوسری طرف ”یَنۡصُرُكَ رِجَالٌ نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ مِنَ

السَّمَآءِ ” کے تحت اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کی زمین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ہموار کر رہا تھا۔

مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر کے 1965ء کے دورہ پر وزیر مواصلات نے ایک محفل میں اس امر کا اظہار کیا:

”اگر احمدی مبلغین اِن علاقوں میں آ کر تبلیغ اسلام نہ کرتے اور مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے سکولوں کا اجراء نہ کرتے تو اب تک مسلمان یہاں ڈھونڈے سے نہ ملتے...... سیر الیون کے مسلمانوں کی آئندہ نسلیں بھی احمدیت کے احسان کے زیر بار رہیں گی اور تاریخ کبھی اس کو فراموش نہ کر سکے گی۔ سیر الیون کے مسلمانوں کی بروقت اور صحیح امداد کو اگر کوئی آیا تو صرف احمدی مبلغین تھے۔“

صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہو گی
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہو گی

سامعین! ایک اور ایمان افروز واقعہ کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ ایک مذہبی و سماجی لیڈر اور وزیرِ مملکت مکرم مصطفیٰ سنوسی صاحب نے 1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خصوصی دعوت پر ربوہ جلسہ سالانہ میں شرکت کی۔ وہ جب واپس سیر الیون آئے تو لمبا عرصہ غیر حاضری کی وجہ سے ان کو وزارت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ آپ نے اس پر فرمایا:

”مجھے وزارت سے علیحدگی کا کوئی دُکھ نہیں۔ اس کے مقابل پر احمدیہ جلسہ میں شرکت کا جو اعزاز ملا ہے وہ اس وزارت کے عہدے سے بدرجہا بہتر ہے“

سامعین! آئیں! تقریر کے آخری حصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیرِ موضوع فقرہ **”میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں“ کا مجموعی طور پر** نہایت اختصار کے ساتھ جائزہ لے لیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو یہ خبر بھی دی تھی کہ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَ یَاْتِیْكَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کہ تیرے پاس آئندہ سے لوگ اِس کثرت سے آئیں گے کہ رستوں میں گڑھے پڑ جائیں گے اور ہر طرف سے لوگ سازوسامان کے ساتھ آئیں گے کہ رستوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔

یہ فرمان آپؑ کی مبارک زندگی میں ہی پورا ہونے لگا جب کثرت سے لوگ کُشاں کُشاں قادیان کی طرف بڑھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچانے کے لئے آنے لگے۔ یہ لوگ اتنی کثرت سے آئے کہ رہائش کے لئے جگہیں کم پڑنے لگیں تب آپؑ نے ایک لنگر خانہ تعمیر فرمایا جہاں مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے کبھی لحاف کم پڑ جاتے، کبھی چارپائیوں کی کمی محسوس ہوتی اور کبھی کھانا پورا نہ ہوتا اور آج 100 سے زائد ممالک میں لنگر خانوں اور گیسٹ ہاؤسز کا ایک وسیع اور مربوط نظام موجود ہے۔ اِسی امر کا ذکر آپ نے ایک جگہ پر یوں فرمایا تھا کہ

"ایک وقت تھا کہ دستر خوان کے بچے کھچے ٹکڑے میرا کھانا ہوتا تھا اب میرے دستر خوان پر خاندانوں کے خاندان کھانا کھاتے ہیں۔"

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کے دَور میں مخالفین ومعاندینِ جماعت نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ لوگ قادیان نہ جائیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مولوی محمد حسین امرتسری روزانہ امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر قادیان کی طرف جانے والے مہمانوں کو روکنے کے لئے جاتا۔ اِن کی لوگوں کو روکتے روکتے جوتیاں گھس جاتی رہیں جبکہ لوگوں کی قادیان کی طرف پیدل آتے آتے جوتیاں گھستی رہیں۔

اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنی جسمانی ومادی اولاد کی بڑھوتری کے لئے یہ دعا کی تھی کہ

اک سے ہزار ہوویں بابرگ و بار ہوویں

آج یہ دعا ہر دو پہلوؤں یعنی جسمانی وروحانی اولاد کی صورت میں کروڑوں میں پوری ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

سامعین کرام! پیارو! کس کس رنگ میں میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں کے حوالے سے انعاماتِ الٰہی کا ذکر کروں جو اب دریا کیا، سمندر کا روپ دھار گیا ہے۔ ایک جلسہ سالانہ کا آغاز قادیان سے ہوا تھا جس میں 75 احباب نے شرکت کی تھی اب یہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں تبدیل ہو کر 100 کے لگ بھگ ممالک میں یہ جلسہ ہائے سالانہ بڑی دھوم دھام کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں جن میں اپنے تو نئے عزم کے ساتھ بھرپور حصہ لیتے ہی ہیں۔ اِن کے علاوہ ملکوں کے سربراہوں کے علاوہ سرکردہ سرکاری وزراء اور سفیر اِن میں شامل ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ صرف برطانیہ اور جرمنی کے جلسوں میں شاملین کی تعداد 30 سے 40 ہزار تک ہوتی ہے۔

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگوں کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

سامعین! الغرض مخالفین نے ہر طرح کا زور لگالیا اور ساری تدابیر اختیار کر لیں کہ یہ آواز کسی طرح دب جائے اِسے کچل دیا جائے، مگر کوئی مخالفت اِس رستے کی دیوار نہ بن سکی۔ خدائے قدوس نے اپنے مہدی موعودؑ کو خود یہ خوش خبری دی کہ تم خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا بیج ہو جو زمین میں بویا گیا، یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت بن جائے گا۔ اور یہ باغ ہرا رہے گا، یہ چراغ بُجھنے کے لئے نہیں جلا، بہت سے پھونکیں مار چکے، اپنی سی کوشش بہت سوں نے کی۔ مگر کائنات کے مالک نے اس کی حفاظت کی اور ان شاء اللہ کرتا رہے گا۔ الٰہی وعدہ کے مطابق احمدیت کے شجرِ طیبہ کو شیریں پھل لگے، سعید روحیں احمدیت کے دامن سے وابستہ ہو کر توحید کے نغمے گانے لگے اور مخالفین ناکام و نامراد ہوئے۔

سامعین! کہاں گئے وہ احرار جو کہتے تھے ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، کہاں گیا وہ سیاسی لیڈر جو کہتا تھا میں نے قادیانیت کا 90 سالہ مسئلہ حل کر دیا ہے، کہاں گیا وہ آمرِ وقت فوجی جس نے فرعونِ وقت ہونے کا ثبوت دیا اور جماعت احمدیہ پر مظالم کی انتہا کر دی، تب خدا کا غضب بھڑکا اور مردِ خدا کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کہ ”خدا کی تقدیر تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی“ بڑی شان سے

پورے ہوئے اور کہاں گیا مولوی محمد حسین امرتسری جو لوگوں کو قادیان آنے سے روکا کرتا تھا اور آج اُس کی قبر کا بھی کسی کو علم نہیں۔ ہاں اگر موجود ہے تو مرزا غلام احمد اپنے کروڑوں پرستاروں کے ساتھ جو مرزا غلام احمد کی جے کا نعرہ اکنافِ عالَم میں بلند کر رہے ہیں۔

شریروں پر پڑے اُن کے شرارے
نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ پر اپنے فضلوں کی اس بارش کو ہمیشہ جاری رکھے۔ ہم ہمیشہ خدا تعالیٰ کے ان فضلوں کو حاصل کرنے والے ہوں۔ کبھی ہم سے ایسا کوئی عمل سرزد نہ ہو جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ مخالفین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: باز آجاؤ! اور اس کے قہر سے ڈرو اور یقیناً سمجھو کہ تم اپنے مفسدانہ حرکات پر مُہر لگا چکے ہو اور اگر خدا تمہارے ساتھ ہوتا تو اس قدر فریبوں کی تمہیں کچھ بھی حاجت نہ ہوتی، تم میں سے صرف ایک شخص کی دعا ہی مجھے نابود کر دیتی۔ مگر تم میں سے کسی کی دعا بھی آسمان تک نہ چڑھ سکی۔ بلکہ دعاؤں کا اثر یہ ہوا کہ دن بدن تمہارا ہی خاتمہ ہوتا جاتا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم گھٹتے جاتے ہو اور ہم بڑھتے جاتے ہیں۔ اگر تمہارا قدم کسی سچائی پر ہوتا تو کیا اس مقابلے میں تمہارا انجام ایسا ہونا چاہیے تھا؟

پس حضرت مسیح موعودؑ کا یہ بڑا واضح اور کُھلا چیلنج ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور ان شاء اللہ یہ جماعت بڑھتی رہے گی۔ اللہ کرے کہ ہم ہمیشہ اس جماعت کا حصّہ بنے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی جو تقدیر ہے اُس غلبے میں ہمارا بھی حصّہ ہو۔"

(خطاب حضور انور بعد دوپہر دوسرا روز جلسہ سالانہ برطانیہ 2023ء)

سامعین! جماعت احمدیہ کے اس پھیلاؤ اور ترقی کے تناظر میں ہمارا یہ اوّلین فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے خدائے واحد عزّوجل کے فرمانبردار اور شکر گزار بندے بن جائیں اور اپنی اولادوں میں بھی یہ پیغام کوٹ کوٹ کر بھر دیں کہ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ کہ اگر تم اپنے شکر گزاری کے پیمانے بڑھاؤ گے تو مَیں

تمہیں ضرور مزید دیتا چلا جاؤں گا۔ نعمتوں کا ذکر اور شکرِ الٰہی ایک مؤمن کی صرف غذا ہی نہیں بلکہ یہ ایک Tonic ہے کیونکہ ہم جب دیکھتے ہیں کہ جماعت کہاں سے اٹھی، کن مشکل حالات اور کیفیات میں کہاں سے کہاں جا پہنچی، کس سرعت سے اس کے آگے بڑھنے کے امکانات روشن سے روشن تر ہیں تو یقیناً یہ بات ہمارے ایمانوں کے ازدیاد کے لئے ایک ٹانک کا رنگ رکھتی ہے۔

اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
مَیں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا
مَیں تھا غریب و بیکس و گُم نام بے ہُنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کِدھر

۞۞۞۞

﴿31﴾ ﴿مشاہدات۔652﴾

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (المؤمن:52)

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور اُن کی جو ایمان لائے اِس دنیا کی زندگی میں بھی مدد کریں گے اور اُس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالَم دکھاتی ہے

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہامِ الٰہی ہے کہ **"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"**

یہ الہام آپؑ کو متعدد بار ہوا اور تقریباً ہر بار سیاق و سباق کے الفاظ مختلف ہیں۔ جیسے 1868ء جب ابھی دعویٰ اور جماعت کا خواب و خیال تک تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر بعض امراء اور ملوک کی اپنے گروہ میں شمولیت کی خبر یوں دی کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ یہاں آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے کشفی رنگ میں وہ بادشاہ دکھائے بھی گئے۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور چھ سات سے کم نہ تھے۔

(تذکرہ صفحہ 8 دسمبر 2004ء قادیان)

پھر 1891ء میں آپؑ خود تحریر فرماتے ہیں کہ ایک الہام میں چند دفعہ تکرار اور کسی قدر اختلافِ الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ

”مَیں تجھے عزت دوں گا اور بڑھاؤں گا اور تیرے آثار میں برکت رکھ دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 342)

پھر انجام آتھم میں یہ الہام ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے کہ

”مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا اور تیری برکتیں پھیلاؤں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 51-62)

پھر 1899ء کو ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی کہ

”اُس نے مجھے بشارت دی کہ مَیں تجھے برکت دوں گا اور بہت برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 179 حاشیہ)

سامعین! باقی جگہوں پر درج اس الہام کے الفاظ کو وقت کی مناسبت سے چھوڑتے ہوئے صرف 1898ء کے الہام کے الفاظ بیان کرتا ہوں کہ

”ایسا ہی وہ الہام ہے جو فرمایا کہ مَیں تجھے برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ یہ وہ سِرّ ہے جو مہدی اور عیسیٰ کے نام کی نسبت مجھ کو الہامِ الٰہی سے کُھلا۔“

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 398)

اب اگر ان تمام الفاظ کا احاطہ کریں تو یہ صبح صادق کی طرح کہا جا سکتا ہے کہ مندرج بالا الہامات کے ہر فقرہ بلکہ ایک ایک لفظ پر الگ سے ایک جامع تقریر تیار کی جا سکتی ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت عیاں ہو گی اور نصرتِ الٰہی اور فتوحات کا خوبصورت اور ایمان افروز تذکرہ بیان ہو گا۔ لیکن آج میری گزارشات کا مَحور صرف اور صرف الہام کا یہ فقرہ ہے کہ ”**بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت**

ڈھونڈیں گے۔ ” یہاں تقریر کو آگے بڑھانے سے قبل اس اعتراض کا جواب دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے از خود ہی اپنی سوچ کے مطابق فقرات گڑھ کر اِنہیں الہامات کا نام دیا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو متعلقہ الہام جو متعدد بار ہوا کے سیاق و سباق یعنی اگلے اور پچھلے الفاظ یا فقرات کو مختلف رکھ کر ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“ کے الفاظ میں رَتّی بھر فرق نہیں اگر یہ انسانی اختراع ہوتو انسان کسی نہ کسی جگہ الفاظ میں فرق کر سکتا ہے اور پھر جس عالی شان کے ساتھ یہ الہام پورا ہوا اور بار بار پورا ہوا وہ اپنی ذات میں منفرد حیثیت رکھتا ہے جو ہر بار ہمارے ایمانوں کو تازہ کر گیا اور ازدیادِ یقین کا موجب بنا اور ابھی تک گاہے بگاہے بنتا رہتا ہے اور آئندہ نسلوں کے لئے بنتا رہے گا۔ اِن شاء اللہ

سامعین! یہاں یہ بات بھی حقائق پر مبنی ہے کہ یہ الہام پہلی بار 1868ء کو ہوا جب اس سلسلہ کا ابھی آغاز بھی نہ ہوا تھا اور دوسری بار 1891ء کو جب جماعت کو قائم ہوئے ابھی صرف اور صرف دو یا تین سال ہوئے تھے جو الٰہی یا دُنیوی جماعتوں میں حرفِ ”الف“ لکھے جانے کے مترادف ہوتا ہے۔ بالخصوص الٰہی اور دینی جماعتوں میں مشکلات اور مخالفت کا دور ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی حالت کسمپُرسی کی سی تھی۔ آپؑ کو اور آپؑ کی بستی کو کوئی نہ جانتا تھا۔ آپ ان حالات کا نقشہ اپنے ایک شعر میں یوں کرتے ہیں۔

مَیں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان حالات کا تذکرہ یوں فرمایا ہے۔

”مسلمانوں کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ بالکل بے کسی اور بے بسی کے زمانہ میں جب اُن کے پاس نہ عزت تھی، نہ طاقت تھی، نہ مال تھا اور نہ کوئی اور ظاہری سامان تھے، صرف قرآنِ کریم ہی تھا جو ان کے ہاتھ میں تھا۔ صرف قرآنِ کریم ہی تھا جو اُن کے دل میں تھا، صرف قرآن کریم ہی تھا جو اُن کے عمل میں نظر آرہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غلبہ عطا فرمایا اور اُن کے مقابل آنے والی سب طاقتوں کو مٹا دیا اور ایک کم مایہ،

بے مایہ، کمزور و ناتواں اور غریب کو تمام دنیا کی طاقتوں کے مقابلہ میں کامیاب وکامران کر دیا۔ اس کی ایک تازہ مثال مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس مثال کا مَیں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 1868ء میں فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ **"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"**۔ (تذکرہ صفحہ 10 ایڈیشن چہارم)۔ اُس وقت آپ کو بھی کوئی نہ جانتا تھا، قادیان کو بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ جماعت احمدیہ کو بھی کوئی نہ جانتا تھا بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہ جانتے تھے۔ کیونکہ اُس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جماعت کا قیام نہیں کیا گیا تھا اور بیعت بھی شروع نہ ہوئی تھی۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی کی اور قریباً سو سال تک مخالف کو موقع دیا کہ جتنا چاہو استہزاء کر لو، مذاق کر لو، ٹھٹھا کر لو، طعنے دے لو۔ یہ کلام ہمارا (عزیز خدا کا کلام) ہے جو ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔ اِس سال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ سامان پیدا کر دیئے۔ (دو کم سو سال کے بعد) جب اِس عرصہ میں ایک نیا ملک بنایا گیا۔ پھر الٰہی تدبیر کے ماتحت اس ملک کو آزادی دلائی گئی۔ پھر الٰہی منشاء کے مطابق جب اس ملک کی اپنی حکومت بنی، تو اس کا سربراہ اور اس کا ایکٹنگ (Acting) گورنر جنرل اُس شخص کو مقرر کیا گیا جو تقرر کے دن سے پہلے جماعت احمدیہ گیمبیا کا پریذیڈنٹ تھا۔ اس طرح جماعت احمدیہ کے پریذیڈنٹ کو گورنر جنرل بنا دیا گیا۔"

(خطبہ جمعہ 15 جولائی 1966ء از خطبات ناصر جلد اول صفحہ 308-309)

سامعین! 1891ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خلافت کے آغاز تک جو عرصہ بنتا ہے وہ 74-75 سال کا ہے جو قوموں اور جماعتوں کی عمر میں آنکھ کے جھپکنے کے برابر بھی تصور نہیں ہوتا۔ جب اِس الہام کا پہلا ظہور عمل میں آیا جب گیمبیا آزاد ہو کر مغربی افریقہ کے نقشہ پر منظرِ عام پر آیا اور جماعت احمدیہ گیمبیا کے صدر جناب ایف ایم سنگھاٹے افریقن سر زمین پر اُبھرنے والے اس نئے ملک کی نئی حکومت کے سربراہ اور ایکٹنگ (Acting) گورنر جنرل مقرر ہوئے تو اُس وقت کے گیمبیا کے مربی صاحب کی ایماء پر جناب مسٹر سنگھاٹے نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے اس الہام کے پیشِ نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے کے ٹکڑے کی درخواست کی جسے باریابی سے نوازا گیا اور یوں یہ الہام ظاہری طور پر پہلی بار پورا ہوا اور مسٹر سنگھاٹے پہلے خوش نصیب بادشاہ ٹھہرے جن کو اِس متبرک

کپڑے سے نوازا گیا۔ حضور رحمہ اللہ نے اس کپڑے کے ٹکڑے کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لئے جناب موصوف کو 40 دن تہجد میں دعائیں کرنے اور اپنے آپ کو اس تبرک کا اہل بنانے کی طرف ایک خط کے ذریعہ توجہ دلائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

”ایک شخص جو ہزارہا میل دُور رہتا ہے نہ کبھی ربوہ آیا، نہ ہی تاریخ احمدیت سے پوری طرح واقف، اُس کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرک کی اہمیت جب تک پوری طرح بٹھانہ دی جاتی میرے نزدیک اُنہیں تبرک بھجوانا درست نہیں تھا۔ اِس لئے مَیں نے انہیں ایک لمبا سا خط لکھا اور انہیں یہی نکتہ سمجھایا کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبرک مانگ رہے ہو۔ اِس میں برکتیں بھی بڑی ہیں مگر یہ بھی نہ بھولو کہ اِس کی قیمت اتنی ہے کہ ساری دنیا کے سونے اور ساری دنیا کی چاندی اور ساری دنیا کے ہیرے اور جواہرات بھی اگر اس کے مقابل رکھے جائیں تو ان کی وہ قیمت نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا کی قیمت ہے اس لئے تم ایک بڑی ذمہ داری لے رہے ہو۔ ذہنی طور پر، روحانی طور پر اور اخلاقی طور پر اپنے آپ کو اس کا اہل بناؤ۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 309)

سامعین! گو جماعت احمدیہ کو عالمی شہرت حاصل ہونے کے دَور کا آغاز خلافتِ ثالثہ کے دَور میں ہو چکا تھا۔ تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہجرت برطانیہ کے بعد جو Fame ، جو شُہرت اور جو بلندی جماعت کے حصہ میں آئی وہ دیدنی ہے اور ہم نے ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ ہائے سالانہ کے موقعوں پر افریقہ، یورپ، مغربی دنیا اور رشیا وغیرہ سے آئے ہوئے ایسے ایسے سربراہوں، سرداروں اور حاکموں اور پیراماؤنٹ چیفس کو دیکھا جو اسٹیج پر نمودار ہو کر خلیفۃ المسیح سے برکت حاصل کرتے رہے۔ ان سے بعض کو حضور رحمہ اللہ نے ٹوپی بدل بھائی بنایا۔ اس مبارک سلسلہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دَور میں زیادہ زور پکڑا اور دنیا بھر کے سربراہوں، سرداروں، چیفس نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست فیض پایا۔ کیونکہ بادشاہ کے لغوی معنوں میں قوموں کے سردار، حاکم اور استاد بھی شامل ہیں۔ اس

لطیف اور حسین مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ بیان فرمایا جس کا حوالہ دے کر اور تشریح کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“ اس کی ایک بڑی خوبصورت تشریح حضرت مصلح موعودؓ نے فرمائی ہے جو مَیں بیان کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”اس نے خود (یعنی اللہ تعالیٰ نے خود) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام فرمایا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور جب وہ وقت آئے گا کہ بادشاہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے تو وہ کونسے احمق ہوں گے (آپ اپنے سامنے بیٹھے ہوؤں کو مخاطب ہو کر فرمارہے ہیں) جو تم سے برکت حاصل نہیں کریں گے۔ کپڑے تو بے جان چیز ہیں اور تم جاندار ہو۔ (اس وقت سامنے آپ کے بعض صحابہ بھی ہوں گے۔ بعض تابعی بھی ہوں گے۔ تبع تابعین بھی ہوں گے) فرمایا کون سے احمق ہوں گے جو تم سے برکت حاصل نہیں کریں گے۔ کپڑے تو بے جان چیز ہیں اور تم جاندار ہو۔ جب وہ وقت آئے گا کہ بادشاہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے تو آپ کے صحابہ اور تابعین اور پھر تبع تابعین سے بھی ان کے درجات کے مطابق برکت حاصل کی جائے گی۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے فاصلے پر تھے۔ (یعنی کتنی دیر بعد پیدا ہوئے) لیکن بغداد کے بادشاہ ان سے برکت ڈھونڈتے تھے بلکہ صرف انہی سے برکت نہیں ڈھونڈتے تھے بلکہ ان کے شاگردوں سے بھی برکت ڈھونڈتے تھے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو کہ طاقت مل جانے کے بعد تم کہیں ظلم نہ کرنے لگ جاؤ اور تمہاری امن پسندی (محاورہ ہے کہ) 'عصمت بی بی از بے چادری' والی نہ ہو۔ یعنی مجبوری کی نیکی نہ ہو۔ وہ ایسی نیکی نہ ہو کہ جس کے کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے بلکہ حقیقت میں تمہاری نیکیاں ہو رہی ہوں۔ فرمایا کہ اگر تم طاقت ملنے پر ظالم بن جاؤ گے تو تمہاری آج کی نرمی بھی ضائع ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ کہے گا کہ پہلے تو تمہارے ناخن ہی نہیں تھے اس لئے تم نے سر کھجلانا کیسے تھا۔ اب میں نے تمہیں ناخن دیئے ہیں تو تم نے سر کھجلانا بھی شروع کر دیا ہے۔ پس تم خوشی منانے کے ساتھ ساتھ استغفار بھی کرتے رہو اور اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی دعائیں کرو“

یہ بڑی ضروری چیز ہے کہ آج ہم امن امن کی باتیں کرتے ہیں، سلامتی کی باتیں کرتے ہیں جب سب کچھ ملے، جب بادشاہ احمدی مسلمان ہوں اور برکت حاصل کرنے کی کوشش کریں اس وقت ہمارا جو امن اور سلامتی کا پیغام ہے وہ پھیلنا چاہئے۔ اس وقت محبت اور پیار پھیلنا چاہئے۔ نہیں تو پھر آج کل تو مجبوری کی باتیں ہوں گی۔

فرمایا کہ

”اور وہ دن دُور نہیں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام پورا ہو گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ بادشاہتیں تو آہستہ آہستہ ختم ہی ہو رہی ہیں لیکن ملک کا پریذیڈنٹ بھی اور صدر بھی بادشاہ ہی ہوتا ہے۔ اگر روس کا وزیر اعظم اور صدر مسلمان ہو جائیں تو وہ بھی بادشاہ سے اپنی حیثیت سے کم نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ لیکن وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے اسی وقت برکت ڈھونڈیں گے جب تم آپ (علیہ السلام) کی کتابوں سے برکت ڈھونڈنے لگ جاؤ۔“

یہ ایک تعلق ہے۔ وہ بادشاہ اس وقت برکت ڈھونڈیں گے جب تم لوگ جو پرانے احمدی ہو، پہلے احمدی ہو، صحابہ کی اولاد کہلاتے ہو، تابعین ہو، تبع تابعین ہو یا بہر حال ان بادشاہوں سے بہت پہلے احمدیت قبول کرنے والے ہو، تم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے برکت ڈھونڈو۔ اور کتابوں سے برکت ڈھونڈنا یہ ہے کہ آپ کی کتابوں کو پڑھو، علم حاصل کرو، ان مسائل کو جانو جو حقیقی اسلام کے بارے میں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ”جب تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے برکت ڈھونڈنے لگ جاؤ گے تو خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے گا جو کہ آپ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“۔ تبلیغ ہو گی۔ پھیلے گی۔ بادشاہتیں آئیں گی تب وہ کپڑوں سے برکت ڈھونڈھنے کی کوشش بھی کریں گے۔ لیکن پھر آپ نے انجمن کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرکات ہیں کپڑے ہیں ان کو صحیح طرح رکھنے کا انتظام نہیں ہے۔ اب تبرکات کے لئے اللہ کے فضل سے ربوہ میں بھی، قادیان میں بھی کام ہو رہا ہے۔ کافی حد تک اس پہ کام ہو چکا ہے اور محفوظ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بہر حال آپ نے انجمن کو توجہ دلائی کہ اس کا کام ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں کے تبرکات کو محفوظ

کیا جائے اور فرمایا کہ بعض ماہر ڈاکٹروں کو یا سپیشلسٹ کو بلایا جائے جو اس بات پر غور کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے کس طرح محفوظ کئے جاسکتے ہیں۔ ان کپڑوں کو شیشوں میں بند کر کے اس طرح رکھا جائے کہ وہ کئی سو سال تک محفوظ رہتے چلے جائیں یا انہیں ایسے ممالک میں بھیجا جائے جہاں کپڑوں کو کیڑا نہیں لگتا مثلاً امریکہ ہے۔ وہاں یہ کپڑے بھیج دیئے جائیں تا کہ انہیں محفوظ رکھا جاسکے اور آئندہ آنے والی نسلیں اس سے برکت حاصل کر سکیں۔"

(خطبہ جمعہ 15 جنوری 2016ء)

سامعین! اس مضمون کی مناسبت سے مَیں حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑوں کی برکت سے صحت یابی اور مشکلات سے دُوری کے دو واقعات آپ حاضرین کے سامنے رکھنے جارہا ہوں۔ مکرمہ امۃ الباری ناصر - امریکہ سے لکھتی ہیں کہ ہم بی بی امۃ الرشید مرحومہ اہلیہ مکرم میاں عبدالرحیم احمد صاحب مرحوم کو ملنے اُن کے گھر واقع دارالصدر ربوہ میں گئے۔ انہوں نے ازراہ مہربانی ململ کا کپڑا ہمیں چھونے اور آنکھوں سے لگانے کی اجازت دی اور ساتھ ہی اس کی اہمیت بھی بتائی کہ یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس کُرتے کا ٹکڑا ہے جو آپؑ نے بوقت وفات زیب تن کیا ہوا تھا۔ آخری وقت کے پسینوں سے بھیگا ہوا یہ کُرتہ حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے بطور تبرک سنبھال لیا۔ ایک دن بی بی رشید صاحبہ کی بڑی بیٹی بیمار ہوئیں تو حضرت اماں جانؓ نے فرمایا کہ مَیں تمہیں تبرک دیتی ہوں۔ اللہ کرے اس کی برکت سے بچی اچھی ہو جائے۔ پھر آپ نے وہ کُرتہ نکالا خود اُسے گڈی کاٹ کے اپنے دستِ مبارک سے کچے ٹانکے سے کُرتہ سیا اور بچی کو پہنایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بچی صحت یاب ہوگئی اور بی بی رشید نے یہ تبرک سنبھال لیا۔"

(الفضل 25 نومبر 2024ء)

سامعین! مکرم سید مسعود بخاری صاحب آف کراچی لکھتے ہیں کہ مجھے اپنے دفتر میں دو تین کولیگز کی طرف سے مشکلات کا سامنا تھا اور وہ مجھے نوکری سے نکلوانا چاہتے تھے۔ انہی دنوں میرے پاس مکرم مبارک محمود پانی پتی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے کا وہ ٹکڑا لے کر آئے جو گورنر جنرل گیمبیا جناب ایف ایم سنگھاٹے کو بھجوانا تھا اور بتایا کہ اِسے ترسیل کرنے میں کچھ پرابلمز پیش آرہی ہیں۔ مَیں نے وہ مشکل تو حل

کرنی ہی تھی اور حل بھی کر دی۔ لیکن (وہ لکھتے ہیں) کہ وہ کپڑے کا یہ ٹکڑا اپنے سینہ پر رکھ کر مَیں نے بچشم نم دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ! مخالفین اس جگہ سے مجھے تبدیل کرا کر میری ذلت چاہتے ہیں۔ تیرے ہاتھ میں ہی عزت اور ذلت ہے تو اپنے فضل و کرم سے مجھے باعزت رکھیو۔" اس کے بعد داستان لمبی ہے مختصراً یہ کہ اس کپڑے اور دعا کی برکت کی بدولت مجھے ترقی دے دی گئی اور ان تینوں کو دفتر مذکور سے بے دخل کر دیا گیا۔

(الفضل 21 مارچ 2016ء صفحہ 9)

اب مَیں اپنے بھائیوں کے سامنے ایک ایسا دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ رکھتا ہوں جس کا میں خود چشم دید گواہ ہوں۔ سیرالیون مغربی افریقہ میں ایک مربی صاحب ربوہ سے نئے نئے آئے۔ ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ ابھی ہجرت کر کے برطانیہ نہیں گئے تھے۔ ربوہ مرکز میں موجود تھے۔ متعلقہ مربی صاحب کو پہلے ہفتہ ہی ایک دیہاتی جماعت کے دورہ پر جانا پڑا۔ وہاں ایک مخلص بزرگ احمدی نے اپنے نواسے نواسیوں اور پوتے پوتیوں کو اکٹھا کر کے مربی صاحب کے کپڑوں کو یہ کہتے ہوئے برکت حاصل کرنے کو کہا کہ یہ مربی صاحب میرے خلیفہ کی بستی سے آئے ہیں ان کے کپڑوں میں خلافت کی برکت ہے جو حاصل کر لو۔ یہ واقعہ گو براہ راست تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں کی برکت سے تعلق نہیں رکھتا لیکن خلفاء تو براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نمائندے ہیں جن کے کپڑے بھی متبرک ہوتے ہیں اور اوپر بیان فرمودہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تو ہر اُس احمدی کے کپڑے متبرک ہیں جو حضور علیہ السلام کی تعلیمات و افعال کی لاج رکھتے ہوئے اپنے آپ کو ان تعلیمات کے مطابق چلاتا ہے اور احکامِ قرآنیہ سے اپنے آپ کو مزیّن کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"ایک الہام میں چند دفعہ تکرار اور کسی قدر اختلاف الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ مَیں تجھے عزت دوں گا اور بڑھاؤں گا اور تیرے آثار میں برکت رکھ دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اب اے مولویو! اے بخل کی سرشت والو! اگر طاقت ہے تو خدا تعالیٰ کی ان پیش گوئیوں کو ٹال کر

دکھلاؤ ہر یک قسم کے فریب کام میں لاؤ اور کوئی فریب اٹھا نہ رکھو پھر دیکھو کہ آخر خدا تعالیٰ کا ہاتھ غالب رہتا ہے یا تمہارا۔“

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 342)

پھر آپؑ نے اپنی کتاب تجلیات الٰہیہ میں تحریر فرمایا کہ

”خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سوائے سننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو کہ ایک دن پورا ہو گا۔“

(کمپوزڈ بائی: نصیر احمد چوہدری)

﴾32﴿ ﴾مشاہدات۔98﴿

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا ۞ یُّصۡلِحۡ لَکُمۡ اَعۡمَالَکُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا (الاحزاب: 71-72)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے ایک بڑی کامیابی کو پالیا۔

آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعودؑ کے ایک شعر کا ایک مصرع ہے۔ **"راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا"**

پیارے بھائیو! عنوان کا پورا شعر یوں ہے۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

مَیں اپنے اصل مضمون میں داخل ہونے سے قبل اِس شعر میں بیان مضمون کو بیان کر دوں۔ پہلے مصرعے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سچائی کے سامنے جھوٹ کبھی نہیں پھلتا پھولتا۔ جھوٹ تو ایک پتھر کی طرح ہے اور اِس پتھر کی ایسے موتی کے سامنے کیا حیثیت ہو سکتی ہے جس کی قیمت بے بہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کو بارہا سچ بولنے اور جھوٹ سے نفرت کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب آیت 71-72 میں ذکر فرمایا جن کی تلاوت تقریر کے آغاز پر کر آیا ہوں۔

پھر سورۃ البقرہ آیت 43 میں فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور حق کو باطل سے غلط ملط نہ کرو اور حق کو چھپاؤ نہیں جبکہ تم جانتے ہو

اسی طرح قَولِ زُور اور جھوٹ سے بچنے کی تلقین الحج آیت 31 اور سورۃ الصف آیت 3-4 میں تو مومنوں کو یہ نصیحت کی گئی کہ تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے تھے۔ اللہ کی نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک
ان کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سچائی کے پیکر تھے۔ آپؐ کا رُخِ انور سچوں کا چہرہ تھا۔ لوگ یہ کہتے تھے کہ آپؐ کی تعلیم پر دل نہیں ٹھہر تا مگر محمدؐ کا چہرہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت محمدؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مَیں بھی اُن لوگوں میں شامل تھا جو آپؐ کو دیکھنے کے لیے گلی سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ مَیں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بغور دیکھا تو مَیں اِس نتیجہ پر پہنچا کہ آپؐ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

(ترمذی۔ کتاب صفۃ القیامۃ والرقاق والورع)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سر دارانِ مکہ کے سامنے یہ کہا کہ اِس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا بیٹھا ہے جو تم پر جلد حملہ کرنے والا ہے تو سر دارانِ مکہ نے فوراً آپؐ کی بات کو قبول کر لیا کہ محمدؐ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

کسی نے درست کہا ہے کہ سچائی ایک زینہ ہے جس پر انسان ترقیات اور فتوحات کی منازل طے کرتا ہے اور مذہب کی تاریخ ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ تمام انبیاء اور اُن کے پیروکاروں نے سچائی پر ہی چل کر ترقیات حاصل کی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی

طرف لے جاتی ہے انسان سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلاۃ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے آقا و مولیٰ کی اقتداء میں ہمیشہ سچ کو ترجیح دی اور جھوٹ سے نفرت کی۔ ایک دفعہ جب ایک ہندو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ڈاک کے پیکٹ میں خط رکھنے کا مقدمہ کر دیا اور آپؑ کے تمام وکلاء آپؑ سے کہتے رہے کہ آپؑ اس امر سے انکار کر دیں کہ مَیں نے اس پیکٹ میں خط رکھا ہے۔ لیکن آپؑ نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ میں سچ بولوں گا۔ مَیں نے ڈاک کے قوانین سے واقف نہ ہونے کی بناء پر ایسا کیا ہے جس سے مجھے انکار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو آپؑ کی یہ پیاری ادا پسند آگئی اور جج نے آپؑ کو باعزت بری کر دیا۔

صادق ہے اگر، صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
ہیں جنسِ وفا کو ماپنے کے، دُنیا میں یہی پیمانے دو

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ایک دفعہ بچپن کی عمر میں سفر پر جانے سے قبل آپؒ کی ماں نے آپؒ کے کُرتے میں چالیس اشرفیاں سی کر یہ نصیحت کی۔ بیٹا! جھوٹ نہ بولنا۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے قافلہ کو لوٹنا شروع کر دیا۔ جب آپؒ کی باری آئی تو آپؒ نے صاف کہہ دیا کہ میری جیب میں کچھ رقم ہے جو میری والدہ نے اندر رکھ کر جیب میں سی ڈالی اور ساتھ ہی ڈاکو کو کہہ ڈالا کہ میری ماں نے مجھے نصیحت کی تھی کہ اگر کوئی رقم کے بارے پوچھے تو بتا دینا اور جھوٹ نہ بولنا۔ آپؒ کے اِس بول کے ڈاکو پر اس قدر اثر ہوا اور یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ بچہ اِس عمر میں ہی جھوٹ نہیں بول رہا اور ہم بڑی عمر کو پہنچ کر بھی مال و دولت لوٹنے اور جھوٹ بولنے میں مصروف ہیں۔

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

بھائیو ! اِس طرح کے بے شمار واقعات تاریخِ اسلام اور تاریخِ احمدیت میں ملتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک ایسا شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس کے اندر بعض بُرائیاں تھیں۔ اُس نے آکر دربارِ رسالتؐ میں عرض کی یا رسول اللہ ! میرے اندر فلاں فلاں بُرائی ہے۔ باوجود کوشش کے چُھٹ نہیں رہی۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس صاحب کو جھوٹ نہ بولنے کی نصیحت فرمائی۔ اُسی رات اُس نے اپنے اندر بُرائیوں کو عادتاً دُہرانے کی کوشش کی۔ شراب پینے لگا تو خیال گزرا کہ اول تو یہ بُرائی ہے اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے شراب پی ہے؟ تو اگر میں نے نہ میں جواب دیا تو یہ جھوٹ ہو گا۔ اُس نے شراب نہ پی۔ پھر ڈاکہ زنی کی کوشش کی تو پھر یہی سوچا اور ڈاکہ زنی سے رک گیا۔ یہی کیفیت اُس نے زنا کے وقت سوچی اور یہی سوچ کر کہ اگر آنحضورؐ نے پوچھا کہ زنا کیا ہے؟ اور اگر زنا کر کے مَیں نے انکار کر دیا اور جھوٹ بول کر کہا کہ نہیں کیا تو یوں حضورؐ کی نصیحت کی نفی ہو گی اور اُس نے اُس وقت زنا بھی نہیں کیا اور یُوں تینوں بیماریاں، بُرائیاں اور کمزوریاں اُس دوست سے الوداع ہو گئیں اور باقی عیبوں سے بھی وہ شخص محفوظ ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص سچائی اختیار کرے گا کبھی نہیں ہو سکتا کہ ذلیل ہو اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی حفاظت جیسا اور کوئی محفوظ قلعہ اور حِصار نہیں۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 639)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ میں قلعہ اور حِصار قابلِ غور ہیں۔ دوسرے معنوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سچ بولنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حِصار میں ہوتا ہے۔ اُس کے تعمیر کردہ قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست اور رِجس قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج: 31)۔ دیکھو یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے۔ جیسے بُت کے

نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بھی بجز ملمّع سازی کے اَور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جائے تو جلدی سے دور نہیں ہوتا۔ مدّت تک ریاضت کریں تب جا کر سچ بولنے کی عادت ان کو ہو گی۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 350۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

ایک اور جگہ فرمایا:

’’یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں۔ عام طور پر دنیادار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں مگر مَیں کیونکر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک میں ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ لکھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کہ کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راستباز کو سزا دے؟ اگر ایسا ہو تو دنیا میں پھر کوئی شخص سچ بولنے کی جرأت نہ کرے اور خدا تعالیٰ پر سے ہی اعتقاد اٹھ جاوے۔ راستباز تو زندہ ہی مر جاویں۔

اصل بات یہ ہے کہ سچ بولنے سے جو سزا پاتے ہیں وہ سچ کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ وہ سزا ان کی بعض اَور مخفی در مخفی بدکاریوں کی ہوتی ہے۔ اور کسی اَور جھوٹ کی سزا ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے پاس تو ان بدیوں اور شرارتوں کا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔ ان کی بہت سی خطائیں ہوتی ہیں اور کسی نہ کسی میں وہ سزا پا لیتے ہیں۔‘‘

(احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 479 تا 480)

سامعین! اب آپ کے سامنے سچائی کے بارے خلفاء کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’سچ بولنا بڑا وصف ہے۔ یہ بڑا ہی کٹھن راستہ ہے۔ آٹھ پہر میں اس بات پر بھی غور کرو کہ تم نے کہاں تک سچ بولا ہے۔ مَیں ایمان رکھتا ہوں کہ جس نے زبان پر قابو پایا اس نے بہت سے عیوب پر قابو پالیا۔‘‘

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 425)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”سچائی تمہارا ہتھیار ہونا چاہیے اور راستی پر تمہارے ہر کام کی بنیاد ہونی چاہیے وہ شخص جو چاہتا ہے کہ خدا کو خوش کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا پیروکار کہلائے وہ اقرار کرے کہ وہ جھوٹ نہیں بولے گا۔“

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 408)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہمیشہ سچ بولو اور سیدھی بات کرو جس میں کسی قسم کا کوئی پیچ اور کجی نہ ہو تا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کر دے اور تماہرے گناہوں کو معاف کر دے۔“

(مضامین ناصر صفحہ 120)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”ہر وقف زندگی بچہ جو وقف نو میں شامل ہے بچپن سے ہی اس کو سچ سے محبت اور جھوٹ سے نفرت ہونی چاہئے اور یہ نفرت اس کو گویا ماں کے دودھ سے ملنی چاہئے۔ جس طرح ریڈی ایشن کسی چیز کے اندر سرایت کرتی ہے، اس طرح پرورش کرنے والے باپ کی بانہوں میں سچائی اس بچے کے دل میں ڈوبنی چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین کو پہلے سے بہت بڑھ کر سچا ہونا پڑے گا۔ واقفین نو بچوں کے والدین کو یہ نوٹ کرنے والی بات ہے کہ والدین کو پہلے سے بڑھ کر سچا ہونا پڑے گا۔ ضروری نہیں کہ سب واقفین زندگی کے والدین سچائی کے اس اعلیٰ معیار پر قائم ہوں جو اعلیٰ درجہ کے مومنوں کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اب ان بچوں کی خاطر ان کو اپنی تربیت کی طرف بھی توجہ کرنی ہوگی اور پہلے سے کہیں زیادہ احتیاط کے ساتھ گھر میں گفتگو کا انداز اپنانا ہوگا اور احتیاط کرنی ہوگی کہ لغو باتوں کے طور پر، مذاق کے طور پر بھی وہ آئندہ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ کیونکہ یہ خدا کی مقدس امانت اب آپ کے گھر میں پل رہی ہے اور اس مقدس امانت کے کچھ تقاضے ہیں جن کو بہر حال آپ نے پورا کرنا ہے۔ اس لئے ایسے گھروں کے ماحول، سچائی کے لحاظ سے نہایت صاف ستھرے اور پاکیزہ ہو جانے چاہئیں۔“

(خطبہ جمعہ 27 جون 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"پس یہ لمحہ فکریہ ہے، غور کرنے کا مقام ہے، اِس بات کو سوچنے کی ضرورت ہے کہ سچائی کو پا کر ہم کس طرح اپنے عملوں کو جھوٹ سے پاک کرنے والے بنیں۔ ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ جھوٹ شرک ہے۔ جن احمدیوں نے سچائی کے اظہار اور اسے قائم رکھنے کے لئے قربانیاں دی ہیں یا دے رہے ہیں وہ اصل میں شرک کے خلاف قربانیاں دے رہے ہیں۔ وہ خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کرنے کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں۔ وہ جابر انتظامیہ اور حکومت اور ظالم مُلّاں کی اس بات کے خلاف قربانیاں دے رہے ہیں کہ اگر تم زندگی چاہتے ہو، اگر تم اپنے مالوں کو محفوظ کرنا چاہتے ہو، اگر تم اپنے بچوں کا سکون چاہتے ہو تو پھر سچائی کو چھوڑ دو اور جھوٹ کو اختیار کر کے ہمارے پیچھے چلو۔ پس یہ قربانیاں کرنے والے جو مقصد ادا کر رہے ہیں ہم باہر رہنے والوں کا بھی فرض ہے کہ ہر وہ احمدی جو نسبتاً سکون سے زندگی گزار رہا ہے اُس کا یہ فرض ہے کہ سچائی کے معیار کو اتنا بلند کرے کہ جھوٹ اپنی موت آپ مر جائے اور جب ہم نیک نیتی سے اس مقصد کے حصول کے لئے کوشش کر رہے ہوں گے تو یقیناً جھوٹ کو فرار اور موت کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ 09 ستمبر 2011ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ سچ بولنے والا اور راستی کو اپنانے والا بنائے۔ آمین۔

﴿33﴾ ﴿مشاہدات۔ 793﴾

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

یا

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا۔ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّہٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَمِنۡ خَلۡفِہٖ رَصَدًا (الجن:27-28)

وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ کسی کو اپنے غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا۔ بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔ پس یقیناً وہ اس کے آگے اور اُس کے پیچھے حفاظت کرتے ہوئے چلتا ہے۔

معزز سامعین! آج خاکسار کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہامی فقرہ ”پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی“ پر گفتگو کرنی ہے۔ ہم اِسے یہ بھی عنوان دے سکتے ہیں۔ ”پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن“۔ یہ بھی حضورؑ کا ایک الہامی فقرہ ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”نبیوں کا عظیم الشان کمال یہ ہے کہ وہ خدا سے خبریں پاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ (الجن:27 تا 28) یعنی خدا تعالیٰ کے غیب کی باتیں کسی دوسرے پر ظاہر نہیں ہوتیں ہاں اپنے نبیوں میں سے جس کو وہ پسند کرے۔ جو لوگ نبوت کے کمالات سے حصہ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبل از وقت آنے والے واقعات کی اطلاع دیتا ہے اور یہ بہت بڑا عظیم الشان نشان خدا کے ماموراور مُرسَلوں کا ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اَور کوئی معجزہ نہیں۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 412)

دنیا میں روزانہ کسی نہ کسی مقام پر زلزلہ آتا ہے۔ لیکن کسی زلزلے کے آنے سے قبل خدا تعالیٰ کے مامور کا اس کی جانب سے خبر دیے جانا یا کسی بڑے زلزلے سے بڑے پیمانے پر تباہی اور انسانی جانوں کا ضیاع خدا تعالیٰ کے قہر اور اُس کے غضب اور اُس کے جلال کی نشانی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مہدی آخر الزمان اور مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان دونوں کو آپؑ کی سچائی کے لئے گواہ بنادیا۔ یعنی آسمان میں کسوف خسوف کا عظیم نشان اور زمین پر زلزلوں کا ہیبت ناک ظہور۔ چنانچہ آپؑ نے متعدد مواقع پر زلزلوں کے حوالہ سے خبر دی کہ زلزلے آئیں گے، کئی بار آئیں گے۔ موسم بہار میں آئیں گے۔ صبح کے وقت آئیں گے۔ برف باری اور بارش بھی ساتھ لائیں گے۔

آپؑ نے رسالہ الوصیت میں خدا سے خبر پاکر یہ اعلان فرمایا۔

”دیکھو! مَیں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ خدا کے نشان ابھی ختم نہیں ہوئے اُس پہلے زلزلہ کے نشان کے بعد جو 4/اپریل 1905ء میں ظہور میں آیا جس کی ایک مدت پہلے خبر دی گئی تھی پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ بہار کے زمانہ میں ایک اور سخت زلزلہ آنے والا ہے وہ بہار کے دن ہوں گے نہ معلوم کہ وہ ابتداء بہار کا ہو گا جب کہ درختوں میں پتہ نکلتا ہے یا درمیان اُس کا یا اخیر کے دن۔ جیسا کہ الفاظ وحی الٰہی یہ ہیں۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ چونکہ پہلا زلزلہ بھی بہار کے ایام میں تھا اس لئے خدا نے خبر دی کہ وہ دوسرا زلزلہ بھی بہار میں ہی آئے گا اور چونکہ آخر جنوری میں بعض درختوں کا پتّہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے اس لئے اِسی مہینہ سے خوف کے دن شروع ہوں گے اور غالباً مئی کے اخیر تک وہ دن رہیں گے۔“

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 314)

صبح کے وقت آئے گا

پھر آپؑ نے خدا سے خبر پاکر زلزلے کے وقت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

”غالباً وہ صبح کا وقت ہو گا یا اس کے قریب اور غالباً وہ وقت نزدیک ہے جب کہ وہ پیشگوئی ظہور میں آجائے اور ممکن ہے کہ خدا اس میں کچھ تاخیر ڈال دے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 258)

مزید کئی زلزلے آئیں گے

پھر آپؑ نے اپنی معرکہ آراء کتاب حقیقۃُ الوحی میں مزید تین زلزلوں کی پیش گوئی کرتے ہوئے فرمایا:

”انچاسواں نشان یہ ہے کہ مَیں نے زلزلہ کی نسبت پیشگوئی کی تھی جو اخبار الحکم اور البدر میں چھپ گئی تھی کہ ایک سخت زلزلہ آنے والا ہے جو بعض حصہ پنجاب میں ایک سخت تباہی کا موجب ہو گا اور پیشگوئی کی تمام عبارت یہ ہے: زلزلہ کا دھکا۔ عَفَتِ الدِّیَارُ مَحِلُّهَا وَ مَقَامُهَا چنانچہ وہ پیشگوئی 4/ اپریل 1905ء کو پوری ہوئی۔

پچاسواں نشان یہ ہے کہ مَیں نے پھر ایک پیشگوئی کی تھی کہ اِس زلزلہ کے بعد بہار کے دنوں میں پھر ایک اَور زلزلہ آئے گا۔ اس الہامی پیشگوئی کی ایک عبارت یہ تھی۔ ”پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔“ چنانچہ 28/ فروری 1906ء کو وہ زلزلہ آیا اور کوہستانی جگہوں میں بہت سا نقصان جانوں اور مالوں کے تلف ہونے سے ہوا۔

اکاونواں نشان یہ ہے کہ پھر مَیں نے ایک اور پیشگوئی کی تھی کہ کچھ مدت تک زلزلے متواتر آتے رہیں گے۔ اِن میں سے چار زلزلے بڑے ہوں گے اور پانچواں زلزلہ قیامت کا نمونہ ہو گا چنانچہ زلزلے اب تک آتے ہیں اور ایسے دو مہینے کم گزرتے ہیں جن میں کوئی زلزلہ نہیں آجاتا اور یقیناً یاد رکھنا چاہئے کہ بعد اِس کے سخت زلزلے آنے والے ہیں خاص کر پانچواں زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہو گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ یہ سب تیری سچائی کے لئے نشان ہیں۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 231)

برف، بارش، سردی، بہار اور زلزلہ

سامعین! پھر آپ علیہ السلام نے زلزلے کے ساتھ ساتھ برف بارش وغیرہ کے حوالہ سے خدا سے خبر پا کر اعلان فرمایا:

”الہام 5/ مئی 1906ء پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن۔ ثلج کا لفظ عربی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ برف جو آسمان سے پڑتی ہے اور شدّت سردی کا موجب ہو جاتی ہے اور بارش اُس کے لوازم میں سے ہوتی ہے۔ اِس کو عربی میں ثلج کہتے ہیں ان معنوں کی بنا پر اِس پیشگوئی کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ بہار

کے دنوں میں ہمارے ملک میں خدا تعالیٰ غیر معمولی طور پر یہ آفتیں نازل کرے گا اور برف اور اُس کے لوازم سے شدّت سردی اور کثرت بارش ظہور میں آئے گی (یعنی کسی حصہ دنیا میں جو برف پڑے گی وہ شدّت سردی کا موجب ہو جائے گی)۔“

(حقیقۃالوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 471)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زلزلوں کے حوالہ سے پیشگوئیاں اتنی روشن اور اتنی جلالی تھیں کہ مبائعین تو درکنار آپؑ کے اوّلُ المخالف مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے روحانی فرزند مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب تک معترف نظر آتے ہیں۔ مولوی امرتسری صاحب کا تو یہ حال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے کئی سال بعد تک بہار کا موسم آتے ہی آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زلزلوں کے حوالہ سے الہام ”پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی“ پوری شدت سے یاد آنے لگ جاتا۔ اِسی وجہ سے آپ مباہلہ سے بار بار فرار کرتے رہے کیونکہ ان کے منہ پر جو بھی تھا دل بہرحال یہ یقین رکھتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب خدا کے برگزیدہ و چنیدہ ہیں اور وہ ہر بہار کے موسم سے ڈرتے تھے اس الہام کی وجہ سے بہار کے موسم میں خاص طور پر کوئی نہ کوئی حادثہ عظیمہ ہو گا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فوت ہونے کے 13 سال بعد مؤرخہ 7/ جنوری 1921ء کو جب موسم بہار قریب آنے والا تھا تو مولوی امرتسری صاحب نے اپنی اخبار کے صفحہ نمبر 11 کالم نمبر 2 پر موٹا عنوان لگایا ”پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی“ اور اس عنوان کے نیچے لکھا کہ ”یہ ایک فقرہ ہے جناب مرزا صاحب کے الہام کا۔ جس کے اصل معنی تو آج مرزا صاحب زندہ ہوتے تو غالباً وہ اپنے الہام کی صداقت بتاتے کیونکہ اب خبریں آنے لگی ہیں کہ بالشویکوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آئندہ موسم بہار میں افغانستان سے گزر کر ہندوستان پر حملہ کر دیا جائے۔“

پھر یکم اپریل 1921ء کو ایک بار پھر آپ نے صفحہ 11 پر موٹا عنوان جمایا ”پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی“ اور اس کے تحت صفحہ 11 کا دو تہائی حصہ اس الہام کی تصدیق یا صداقت پر رقم کر دیا۔ آپ نے شروع اس بات سے کیا کہ ”یہ مرزا صاحب قادیانی کا ایک الہام ہے اس کے معنی تو وہی جانیں یا اُن کے مریدین۔ ہماری غرض یہاں اِس کو عنوان بنانے سے یہ ہے کہ بہار کا موسم ہمیشہ قدرتی تغیّرات لاتا

ہے۔ شاید۔ متاثر ہو کر عرصہ سے یہ پیش گوئی اُڑ رہی ہے جس سے دنیا پریشان ہے کہ موسم بہار میں ہندوستان پر حملہ ہو گا۔“

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ سو سالوں کے زلزلوں اور آفات کا اپنے مختلف خطبات میں تجزیہ فرمایا ہے۔

یہاں سامعین کے ازدیادِ علم و ایمان کے لئے اِن کا خلاصہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

حضور فرماتے ہیں۔

”یہ بات بہت واضح ہے کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے خالق کو بھول رہی ہے۔ صرف دنیاوی ترقی کی طرف رجحان ہے خدا کی طرف رجوع کرنے کے متعلق نہیں سوچتے۔ حقوق العباد کی طرف دھیان نہیں ہے۔ غریب ممالک کی کس طرح مدد کرنی انہیں اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے۔بے گناہ لوگوں کو بے جا جنگ میں نہیں مارنا۔اسلحہ کی نمائش نہیں کرنی جس کی وجہ سے دنیا میں اتنی اموات ہوتی ہیں۔ پچھلے سو سال میں، تقریباً 33 ممالک میں مختلف تباہیوں میں 9 کروڑ 50 لاکھ آدمی موت کے شکار ہوئے۔1900ء سے لے کر 2000ء تک۔ ساڑھے 9 کروڑ اموات کی کوئی قدر اُن کے نزدیک نہیں۔ دنیا میں امن پیدا کرنے کی کوشش، اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ تو یہ جو زلزلے آتے ہیں اور ان میں اتنی تباہی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں جھنجھوڑتا ہے، دنیا کو جھنجھوڑا ہے کہ ابھی بھی وقت ہے باز آجاؤ۔ یہ زلزلے، طوفان، سونامی، کرونا، جنگیں یہ قوموں کو، دنیا کو یاد دلانے کے لئے ہیں کہ خدا کو پہچانو، جو آچکا اُس کی آواز پر کان دھرو۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا یہ اتفاقات ہیں یا تقدیر الٰہی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اور تمام دنیا کی بھلائی کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ طوفان، یہ زلزلے، یہ سیلاب، صرف ایک علاقے کے لئے نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا پر پھیلے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ دنیا کو تنبیہ کر رہا ہے کہ ان آفات سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ خدا کی وحدانیت کو پہچانو۔“

سامعین! مومن وہ ہے جس کے دل میں اپنے اوپر آنے والی مصیبت کے بعد ہی خدا کا خوف پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ دوسروں پر وارد مصیبت دیکھ کر بھی خدا سے معافی کا طلبگار ہوتا ہے اور دل میں خوف رکھتا ہے۔

اپنے زمانے میں دوسری قوموں پر آفات کس قدر خوفزدہ کرنے والی اور اپنے خدا کے آگے جھکنے والی اور اس سے رہنمائی مانگنے والی ہونی چاہئیں۔ لیکن دنیا اس بات کو نہیں سمجھتی۔ اکثریت سمجھتی ہے کہ موسمی تغیرات یا زمینی اور آسمانی آفات قانونِ قدرت کا حصہ ہیں اور کچھ عرصے بعد انہوں نے آنا ہی ہوتا ہے۔ ایک معمول ہے جن کے مطابق یہ آتی ہیں۔ آج کل کے پڑھے لکھے انسان کو اس علم نے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں سے ہی بے خوف کر دیا ہے۔ بے شک یہ حقیقت ہے کہ قانونِ قدرت کے تحت آفات آتی ہیں۔ لیکن یہ بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اِس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے کسی بھیجے ہوئے اور فرستادے نے اپنی سچائی کے لئے اِن زلزلوں کی پیشگوئی تو نہیں کی؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر حوادث اور زلزلوں کے بارے میں کیا پیشگوئی فرمائی؟ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

”حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدّت سے آئیں گے اور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائیں گے خدا اُن پر رحم کرے گا۔ جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانے کی خبر دی تھی ضرور ہے کہ وہ سب کچھ واقع ہو۔ لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کرلیں گے اور اُن راہوں کو اختیار کریں گے جو خدا کو پسند ہیں اُن کو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔“

پھر فرمایا:

”آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہو گا مجھے خبر دی... اور فرمایا ”پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی“۔ اس لئے ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے۔ لیکن راستباز اُس سے امن میں ہیں۔ سو راستباز بنو اور تقویٰ اختیار کرو تا بچ جاؤ۔ آج خدا سے ڈرو تا اُس دن کے ڈرنے سے امن میں رہو۔ ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کرے۔ لیکن خدا سے ڈرنے والے بچائے جائیں گے۔“

آپ علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ

”خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے اور کئی آفتیں زمین پر اتریں گی۔ کچھ تو اُن میں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔“

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 302-303)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ کچھ زلازل کا جائزہ یوں پیش فرمایا۔

”مسیح و مہدی کا ظہور تو ہو چکا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو ماننے کا حکم بھی ہے دعویٰ کرنے والا بھی موجود ہے۔ خدا تعالیٰ نے زمینی اور آسمانی نشان بھی ظاہر فرما دیئے ہیں۔ اب بھی اگر آنکھیں بند رکھنی ہیں تو پھر اللہ ہی لوگوں کو سمجھائے گا اور خود جو عالم بنے ہوئے ہیں، قوم کو تو یہ سمجھا رہے ہیں، ان کو خود بھی تو سمجھنا چاہئے۔ قرآن کریم نے جو پیشگوئیاں فرمائیں وہ پوری ہو گئیں پھر چاند اور سورج نے بھی گواہی دے دی۔ تو اب اور مزید انتظار کے لئے رہ کیا گیا ہے اور پھر یہیں تک نہیں جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ 1905ء سے یہ نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دنیا کے کونے کونے میں ہو رہے ہیں۔ 1905ء میں کانگڑہ میں (ہندوستان میں ایک جگہ ہے) وہاں بڑا زبردست زلزلہ آیا تھا۔ قادیان تک بھی اس کا اثر آیا تھا۔ تو یہ جو نشانات ظاہر ہو رہے ہیں یہ مسلمانوں کے لئے بھی وارننگ ہے اور غیر مسلموں کے لئے بھی وارننگ ہے۔ سیلابوں کے ذریعہ سے، سمندری طوفانوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ بار بار توجہ دلا رہا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27 جنوری 2006ء)

اللہ تعالیٰ یہ نشان دنیا کے مختلف حصوں میں بار بار دکھا رہا ہے۔ اس لئے بار بار ہمیں اس انذار کو اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ اپنے ایمانوں کو بھی مضبوط کر سکیں اور دنیا میں بھی اُس پیغام کو پہنچانے کا حق ادا کر سکیں جس کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے۔

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو!
ہو گئے ہیں اس کا مُوجب میرے جھٹلانے کے دن

(اِس تقریر کے کچھ حصہ میں مکرم اصغر علی بھٹی صاحب کے ایک مضمون سے مدد لی گئی ہے۔فجزاھم اللہ تعالیٰ)

﴿34﴾ ﴿مشاہدات۔764﴾

کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا

(لیکھرام بارے پیشگوئی میں "دوسرے شخص" سے کون مراد ہے)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:82)

یعنی کہہ دے حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل بھاگ جانے والا ہی ہے۔

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک شعر کا ایک مصرع ہے
"کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک کشف میں قوی ہیکل اور مہیب شکل آدمی دیکھا جو لیکھرام اور ایک "**دوسرے شخص**" کے بارہ میں پوچھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"مجھے معلوم نہیں کہ وہ اور شخص کون ہے اس فرشتہ خونی نے اُس کا نام تو لیا مگر مجھے یاد نہ رہا۔ کاش! مجھے یاد ہوتا تو اُسے مَیں متنبہ کرتا تا اگر ہو سکتا تو مَیں اُسے وعظ و نصیحت سے توبہ کی طرف مائل کرتا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص بھی لیکھرام کا روپ یا یوں کہو کہ اُس کا بروز ہے اور توہین اور گالیاں دینے میں اس کا مثیل ہے"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 297 حاشیہ)

نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا
کُتوں سا کھولنا مُنہ تخمِ فنا یہی ہے

اِس "**دوسرے شخص**" کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے کئی رنگ ہیں۔ جن میں ایک رنگ میں یہ پیشگوئی جنرل ضیاء الحق کے متعلق بھی پوری ہوئی۔ یاد رہے کہ اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے "**دوسرے شخص**" کی ہلاکت کی پیشگوئی ایک دفعہ پھر جماعت احمدیہ کے حق میں پوری کی۔ جب ایک آمر مطلق 17/اگست 1988ء کو قہری تجلی کا نشان بنا کر مارا گیا۔ یہ "**دوسرا شخص**" کئی رنگ میں لیکھرام پشاوری سے مماثلت رکھتا تھا۔ ایک بیان کر کے مَیں اپنی تقریر کو آگے بڑھاتا ہوں۔ لیکھرام اپنے ساتھ پشاوری لکھتا تھا اور اِس "**دوسرے شخص**" کا ڈومیسائل پشاور کا تھا۔

سامعین! 1984ء کے ابتلاؤں کے دوران بہت سے احمدیوں کو صحابہؓ کے نمونوں کے مطابق تکلیفوں سے بھی گزرنا پڑا۔ پاکستان کے صدر جنرل ضیاء نے برسرِ اقتدار آنے کے چند ہفتے بعد ہی احمدیت کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اُس نے متکبرانہ بیان دیا کہ "ہم قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے چکے ہیں۔"

(نوائے وقت 13 ستمبر 1977ء صفحہ 4)

18 نومبر 1983ء کو جنرل ضیاء نے بیان دیا کہ مَیں قادیانیوں کو کافر سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔ (روزنامہ جنگ 18 دسمبر 1983ء) اور اُس نے یہ بھی کہا کہ مَیں قادیانیت کے کینسر کو جڑ سے ختم کر دوں گا۔

26 اپریل 1984ء کی تاریخ جب حکومتِ پاکستان کے گزٹ میں صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کی طرف سے مارشل لاء کا بدنام زمانہ آرڈیننس نمبر 20 جاری کیا گیا تا کہ احمدیوں کو خواہ وہ قادیان کی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں یا لاہوری جماعت سے اُن کو (بزُعمِ خویش) "اسلام دشمن سرگرمیوں" سے باز رکھا جائے۔

اس آرڈیننس کے بعد جماعت احمدیہ کے افراد پر اس قدر سختی شروع کر دی گئی کہ دیکھتے دیکھتے جیلوں میں ہزاروں جماعت احمدیہ کے افراد کو ڈال دیا گیا اور ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو احمدی کہتا اور 'السلام علیکم' کہتا، یا اُس کے گھر پر کلمہ طیبہ لکھا ہوتا اُن کو پکڑ کر اُن کے خلاف کارروائی کی گئی۔ ایسی صورت میں حضرت

خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا پاکستان میں رہنا مشکل تھا کیونکہ پاکستان میں رہتے ہوئے اِس آرڈیننس کے پیشِ نظر اُن کے لیے بطور خلیفۃ المسیح اپنے فرائض منصبی ادا کرنا ممکنات میں سے نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ حضورؒ نے خدائی اشارات و بشارات کے تحت پاکستان سے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کے فرشتوں کے جلو میں خیریت سے لندن رونق افروز ہو گئے۔ فرعونِ زمانہ کو جب اِس بات کا علم ہوا تو اُس کا غصہ اَور زیادہ بڑھا اور اُس نے افراد جماعت احمدیہ پر زندگی تنگ کرنا شروع کر دی۔

اُس نامراد شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی اور جماعت احمدیہ اور اُس کے خلیفہ کے ساتھ نہایت ہتک آمیز سلوک کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے عصرِ حاضر کے اس ڈکٹیٹر کو لیکھو کہہ کر پکارا اور اس کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

ہے تیرے پاس کیا گالیوں کے سوا
ساتھ میرے ہے تائید ربُّ الوریٰ
کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا
آج بھی اذن ہوگا تو چل جائے گی

سامعین! حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس نظم کا ایک ایک شعر اپنے اندر پیشگوئی کا رنگ رکھتا ہے۔ اس کے بعد احمدیوں کے دل جوان ہوئے اور حوصلے بلند، اُن کو خدا کی راہ میں تکلیف اٹھانے میں مزا آنے لگا اور وہ اپنے پیارے خدا کی تقدیر کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے متعدد بار اُسے سمجھایا مگر یہ اپنی شرارتوں سے باز آنے کی بجائے اَور بڑھتا گیا۔ ہجرت کے چند سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ائمۃ التکفیر کو مباہلہ کا چیلنج دیا جس کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والی الٰہی تائید کے نشانات میں سے ایک اِس فرعون پاکستان کا پاکستان کی فضاؤں میں جل کر راکھ ہونا بھی شامل تھا۔ آخر مباہلہ کے نتیجہ میں جب اِس شخص کا معاملہ خدا تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ 17 اگست 1988ء کی سہ پہر کو صادر فرمایا اور وہ ایسے طریق سے خدائے قادر

مطلق کی گرفت میں آیا کہ کوئی اُسے بچا نہ سکا۔ وہ اپنے ارمانوں کو دل میں لے کر حسرت و یاس لئے آگ کے شعلوں کی نذر ہو کر اِس دنیا سے رخصت ہوا۔

اُس کے قتل کے واقعہ کو لیکھرام کے واقعہ سے ملا کر اگر دیکھا جائے تو روح، خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہے کہ کس شان کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اُسے لیکھرام سے ملایا ہے اور پیارے امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ پورے کیے ہیں۔

کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا
آج بھی اذن ہو گا تو چل جائے گی

آخر خدا کے مقدّس خلیفہ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی بات حرف بہ حرف پوری ہوئی اور جنرل محمد ضیاء الحق جس نے احمدیت کو کینسر قرار دے کر مٹا دینے کی دھمکی دی تھی۔ 17ء اگست 1988ء کو C-130 طیارہ میں حادثہ کا شکار ہو گیا اور خدائے ذوالجلال نے اُس کے پرخچے اڑا دیے اور اُن جرنیلوں کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا جو اُس کے دست و بازو بنے ہوئے تھے۔

اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دُکھانا
گُستاخ ہوتے جانا اس کی جزا یہی ہے

اتفاقات میں سے یہ عجیب اتفاق ہے کہ ضیاء الحق کا دور حکومت بھی فرعونِ مصر اور لیکھرام کی طرح 11 سال سے کچھ اوپر ہے۔ لیکھرام کی طرح ضیاء الحق کو بھی موت کا ڈر لاحق تھا۔ اُن دنوں گھر سے بہت کم نکلتے تھے۔ بہاولپور کا سفر بھی اختیار کرنے سے قبل کئی دفعہ فیصلہ بدلا اور ضیاء الحق کی ہلاکت کے وقت اُس کی حفاظت کے لئے تمام تدابیر بروئے کار لائی گئی تھیں۔ محفوظ ترین ایئر کرافٹ میں سفر کر رہا تھا اور پھر ایک کیپسول میں بیٹھا تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایئر کرافٹ تباہ ہونے کی صورت میں وہ الگ زمین پر بحفاظت Land کر جاتا ہے مگر خدائی قدرت دیکھیں کہ وہ Eject ہی نہیں ہو سکا۔ ایئر کرافٹ جہاں گرا وہ جگہ بستی لال کمال میں جو بہاولپور کے قریب ہے۔ یہ جگہ سرکاری کاغذات میں شمشان گھاٹ

(مرگھٹ) کے طور پر الاٹ ہے جہاں کسی وقت ہندو اپنے مُردوں کو جلایا کرتے تھے۔ پاکستان بننے سے قبل اِس علاقہ میں زیادہ تر ہندو آباد تھے۔

سامعین! آگ میں جلنے کے بعد اُس کا اور دوسرے ساتھیوں کا نام ونشان مٹ گیا اور ایک Denture بچا۔ کچھ راکھ تو اکٹھی کر کے اسلام آباد میں دفنا دی گئی اور باقی راکھ کو سیلاب کے پانی نے دریائے ستلج میں بہا دیا اور اس طرح کئی لحاظ سے لیکھرام سے مشابہ ٹھہرا۔ ایک دفعہ پھر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کو سچا پایا۔

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال، اے روبہ زار و نزار!

آج مؤرخہ یکم مارچ 2025ء کو 37 سال گزرنے پر بھی طیارے کے تباہ ہونے کی وجوہات معلوم نہیں ہو سکیں۔ یہ وہ فرعون تھا جس نے بھٹو کو پھانسی دی اور کسی کی نہ سنی لیکن جب اپنی موت آئی تو اللہ نے اُس کی بھی ایک نہ سنی اور خلیفۃ المسیح کی ساری دعائیں سنی گئیں۔

بھارت کے مشہور مقالہ نگار جمنا داس نے کراچی کے اخبار ڈیلی نیوز کے حوالہ سے لکھا۔

”جس امریکی ہوائی جہاز کی تباہی ہوئی ہے اُسے تمام دنیا میں سب سے زیادہ محفوظ قرار دیا جاتا تھا۔ اس سے پہلے اِس طرح کے کسی ہوائی جہاز کو کسی حادثہ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اِس کی مشینری ایسی ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ چار انجنوں والا یہ ہوائی جہاز پرواز کرنے کے چار منٹ بعد ہی تباہ ہو جائے...... معتبر ذرائع کے مطابق یہ ہوائی جہاز اِس طرح تباہ ہوا کہ مسافروں کے جسم بُری طرح جل گئے اُنہیں پہچانا نہیں جا سکتا تھا ...... جنرل ضیاء نے وصیت کر رکھی تھی کہ مرنے کے بعد اُس کی آنکھیں خیرات کر دی جائیں لیکن آنکھیں تک جل گئیں“

آگے اخبار لکھتا ہے۔

”اسلام کی روایات کے مطابق دفن کرنے سے پہلے رشتہ داروں کو لاش کا دیدار کرنے کا موقع دیا جاتا ہے لیکن جنرل ضیاء الحق کا تابوت، رسم پوری کرنے کے لئے ان کے نزدیکی رشتہ داروں کے سامنے کھولا نہیں

گیا بلکہ اُسی طرح دفن کر دیا گیا...... اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ دفنایا گیا وہ ایسا نہیں تھا کہ اُسے دیکھا جائے۔ یہ بات کہ لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے اور وہ بُری طرح جل گئے تھے اِس کا ثبوت ہے کہ دھماکہ اتنا تیز تھا کہ انسان اور مشین دونوں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔“

(روزنامہ ہند سماچار 8 نومبر 1988ء)

تمہیں مٹانے کا زعم لے کر اُٹھے ہیں جو خاک کے بگولے
خدا اُڑا دے گا خاک اُن کی، کرے گا رُسوائے عام کہنا

سامعین! آج بھی جماعت کو بے شمار لیکھراموں سے واسطہ ہے جو ہر وقت مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ہم اپنے پیارے خدا کے دربار میں امید رکھتے ہیں کہ وہ اِن کو نیست و نابود کرے گا اور جماعت احمدیہ کی شان کو ہمیشہ بڑھاتا رہے گا۔ اُس کا عَلَم ہمیشہ بلند رکھے گا اور ہمارے ازدیادِ ایمان کی خاطر ہمارے حق میں نشان دکھلاتا رہے گا۔ جس کا اعتراف غیروں کو بھی ہے اور وہ یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ:

”مرزائیوں کی حفاظت کے سامان غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں...... دوسری طرف مرزائیوں کے مخالفین کی تباہی کے سامان بھی غیب سے ظہور میں آجاتے ہیں۔“

(ترجمان القرآن اگست 1934ء صفحہ 57-58)

ایک اور نامہ نگار جناب سخاوت حسین آف اوکاڑہ نے پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف سازش کرنے والوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اِس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ہر حکمران کا انجام بُرا ثابت ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”پاکستان میں پہلی دفعہ جناب دولتانہ نے قادیانی مسئلہ کو اٹھایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے بعد وہ آج تک اقتدار کی کرسی سے محروم رہے۔ پھر جناب ایوب خان نے اپنے اقتدار کے ڈوبتے ہوئے دور میں اِس مسئلہ کا سہارا لینا چاہا۔ انہوں نے اپنے سہارے میں مرزائیت سے بریت کے بیانات اخبارات اور ریڈیو پر نشر کئے۔ صدر کی ایما پر اُس وقت کے گورنر مغربی پاکستان جناب امیر محمد خان نے مرزا غلام احمد قادیانی کی اہم

کتب کو ضبط کیا مگر یہ ان کے متزلزل اقتدار کو طول نہ دے سکا بلکہ رسوا ہو کر اقتدار سے علیحدہ ہوئے۔ پھر بھٹو جن کی پارٹی اور حکومت بذات خود مرزائیوں کی امداد و اعانت سے برسر اقتدار آئی تھی نے اپنی گرتی ہوئی ساکھ اور ڈولتے ہوئے اقتدار کو سنبھالا اور طول دینے کے لئے اپنے محسن مرزا کی جماعت کی گردن پر وار کیا اور ایسا وار کہ 90 سالہ مسئلہ حل کر ڈالا۔ بھٹو کا خیال تھا کہ اِس مسئلہ کو حل کرنے کے بعد اب انہوں نے پاکستانی عوام کے دل جیت لئے ہیں اور اب وہ تازیست وزیر اعظم پاکستان رہیں گے۔ لیکن اِن کا یہ خیال شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا۔ اب صدر ضیاء الحق نے مرزائیوں سے بریت کا اعلان واشگاف الفاظ میں کیا ہے اور مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے علیحدہ کرنے کا عہد کیا ہے لیکن ماضی کو سامنے رکھتے ہوئے دل کانپ جاتا ہے کیونکہ ماضی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جنہوں نے بھی قادیانی مسئلہ کو اُٹھایا یا چھیڑا وہ اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھے ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اس کے پسِ پردہ کون سے عوامل یا غیبی طاقت کارفرما ہے؟ وہ پوری قوم کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔"

(روزنامہ جنگ لاہور 13 دسمبر 1983ء)

جی ہاں! ان کا یہ خدشہ صدفی صد درست ثابت ہوا۔ ضیا الحق کو اقتدار سے ہی نہیں اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ اِن کی ہلاکت کا نشان احمدیت اور خلافت کی صداقت پر ایک روشن مینار کی طرح زندہ رہے گا۔

کیونکہ اِن کی ہلاکت سے کچھ عرصہ قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے نہایت واضح الفاظ میں فرما دیا تھا:

"جہاں تک صدر صاحب پاکستان کا تعلق ہے وہ چیلنج قبول کریں یا نہ کریں۔ چونکہ وہ تمام آئمۃ المکفرین کے امام ہیں...... انہوں نے معصوم احمدیوں پر ظلم کئے ہیں۔ ایسے شخص کا زبان سے چیلنج قبول کرنا ضروری نہیں ہوا کرتا۔ اِس کا اپنے ظلم و ستم میں جاری رہنا اس بات کا نشان ہوتا ہے کہ اس نے چیلنج قبول کر لیا ہے۔"

اس کے بعد 12 اگست 1988ء یعنی اِس فرعونِ وقت کی ہلاکت سے صرف 5 دن قبل واضح رنگ میں فرمایا:

"یہ شخص خدا کی پکڑ اور سزا سے بچ نہیں سکے گا۔ اُسے اِس کی ہلاکت سے دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔"

آخر شیر خدا نے بپھر کر ہر بن باسی کو للکارا
کوئی مبارز ہو تو نکلے، سامنے کوئی مباہل آئے
ہمت کس کو تھی کہ اُٹھتا، کس کا دل گردہ تھا نکلتا
کس کا پتہ تھا کہ اُٹھ کر، مردِ حق کے مقابل آئے
آخر طاہر سچا نکلا، آخر مُلّا نکلا جھوٹا
جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡبَاطِلُ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا

سامعین! حضور رحمہ اللہ انہی واقعات کا ذکر کرتے ہوئے پاکستان کے مظلوم احمدیوں کو مخاطب ہو کر یوں فرماتے ہیں:

”اے پاکستان کے مظلوم احمدیو! تمہیں مبارک ہو کہ بلند ہمت اور شجاعت اور اولوالعزمی کی یہ صفات تم سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب اول درجہ کے پاک یافتہ ہو کر تم اِن ابتلاؤں سے نکلو گے اور عزت اور حرمت کا تاج تمہارے سروں پر رکھا جائے گا وہ دن لازماً آئیں گے کہ مسیح دوراں کو کانٹوں کا تاج پہنانے والے خود کانٹوں میں گھسیٹے جائیں گے اور ذلت اور رسوائی کا تاج ان کے سروں پر رکھا جائے گا۔“

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

(تیغ دعا، قتل لیکھرام اور سو سال از حنیف محمود صفحہ 312-317)

سامعین! جب اِس ”دوسرے شخص“ یعنی جنرل ضیاء الحق صدرِ پاکستان کی مباہلہ کے نتیجہ میں ہلاکت ہوئی تو مَیں پاکستان میں نہیں تھا۔ مَیں اُن دنوں سیرالیون مغربی افریقہ کے ساؤتھرن پراونس کے ہیڈ کوارٹر ”بو“ میں خدمات بجالا رہا تھا۔ دوپہر چار بجے کا وقت تھا کہ پاکستان سے رات نو بجے کا خبرنامہ یہ نوید لے کر آیا کہ ضیاء الحق ایک فضائی حادثہ میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ ایک خوشی کا سماں تھا اِس وجہ سے خوشی نہ تھی کہ

ایک شخص ہلاک ہو گیا خوشی اِس بات پر تھی کہ اللہ کے ایک بندے کی بات "آج بھی اذن ہو گا تو چل جائے گی" اتنی پُر زور اور اتنی شان کے ساتھ پوری ہوئی کہ فضا اللہ اکبر سے بھر گئی اور فرشتے بھی اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے احمدی مرد و زن مسجد ناصر میں اکھٹے ہونے لگے۔ کسی نے شکرانے کے نفل شروع کر دیئے۔ کوئی نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے لگا اور ہر کوئی تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے میں مصروف نظر آرہا تھا۔ تھوڑے ہی وقت میں غیر احمدی احباب و خواتین کا ایک ہجوم جمع ہو گیا ہمارے خدام نے جب اِن کو حقیقت بتلائی تو اللہ، اللہ، اللہ اکبر کی آوازوں میں اضافہ ہونے لگا۔

مَیں جب آٹھ سال کی خدمت کے بعد واپس پاکستان آیا تو میرا تقرر اسلام آباد میں بطور مربّی ضلع کے ہوا تو مجھے مسجد فیصل دیکھنے کا اتفاق ہوا جونہی ہم مسجد میں داخل ہونے کے لئے چوک پر پہنچے تو بسوں اور ویگنوں کے کنڈیکٹر حضرات "جبڑا چوک، جبڑا چوک" کی آوازیں لگا کر اپنی سواریوں کو مخاطب کر رہے تھے کہ جبڑا چوک والے نیچے اُتر آئیں اُن کی منزل آگئی ہے۔ مَیں نے کسی سے پوچھا کہ اِس چوک کا عجیب سا نام "جبڑا چوک" کیوں ہے؟ تو وہ بولا کہ وہ سامنے ضیاء الحق کی قبر ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُس کا سارا جسم جل گیا تھا صرف ڈنچر (جبڑا) بچا تھا اِس لئے بس اور ویگن والوں نے اِس چوک کا نام ہی جبڑا چوک رکھ دیا ہے جبکہ یہ فیصل چوک ہے۔ قریب ہی کھڑا ایک اور شخص جو ہماری گفتگو سن رہا تھا بڑے ہی نامناسب اور نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہوئے گویا ہوا کہ اِس کے ساتھ یہودی سفیر کی راکھ بھی اِس مقدس جگہ پر دفن ہے۔ مسجد دیکھنے کے بعد جب ہم اِس "دوسرے شخص" کی قبر کی طرف بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کتّا قبر پر اور ایک ساتھ ہی استراحت فرمارہا تھا۔ ابھی ہم دونوں اِس کے انجام پر گفتگو کر رہے تھے کہ ایک بوڑھا شخص نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں بیٹھنے کے لئے چوکی اور دوسرے ہاتھ میں ٹفن تھا جس میں شاید رات کا کھانا ہو۔ ہمارے پوچھنے پر وہ یوں بولے کہ اِس شخص کی اسلام کے لئے بہت خدمات ہیں لیکن کسی کو اِس کے مزار کو کور کرنے اور اِس کی خدمت کرنے کی توفیق نہیں مل رہی۔ سارا دن اِس کی قبر پر کتّے بیٹھے گندگی پھیلاتے رہتے ہیں۔ مَیں بھی ایک فوجی ہوں اور جاب کے بعد چند گھنٹوں کے لئے اِس قبر کی حفاظت کے لئے آبیٹھتا ہوں۔ یہ تھوڑا سا مَیں نے اِس کے مرنے کے بعد کے انجام کا ذکر کر دیا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

اِسی پر بس نہیں مجھے ایک مرکزی دورہ پر بہاولپور جانے کا اتفاق بھی ہوا جب ہماری کار دریائے ستلج عبور کر رہی تھی تو ایک لوکل دوست جو ہمارے ساتھ کار میں بغرض رہنمائی تھے نے اُس جگہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی صداقت کا نشان ظاہر ہوا تھا اور ضیاء الحق کا طیارہ گرا تھا۔ اُس دوست نے ہمیں کہا بھی کہ اگر چاہتے ہیں تو مَیں دکھلا لاتا ہوں۔ مَیں نے بطور امیر قافلہ یہ کہہ کر جانے سے انکار کر دیا کہ جہاں اللہ کا عذاب آیا ہو وہاں نہیں جایا کرتے مگر اُس طرف ایک خوف کا سماں تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جو بھی سیاسی حکومت آتی ہے وہ ان مُلّاؤں کو طاقت سمجھ کر اُن سے گٹھ جوڑ کرنے کی کوشش کرتی ہے اور مُلّاں کے ایجنڈے پر سب سے پہلے یہ بات ہوتی ہے کہ احمدیوں کے خلاف جو کچھ ہو سکتا ہے کرو۔ 1953ء میں بھی فسادات ہوئے۔ اُس وقت کچھ نہ کچھ انصاف پسند لوگ تھے اس لئے جو وہ کرنا چاہتے تھے اُس وقت مولویوں کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ لیکن 1974ء میں جو اُس وقت کی حکومت تھی اُس نے اسلام کے نام پر مولویوں کے ساتھ مل کر احمدیوں پر جو ظلم کی داستانیں رقم کی ہیں اور جو ظلم وبربریت کے نمونے دکھائے گئے ہیں آئندہ جب انصاف پسند مؤرخ آئے گا اور پاکستان کی تاریخ لکھے گا تو ایک تاریک سیاہ باب کی صورت میں یہ لکھا جائے گا اور پھر 1984ء میں ایک آمر نے اِس قانون میں، جو 1974ء میں بنایا گیا تھا اور اسمبلی نے پاس کیا تھا، مزید ترامیم کر کے سختی پیدا کی تاکہ احمدیت کو ختم کر دے اور بڑے طمطراق سے یہ دعویٰ کیا کہ ”مَیں احمدیت کے اس کینسر کو ختم کر دوں گا۔“ نتیجہ کیا نکلا؟ کہ احمدیت تو ترقی پر ترقی کرتی چلی جا رہی ہے اور ان لوگوں کا یا تو پتہ نہیں کہاں گئے یا پھر خود اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی چکّی میں آج کل پِس رہے ہیں۔ ان تمام ظلموں کے باوجود جو جماعت احمدیہ پر روا رکھے گئے خلافت احمدیہ کی برکت سے ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مدد فرماتے ہوئے جماعت کو اِن ابتلاؤں سے نکالا۔ جماعت نے جو صبر کے نمونے ان حالات میں دکھائے اور آج تک دکھا رہی ہے یہ خلافت سے وابستگی کی وجہ ہے اور اِس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد بیعت باندھنے والوں نے اپنے عہد بیعت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے اور کر رہے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 مارچ 2009ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دعویٰ سے لے کر آج تک مخالفتوں کی آندھیاں چلتی رہی ہیں یہاں تک کہ ایک وقت میں خلافتِ ثانیہ میں قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی احراریوں نے بَڑ ماری تھی۔ پھر ایک شخص نے حکومت کے نشے میں جماعت احمدیہ کے ہاتھوں میں کشکول پکڑانے کی بَڑ ماری تھی۔ پھر کسی نے اپنی حکومت کے نشے میں احمدیت کو کینسر کہہ کر اُسے جڑ سے اکھیڑنے کی قسم کھائی تھی لیکن نتیجہ کیا ہوا کہ آج احمدیت دنیا کے دو سو ممالک میں پھیل چکی ہے۔ پس یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا پیارا سلسلہ ہے جس نے اپنے پیارے کو اِس زمانے میں بھیج کر اسلام کی آبیاری کے لئے اِس سلسلے کو جاری فرمایا ہے اور ہر آن ہم اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے دیکھتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 اکتوبر 2011ء)

عصر حاضر کے فرعون سے یہ کہو رب موسیٰ کی عظمت کو سجدے کرے
ورنہ ٹکڑے ہوا میں بکھر جائیں گے وہ جو پھینکے گا اپنا عصا دوستو!

﴿35﴾ ﴿مشاہدات۔ 655﴾

کَشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَكُمُ الۡبَحۡرَ لِتَجۡرِیَ الۡفُلۡكُ فِیۡهِ بِاَمۡرِهٖ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ

(الجاثیہ:13)

کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا اس لئے کہ اُس کے حکم سے اِس میں کَشتیاں چلیں اور اِس کے نتیجہ میں تم اُس کے فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر بجالاؤ۔

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفینہِ نا شناس!
اِس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار
وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار

معزز سامعین! آج مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام **"کَشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں"** پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے جو 11 مئی 1906ء کو ہوا اور حضور علیہ السلام کے دَور کے دو اردو اخبار جن کو حضور علیہ السلام نے اپنے دو بازو قرار دیا تھا یعنی بدر اور الحکم کی 17 مئی 1906ء کی اشاعت میں پہلی بار شائع ہوا۔

(تذکرہ صفحہ 527 ایڈیشن 2004ء قادیان)

اس 6 لفظی الہام کے آغاز پر حرفِ "کاف" پر فتحہ یعنی زبر کے ساتھ کَشتیاں ہے جو کَشتی کی جمع ہے۔ جس کے معنی ناؤ، سفینہ، بحری جہاز یا فَیری وغیرہ کے ہیں جو دریاؤں، نہروں یا سمندروں میں مال برداری یا انسانی سفر کے کام آتی ہیں۔ بعض لُغات نے حرفِ "کاف" کے نیچے کسرہ یعنی زیر دے کر کِشتی لکھا ہے اور یوں دونوں طرح استعمال ہوتا ہے تاہم خاکسار آج اپنی تقریر میں زبر کے ساتھ کَشتی کا تلفّظ استعمال کرے گا

اور الہام کا آخری لفظ حرفِ "کاف" پر ضمہ یعنی پیش کے ساتھ کُشتیاں ہے جو کُشتی کی جمع ہے جس کے معنی فیروز اللغات میں یہ لکھے ہیں کہ زور آزمائی کرنا، دو پہلوانوں کا باہم گتھم گتھا ہونا اور ایک کا دوسرے کو پچھاڑ کر اُسے مغلوب کرنا اور خود غالب آنا۔ جسے ہم اپنی زبان میں کبڈی کا نام بھی دے سکتے ہیں کیونکہ آج کے دور میں یہ کھیل صرف دیہاتوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اور شہروں اور قصبوں میں معدوم ہو رہا ہے اس لیے اپنی نوجوان نسل کو سمجھانے کے لیے انگریزی لغات میں ریسلنگ (Wressling) کا لفظ درج ہے۔ جبکہ کَشتی کے لیے Boat,Ship درج ہے۔

سامعین! ایک واقفہ نو کے سوال کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "کَشتیاں چلتی ہوں ہیں تا ہوں کُشتیاں" سے کیا مراد ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مختلف مطلب نکلتے ہیں۔ جنگوں کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے اور حکومتوں کے اُلٹنے کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ پانی میں بھی جنگیں ہوتی ہیں۔ جنگ عظیم ہوئی تو وہاں بھی کَشتیاں ہوتی ہیں۔ سب میرین چلتی ہیں۔ داؤ پیچ استعمال ہوتے ہیں۔"

اگر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالی کے مندرج بالا جواب کے حوالہ سے قرآنِ کریم کو دیکھیں تو پانی اور کَشتی کے حوالہ سے دو انبیاء کا ذکر ذہن میں آتا ہے یعنی حضرت نوح اور حضرت موسی علیہما السلام۔ جہاں تک حضرت نوح علیہ السلام کا تعلق ہے۔ اللہ تعالی نے آپ اور آپ کی قوم کا قرآنِ کریم میں 11 سورتوں میں ذکر فرمایا اور اس اہم واقعے کی اہمیت کے پیشِ نظر نوح کے نام سے الگ ایک صورت بھی نازل فرمائی۔ جس میں تفصیل کے ساتھ عذابِ نوح کا ذکر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے عذابِ الٰہی سے بچنے کے لیے ایک کَشتی تیار کی۔ منکرین آپ کے اس فعل پر آپ کو آتے جاتے دیکھ کر ہنسی، ٹھٹھا، تمسخر اور مذاق کرتے مگر جب موسلا دھار بارش کی وجہ سے دریاؤں اور سمندر کا پانی بلند ہونا شروع ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام اپنے مومن ساتھیوں کو ساتھ لے کر کَشتی پر سوار ہو کر پُر امن جگہ جُودی پر پہنچے اور منکرین اس پانی میں غرق کر دیے گئے تو ایک طرف رحمتوں کی بارش سے حضرت نوحؑ اور اُس کے ساتھیوں کو بچایا تو دوسری طرف مادی بارش منکرین کی تباہی کا باعث بنی جن میں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی شامل تھا۔ جس کے متعلق کہا گیا کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔

سامعین! اصل مضمون کی طرف آنے سے قبل پانی پر چلنے والی کَشتی کی دوسری مثال دینی ضروری سمجھتا ہوں۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ) مسندِ خلافت پر متمکّن ہونے سے قبل تحریر فرماتے ہیں کہ

”حضرت موسیٰ کے تعلق میں ہی پانی کے رحمت بننے کی ایک عملی مثال بھی موجود ہے۔ جس پانی نے فرعون اور اس کے لشکر کو بے شمار وسائل کے باوجود مغلوب کر دیا وہ پانی جب رحمت بنا تو ایک دودھ پیتے بچے حضرت موسیٰ کو ایک کمزور لکڑی کے صندوق (کَشتی) میں اپنی لہروں پر بہائے ہوئے خطرے کی جگہ سے امن کے مقام کی طرف لے گیا اور ہلاکت کے بجائے نجات کا موجب بنا۔ اب دیکھ لیجئے کہ بظاہر دونوں واقعات طبعی محرکات کا نتیجہ تھے لیکن وہ بچہ جس نے بعد ازاں بڑے ہو کر نبوت کا دعویٰ کرنا تھا اور خدا کے عظیم الشان پیغمبر کے طور پر دنیا میں ظاہر ہونا تھا اس کو انتہائی کمزوری ناطاقتی اور کم مائیگی کے باوجود پانی ہلاک کرنے کی قدرت نہیں پا سکا یعنی اس کے عظیم الشان اور دنیاوی لحاظ سے انتہائی طاقتور دشمن کو اپنے قوی مسائل کے باوجود خس وخاشاک کی طرح بہا لے جاتا ہے۔“

(حوادثِ طبعی یا عذابِ الٰہی صفحہ 13-14)

سامعین! قرآن میں بیان اِن دو انبیاء کے واقعات سنانے کے بعد مَیں اپنے اصل مُدّعا کی طرف آتے ہوئے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اِس الہام کے ملہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اِس دَور کا نوح قرار دیا اور آپؑ نے بھی ایک روحانی کَشتی تیار کی اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے یہ وعدہ کیا کہ جو بھی آپؑ کی تیار کردہ کَشتی میں سوار ہو گا وہ محفوظ کر دیا جائے گا۔ آپؑ نے ”کشتیٔ نوح“ کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا مِنِ اسْتِکْبَارٍ (تذکرہ صفحہ 355) کے الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔ اس الہام کا ترجمہ یہ ہے کہ مَیں اُن تمام کی جو الدار میں ہیں حفاظت کروں گا سوائے اُن لوگوں کے جو تکبّر سے بڑے بنتے ہیں۔

اب دیکھیں! اِس الہام میں اُسی فعل کا مضمون بیان ہوا ہے جو اوپر حضرت نوح علیہ السلام کے ایک قصہ میں ہم سن آئے ہیں کہ متکبّر لوگ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ کا رنگ رکھتے ہوئے اہل میں سے نہیں ہیں۔

سامعین! اِس الہام کی تشریح جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی اور ہم اوپر سُن آئے ہیں۔ اُس میں حضور نے تین امور بیان فرمائے ہیں جیسے

اوّل۔ کَشتیاں جنگوں میں استعمال ہوں۔

دوم۔ حکومتوں کے اُلٹنے کی طرف اشارہ۔

سوم۔ پانی یعنی سمندر کی جنگیں مراد ہیں۔

جہاں تک کَشتیاں جنگوں میں استعمال ہونے کا تعلق ہے اس کو تیسرے نمبر کی تشریح یعنی پانی میں بھی جنگیں ہوتی ہیں وہاں بھی کَشتیاں استعمال ہوتی ہیں سب میرین چلتی ہیں داؤ پیچ استعمال ہوتے ہیں کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو یہ بات مسلّمہ ہے کہ اِس آخری دور میں ہولناک جنگیں ہوں گی جن میں موتا موتی کا عالَم ہو گا اور یہ جنگ زمینی، فضائی اور بحری بھی ہوں گی۔ آج کے دَور میں اِن جنگوں میں کَشتیاں، جنگی بحری جہاز جن کو بحری بیڑے یا جنگی بیڑے کہتے ہیں اِس کثرت سے ہوں گے کہ اِن بیڑوں سے جنگی جہاز پروان بھر کر اپنے مخالفین پر حملہ آور ہوں گے۔ انہی بیڑوں سے میزائل بھی برسائے جائیں گے اور یہ بیڑے حرکت میں لا کر اپنے مد مقابل دشمن ممالک کی حدود کے قریب بھی کیے جائیں گے۔ حیرت ہوتی ہے کہ جنگی طیارے تیز ترین رفتار کے ساتھ ان بیڑوں کی ڈیک یعنی عرشے پر اُترتے ہیں اور وہیں جام ہو جاتے ہیں اور چھوٹے سے عرشے پر بڑی تیزی کے ساتھ پرواز بھی بھر جاتے ہیں جب کہ عام حالات میں ایئرپورٹس پر جہاز لینڈ کرنے یا پرواز کرنے کے لیے ایک ڈیڑھ میل کا سفر بآسانی طے ہوتا ہے۔ اب تو یہ حال ہے کہ جس طرح ممالک کی برّی حدود ہیں اُسی طرح اِن کی بحری حدود بھی ہیں۔ جس طرح فضائی حدود عبور کرنے کے لیے متعلقہ ملک سے اجازت لینی پڑتی ہے اِسی طرح بحری حدود کو استعمال کرنے کے لیے پہلے سے اجازت لی جاتی ہے۔ یہی کیفیت آبدوزوں کی ہے جو پانی کے اندر چُھپ کر اپنے مخالفین پر حملہ کرتی ہیں اور دنیا کے بیسیوں ممالک میں جنگیں پانی کی ان حدود کی وجہ سے ہیں کیونکہ پانی کے اندر بھی معدنیات، قیمتی ہیرے جواہرات اور موتیوں کے ذخائر پر قبضہ کرنے کی جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النازعات کے آغاز میں سمندروں میں چلنے والی کَشتیاں اور اُن کے ذریعہ کُشتیوں یعنی بحری جنگوں کا ذکر فرمایا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے سورۃ النازعات کے تعارف میں تحریر فرمایا ہے کہ

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا سے تیرنے والیاں مراد ہیں خواہ وہ سمندر کے اندر غرق ہو کر تیریں یا سطح سمندر پر اور بسا اوقات آبدوز کَشتیاں اپنی فتح کے بعد سطحِ سمندر پر اُبھر آتی ہیں۔

(ترجمۃ القرآن صفحہ 1123)

پھر سورۃ التکویر کے تعارف میں حضور رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ پہاڑوں کی طرح بڑے بڑے سمندری جہاز بھی اور فضائی جہاز بھی سفر اور باربرداری کے لیے استعمال ہوں گے...پھر غالباً سمندری لڑائیوں کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ جب کثرت سے سمندروں میں جہاز رانی ہو گی۔

(ترجمۃ القرآن صفحہ 1134)

سامعین! اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرحمن آیت 35 میں بیان فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اسی کی (صنعت) وہ کَشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح بلند کی جائیں گی۔

پھر سمندر میں کَشتیاں چلنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجاثیہ آیت 13 میں کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخّر کیا اس لئے کہ اس کے حکم سے اس میں کَشتیاں چلیں اور اس کے نتیجہ میں تم اس کے فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر بجالاؤ۔

الغرض اِس الہام میں یہ نشاندہی کی گئی ہے کہ آج کے دور میں یہ کَشتیاں، بحری بیڑے کُشتیوں اور مُڈھ بھیڑ کے لیے استعمال ہوں گی۔ جو ایٹمی جنگ کا بھی اور ریڈیائی لہروں کا بھی باعث بنیں گیں اور انہی کے ذریعہ بڑی طاقتیں بمباری کر کے میزائل کے ذریعے اور ان سے پرواز بھرنے والے جنگی طیاروں کے ذریعہ حکومتوں کے تختے بھی الٹنے کا باعث بنے گیں اور ماضی قریب میں ایسا بھی ہوتا رہا ہے۔

سامعین! دنیا کا جغرافیہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ زمین کا 70 فیصد سے زیادہ حصہ پانی پر مشتمل ہے اور دنیا کی آبادیوں اور مُلکوں میں سے چند ہی ایسے مُلک ہوں گے جن کو سمندر نہیں لگتا۔ اب اگر اختصار کے ساتھ پانی کی جنگوں کا احاطہ کریں تو جنگ عظیم اوّل و دوم اور اِن کے پیشِ خیمہ کے طور پر پانی پر جو جنگیں لڑی گئیں اور اُن پر حضرت مسیحِ موعودؑ کے الہام نمبر 1۔ ”کَشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں“ اور نمبر 2۔ ”لنگر اُٹھا دو“ بڑی شان کے ساتھ پورے ہوئے اُن کا ذکر ضروری ہے۔ 1904ء میں جاپان نے اپنی فوجیں کوریا کی ایک بندرگاہ پر اُتاری تو روس مقابل پر آیا تو جاپان نے اِن کے بحری بیڑے کو تباہ کر دیا اور چین کو بھی نقصان

ہوا۔ اور یوں حضرت مسیحِ موعودؑ کا الہام ”کوریا خطرناک حالت میں۔ مشرقی طاقت“ بڑی شان کے ساتھ پورا ہوا اور کوریا نے تو نقصان اُٹھایا ہی مگر جاپان ایک مشرقی طاقت بن کر اُبھرا۔ جنگِ عظیم اوّل میں برطانیہ اور جاپان کے بحری بیڑوں نے جرمنی کی نو آبادیاں اور جرمنی کی بندر گاہوں کی مؤثر ناکہ بندی کر دی اور ضروری درآمدات بُری طرح مُتاثر ہوئیں اور اِن بندشوں کی وجہ سے بہت اقتصادی نقصان ہوا۔ اِس کے مقابل پر جرمنی کی آبدوزوں نے حملے شروع کر دئے۔ اُدھر امریکہ بھی جنگ میں اُمڈ آیا اور بحر الکاہل اور بحر اوقیانوس جنگ کا مرکز بنے جس کے لئے حضرت مسیحِ موعودؑ کا الہام ”لنگر اُٹھا دو“ پورا کرتے ہوئے برطانیہ، جاپان، امریکہ، جرمنی، فرانس نے اپنے اپنے بحری بیڑوں کے لنگر اُٹھا دئے اور تمام سمندروں میں کُشتیوں یعنی لڑائیوں کے لئے کَشتیاں چلنے لگیں جس میں افریقہ کے سمندر بھی استعمال ہوئے اور جرمنی نے جب صلح کا ہاتھ بڑھایا تو مخالف فوجوں نے معاہدے میں یہ شرط رکھ دی کہ جرمنی اپنا سارا جنگی سازوسامان ہمارے حوالے کرے تو جرمنی نے اپنے ہی جنگی فضائی طیاروں کی مدد سے اپنا ہی بحری بیڑہ تباہ کر کے پانی میں ڈبو دیا۔ جنگِ عظیم دوم میں بھی سمندری جنگوں اور اِس کے ذریعہ تباہیوں کا نقشہ جنگِ عظیم اوّل سے کوئی مختلف نہ تھا۔ اِس دوران سلطنتِ عثمانیہ نے بھی جنگوں کے لئے پانی کا سہارا لیا۔ ترکی، عراق، ایران، لیبیا اور شام کے ساحلی علاقے بحری بیڑوں کی آماجگاہ بن کر جنگوں کے لئے استعمال ہونے لگے۔ اب تو یہ کہا جانے لگا ہے کہ اگلی جنگ پانی کے لئے جنگ ہوگی۔ تیسری جنگِ عظیم کی ہولناک متوقع تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے ہمارے امامِ ہُمام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے متعدد بار دعاؤں کی طرف توجہ دلائی ہے اور حال ہی میں مؤرخہ 22 نومبر 2024ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

”اس وقت میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ یورپ میں بھی حالات بڑی تیزی سے جنگ کی طرف جا رہے ہیں۔ یوکرین اور روس کی جنگ پھیلنے کا خطرہ بڑھتا جا رہا ہے۔ دھمکیاں مل رہی ہیں یورپ کے باقی ملکوں کو بھی۔ اکثر جو ہیں عقل رکھنے والے اور امن پسند لوگ لیڈر اس بارے میں پریشان بھی ہیں۔ بہرحال دعا کریں اللہ تعالیٰ احمدیوں اور امن پسند لوگوں کو جنگ کے بداثرات سے محفوظ رکھے اور یہ لوگ ایسے ہتھیار استعمال نہ کریں جنگ میں جن کے استعمال سے آئندہ نسلیں متاثر ہوتی ہیں۔ مسلمان

ممالک کے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کو بھی عقل اور سمجھ دے اور وہ لوگ بھی حق پہچاننے کی اللہ ان کو حق پہچاننے کی توفیق دے۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عذاب سے محفوظ رکھے اور ہم امید رکھیں گے کہ اس الہام کا جو مقصد ہے کہ لوگ راہ راست پر آئیں اور امام مہدی کو مانیں جلد پورا ہو گا۔

اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

کوئی کَشتی اب بچا سکتی نہیں اِس سَیل سے
حیلے سب جاتے رہے اِک حضرتِ توّاب ہے

(کمپوزڈ بائی: عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)

✡✡✡✡

﴾36﴿　﴾مشاہدات۔656﴿

زار بھی ہو گا تو ہو گا اُس گھڑی باحالِ زار

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ　(المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

معزز سامعین! آج میری گزارشات کا محور حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے ایک منظوم کلام میں سے ایک مصرع "زار بھی ہو گا تو ہو گا اُس گھڑی باحالِ زار" ہے جس میں ایک عظیمُ الشان پیشگوئی پنہاں ہے جو بڑی شان کے ساتھ پوری ہو چکی ہے۔

زیرِ گفتگو مصرع میں دو دفعہ "زار"(Tsar) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مصرع کے آغاز میں لفظِ "زار" روس اور اُس کے ارد گرد بعض ریاستوں کے حکمرانوں کا سرکاری لقب تھا جیسے بلغاریہ، سربیا، یوکرین، بوسنیا اور رشیا کے حکمران "زار" کہلاتے تھے۔ زار لاطینی لفظ سیزر کی تحریک ہے۔ روس میں یہ لقب سب سے پہلے پیٹر اعظم نے اختیار کیا تھا۔ قیصر اور خسرو بھی اسی کے مختلف لہجے ہیں۔ زارینہ اس کا مؤنث ہے۔ اَور مصرع میں آخری لفظ باحالِ زار میں لفظِ زار کے معانی رونے کی حالت، بُری حالت، حال زبُوں، حالِ زار، مشکل حالات اور کسمپُرسی کے ہیں۔ جس کے آسان معانی یہ ہوں گے کہ ایک وقت آنے والا ہے جب زارِ روس کے ہاتھوں سلطنت جاتی رہے گی اور وہ کسمپُرسی اور کمزوری کی میں مارا جائے گا۔ اب آگے اِس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مامورِ زمانہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام پر ہزار ہا الہامات نازل فرمائے جن کے ذریعہ آپؑ کی صداقت جانی گئی۔ اِن میں سے بہت سے الہامات آئندہ زمانہ کی پیشگوئیوں پر مشتمل تھے۔ اِن میں سے کچھ کشوف و الہامات میں کئی شخصیات کے انجام کے بارے میں اطلاع دی گئی۔ اِن میں بعض آپؑ کی زندگی میں

بڑی شان سے پوری ہوئیں اور بعض اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق آپ کے اس دارِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد پوری ہونی مقدر تھیں۔ آپؑ کی کتاب براہین احمدیہ جلد پنجم میں ان میں سے بہت سے نشانات کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ اس کتاب کے آخر میں منظوم مناجات کی صورت میں خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کیا گیا ہے نیز چند ایسے نشانات اور پیشگوئیوں کا ذکر ہے جن کا جَلد ظاہر ہونا مقصود تھا۔ ان میں دنیا پر آنے والی ایک بہت بڑی، قیامت خیز تباہی اور نیز اُس وقت کی ایک سُپر پاور کے شہنشاہ یعنی زارِ روس کی کسمپُرسی کا واضح ذکر موجود ہے۔ اُس وقت کسی کے گمان میں بھی نہ تھا کہ انسانوں پر جنگِ عظیم کی صورت میں اس قدر بڑی تباہی آئے گی اور زارِ روس 'باحالِ زار' ہو کر مرے گا۔ تقریر کے عنوان "زار بھی ہو گا تو ہو گا اُس گھڑی باحالِ زار" میں لفظِ "**بھی**" قابلِ غور ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ زلازل اور آفات اور جنگیں ایسا قہری نشان بن کر ظاہر ہوں گیں کہ زارِ روس کے ساتھ اور بہت سے مُلوک بھی اپنے تکبّر اور نافرمانی کی بِنا پر اپنے انجام کو پہنچے گے اور پہنچے بھی۔ لیکن آج مجھے زارِ روس پر ہی گفتگو کرنی ہے۔ سن 2018ء میں اس پیشگوئی کو مزید تقویت اس طرح ملی جب زارِ روس کے بارہ میں کچھ ایسے حقائق منظرِ عام پر لائے گئے جن کے بارہ میں اکثر دنیا کو اب تک بے خبر رکھا گیا تھا۔ یقیناً اِس کے حالات اس کی حالتِ زار پر گواہ تھے۔

سامعین! روس کے بادشاہ نکولس دوم نیز آخری زار اور اُس کے خاندان کی دُکھ بھری زندگی اور المناک انجام کی ایک مکمل تصویر جاننے کے لئے مُلکِ روس کی اہمیت اور عظمت کو جاننا ضروری ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا ملک روس 1900ء سے 1918ء کے دوران سیاسی اور سماجی افراتفری اور فساد کا شکار رہا۔ یہی وہ دور ہے جس میں یہاں کے شاہی خاندان کی صف لپٹ رہی تھی اور دنیا میں پہلی جنگِ عظیم اپنی تباہی پھیلا رہی تھی۔ زارِ روس اور اُس کا خاندان اپنے اکلوتے بیٹے اور تخت کے وارث Alexei کی اُس بیماری کے باعث رنج والم میں گرفتار تھا جس کا کوئی علاج ممکن نہ تھا اور اُسے لگنے والی ذرا سی چوٹ بھی مسلسل خون بہتے رہنے سے اُس کی جان لے سکتی تھی۔ اِسی دوران مارکس کے نظریۂ اشتراکیت کی مقبولیت کے باعث انقلاب کے آثار ظاہر ہوئے جو بالآخر زار کی حکومت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئے۔

آج اگر ہم چشم تصوّر میں روس کے شہر سینٹ پیٹرزبرگ لائیں تو گنبدوں اور اونچے میناروں والی خوبصورت عمارتیں نظر آئیں گی۔ لیکن کیا معلوم تھا کہ ان عظیم الشان عمارتوں کے پیچھے اور ان کے تہ خانوں میں کتنی المناک داستانیں مدفون ہیں۔ یہ شہر 1703ء میں مشہور بادشاہ پیٹر زارِ روس نے آباد کیا تھا۔ زارِ روس پیٹر نے جو پہلی عمارت بنائی وہ پیٹر اور پال قلعہ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دوسری اہم عمارت پیٹر اور پال کیتھڈرل ہے جہاں پیٹر دوم کے علاوہ تمام زارِ روس آسودۂ خاک ہیں۔ اس کے علاوہ آخری زارِ روس نکولس دوم (Nicholas II) اور اُس کے خاندان کے اکثر افراد کی ہڈیاں اُن کے قتل کے لگ بھگ اسّی سال کے بعد کسی دوسری جگہ سے منتقل کی گئیں۔ روس کا ایک اور اہم شہر Yekaterinburg ہے جس کو زارِ روس پیٹر نے اپنی بیوی کے نام پر تعمیر کروایا۔ اس شہر میں رشیا کے انقلاب کے بعد معزول زارِ روس اور اُس کے خاندان کو قید رکھا گیا تھا۔ اسی شہر میں وہ خوفناک گھر بھی ہے جس میں سارے خاندان کو تہ خانے میں کئی مہینے کے لیے بند کر دیا گیا اور پھر انتہائی رازداری اور سفّاکی کے ساتھ انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ اسی شہر میں ایک اور اہم چرچ Church on the blood کہلاتا ہے جو اکیسویں صدی میں عین اُسی مقام پر تعمیر کیا گیا جہاں اِس خاندان کو قتل کیا گیا تھا۔ اسی کے قریب ایک میوزیم ہے جس کے ایک ہال کا نام ”رومانوو کا ہال (Hall of Romanovs)“ ہے۔ Romanovs زارِ روس کے خاندان کا نام تھا۔ اس ہال میں زارِ روس کے خاندان سے تعلق رکھنے والے نوادرات رکھے گئے ہیں۔

رومانووشاہی خاندان کی حکومت 1613ء میں شروع ہوئی تھی۔ پیٹر جسے Peter the Great کہتے تھے اُس نے مطلق العنان نظام حکومت (autocracy) کو قائم کیا اور ریاستی نظام کو ترقی دے کر روس کو دنیا کا سب سے بڑا ملک بنا دیا۔ اس کا حدود اربعہ Baltic Sea سے لے کر Pacific Sea تک پھیلا ہوا تھا۔ اتنی بڑی سلطنت ہونے کے باوجود انہیں مسلمانوں کی سلطنتِ عثمانیہ سے خوف رہتا تھا۔ پیٹر نے St. Petersburg شہر اسی لیے تعمیر کیا تا یورپ اور سلطنت عثمانیہ پر نظر رکھ سکے اور کسی بھی حملے کے پیش نظر ملک کا دفاع کیا جاسکے۔

روس کا بادشاہ یعنی زارِ روس سلطنت اور چرچ دونوں کا سربراہ کہلاتا تھا۔ گویا کہ زار ایک ہی وقت میں بادشاہ بھی ہوتا اور پوپ بھی۔ لیکن انیسویں صدی میں کارل مارکس کے نظریہ اشتراکیت کے فروغ اور مذہب کو بے دخل کرنے کی مہم کے نتیجہ میں ایک خونی انقلاب کے بعد یہ سب ختم ہو گیا۔

نکولس دوم یعنی آخری زار کی بادشاہت کا زمانہ 1894ء میں شروع ہوا۔ اس کی شادی ایک جرمن خاتون الیگزینڈرا سے ہوئی جو ملکہ وکٹوریہ کی نواسی تھی۔ شادی کے بعد یکے بعد دیگرے اُن کی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بظاہر یہ ایک خوش باش خاندان نظر آتا تھا لیکن اندر کی کہانی کچھ اَور تھی۔ ہر بیٹی کی پیدائش پر زار کی بیوی زارینہ کی ذہنی پریشانی میں اضافہ ہو جاتا کیونکہ زار کے درباری، شاہی خاندان کے کرتے دھرتے اور عوام بادشاہت کو اس خاندان میں قائم و دائم رکھنے کے لیے امید رکھتے تھے کہ اُن کے بادشاہ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہو گی۔ نکولس جسے اپنے خطابات ''خدا کے فضل سے بادشاہ''، ''مطلق العنان حکمران''، ''زارِ روس'' اور ''عظیم بلند مرتبت'' پر بہت ناز تھا بہت پریشان رہنے لگا۔ ان حالات میں زارینہ بھی بہت زیادہ ذہنی دباؤ کا شکار رہنے لگی کیونکہ روسی قوم اس خاندان سے اپنے آئندہ بادشاہ کو دنیا میں لانے کی امید لگائے بیٹھی تھی۔ زار نکولس اپنی بیوی کی حالت سے پریشان ہو کر ڈاکٹروں اور طبیبوں کو شاہی محل میں طلب کرتا رہتا۔ اُن کا ذاتی ڈاکٹر Botkin دواؤں سے ذہنی پریشانی کا علاج کرتا رہا مگر زارینہ کے اعصاب کو سکون نہ ملا اور لوگوں میں مشہور ہونے لگا کہ زارینہ ذہنی مریضہ ہو چکی ہے۔

روسی مطلق العنان بادشاہت کے مختلف ادوار میں مخالفین کو جیلوں اور قیدِ تنہائی میں رکھ کر پاگل بنا دیا جاتا تھا اور بہت سے لوگ جن میں نوجوان خواتین بھی شامل تھیں اس ظلم کا شکار ہو کر خودکُشی کا انتہائی قدم بھی اٹھا چکی تھیں۔ لیکن زارینہ کی ذہنی کیفیت کسی قیدِ تنہائی کے باعث نہ تھی بلکہ یہ دُکھ اُس کے لیے پریشانی پیدا کر رہا تھا کہ روس کی مملکت کے لیے اور اُس کے خاوند کی بادشاہت کے لیے ایک وارث بہت ضروری ہے۔

سامعین! زار نے اپنی بیوی کے لیے ڈاکٹر اور مختلف روحانی معالج اکٹھے کر رکھے تھے تاکہ اُس کو ذہنی اذیت سے نکالا جاسکے۔ 1902ء میں ایک جعلی پیر منصور فلپ نے کہا کہ وہ زارینہ کی نفسیاتی بیماری کا معجزانہ علاج جانتا ہے جس سے نہ صرف ملکہ کی بیماری دور ہو گی بلکہ ملکہ کے ہاں بیٹا بھی پیدا ہو گا۔ لیکن اُس کے علاج

سے ملکہ کی حالت مزید خراب ہو گئی اور اُسے یہ وہم ہونے لگا کہ وہ حمل سے ہے جو کہ صرف تصوّراتی کیفیت سے زائد کچھ نہ تھا۔ بہر کیف دو سال گزرنے کے بعد 1904ء میں زار کے ہاں اُس کا وارث زارِ وِچ الیگزائی پیدا ہوا۔ محل میں بہت بڑے جشن کا اہتمام ہوا اور مملکت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ زار کی بادشاہت کو استحکام حاصل ہو جائے گا۔ مگر اصل حقیقت کچھ اَور تھی۔ اِس بچے کو ایسی موروثی بیماری تھی جس کو haemophilia کہتے ہیں۔ اِس بیماری میں ذرا سی چوٹ لگنے سے خون بند نہیں ہوتا اور موت واقع ہو سکتی ہے۔ اُس زمانے میں کم ہی لوگ اس لاعلاج بیماری سے واقف تھے۔

زارینہ کے لیے یہ بات ایک بہت بڑا صدمہ تھا جس سے اس کی ذہنی اذیّت میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ اس بیماری کے بارہ میں جانتی تھی کیونکہ یہ نہ صرف اُس کی نانی ملکہ وکٹوریہ کے خاندان میں موجود تھی بلکہ اُس کا ایک ماموں، ایک بھائی اور ایک بھتیجا اس بیماری کا شکار ہو کر اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ چونکہ یہ ایک موروثی بیماری تھی اس لیے یہ زارینہ کی وساطت سے اُس کے بچے Alexei کو منتقل ہوئی۔ شہزادے کی اس بیماری کو مکمل صیغہ ٔراز میں رکھنا بہت ضروری تھا۔

زار اور زارینہ کو اپنے سر پر تکلیف اور پریشانی کی تلوار لٹکتی نظر آنے لگی اور انہیں اپنی بادشاہت اور سیاسی زندگی خطرے میں محسوس ہونے لگی۔ اُن کی زندگی سے سکون رخصت ہو چکا تھا۔ وہ لوگوں کے درمیان خود کو خوش رکھنے کی کوشش میں مصروف رہتے لیکن ساتھ ہی ساتھ ہر وقت بچے کی حفاظت ان کی اولین ترجیح ہوتی۔ روس میں کسی بھی قسم کی معذوری اور بیماری کو نہ صرف بُرا شگون بلکہ خدا کی طرف سے سزا سمجھا جاتا تھا اور اس بات کا کوئی تصوّر نہ تھا کہ زارِ روس کا اکلوتا بیٹا اور شاہی تخت کا وارث کسی قسم کی بیماری کے ساتھ پیدا ہوا ہو گا۔

زارِ روس نے بچے کو محفوظ رکھنے کے لیے ہر قسم کے انتظامات کر رکھے تھے۔ اُس کی تصاویر بھی بڑی احتیاط سے لی جاتیں اور عوام کو دکھائی جاتیں۔ زارِ روس لوگوں کے سامنے بچے کو ہمیشہ خود گود میں اٹھائے رکھتا یا بہت محفوظ پالکی میں لے کر اُسے سیر کروائی جاتی۔ اُس کی بہنیں ہمیشہ اُس کے ارد گرد رہتیں اور معبودانہ حد تک اس سے محبت کرتیں۔ پولینڈ میں ایک سفر کے دوران کَشتی کے ایک حادثہ میں بچے کو چوٹ لگی اور وہ موت کے منہ سے واپس آیا۔ اس حادثے کی خبر 1908ء میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی۔

پیارے دوستو! ان حالات نے زار اور اُس کے خاندان کو مجبور کر دیا کہ وہ اس شہر کو چھوڑ کر ایک گاؤں کی خاموش فضا میں گھر بنالیں اور عوام اور محل کی تقریبات سے جس قدر ممکن ہو دُور رہیں۔ کیونکہ ڈاکٹروں کے ہر وقت شاہی محل میں آنے جانے سے عوام الناس اور درباریوں میں شکوک و شبہات جنم لے رہے تھے۔ خاص طور پر بدنام زمانہ Rasputin کا ہر وقت محل میں آنا جانا عوام کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ یہ شخص خود کو ''روحانی اور قدرتی'' طبیب کہتا تھا جو ایک طرف زار اور زارینہ سے مراعات حاصل کرتا تو دوسری جانب Alexei کو دَم کر کے ٹھیک کرنے کا ڈھونگ رچاتا تھا۔ اُس کی آمد ورفت نے زار کی مقبولیت کو بہت نقصان پہنچایا۔

اس دور میں تبّت سے تعلق رکھنے والے ایک اَور جعلی طبیب جو روس کے دارالحکومت سینٹ پیٹرزبرگ میں بڑی کامیاب پریکٹس کرتا تھا۔ پریشانِ حال زارِ روس نکولس دوم نے اپنے بیٹے کی زندگی بچانے اور اِس لاعلاج بیماری کے علاج کے لیے اس تبّتی حکیم کی خدمات بھی حاصل کیں۔

نکولس دوم اپنے بیٹے کی بیماری اور اپنی ملکہ کی پریشانی کی وجہ سے زیادہ تر دارالحکومت سے دُور رہتا تھا اس لیے آہستہ آہستہ اس کا رابطہ عوام سے کم ہوتا چلا گیا۔ فرانسیسی سفیر Maurice کی ڈائری کے ایک صفحہ پر لکھا ہے کہ حالیہ چند مہینوں میں بادشاہ ذہنی بیماریوں کا شکار ہو گیا جس کے باعث اسے ذہنی تناؤ، دکھ کا سامنا رہا۔ اُس کی بھوک ختم ہو گئی اُسے پریشانی رہنے لگی اور نیند نہ آتی تھی۔ بادشاہ اُس وقت تک آرام نہ کرتا جب تک اُس جعلی (حکیم) Badmaew کو نہ مل لیتا۔''

(Diary of Maurice Paleologue: 6 Nov. 1916)

زار اور سیاسی افراتفری

زار کی حیثیت روسی سلطنت میں ایک ایسے حکمران کی طرح تھی جو اپنی رعایا پر سیاسی، قانونی اور مذہبی طور پر مکمل اختیار رکھتا تھا۔ اُس کو بہت مقدّس حیثیت دی جاتی تھی۔ لوگ اس کو خدا کا درجہ دیتے تھے اور گویا اس کی پوجا کرتے تھے مگر انیسویں صدی کے آخر میں کارل مارکس کے نظریہ اشتراکیت نے مقبولیت پکڑی اور آہستہ آہستہ روس کی سیاست کا رُخ بدل ڈالا۔ چنانچہ حکومت اور معاشرے سے مذہب کو

بے دخل کرنے کی سازش شروع ہوئی۔ لوگوں کو مذہب اور خدا کی ہستی سے دُور لے جانے کی تدابیر کار گر ہونے لگیں تو مذہبی رہنما یعنی بادشاہ سے نفرت اس کا لازمی نتیجہ بنا۔

1881ء میں اس سے قبل زارِ روس الیگزینڈر اوّل ایک خود کُش حملہ میں دارالحکومت میں مارا جاچکا تھا۔ اشتراکیت کے حامی اپنی تحریک کو لے کر آگے بڑھے اور جنوری 1905ء میں مزدوروں اور کارکنوں نے اپنے حقوق کے لیے ایک بہت بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس میں بادشاہ کے خلاف بھی آواز اٹھائی گئی۔ یہ لوگ دارالحکومت میں موجود بادشاہ کے محل میں جاکر ایک یادداشت پیش کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حالات کو قابو میں رکھنے کے لیے فوج نے گولی چلادی جس کے نتیجہ میں سو کے قریب مظاہرین مارے گئے اور ہزاروں زخمی ہوگئے۔ ملک میں فتنہ وفساد کی فضا نے پہلے سے غمزدہ بادشاہ کو مزید غمگین کر دیا۔ جب بادشاہ کو خبر پہنچی کہ ملک کے طول وعرض میں فسادات کی وجہ سے حالات خراب ہیں اور لوگ پریشان ہیں تو اُس نے ایک خط میں اپنی والدہ کو اپنے اِس دکھ سے مطلع کیا۔ اس نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے بہت بڑا انقلاب آنے والا ہے کیونکہ حکومتی مشینری مفلوج ہوچکی ہے۔ ایسا لگتا ہے بہت بڑا طوفان آنے والا ہے۔ اس خط کا متن کتاب ” نکولس دوم۔ آخری زار “میں شائع شدہ ہے۔

ان حالات کے پیش نظر زار نے قانونی اصلاحات کی طرف توجہ کی مگر حالات مزید خرابی کی طرف جارہے تھے کیونکہ مزدور پارٹی کے لوگ لینن کو اپنا لیڈر بناکر ملک سے بادشاہت اور مذہب کو ختم کرنے کا منصوبہ بناچکے تھے۔ اسی دوران 1914ء میں پہلی عالمی جنگ چِھڑ گئی۔ روس کو اس جنگ میں داخل ہونے کی ضرورت نہ تھی مگر فرانس اور برطانیہ کے اتحادی ہونے کے باعث جرمنی، ہنگری اور آسٹریا کے خلاف روس نے اپنی فوجوں کو حملے کے لیے تیار کر دیا۔

زار اور اُس کے خاندان کا المناک انجام

سامعین! 30 جولائی 1914ء کو نکولس دوم زارِ روس نے فوجی کمان سنبھال لی اور اپنی فوجوں کو کُوچ کا حکم دے دیا۔ فوج اس اچانک حملہ کے لیے تیار نہ تھی اور اُن کے پاس مناسب راشن اور سامانِ جنگ بھی میسر نہ تھا۔ نتیجۃً جرمنی کے خلاف پہلے ہی حملے میں ٹانن برگ کی لڑائی میں روسی فوج کا مکمل صفایا ہوگیا اور بدقسمتی سے زارِ روس کے وہ تمام وفادار افسر مارے گئے جو اُس کی بادشاہت کو بچاسکتے تھے اور اُسے مارل

سپورٹ فراہم کرسکتے تھے۔ اب اُسے درست مشورے دینے والا کوئی نہ تھا۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ زارِروس کے ایک ناتجربہ کار فوجی جرنیل ہونے کے ناطے اُس کے بہت سے احکامات نہ صرف غلط ثابت ہوئے بلکہ لاکھوں فوجیوں اور عوام کی موت سے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ دوسری جانب خوراک کی کمی اور انتہائی سردی کے باعث بے شمار خلقت اور فوجی سِسک سِسک کر مر گئے۔ روس اور اردگرد کے ممالک میں بہت بڑی تباہی قیامت کا نظارہ پیش کر رہی تھی۔ عوام اور حکومت کے سرکردہ افراد جرمنوں کے خلاف روس کی عبرت ناک شکست کا ذمہ دار زار کو ہی ٹھہراتے تھے اور اس کی مقبولیت میں مزید کمی واقع ہو گئی۔ چنانچہ حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس دوران لینن کی پارٹی Bolsheviks نے زار کو ختم کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا۔

ان ایام میں زارِروس کی ”حالتِ زار“ کو مختلف کتب میں بیان کیا گیا ہے جو کہ دارالحکومت سے دُور، اپنے خاندان سے جُدا، اپنے عوام سے لاتعلق کسمپُرسی کی حالت میں پریشانی میں مبتلا اپنے ملک کی تباہی پر غمگین اور اپنے اقتدار کو رخصت ہوتا دیکھ رہا تھا۔ اُس بے چارے کو خبر نہ تھی کہ اُس کے اپنے دارالحکومت میں اُس کا اور اُس کے خاندان کا کیا انجام ہو گا۔ اُس کو شاید اس بات کا بھی اندازہ نہ تھا کہ اُس کے اور اُس کی بیوی کے خلاف Rasputin کی وجہ سے کون سی آگ لگائی جارہی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن خبر آئی کہ Rasputin کو شاہی خاندان کے افراد نے ہی موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔

2 مارچ 1917ء کو نکولس دوم زارِروس نے فیصلہ کیا کہ وہ تختِ شاہی سے دستبردار ہو جائے گا۔ وہ جانتا تھا کہ Alexei کو بادشاہت کے لیے نامزد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ haemophilia کا مریض ہونے کی وجہ سے اُس کی زندگی کا بالکل بھروسہ نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے ایک فرمان جاری کیا جس کے مطابق وہ ان حالات میں اپنے آپ کو روس کا نظم و نسق چلانے کے قابل نہیں سمجھتا اور تخت و تاجِ روس سے دستبردار ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ نیز اُس نے اپنے چچازاد بھائی ڈیوک مائیکل کو بادشاہ کے طور پر نامزد کیا...... مگر افسوس کہ باغیوں نے اس بیان کو منظرِ عام پر نہ آنے دیا جو پہلے سے ہی اس خاندان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا منصوبہ تیار کر چکے تھے۔ زار کی ڈائری میں لکھا ہے کہ ہر طرف غداری، دھوکہ اور بزدلی ہے۔

ان حالات کے پیش نظر زار نے درخواست کی کہ اُسے سیاسی پناہ لینے کے لیے برطانیہ بھیج دیا جائے مگر جنگ کے حالات کے پیش نظر یہ ممکن نہ ہو سکا۔ زار نے اَور ممالک میں سیاسی پناہ لینا چاہی مگر نہ تو کسی ملک نے اِس پر آمادگی ظاہر کی اور نہ ہی روس کی باغی قوتوں نے اِس بات کی اجازت دی۔

چند سال قبل دنیا کے سب سے بڑے ملک کی عوام، اس کی سلطنت اور اس کے مذہبی حلقوں کا مطلق العنان سربراہ زارِ روس کبھی اتنا بے بس اور بے یارومددگار ہو جائے گا دنیا اس کا تصوّر بھی نہ کر سکتی تھی۔ جنگ کے پیش نظر دنیا روس کے اندرونی حالات اور زار کی ''حالتِ زار'' سے واقف نہ تھی۔ لیکن عالم الغیب خدا نے اپنے سچے مسیح اور مہدی کو اِس وقت سے بہت پہلے نہ صرف اس عظیم جنگ کی تباہ کاریوں اور قیامت خیز حالات کی خبر دے رکھی تھی بلکہ زار کی ''حالتِ زار'' سے بھی مطلع کیا ہوا تھا۔

اکتوبر 1917ء میں اشتراکیت کے آنے سے قبل ہی 22 مارچ 1917ء کو زارِ روس اور اُس کے بیوی بچوں کو گرفتار کر کے الیگزینڈر محل میں قید کر دیا گیا اور اس کے بعد Tobolk شہر میں منتقل کر دیا گیا جہاں وہ اگست 1917ء سے اپریل 1918ء تک ایک گھر میں محصور رکھے گئے۔ اس بات سے زار اور اُس کے بیوی بچوں کی لاچاری اور بے بسی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس دوران فوجی اُن کو مسلسل ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ زار اور اُس کے خاندان کو کم از کم آٹھ جگہوں میں لے جایا گیا۔ مئی 1918ء میں نکولس زار، اُس کی بیوی اور بیٹی ماریا کو Yekaterinburg منتقل کر دیا گیا جبکہ Alexei کو شدید بیماری کی وجہ سے اُس کی تین بہنوں کے ساتھ Tobolsk میں ہی رہنے دیا۔ اپنے لاڈلے بیٹے کی بیماری میں اس سے دور رہتے ہوئے زار اور اُس کی بیوی کس اذیت سے گزر رہے ہوں گے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ زار کو اب Ipatiev House میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ ایک منصوبہ کے تحت مئی میں Alexei اور اُس کی تینوں بہنوں کو بھی یہاں لایا گیا۔ اکتوبر 1917ء کے انقلاب کے بعد روس کی اشتراکی سیاسی پارٹی نے حکومت پر قبضہ کر لیا اور ان کا اوّلین مقصد لینن کے مطابق رومانوو خاندان کا فیصلہ کرنا تھا۔ چونکہ لینن، مارکس کے نظریہ کا حامی تھا اور مذہب کے خاتمہ کا خواب لے کر اُٹھا تھا اس لیے بادشاہت کا مکمل طور پر خاتمہ ضروری سمجھتا تھا۔

Ural صوبہ کی حکومت نے زار اور اُس کے خاندان کی تلاش کا کام Nikolai Sokolov کے سپرد کیا جس نے اپنی رپورٹ کو مکمل کیا اور فرانس جا کر 1920ء میں اس پر کتاب The Murder of the Tsar Family (زار خاندان کا قتل) لکھی۔ یہ کتاب Sokolov کی وفات کے ایک سال بعد شائع کی گئی۔

سامعین! روس کی حکومت نے 1926ء میں یہ اعلان تو کر دیا کہ زار اور اُس کے سارے خاندان کو قتل کر دیا گیا ہے لیکن اس بارہ میں کچھ نہ بتایا کہ یہ سب کس نے کیا یا کس کے ایما پر ہوا اور نہ ہی اُن کی قبروں کے بارہ میں کوئی معلومات دی گئیں۔ کسی کو اس بارہ میں سوالات پوچھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ زار اور اُس کے خاندان کے قتل کی واردات اور تفصیل ہمیشہ کے لیے ماضی کے اندھیروں میں دفن کر دی گئی۔ جب 1991ء میں روس کے ٹکڑے ہو گئے تو برطانوی حکومت کے مطالبے پر پھر سے تحقیقات کا آغاز کیا گیا اور معلوم ہوا کہ زار اور اس کے خاندان کو نہایت بے دردی اور سفّاکی سے 17/ جولائی 1918ء کو Ipatiev House کے تہ خانے میں قتل کر دیا گیا تھا جہاں اُن کو 30/ اپریل سے قید کر کے رکھا گیا تھا۔ اُسی دن زار کے قریبی ساتھیوں بشمول ڈاکٹر Eugene اور شاہی خاندان کے 65/ افراد کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ ان کی قیمتی اشیاء چوری کر لی گئیں اور ان کے مردہ جسموں کو ضائع کرنے کے لیے 750 لیٹر مٹی کا تیل اور 180 کلو گرام تیزاب استعمال کیا گیا تا کہ ان کا کوئی نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

بعض لوگوں کے مطابق 1979ء میں اور بعض کے مطابق جولائی 1991ء میں بہت تلاش کے بعد ایک متروکہ کان کے قریب جنگل میں زمین کی کھدائی کے دوران بعض ہڈیاں ملیں جن کے سائنسی جائزہ اور DNA identification کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ہڈیاں زار، زارینہ اور اس کی تین بیٹیوں کی ہیں جن کو پھر وہاں سے سینٹ پیٹرزبرگ شہر کے پیٹر اور پال چرچ کے قریب واقع سینٹ کیتھرین چرچ میں منتقل کر دیا گیا۔ 2007ء میں Alexei اور اُس کی بہن کی ہڈیاں بھی مل گئیں۔

سامعین! یہ حقیقت ہے کہ زار اور اس کے خاندان کا قتل ایک بہت المناک قصہ ہے جس کو تاریخ یاد رکھے گی اور دہراتی رہے گی۔ ہم اس کو ایک اَور نقطۂ نظر سے بھی دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر گزر چکا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح و مہدی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع

پا کر اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم کے آخر پر منظوم مناجات کی صورت میں دنیا کے آئندہ حالات وواقعات کی بابت پیشگوئیاں کر رکھی تھیں۔ ایسی پیشگوئیوں کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ جس خدا نے اپنے پیارے کو مستقبل کی خبریں اس قدر واضح رنگ میں دے دیں، اُسی خدا نے اس بندے کو اپنی تائیدات کے ساتھ بھیجا ہے۔ پس دنیا کو چاہیے کہ اس کی باتوں کو توجہ سے سنیں، اس پر ایمان لائیں اور اپنی نجات کے سامان کریں۔ یقیناً جنگِ عظیم کا ہونا اور پھر اس کے بعد زارِ روس کی حالتِ زار بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک مہرِ تصدیق ہے۔

اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

یک بہ یک اک زلزلہ سے سخت جُنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبَر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رُود بار
ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہوکر مست و بیخود راہوار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جنّ و انس
زار بھی ہو گا تو ہو گا اُس گھڑی باحالِ زار

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرمہ وسیمہ اوپل آف آسٹریلیا کے مضمون مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 22 مارچ 2019ء سے مدد لی گئی ہے۔ فجزاھا اللّٰہ خیرًا)

﴿37﴾ ﴿مشاہدات۔ 781﴾

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعہ: 3-4)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سامعین کرام! حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پر مشتمل جو قطعہ مَیں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھا ہے، اُس کا دوسرا مصرع "**صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا**" خاکسار کی گزارشات کا موضوعِ سخن ہے۔

اِس مصرع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں جو شخص حضرت مسیح موعود و مہدی موعود کی بیعت کرے گا۔ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اُس کا شمار صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہو گا۔ یعنی اُن کی مشابہت قرونِ اولیٰ کے بزرگ صحابہؓ کے ساتھ ہو گی۔ حضور علیہ

السلام نے اپنے اِس دعویٰ کی بنیاد قرآن و حدیث پر رکھی ہے۔ سورۃ جمعہ کی آیتِ کریمہ جو ابھی خاکسار نے آپ کے سامنے پڑھی ہے، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بعثتِ ثانیہ کی پیشگوئی کی گئی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے وجود میں پوری ہوئی۔ صحیح بخاری میں ذکر ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ نے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہؐ! وہ کون لوگ ہیں جو ہم میں سے ہیں لیکن ابھی ہم سے نہیں ملے؟ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریّا ستارے پر بھی چلا گیا تو ایک عظیم فرد یا بہت سے افراد اُس گمشدہ ایمان کو ثریّا سے واپس لاکر لوگوں کے دلوں میں قائم کریں گے۔ گویا کہ آنے والے موعود مسیح و مہدی کے ساتھیوں سے متعلق یہ بشارت تھی کہ وہ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کے مصداق بننے والے ہیں۔ یہی وہ بات تھی جس کا ذکر اِس مصرع میں بیان ہوا ہے کہ "صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا" اور اِس کی مزید وضاحت اِس سے اگلے مصرع میں یوں بیان ہوئی ہے کہ "وہی مَے اُن کو ساقی نے پلادی"۔ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ہمرنگ اور مثیل ہوں گے جن کو اُس محبت اور عشق کی مَے پلائی جائے گی جو صحابہ رسولؐ نے پی رکھی تھی۔

حضورؑ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرضِ منصبی جو تکمیلِ اشاعتِ ہدایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بوجہ عدم وسائل اشاعت غیر ممکن تھا اس لئے قرآن شریف کی آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدِ ثانی کا وعدہ دیا گیا ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن 17 صفحہ 343 حاشیہ)

سامعین کرام! اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام کی سیرت و سوانح پر نظر ڈالیں تو صحابہ رسولؐ کے واقعات سے ملتے جلتے کئی واقعات ہمیں اُن کی زندگیوں میں بھی ملتے ہیں اور اِس کثرت سے ملتے ہیں کہ مجھے شاید اِن تمام واقعات کو بیان کرنے کے لئے چار یا پانچ محفلوں کا انتظام کرنا پڑے۔ تاہم آج وقت کی مناسبت سے خاکسار سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ (خلیفہ راشد اوّل) اور حضرت مولوی حکیم نور الدینؓ کے درمیان ہم رنگی، یگانگت اور مماثلت کا ذکر کروں گا۔ آپ نے واقعۃً اپنا تن من دھن

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نچھاور کیا ہوا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام صدیقیت عطا فرمایا۔ آپ ایک ایسا وجود تھے کہ جنہوں نے اپنا وطن، جائیداد ، گھر بار، چلتا ہوا کاروبار سب کچھ حضرت مسیح پاکؑ کے ایک اشارے پر قربان کر دیا اور اپنے معشوق کے قدموں میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ آپؓ کی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بہت سے باتوں میں مشابہت تھی۔ جیسے

اوّل۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ مردوں میں سے پہلے شخص تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ پر بغیر کسی تردّد اور شک کے ایمان لائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ”اِنِّیْ قُلْتُ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا فَقُلْتُمْ کَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ صَدَقْتَ“ (بخاری کتاب التفسیر)

اور فرمایا:

”مَا دَعَوْتُ اَحَدًا اِلَی الْاِسْلَامِ اِلَّا کَانَتْ لَہٗ کَبْوَۃٌ وَتَرَدُّدٌ وَنَظَرٌ اِلَّا اَبَابَکْرٍ مَاعَتَمَ عَنْہُ حِیْنَ ذَکَرْتُہٗ وَ مَاتَرَدَّدَفِیْہِ“

(ابن ہشام جلد اول)

یعنی مَیں نے تم لوگوں سے کہا کہ مَیں تم سب کی طرف رسول ہوں تو تم نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے مگر ابو بکر نے تصدیق کی اور مَیں نے جس کسی کو بھی اسلام کی طرف بلایا اس نے اس کے ماننے میں تردّد اور شک ظاہر کیا۔ لیکن ابو بکر وہ شخص تھا جس نے بغیر کسی تردّد اور بغیر کسی تاخیر کے اسے قبول کر لیا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت الحاج حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ سے متعلق فرماتے ہیں:

”انہوں نے ایسے وقت میں بلا تردّد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہدِ بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے سُست اور متذبذب ہو گئے تھے۔ تب سب سے پہلے مولوی ممدوح کا ہی خط اِس عاجز کے اِس دعویٰ کی تصدیق میں کہ مَیں ہی مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے۔ اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْنَ۔“

(ازالہ اوہام از روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 821)

دوم۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں مالی قربانیاں کرنے میں سر فہرست حضرت ابو بکرؓ کا نام نامی آتا ہے۔ آپؐ کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب سب لوگوں نے میرا انکار کیا تو ابو بکرؓ تھا جس نے میری تصدیق کی اور اپنے مال اور جان سے میری مدد کی۔

(سیرت الحلبیہ جلد 1 صفحہ 295)

ایک جگہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابو بکرؓ کے حق میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

وَمَا نَفَعَنِی مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِی مَالُ اَبِی بَکْرٍ

(ترمذی)

کہ مجھے کسی شخص کے مال سے کبھی ایسا نفع نہیں پہنچا جیسا کہ ابو بکر کے مال سے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے اصحاب میں بھی سرِ فہرست حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آپؓ کے محاسن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

”اُن کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے مَیں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اُس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔“

(ازالہ اوہام حصہ دوم از روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 520)

نیز فرمایا۔

”مجھ کو کسی شخص کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر کہ اس کے مال نے جو کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیا اور کئی سال سے دے رہا ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام ترجمہ عربی عبارت، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 582)

سوم۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہؓ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپؐ کا خلیفہ اول تسلیم کیا ویسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد تمام اراکین جماعت نے حضرت الحاج حکیم مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کو آپؑ کا خلیفہ اول تسلیم کیا اور اِس سے متعلق اخبار میں یہ اعلان شائع کیا۔

"اما بعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیاں جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقٰی ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوہ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نُور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے کہ احمد کے ہاتھ پر تمام احمدی موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا"

اور حضرت میر ناصر نواب صاحب نے لکھا ہے:

"جب بیوی صاحبہ حضرت اُمّ المومنین سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ حضرت مولوی صاحب سے بڑھ کر کون اِس کے قابل ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس کا جانشین ہو۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے بھی اس سے اتفاق کیا۔"

(بدر مورخہ 2 جون 1908ء)

آپؓ نے احمدیہ بلڈنگس لاہور کی مسجد میں 1912ء میں تقریر کے دوران نہایت جلالی رنگ میں فرمایا:

"مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے... اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں تم ان سے بچو۔ پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رداء کو مجھ سے چھین لے۔"

(بدر 4 جولائی 1912ء)

الغرض آپ نے جس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت و فرمانبرداری کی وہ اِس امر کی بیّن دلیل ہے کہ آپؓ فنافی المسیح الموعود تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”دل میں از بس آرزو ہے کہ اَور لوگ بھی مولوی صاحب کے نمونہ پر چلیں۔ مولوی صاحب پہلے راستبازوں کا ایک نمونہ ہیں۔ جَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 522)

سامعین! یہاں اِس لحاظ سے دونوں میں یکرنگی کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ حضرت ابو بکرؓ میں اطاعتِ رسول کی شان نرالی تھی۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے اور مانگنے سے منع فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ اونٹنی پر سوار تھے کہ اونٹ کی رسّی ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آپؓ نے اونٹ سے اُتر کر اپنے ہاتھ سے رسّی اٹھائی۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ آپ ہمیں کہہ دیتے مگر آپؓ نے فرمایا کہ میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ لوگوں سے سوال نہیں کرنا۔

(مسند احمد جلد 1 صفحہ 5)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعمر حضرت اسامہؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور مرض الموت میں اسامہؓ کے زیر قیادت لشکر کی روانگی کی وصیت فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ خلیفہ اوّل نے لشکر روانہ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت عمرؓ نے رائے پیش کی کہ اِن نازک حالات میں جبکہ نو مسلم مرتد ہو چکے ہیں اور بہتیرے زکوۃ سے منکر ہیں۔ اندرونی انتشار ختم ہونے کے بعد یہ لشکر روانہ کیا جائے۔ اطاعت کے پُتلے حضرت ابو بکرؓ نے کس جلال سے فرمایا:

”خدا کی قسم! اگر مدینہ کی گلیوں میں کتّے عورتوں کو گھسیٹتے پھریں تو بھی اسامہؓ کے لشکر کو نہیں روکوں گا۔ کیا قحافہ کا بیٹا ابو بکرؓ خلیفہ بنتے ہی پہلا کام یہ کرے کہ رسول اللہؐ کا قائم کردہ لشکر روک دے۔“

چنانچہ ان نازک حالات میں حضرت ابو بکرؓ نے اسامہؓ کے لشکر کو روانہ فرما دیا۔ آپ شہر کے باہر تک الوداع کرنے ساتھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر فرمودہ اسامہؓ سے

کہا" اگر مناسب سمجھو تو عمرؓ کو میری مدد کے لیے پیچھے چھوڑ دو۔" چنانچہ حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ کو بخوشی اجازت دے دی۔"

(تاریخ ابن اثیر جز1 صفحہ 142)

سامعین! اب اگر حضرت مولوی حکیم نور الدین رضی اللہ عنہ کی سیرت کے اِس پہلو کو دیکھیں تو اطاعت آپ کی سیرتِ طیبہ کا جھومر تھا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ " **وہ ہر امر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جس طرح نبض حرکتِ قلب کی پیروی کرتی ہے۔**"

(آئینہ کمالاتِ اسلام از روحانی خزائن جلد5 صفحہ 581)

نیز فرمایا:

"صدق وصفا اور اخلاص اور محبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں میں سے وہ اول نمبر پر ہے۔"

(حمامۃ البشریٰ از روحانی خزائن جلد7 صفحہ 180)

ایک مرتبہ آپ مطب میں بیٹھے تھے۔ ارد گرد لوگوں کا حلقہ تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ مولوی صاحب !حضور یاد فرماتے ہیں۔ یہ سنتے ہی اس طرح گھبراہٹ کے ساتھ اٹھے کہ پگڑی باندھتے جاتے تھے اور جوتا گھسیٹتے جاتے تھے۔ گویا دل میں یہ تھا کہ حضورؑ کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔ پھر جب منصب خلافت پر فائز ہوئے تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تم جانتے ہو نورالدین کا یہاں ایک معشوق ہوتا تھا جسے مرزا کہتے تھے۔ نورالدین اس کے پیچھے یوں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا کہ اُسے اپنے جوتے اور پگڑی کا بھی ہوش نہیں ہوا کرتا تھا۔

(حیات نور صفحہ 187۔188)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس مضمون کو کیا خوب بیان فرمایا ہے۔

"پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ بڑے بڑے اہل الرائے تھے خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور اِن میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارگراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ اُن میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت

تھی مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اِن کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو اُس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبرِ خدا نے فرمایا اُسی کو واجب العمل قرار دیا۔ اِن کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے اور آپؐ کے لبِ مبارک کو متبرّک سمجھتے تھے اگر اِن میں یہ اطاعت یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی ہی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اِس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے...اور پھر آپؐ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور اُس کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو اِن کو دیکھتا تھا وہ بے اختیار ہو کر اُن کی طرف چلا آتا تھا۔ غرض صحابہ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے طیار ہو رہی ہے اسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیار کی تھی اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے **اس لیے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔**"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم زیر آیت النساء60 صفحہ 247-248)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو عشق اور محبت کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھا اسے ہر وہ احمدی جس نے آپ کے بارے میں کچھ نہ کچھ پڑھا ہو یا سنا ہو جانتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محض لِلّٰہ عقدِ اخوت اور محبت کی کوئی مثال اگر دی جاسکتی ہے تو وہ حضرت مولانا حکیم نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال ہے۔ اقرارِ اطاعت کرنے کے بعد اگر اس کے انتہائی معیاری نمونے دکھا کر اس پر قائم رہنے کی مثال کوئی دی جاسکتی ہے تو وہ حضرت مولانا نورالدینؓ کی ہے۔ تمام دنیوی رشتوں سے بڑھ کر بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے اگر کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رشتہ جوڑا تو اس کی اعلیٰ ترین مثال حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی ہے۔ خادمانہ حالت کا بیمثال نمونہ اگر کسی نے قائم کیا تو وہ حضرت حکیم الامّت مولانا نورالدینؓ نے قائم کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے عجز و انکسار

میں اگر ہمیں کوئی انتہائی اعلیٰ مقام پر نظر آتا ہے تو جماعت احمدیہ کی تاریخ میں اس کا بھی اعلیٰ معیار حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے قائم کیا اور پھر امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہ اعزاز پایا جو کسی اور کو نہ مل سکا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بارے میں فرمایا کہ ”چہ خوش بُودے اگر ہر یک زِ اُمّت نورِ دیں بودے“(نشانِ آسمانی از روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 411)

پس یہ ایک زبردست اعزاز ہے جو کہ زمانے کے امام نے اپنے ماننے والوں کے لئے ہر چیز کا معیار حضرت مولانا نورالدین کے معیار کو بنادیا کہ اگر ہر ایک نورالدین بن جائے تو ایک انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 نومبر 2015ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان پاک نمونوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(اِس تقریر کا کچھ حصہ مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ جرمنی کی تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2022ء مطبوعہ روزنامہ الفضل آن لائن لندن 3 ستمبر 2022ء سے لیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴾38﴿ ﴾مشاہدات۔782﴿

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعۃ:3-4)

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سامعین کرام! حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پر مشتمل جو قطعہ مَیں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھا ہے، اُس کا دوسرا مصرع **"صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا"** خاکسار کا موضوعِ سخُن ہے۔ اِس سلسلہ میں یہ میری دوسری تقریر ہے۔

ہم پہلی تقریر میں سُن آئے ہیں کہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ افعال و اعمال اور ایمان و یقین میں ہمرنگ ہوں گے جیسے یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

"بیٹھ جاؤ"

سامعین! حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ مسجد کی طرف آرہے تھے کہ آپؓ کے کانوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پڑی کہ **بیٹھ جاؤ۔** آپ وہیں بیٹھ گئے اور گھسٹ گھسٹ کر مسجد کی طرف آنے لگے۔ ایک دیکھنے والے نے آپؓ سے کہا کہ آنحضورؐ نے تو مسجد میں کھڑے لوگوں کو کہا تھا کہ بیٹھ

جاؤ۔ آپؐ کو تو نہیں کہا تھا۔ اِس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر وہاں پہنچتے پہنچتے میری جان نکل جائے تو مَیں خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا کہ خدا کے رسولؐ کی طرف سے ایک آواز میرے کانوں میں پڑی اور مَیں نے اس پر عمل نہیں کیا۔

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب الامام یکلم الرجل)

ایک روایت میں یہی واقعہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کی طرف منسوب ہوا ہے کہ اُن کے اس شاندار نمونہ اطاعت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اے عبد اللہ بن رواحہ! اللہ اور رسول کی اطاعت کا تمہارا یہ جذبہ اللہ تعالیٰ اور بڑھائے۔

(اصابہ لابن حجر جزو 4 صفحہ 84 بیروت)

یہ روایت بعض کتب احادیث میں یوں ملتی ہے کہ ایک جمعہ کے روز جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے بیٹھ گئے تو ایک صحابی حضورؐ کے پہلو میں کھڑے تھے جن کو مخاطب ہو کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ابھی مسجد میں داخل ہو رہے تھے کہ بیٹھ جاؤ کے الفاظ سن کر وہیں بیٹھ گئے تب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو "تم میرے پاس آجاؤ" فرماتے ہوئے اپنے قریب بُلالیا۔

(سنن ابی داؤد)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز "بیٹھ جاؤ" کان میں پڑتے ہی اگر دورِ اوّلین کے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ مسجدِ نبویؐ سے باہر گلی میں ہی بیٹھ جاتے ہیں اور گھسٹتے ہوئے مسجد میں پہنچتے ہیں تو صحابہ حضرت مسیح موعودؑ بھی بعینہٖ مثال پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصیٰ قادیان میں خطاب فرما رہے تھے کہ حضرت بابا کریم بخش صاحب سیالکوٹیؓ کسی کام سے باہر گئے۔ واپس آرہے تھے کہ حضور کے یہ الفاظ کانوں میں پڑے: بیٹھ جاؤ۔

یہ الفاظ حضورؑ نے مسجد کے اندر موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمائے تھے۔ لیکن کریم بخش صاحبؓ الفاظ سنتے ہی فوراً باہر ہی بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پر پہنچے اور حضورؑ کی تقریر سنی۔

انتخاب خلافت خامسہ کے موقع پر اپنے آقا کے حکم کی فوری تعمیل کا واقعہ کسے بھولا ہو گا، جب حضور انور نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد مسجد فضل میں موجود احباب سے فرمایا:

"بیٹھ جائیں"

تو گریسن ہال روڈ اور میلروز روڈ پر ہزاروں احمدی جو کھڑے تھے فوراً اور آناً فاناً ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بیٹھ گئے اور اطاعت کا یہ چند لمحوں پر مشتمل یہ تاریخی نظارہ ایم ٹی اے نے تا ابد کے لئے محفوظ کر لیا۔ حالانکہ مسجد فضل سے باہر کے دوست اِس حکم کے مخاطب نہ تھے۔ یہ واقعہ بھی پہلے بیان کی گئی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی اطاعت کی یاد دلاتا ہے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 23 ستمبر 2021ء)

اسی طرح ایک اور مخلص صحابی حضرت سید ناصر شاہ صاحب رضی اللہ عنہ یکے از 313 کبار صحابہ کے متعلق لکھا ہے:

"بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعودؑ حسبِ معمول تشریف فرما ہوئے۔ سید ناصر شاہ صاحب جموں سے تشریف لائے تھے، کئی سال بعد آئے تھے۔ وہ پاؤں دبانے لگے۔ آپؑ نے فرمایا کہ "آپ بیٹھ جائیے۔" سید صاحب جوشِ ارادت اور حُسن عقیدت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ دیر تک قدم مبارک کو دباتے رہیں، آپ نے پھر کمال لطف اور پیار سے فرمایا کہ "آپ بیٹھ جائیں۔اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ" یہ سن کر سید صاحب اوپر شہ نشین پر بیٹھ گئے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 225)

اس واقعہ میں ہمیں سید ناصر شاہ صاحبؓ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت، عقیدت اور اطاعت کا جذبہ واضح نظر آتا ہے۔

ایک اور مماثلت

سامعین! ایک حدیث میں ہے کہ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری بھائی کے جنازہ کے لئے نکلے۔ ہم قبر کی جگہ پر پہنچے تو لَحَد (قبر کے اندر میّت رکھنے کا حصہ) ابھی نہیں بنی تھی۔ لَحَد تیار ہونے لگی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مناسب جگہ تلاش کر کے تشریف فرما ہو گئے۔ ہم

بھی آپؐ کے جلو میں بیٹھ گئے۔ آپؐ نے وعظ شروع فرما دیا۔ اس وعظ کے دوران ہم ایسے توجہ سے بیٹھے تھے جیسے ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔ اس خیال کے ساتھ کہ اگر ہم ہلے تو یہ پرندے اُڑ جائیں۔

(سنن ابو داؤد، حدیث نمبر 4753)

ایک اور روایت میں ہے:

جَلَسْنَا کَأَنَّ عَلٰی اَکْتَافِنَا خَلْقَ الصَّخْرِ

کہ ہم یوں بیٹھے تھے گویا ہمارے کندھوں پر چٹان کا سا بوجھ ہے جو ہمیں ہلنے نہیں دے رہا۔

(ابن قیم جلد اول صفحہ 269)

اِس ایمان افروز واقعہ سے ملتا جلتا نظارہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں مؤرخہ 22 اگست 2021ء کو PST آرینا سے ملحقہ فٹ بال گراؤنڈ میں اُس وقت دیکھنے کو ملا جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 1500 سے زائد خدام کے سامنے بڑی سکرین پر ورچوئل خطاب کرنے نمودار ہوئے تو فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب کے دوران بہت تیز، موسلا دھار بارش برسنے لگی اور یہ خدام نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھے اپنے جان سے پیارے آقا کا خطاب سنتے رہے۔ یہ خدام نہ ذرا بھر ہلے اور نہ حرکت کی کہ جیسے اِن کے سروں پر بیٹھے ہوئے پرندے کہیں اُڑ نہ جائیں اور ایک چٹان کی مانند وقار کے ساتھ حضور انور کے کلمات طیبات اپنے دلوں میں اُتارتے چلے گئے اور نہ ہی کسی نے اپنی باڈی لینگوئج سے کوئی پریشانی کا اظہار کیا۔ کیونکہ اگر مادی پانی، بارش کی صورت میں زوروں سے برس رہا تھا تو دوسری طرف حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک کلمات اور نصائح روحانی پانی کی آبشاروں کی صورت میں اُتر رہا تھا، جن سے ہر خادم اپنی روح کو تسکین دیتے ہوئے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اِس لئے خدام اپنے کپڑوں کو سمیٹنا تک بھول گئے۔ اطاعتِ خلافت کی خاطر پوری توجہ اور شوق سے پانی میں بھیگتے چلے گئے۔ انتظامیہ نے اس دوران rain coats تقسیم کرنے شروع کئے جو بعض خدام نے اٹھ کر پہن لئے۔ بعض دو دو تین تین خدام نے اپنے سروں پر رکھ لئے۔ کیا مجال تھی کہ کوئی بچہ، کوئی خادم پریشانی کے عالَم میں اپنے سر کو ہلائے یا حرکت کرے۔ بعض خدام کے حصہ میں rain coat نہیں بھی آئے۔ وہ بھی آرام کے ساتھ بیٹھے بھیگتے رہے۔ حضرت صاحب یہ سارا نظارہ اپنی مبارک آنکھوں سے

ملاحظہ فرمارہے تھے اور حضور نہایت خوشگوار موڈ میں تھے۔ روحانی پروگرام اس مادی بارش کے دوران آگے بڑھتا رہا۔ حضور نے آخر میں ماشاء اللہ، ماشاء اللہ کہہ کر جرمنی کے خدام پر بڑے اچھے الفاظ میں خوشنودی کا اظہار کیا اور خراج تحسین پیش فرمایا کہ آپ خدام میں یہ صلاحیت اور جذبہ وہمت بھی موجود ہے کہ اس جیسے موسم میں بھی آرام سے بیٹھے رہے ہیں۔ اُسی روز حضور کے ارشاد پر اِس محفل میں شامل تمام خدام کے گھروں میں Aconite(1M) فوری طور پر بھجوائی گئی۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اِس واقعہ سے اس حد تک محظوظ ہوئے کہ مورخہ 3 ستمبر 2021ء کو اطفال الاحمدیہ جرمنی کے ساتھ ورچوئل ملاقات میں حضور نے مکرم صدر مجلس خدام الاحمدیہ سے بارش کے واقعہ کے حوالے سے مخاطب ہو کر 'صحابہ سے ملاجب مجھ کو پایا' کی عملی تصویر کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

''آج اِن اطفال کو آپ نے ہال میں بٹھایا ہوا ہے۔ چونکہ بارش کا تجربہ آپ نے خدام کے ساتھ کر لیا ہے۔ ویسے تو ماشاء اللہ یہ بھی مجاہد ہیں سارے۔ آج کل بدری صحابہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہاں تو آندھی بھی آئی اور بارش بھی ہو گئی، لیکن وہ تیرہ چودہ سال کے لڑکے ہی تھے جو قائم دائم رہے۔ فکر نہ کرو۔ ہمارے یہ اطفال بھی سارے مجاہد ہی ہیں۔''

سامعین! یہی نظارے ہم نے بارہا قادیان اور ربوہ کے کھلے آسمان تلے خلفائے احمدیت کی تقاریر اور خطاب تیز بارش میں بیٹھے شاملین کو سنتے دیکھا اور سُنا ہے۔ بالخصوص حضرت مصلح موعودؓ کا دَور یاد آتا ہے جب آپؓ نے تیز برستی بارش میں گھنٹوں خطاب فرمایا اور مجال کہ حاضرین و سامعین کی توجہ میں ذرا بھی خلل واقع ہوا ہو، احبابِ جماعت نے اپنے خلیفہ کے خطابات کو دسمبر کے ٹھٹھرتے مہینے کی برستی بارش میں تسلی کے ساتھ سنا اور اپنی روح و جسم کو ان کے پاکیزہ کلمات سے گرم کیا۔ اس طرح کی اطاعت کے نمونے تو خلافت کے سائبان تلے ہم آئے روز ملاحظہ کرتے ہیں جو ہمارے ایمانوں کو جلا بخشتے ہیں۔

ابھی 2021ء کے برطانیہ کے جلسہ میں ایک ایمان افروز واقعہ دیکھنے کو ملا۔ جو تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔ جلسہ کے تیسرے روز اختتامی خطاب کے بعد نظمیں پڑھنے کی روایت ہے۔ جس میں اسٹیج کے قریب والے حاضرین کھڑے ہو کر حضور انور کا قریب سے دیدار کرتے ہیں چونکہ یہ جلسہ Covid 19 کے تمام تر SOPs کے ساتھ منعقد ہو رہا تھا۔ جس میں حاضرین کا ایک دوسرے سے فاصلہ رکھنا ضروری

تھا۔ حاضرین نظموں کے دوران حسب سابق اسٹیج کے ارد گرد اکٹھے ہو کر کھڑے ہو گئے تو حضور انور نے کرونا کے خطرے کو بھانپتے ہوئے فرمایا:

”اپنی کرسیاں چھوڑ کر کیوں آگے آئے ہیں اپنی اپنی کرسیوں پر واپس جائیں“

تو یہ خلافت کے متوالے اور جماعت کے فدائی اپنی کرسیوں پر واپس اِس طرح لپکے ہیں جس طرح عقاب اپنے شکار پر لپکتا ہے اور دوستوں کو جہاں جہاں جگہ ملی وہاں بیٹھ گئے۔ ایم ٹی اے کے توسط سے یہ تاریخی نظارہ ساری دنیا نے بالعموم اور احمدیوں نے بالخصوص دیکھا۔

اِسی طرح جرمنی کے ایک جلسہ کے آخری روز اختتامی دعا کے بعد حاضرین نعرے لگا رہے تھے اور ابھی جلسہ کی حاضری کا اعلان ہونا باقی تھا کہ حضور انور نے صرف ایک بار فرمایا:

”خاموش“

تو تیس پینتیس ہزار کا سارا مجمع خاموش ہو گیا۔ یہ نظارے جماعت کی تاریخ میں اطاعت خلافت کا روشن باب ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے حاصل کی۔“

(ایّام الصلح)

پھر آپ علیہ السلام ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبّت اور اخوّت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ النساء زیر آیت 59)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی ہمیں ان صحابہ کے نمونوں کو اپنانے اور یاد رکھنے کی بار بار تلقین فرماتے ہیں۔

ایک موقع پر فرمایا:

”یہ لوگ خاموشی سے آئے اور محبت و تعلق وفا اور اطاعت کی مثالیں رقم کرتے ہوئے خاموشی سے چلے گئے ... جہاں ہم ان بزرگوں پر رشک کرتے ہیں کہ کس طرح وہ قربانیاں کر کے امام الزماں کی دعاؤں کے وارث ہوئے وہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ آج بھی ان دعاؤں کو سمیٹنے کے مواقع موجود ہیں۔ آئیں اور ان وفاؤں، اخلاص، اطاعت، تعلق اور محبت کی مثالیں قائم کرتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔ یاد رکھیں جب تک یہ مثالیں قائم ہوتی رہیں گی زمینی مخالفتیں ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں۔“

(الفضل انٹرنیشنل 12/ دسمبر 2003ء صفحہ 9)

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص و وفا میں بڑھائے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿39﴾ ﴿مشاہدات۔783﴾

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(تقریر نمبر3)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعۃ:3-4)

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سامعین کرام! حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پر مشتمل جو قطعہ مَیں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھا ہے، اُس کا دوسرا مصرع "**صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا**" خاکسار کا موضوعِ سخُن ہے۔ اِس سلسلہ میں یہ میری تیسری تقریر ہے۔

جس آیت کی مَیں نے آغاز پر تلاوت کی ہے یہ سورۃ الجمعہ سے لی گئی ہے ۔ اِس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرونِ اُولیٰ اور دَورِ آخر کا ذکر فرمایا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے اخلاص وفدائیت کا ذکر کر کے دَورِ اُخروی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کے اخلاص وفدائیت کا ذکر کر کے پہلوں سے ملنے کی پیشگوئی کی ہے وہاں ایسے لوگوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جو دنیا کے پیچھے لگ کر پیسہ کمائیں گے۔ اِسی مضمون کو حضرت مسیح موعودؑ نے اُن دو اشعار میں بیان کیا ہے جس کا

ایک مصرع آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ اِس قطعہ کے آخری مصرع "فسبحان الّذی اخزی الاعادی" میں یہی فرمایا ہے کہ میرے دشمن ناکام و نامراد ٹھہریں گے کامیاب وہی ہوں گے جو صحابہٴ رسولؐ کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں گے، قربانیاں دیں گے اور اسلام و احمدیت کی اشاعت کی خاطر وقت دیں گے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ

"اِس (سورت) میں جمع کا ہر معنی بیان فرما دیا گیا ہے۔ یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخَرین کو اوّلین کے ساتھ جمع کرنے کا مُوجب بنیں گے اور اپنی جلالی اور جمالی صفات کے جلووں کو بھی جمع فرمائیں گے۔"

(ترجمۃ القرآن صفحہ 1028)

اِس تعریف کی روشنی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں مماثلت، یگانگت اور یکرنگی کا واقعاتی رنگ میں ذکر ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ کوئی دلیل یا نشان مانگے بغیر ایمان لائے۔ اِن کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی آپ کی صداقت کی دلیل تھا۔ ایسا ہی معاملہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بھی دکھائی دیا، بہت سے صحابہؓ آپؑ کو دیکھتے ہی گرویدہ ہو گئے۔ حضرت الحاج حکیم نور الدین صاحبؓ مع اپنی اہلیہ، حضرت امّاں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ اور دیگر سینکڑوں مخلصین بلاتوقّف ایمان لاکر اوّلین صحابہ سے جا ملے۔

حضرت الحاج حکیم نور الدین صاحبؓ نے جب پہلی مرتبہ حضور کو دیکھا تو برجستہ فرمایا:

"یہی مرزا ہے اور اِس پر مَیں سارا ہی قربان ہو جاؤں"

(حیات نور صفحہ 114)

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ آف قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ حضورؑ کے دعویٰ سے بہت پہلے فروری 1885ء میں حضورؑ کی زیارت سے پہلی بار مشرف ہوئے اور صرف پانچ روزہ قیام میں حضورؑ کی صحبت سے اس قدر متأثر ہوئے کہ واپس روانگی سے پہلے مسجد اقصیٰ کی دیوار پر یہ فارسی شعر لکھ گئے۔

حسن و خوبی و دلبری بر تو تمام
صحبتے بعد از لقائے تو حرام

یعنی حسن و خوبی اور دل کشی کا خدا داد ملکہ آپؐ کی ذات پر مکمل ہو چکا ہے۔ اس لیے اب کوئی بھی صحبت آپؐ کی صحبت اور ملاقات کے بعد حرام ہے۔

(اصحاب احمد جلد ششم صفحہ 11)

سامعین! آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے گھر سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذباللہ) قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے لیکن خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے گھائل ہو کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے، حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بھی ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔ ایک دفعہ آپؑ جب لدھیانہ تشریف لے گئے تو ایک مولوی نے بڑے جوش سے تقریر کی کہ جو شخص آپ کو قتل کرے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ ایک دیہاتی نے جنت میں جانے کا یہ آسان ترین نسخہ سنا تو آپؑ کی قیام گاہ تک پہنچ گیا۔ حضورؑ وہاں خطاب فرما رہے تھے۔ یہ شخص موقع کے انتظار میں وہاں بیٹھ گیا لیکن جیسے جیسے حضورؑ کے الفاظ اِس کے کانوں میں پڑتے چلے گئے اِس کے دل کا زنگ دُھل کر صاف ہوتا چلا گیا اور وہ جو آپ کو قتل کرنے نکلا تھا خود سچ کی تلوار سے گھائل ہو گیا اور جونہی آپ کی گفتگو ختم ہوئی اس نے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ کو تھام لیا اور بیعت کر لی۔

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کے ذکر میں فرماتا ہے:

تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا اور سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ۔ (الفتح:30)

یعنی تُو اُنہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا، سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔

پھر فرمایا:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

کہ راتوں کے وقت اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں یعنی وہ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اپنی راتیں گزارتے ہیں۔

اِس سے صحابہ کی عبادت سے محبت اور انہماک کا پتہ چلتا ہے جس کی گواہی خود خدا نے قرآن مجید میں دی فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ۔(النور:38)

یعنی یہ ایسے عظیم مرد جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے یا نماز کے قیام سے یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود کے اصحاب میں بھی قیامِ عبادت، توجہ الیٰ اللہ اور اقامتِ صلوٰۃ کی بے شمار نہایت روشن اور درخشندہ مثالیں ملتی ہیں۔ اِن کی باجماعت نمازوں کا التزام واہتمام اور اِن میں سوز و گداز غیر معمولی تھا۔ حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولیٰ سے جو چاہوں گا، مانگوں گا۔ مگر جب مسجدِ مبارک میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اُس کے الحاح کی وجہ سے مَیں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور مَیں بھی دعا میں محو ہو گیا کہ یا الٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے، وہ اس کو دے دے اور مَیں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا: میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپؓ نے فرمایا: مَیں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے دین کو زندہ کر کے دکھا۔

(الفضل 16؍ فروری 1968ء)

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ، حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹیؓ، حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ جو نابینا تھے اور کتنے

ہی دوسرے صحابہ ہیں جنہیں آخری عمر میں بیماری و معذوری کے باوجود گھر پر نماز ادا کرنی گوارا نہ تھی، بارش ہو، آندھی ہو، کڑکڑاتا جاڑا ہو یا تیز دھوپ مسجد پہنچ کر نماز باجماعت میں شامل ہوتے۔

(اصحاب احمد جلد 7، صفحہ 10، اصحاب احمد جلد 13 صفحہ 290، اصحاب احمد جلد 7 صفحہ 200)

اپنے ان متبعین کے حق میں حضرت مسیح موعود کی یہ تحریر ایک زبردست شہادت ہے:

''بہتیرے اُن میں سے ایسے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔''

(ایّام الصلح)

سامعین! آخری دَور کے اِن صحابہ کی صحابہ رسولؐ سے مماثلت کا ایک واقعہ بیان کر کے آگے بڑھتا ہوں۔ ایک نابینا صحابی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راستے میں اندھیرے اور گڑھوں کی وجہ سے فجر کی نماز گھر پر ادا کرنے کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ اذان کی آواز آپ کے کانوں کو چھوتی ہے۔ ہاں میں جواب پا کر حضورؐ نے فرمایا۔ تب مسجد میں آکر نماز باجماعت ادا کرو۔ لکھا ہے کہ اِس کے بعد یہ بزرگ نابینا صحابی باقاعدگی سے مسجد میں نماز باجماعت کے لئے حاضر ہوتے رہے۔

حضرات! نبی پر ایمان لانے کے بعد الٰہی جماعتوں کی آزمائش شروع ہو جاتی ہے اور مصائب پر صبر کے امتحان ہوا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمارؓ اور حضرت بلالؓ اور حضرت خبابؓ جیسے صحابہ نے جس طرح قبولِ اسلام کے جرم میں مصائب پر صبر کیا، جس طرح انہوں نے اپنے مشرک والدین اور عزیز و اقارب کو اور اپنے اموال اور جائیداوں کو چھوڑا اور ہر قسم کی ایذا رسانیوں پر بے مثال صبر و استقامت کے نمونے دکھائے، اُسی طرح وَآخَرِینَ مِنۡهُمۡ کی جماعت میں اوّل الشہداء حضرت مولوی عبد الرحمان صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ عبد اللطیفؓ صاحب شہید بھی اور دیگر بہت سے صحابہ نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں اور غیر معمولی قربانیاں دیں۔ حضرت بھائی عبد الرحمانؓ صاحب قادیانی لڑکپن میں احمدی ہونے کی پاداش میں پابند سلاسل رہ کر اذیتوں کا نشانہ بنے۔ حضرت مولوی برہان الدینؓ جہلمی کو سرِبازار مخالفوں نے زد و کوب کیا۔ حضرت قاضی عبد الرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ اُن کے والد ماجدؓ کو اپنے گاؤں کوٹ قاضی محمد جان میں مخالفوں نے قریباً تیرہ

برس تک سخت تکالیف پہنچائیں۔ مقاطعہ کئے رکھا۔ نقب زنی بھی کرادی گئی۔ مگر آپ نے استقامت سے مقابلہ کیا۔ اور سب کام کاج چھوڑ کر اپنا سارا وقت تبلیغ میں صرف کرنا، آپ نے اپنا معمول بنا رکھا تھا۔

(اصحاب احمد جلد ششم صفحہ 35)

اِن کی اِن قربانیوں کی صحابہ سے مماثلت پر حضور کی شہادت یوں ہے، فرماتے ہیں:

”وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اُٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہ نے اٹھایا۔“

(ایام الصلح)

سامعین! مخالفت کا یہ سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ صحابہ سے شروع ہونے والا یہ تکلیف دہ سلسلہ تابعین اور تبع تابعین سے ہوتا ہوا اب عوامُ النّاس تک جا پہنچا ہے۔ جس میں پاکستان، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، الجزائر، شام اور برکینا فاسو کے مخلصین کی شہادتیں اور بے شمار افرادِ جماعت کی اللہ، اُس کے رسولؐ اور اسلام احمدیت کی خاطر اسیری شامل ہیں۔ اِس ناطے برملا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا۔

قرآن کریم نے عربوں کی اخلاقی، روحانی اور معاشرتی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِينٍ یعنی وہ اس سے پہلے کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی: بادشاہ سلامت! ہماری قوم نہایت جاہل تھی، ہم بت پرست تھے، مردار کھاتے تھے، الغرض ہم ایسی بدبختی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم میں ایک شخص کو ہمارے پاس اپنا رسولؐ بنا کر مبعوث فرمایا۔

(ابن ھشام، زرقانی، طبری و بخاری)

چنانچہ دنیا کی نجاستوں میں گرے ہوئے یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت قدسیہ سے سونے کی ڈلی بن گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت کے مقاصد میں یہ بات بڑی وضاحت سے بیان فرمائی ہے کہ اس بیعت کا مقصد گندی زیست سے نجات دلانا ہے۔ چنانچہ آپؑ کی قوت قدسیہ جو دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کا ہی فیض ہے، کے نتیجہ میں آپؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں میں دیکھتے ہی دیکھتے نہایت درجہ پاک تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔ حضرت میاں محمد دین صاحب پٹواریؓ فرماتے ہیں:

"براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے ... معاً میری دہریت کافور ہو گئی اور میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا... زندہ ہو جاتا ہے۔"

(اخبار الحکم۔14/اکتوبر،1938ء)

حضرت منشی عطا محمد صاحبؓ پٹواری بیان کرتے ہیں کہ

مَیں سخت بے دین اور شرابی کبابی راشی مرتشی ہوتا تھا...... حضورؑ کی نصیحت کہ "زکریا والی توبہ کرو" سُن کر مَیں نے شراب وغیرہ چھوڑ دی اور رشوت بھی بالکل ترک کر دی اور صلوٰۃ وصوم کا پابند ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 220 تا 221 روایت نمبر 241)

ایسی بے شمار مثالیں ہیں، خود حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کے متعلق فرماتے ہیں:

"وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے حاصل کی۔"

(ایّام الصلح)

سامعین! پھر حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمانؓ غنی اور حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ نے بھی بڑی بڑی مالی قربانیاں پیش کیں۔

(ترمذی کتاب المناقب)

جب سورۃ آل عمران کی آیت لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ اُتری تو حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے اپنا پیارا باغ اللہ کے نام پر صدقہ کر دیا۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ وکتاب الوصایا)

حضرت سیٹھ عبد الرحمٰن صاحبؓ ہوں یا حضرت شیخ رحمت اللہ صاحبؓ یا حضرت خلیفہ رشید الدین صاحبؓ سبھی کو ان کے بے نظیر اخلاص اور مالی قربانیوں کے باعث حضورؑ، حبّی فی اللہ کے لقب سے نوازتے ہیں۔

اِن میں سے کتنے ہی صحابہ ہیں جنہوں نے صدیقی رنگ میں رنگین ہو کر اپنے گھروں کا سارا سامان آقا کے قدموں میں لا ڈالا۔

(تین سو تیرہ اصحاب صدق وصفا صفحہ 296)

حضرت میاں شادی خاں صاحبؓ ساکن سیالکوٹ لکڑی فروش نے پہلے کسی کام کے لئے ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دیا پھر جب منارۃ المسیح کے لئے مالی تحریک ہوئی تو دو سو روپیہ چندہ پیش کر دیا اور لکھا: چونکہ ایام قحط ہیں اور دنیوی تجارت میں صاف تباہی نظر آتی ہے تو بہتر ہے کہ ہم دینی تجارت کر لیں، اس لئے جو اپنے پاس تھا سب بھیج دیا۔

اس پر حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ

”یہ وہ متوکّل شخص ہے کہ اگر اس کے گھر کا تمام اسباب دیکھا جائے تو شاید تمام جائیداد پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو... اور در حقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 315)

یہ سن کر انہوں نے گھر میں جو چارپائیاں رہ گئی تھیں وہ بھی بیچ کر ان کی رقم حضرت صاحبؑ کے حضور پیش کر دی۔

(ماخوذ از الحکم 21؍ فروری 1923ء صفحہ 7)

حضور علیہ السلام اپنے ایسے ہی مخلص صحابہ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مَیں دیکھتا ہوں کہ صدہا لوگ ایسے بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں جن کے بدن پر مشکل سے لباس بھی ہوتا ہے۔ مشکل سے چادر یا پاجامہ بھی ان کو میسر آتا ہے۔ ان کی کوئی جائیداد نہیں مگر ان کے لا انتہاء اخلاص اور ارادت سے محبت اور وفا سے طبیعت میں ایک حیرانی اور تعجب پیدا ہوتا ہے جو اُن سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتی رہتی ہے یا جس کے آثار اُن کے چہروں سے عیاں ہوتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 584 ایڈیشن 1988ء)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

”بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سِلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔“

(ایّام الصلح)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں اس بات کے اظہار اور اس کے شکر کے ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا، میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے، محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں، نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔“

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 35)

پھر آپؑ نے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبّت اور اخوّت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ النساء زیر آیت 59)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی ہمیں ان صحابہ کے نمونوں کو اپنانے اور یاد رکھنے کی بار بار تلقین فرماتے ہیں، ایک موقع پر فرمایا:

”یہ لوگ خاموشی سے آئے اور محبت و تعلق وفا اور اطاعت کی مثالیں رقم کرتے ہوئے خاموشی سے چلے گئے ... جہاں ہم ان بزرگوں پر رشک کرتے ہیں کہ کس طرح وہ قربانیاں کر کے امام الزماں کی دعاؤں کے وارث ہوئے وہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ آج بھی ان دعاؤں کو سمیٹنے کے مواقع موجود ہیں۔ آئیں اور ان وفاؤں، اخلاص، اطاعت، تعلق اور محبت کی مثالیں قائم کرتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے

وارث بنتے چلے جائیں۔ یاد رکھیں جب تک یہ مثالیں قائم ہوتی رہیں گی زمینی مخالفتیں ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں۔“

(الفضل انٹرنیشنل 12/ دسمبر 2003ء صفحہ 9)

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص میں بڑھائے اور ہم بھی صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔ آمین

(اِس تقریر کا کچھ حصہ مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ جرمنی کی تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2022ء مطبوعہ روزنامہ الفضل آن لائن لندن 3 ستمبر 2022ء سے لیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

۞۞۞۞

﴿40﴾ ﴿مشاہدات-784﴾

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(تقریر نمبر4)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعة:3-4)

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سامعین کرام! حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پر مشتمل جو قطعہ مَیں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھا ہے، اُس کا دوسرا مصرع "**صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا**" خاکسار کا آج کا موضوعِ سخن ہے۔ اِس سلسلہ میں یہ میری چوتھی تقریر ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ

(جامع ترمذی کتاب العلم)

کہ تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت سے ایک چھوٹے سے جملہ میں تین شخصیات کا ذکر فرمایا۔ نمبر1 پر اپنی سنت کی پیروی۔ دوسرے نمبر پر خلفائے راشدین کی سنت اور تیسرے نمبر پر مہدیّین کے الفاظ کے استعمال سے حضرت

مہدی علیہ السلام کے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو پکڑنے کی تلقین فرمائی۔ اِس حدیث سے بھی یہ سبق ملتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام مہدی علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی تربیت اور صحبت سے ایسے وفادار صحابہ نصیب ہوں گے جو فعل و عمل سے ہمرنگ ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت کے ہی رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی۔ اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آجائے گا۔“

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 247)

سامعین! مَیں اپنی گزشتہ تین تقاریر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی آخرین کے ہم مِثل صحابہ مماثلتیں اور یکرنگیاں بیان کر رہا ہوں۔ یہ اتنا وسیع، دلچسپ اور ایمان افروز سلسلہ ہے کہ اِس کے بیان کے لئے قرطاس کا انبار چاہیے۔ لکھا ہے کہ ایک مہاجر صحابیؓ نے قرآنی احکام کی فہرست تیار کر رکھی تھی اور اُن کی کوشش رہتی تھی کہ کوئی ایسا حکم قرآن کا نہ رہ جائے جس پر وہ عمل پیرا نہ ہوں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ قرآنی حکم ”اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو“ پر تعمیل کی غرض سے، مَیں ساری عمر کوشاں رہا۔ مدینہ کے ہر گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ کوئی مجھے کہہ دے کہ مَیں اِس وقت ملاقات نہیں کرنا چاہتا، تم واپس لوٹ جاؤ تو مَیں واپس لوٹ آؤں۔ مگر مجھے ایسی آواز سنائی نہ دی اور یہ حکم بغیر عمل کے رہ گیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن از ابو جعفر محمد بن جریر الطبری جلد 18 زیر آیت سورۃ النور: 28)

جماعت احمدیہ میں بھی عشاقِ قرآن اور عشاقِ رسولؐ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مَیں یہاں صرف حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی مثال دینا چاہوں گا جو اُن عشاقِ قرآن میں سے ایک تھے جنہوں نے احکامِ قرآنیہ کی فہرستیں تیار کر رکھی تھیں اور اپنی زندگی پر انہیں اپلائی کیا کرتے تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوانُ اللہ علیہم اپنے پیارے آقاؐ کے ساتھ ایسی بے نظیر محبّت وفدائیت کا تعلق رکھتے تھے کہ اِس کے سامنے دنیا کی ہر چیز ہیچ تھی۔ آپؐ پر اپنی جان چھڑکتے اور

پروانوں کی طرح فدا ہو ہو جاتے۔ اصحابِ صُفَّہ اس کی بہت عظیم مثال ہے، ہر قسم کی دنیوی اغراض کو پسِ پشت ڈال کر اپنی زندگیوں کا لمحہ لمحہ اپنے آقا کی صحبت میں گزارنے والے تھے اور اس راہ میں بھوک کی شدت بھی روک نہ بنتی۔ جیسا کہ حضورؑ نے فرمایا:

قَدْ اٰثَرُوْكَ وَ فَارَقُوْ اَحْبَابَهُمْ

وَ تَبَاعَدُوْا مِنْ حَلْقَةِ الْاَخْوَانِ

انہوں نے ہر قسم کے دنیوی مال و متاع کے مقابلہ پر تجھے ترجیح دی اور اپنی تمام دوستیوں اور رشتہ داریوں کو چھوڑ کر تیرے در پر دھونی رمالی اور تیرے ہی ہو کر رہ گئے۔

جب صحابہ مسیح موعودؑ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہاں بھی بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ دہلی جماعت سے تعلق رکھنے والے فدائی حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ عنہ قبولِ احمدیت کی وجہ سے انجمن مؤید الاسلام کی انتظامیہ کی طرف سے ملازمت چھوڑنے پر مجبور کئے جاتے ہیں تو آپ بخوشی ملازمت چھوڑ دیتے ہیں مگر امام الزمان کا دامن چھوڑنا گوارا نہیں کرتے۔

(بدر 8/ دسمبر 1905ء صفحہ 6)

حضرت مدد خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے اپنے وطن میں رمضان المبارک کے مہینے میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس دفعہ قادیان میں جا کر روزے رکھوں اور عید وہیں پڑھ کر پھر اپنی ملازمت پر جاؤں۔ اُن دنوں مَیں ابھی نیا نیا ہی فوج میں جمعدار بھرتی ہوا تھا۔ تو میری اس وقت ہر چند یہی خواہش تھی کہ اپنی ملازمت پر جانے سے پہلے مَیں قادیان جاؤں تا حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار حاصل کر سکوں اور دوبارہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کروں۔ کیونکہ میری پہلے بیعت 1895ء یا 96ء کی تھی۔ کہتے ہیں یہ بیعت جو تھی وہ ڈاک کے ذریعے ہوئی تھی۔ نیز میرا اُن دنوں قادیان میں آنے کا پہلا موقع تھا اس لئے بھی میرے دل میں غالب خواہش پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ضرور اس موقع پر حضور کا دیدار کیا جائے۔ اگر ملازمت پر چلا گیا تو پھر خدا جانے حضور کو دیکھنے کا شاید موقع ملے یا نہ ملے۔ لہٰذا یہی ارادہ کیا کہ پہلے قادیان ہی چلا جاؤں اور حضور کو دیکھ آؤں اور بعدہٗ وہاں سے واپس آ کر اپنی ملازمت پر چلا جاؤں۔

مَیں قادیان کو جان کر یہاں آیا لیکن جونہی یہاں آکر میں نے حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار کیا تو میرے دل میں یکلخت یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مجھ کو ساری ریاست کشمیر بھی مل جائے تو بھی مَیں آپ کو چھوڑ کر قادیان سے باہر ہرگز نہ جاؤں۔ یہ محض آپ کی کشش تھی جو مجھے واپس نہ جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ میرے لئے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر قادیان سے باہر جانا بہت دشوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کو دیکھتے ہی سب کچھ بھول گیا۔ میرے دل میں بس یہی ایک خیال پیدا ہو گیا کہ اگر باہر کہیں تیری تنخواہ ہزار روپیہ بھی ہو گئی تو کیا ہو گا؟ لیکن تیرے باہر چلے جانے پر پھر تجھ کو یہ نورانی اور مبارک چہرہ ہرگز نظر نہ آئے گا۔ مَیں نے اس خیال پر اپنے وطن کو جانا ترک کر دیا اور یہی خیال کیا کہ اگر آج یا کل تیری موت آجائے تو حضور ضرور ہی تیرا جنازہ پڑھائیں گے جن سے تیرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اللہ بھی راضی ہو جائے گا۔ اور قادیان میں ہی رہنے کا ارادہ کر لیا۔ میرا یہاں پر ہر روز کا یہی معمول ہو گیا کہ ہر روز ایک لفافہ دعا کے لئے حضور کی خدمت میں آپ کے در پر جا کر کسی کے ہاتھ بھجوا دیا کرتا مگر دل میں یہی خطرہ رہتا کہ کہیں حضور میرے اس عمل سے ناراض نہ ہو جائیں اور اپنے دل میں یہ محسوس نہ کریں کہ ہر وقت ہی تنگ کرتا رہتا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ وہ اس لئے کہ ایک روز حضور نے مجھے تحریراً جواب میں فرمایا کہ آپ نے بہت ہی اچھا رویہ اختیار کر لیا ہے کہ مجھے یاد کراتے رہتے ہو جس پر میں بھی آپ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ ان شاء اللہ پھر بھی کرتا رہوں گا۔‘‘

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 95-96 روایت مدد خان صاحب)

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑ گانوی رضی اللہ عنہ نہایت مخلص اور باوفا مرید تھے، بیان کرتے ہیں:

’’میرے گاؤں میں لوگ کہتے ہیں کہ قادیانی ہو تو گئے ہو، میاں کبھی مرو گے تو (نعوذ باللہ) کتے لاش گھسیٹیں گے یہاں تو کوئی جنازہ بھی نہ پڑھائے گا تو میں ان کو یہ شعر سنا دیتا ہوں کہ

مجنوں تھا قیس جو کہ بیاباں میں رہ گیا
ہم تو مریں گے یار کی دیوار کے تلے

اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس ایمانی حالت اور ثبات کے بدلے اُن کی وفات سے محض تین روز پہلے انہیں قادیان پہنچادیا اور تیسرے روز سچ مچ اُسی یار کی دیوار تلے اپنے مولیٰ کو جان سونپ کر اپنی بات پوری کر گئے۔

(اصحاب احمد جلد دوم صفحہ 624)

حیدر آباد دکن سے بیعت کرنے والے سب سے پہلے خوش قسمت حضرت میر مردان علی صاحب رضی اللہ عنہ حضورؑ کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

”اگر ہماری جانیں بھی حضورؑ کے قدموں پر نثار ہو جائیں تو ہم حقِ خدمت سے سُبکدوش نہیں ہو سکتے۔“

(الحکم 21/ جنوری 1903ء صفحہ 4)

سامعین کرام! اطاعت ہر جماعت اور نظام کا طرّہ امتیاز ہے۔ تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے سے صحابہ کرام اطاعت کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہؓ کے مکان پر مجلس شراب لگی ہوئی تھی کہ اتنے میں گلی میں کسی نے آواز دی کہ شراب حرام کی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا پتہ تو کرو کہ یہ بات درست بھی ہے؟ مگر دوسرے لوگوں نے کہا نہیں پہلے شراب کے برتن توڑ دو پھر تصدیق کرنا۔ اگر بات غلط ہوئی تو شراب اور آجائے گی لیکن اگر بات درست ہوئی تو ہم کہیں حکم رسولؐ کے نافرمان نہ قرار پائیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں مَیں نے ایسا ہی کیا اور سونٹا مار کر شراب کے مٹکے توڑ دیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ نے بھی اطاعت کے وہ اعلیٰ نمونے دکھائے کہ قرونِ اولیٰ کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ آقا کا پیغام ملتا ہے کہ دہلی پہنچو، تو حضرت مولوی نور الدین صاحب زادِ راہ تو دُور کی بات جوتا بھی درست طور پر نہیں پہنتے اور اطاعت اور کامل اطاعت کے جذبہ سے سرشار اسٹیشن کی طرف چل پڑتے ہیں مبادا تعمیل حکم میں تاخیر ہو جائے۔ دنیا کے عظیم ایوانوں تک پہنچنے والے صحابی مسیح موعودؑ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب سے ان کی کامیابیوں کا راز پوچھا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے ”آقا کی اطاعت اور کامل اطاعت“

حضرت مولوی سکندر علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قادیان میں آکر رہنے سے پہلے بندہ یہاں آیا ہوا تھا۔ صبح سیر کے لئے حضرت اقدس تشریف لے گئے تو بندہ بھی ساتھ ہو لیا۔ کہتے ہیں بھینی بھانگر کے مقابلے پر بسراواں والے راستے جارہے تھے کہ راستے میں جناب نے فرمایا کہ جو لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو

چھوڑ نہیں سکتے، جن کے چھوڑنے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا، جیسے حقہ نوشی، افیم، بھنگ، چرس وغیرہ تو ایسا آدمی بڑی باتوں کو کس طرح چھوڑ سکے گا جس کے چھوڑنے سے ماں باپ، بھائی برادر، دوست، آشنا ناراض ہوں۔ جیسے مذہب کی تبدیلی۔ اگر ان چھوٹی تکلیفوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو بڑی تکلیفیں کس طرح برداشت کروگے؟ کہتے ہیں کہ بندہ اُس وقت حُقّہ پیا کرتا تھا۔ اسی جگہ سنتے ہی قسم کھالی کہ حُقّہ نہیں پیوں گا تو اس طرح حقہ چھوٹ گیا۔ پہلے مَیں زور لگا چکا تھا اور نہیں چھوٹا تھا۔

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 1 صفحہ 18-19 روایت مولوی سکندر علی صاحبؓ)

الغرض صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ مسیح موعودؑ کی مشابہت کے بے شمار واقعات ہیں، ان سب کے متعلق حضورؑ کے مبارک الفاظ میں مختصر اً عرض ہے کہ:

’’اُن میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن اُن کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے۔ اور آسمانی نشانوں سے اُن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو وَآخَرِینَ مِنۡهُمۡ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا۔!!!‘‘

(ایّام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 306-307)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کی وجہ سے، اُس نور کی وجہ سے جو آپؑ نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے صحابہ کی ایسی کایا پلٹی کہ ہر ایک، ایک عجیب شان رکھنے والا بن گیا۔ چاہے وہ غریب تھا یا امیر تھا، پڑھا لکھا تھا یا اَن پڑھ تھا، سب کے سب ہمیں ایک غیر معمولی رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں۔ توکّل ہے تو وہ اپنی ایک شان رکھتا ہے۔ خدمتِ دین کا جذبہ ہے تو وہ بے لوث اور عجیب شان والا ہے۔ قرآنِ کریم سے تعلق ہے تو اُس میں بھی گہرائی ہے، ایک محبت ہے، ایک پیار ہے۔ اور پھر خدا تعالیٰ کا خود اُن کو قرآن سکھانا اور اُن کے

دل ودماغ کو وہ عرفان عطا کرنا جو اُن کے خدا تعالیٰ سے خاص تعلق کی نشاندہی کرتا ہے یہ بھی اُن کا خاصہ ہے۔ اور پھر اسی طرح دوسرے معاملات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اُن سے ہر معاملے میں ایسا سلوک ہے جو خدا تعالیٰ کا قرب پانے والوں سے ہی خدا تعالیٰ روا رکھتا ہے۔ پھر ان روایتوں میں ہمیں اپنے صحابہ کی مجالس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کو مسائل کے حل کا طریق سکھانا۔ یہ بتانا کہ فوری طور پر مختصر فقروں میں کس طرح جواب دینا ہے۔ مختصر فقروں میں ایسی تربیت جس سے مقابل کا دلائل وبراہین سے مقابلہ کر سکیں۔ پس بہت ہی خوش قسمت تھے وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چودہ سو سال بعد اس غلامِ صادق اور عاشقِ صادق کا زمانہ پایا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30 ستمبر 2011ء)

سامعین کرام! آج کی اس نشست میں ہم نے ایمان و اخلاص، صبر و استقامت اور عشق و وفا کی لازوال داستانیں سنیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے فرمائے ہوئے اعلان ”صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا“ کو پورا کرنے والی ہیں۔ یہ ایمان افروز واقعات سننے کے بعد ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان واقعات کو اپنے اعمال وکردار کا حصہ بنائیں، یہ داستانیں ماضی کے قصے نہ رہیں بلکہ ہر دور میں زندہ ہوتی رہیں۔ کیونکہ اسی طرح سے اور ہاں اسی طرح سے آج ہم بھی ان عظیم صحابہ کے نقش قدم پر چل کر ایسی ہی داستانیں رقم کر سکتے ہیں۔

(بتعاون: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿41﴾ ﴿مشاہدات۔785﴾

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(تقریر نمبر5)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعہ 3-4)

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سامعین کرام! حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پر مشتمل جو قطعہ مَیں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھا ہے، اُس کا دوسرا مصرع **"صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا"** آج میرا موضوعِ سخن ہے۔ اِس سلسلہ میں یہ میری پانچویں تقریر ہے۔

اِس نشست میں مَیں آپ سامعین کو بلالی سرزمین میں لے کر جاؤں گا جہاں مجھے ایک لمبا عرصہ خدماتِ دینیہ بجالانے توفیق ملی اور صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا کے واقعات capture کئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے لئے اچھے اور بُرے ہر دو رنگ میں پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ زمانہ کی ابتر حالت کے متعلق فرمایا کہ میری امت پر بنی اسرائیل جیسے حالات و واقعات آئیں گے حتّٰی کہ ایسی مطابقت ہو گی جیسے ایک پاؤں کے جوتے کی دوسرے پاؤں کے جوتے سے ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدکرداری کی ہو گی تو میری امت میں سے بھی کوئی ایسا بدبخت

مل جائے گا۔ بنی اسرائیل 72 فرقوں میں تقسیم تھی تو میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن میں سے ایک فرقے کے سوا باقی سب جہنمی ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! یہ ناجی فرقہ کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ کہ وہ جو میری اور میرے صحابہؓ کی سنت پر عمل پیرا ہو گا۔

(ترمذی کتاب الایمان حدیث نمبر 2641)

ایک اور جگہ پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فارسی النسل میں سے ایک شخص یا کچھ لوگ ایمان کو ثریّا سے واپس لا کر اہلِ ایمان کے دلوں میں از سرِ نو راسخ کریں گے۔

اِن پیشگوئیوں کو مدّ نظر رکھ کر ماموِر زمانہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے پر ایمان لانے والے احباب و خواتین کے اخلاص و وفا اور مالی، بدنی، جانی اور وقت و عزت کی قربانیوں کو دیکھ فرمایا۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

ویسے تو تمام قرآنی احکام اور ارشاداتِ نبویؐ کی تعمیل ہر احمدی اپنا اولین فریضہ سمجھتا ہے اور اُس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے عمل و فعل سے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے قریب ترین بن کر مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ کے مصداق بن کر ناجی فرقہ میں شامل ہوں۔ مجموعی طور پر صحابہؓ جیسا بننے کی ایک الگ دلچسپ اور ایمان افروز داستان ہے لیکن آج مَیں چند ایسے واقعات آپ دوستوں کے سامنے رکھنا چاہوں گا جن میں کسی ایک صحابی یا کسی وفاؤں کے پُتلے نے مِن وعَن عملاً یا قولاً وہ کام یا فعل کیا جو صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کر کے اللہ کی رضا حاصل کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”صحابہؓ کی جماعت اتنی ہی نہ سمجھو جو پہلے گزر چکے بلکہ ایک اور گروہ بھی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے۔ وہ بھی صحابہؓ ہی میں داخل ہے جو احمدؐ کے بروز کے ساتھ ہوں گے“۔ (آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام احمد بھی ہے اور آپ کے بروز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔)

آپ فرماتے ہیں۔ ''چنانچہ فرمایا۔ وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعۃ:4) یعنی صحابہؓ کی جماعت کو اسی قدر نہ سمجھو بلکہ مسیح موعودؑ کے زمانہ کی جماعت بھی صحابہؓ ہی ہو گی''۔ (یعنی وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ کی بیعت کی۔ آپ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ پھر اپنے ایمان و ایقان میں ترقی کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جماعت بھی صحابہ کی ہو گی۔) آپ مزید فرماتے ہیں کہ ''اس آیت کے متعلق مفسروں نے مان لیا ہے کہ یہ مسیح موعودؑ کی جماعت ہے۔ مِنْھُمْ کے لفظ سے پایا جاتا ہے کہ باطنی توجہ اور استفاضہ صحابہؓ ہی کی طرح ہو گا۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 431 ایڈیشن 2003ء)

قرونِ اولیٰ میں صحابہؓ رسولؐ کے دل اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے محبت سے معمور تھے۔ صحابہؓ نے اپنی جانوں پر کھیل کر اپنے آقاؐ سے محبت کی حفاظت فرمائی اور پھر آج اِس زمانہ میں حقیقی عاشق رسولِ عربی، حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے دور میں آپؑ کے صحابہؓ اور پیروکاروں کے ذریعہ مِن و عَن ایسے واقعات دُہرائے گئے۔

سامعین! اِس ضمن میں سیر الیون کے ساؤتھرن پراونس کی جماعت BO کے ایک بزرگ مکرم پا علی روجرز مرحوم کا ایمان افروز واقعہ بیان کروں گا لیکن پہلے قرونِ اولیٰ کے ایک صحابیؓ کا واقعہ بیان کر دوں تا مماثلت کرتے آسانی ہو۔

حدیث میں ہے کہ حضرت غیلانؓ بن سلمہ ثقفی نے جب اسلام قبول کیا تو اُن کے پاس جاہلیت میں 10 بیویاں تھیں جو تمام کی تمام آپؐ کے ساتھ اسلام لے آئیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غیلانؓ کو حکم دیا کہ وہ اِن 10 میں سے کسی چار کا انتخاب کر لیں اور باقیوں کو اپنے عقد سے آزاد کر دیں (چنانچہ آپؓ نے ایسا ہی کیا)

(سنن الترمذی، کتاب النکاح باب ماجاء فی الرجل یُسلمُ وَعندہ عشرُ نسوۃٍ)

مکرم پا علی روجرز مرحوم نے سیر الیون کے پہلے مبلغ مکرم الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب کے ذریعہ بیعت کی تھی۔ جب ہمارے مبلغ سلسلہ بو شہر میں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچا رہے تھے تو رات ہو گئی۔ آپ نے

پا علی روجرز سے اُن کے ہاں رات بسر کرنے کی اجازت چاہی۔ جس سے پا علی روجرز نے انکار کر دیا تب مکرم مولانا موصوف نے جنگل کا رُخ کیا اور اپنا صافہ (کپڑا) بچھا کر نوافل کے دوران رو رو کر دُعا کرنے لگے۔ کہ اے اللہ! تیرا نام پہنچانے کے لئے اِس شہر میں مَیں آج گھوما ہوں اور تیرے اِس بندے کو کسی نے پناہ نہیں دی، تو ہی اس شہر کے لوگوں کو اسلام احمدیت کی طرف مائل کر اور اسلام احمدیت کی تبلیغ کے نہ صرف سامان پیدا فرما بلکہ تبلیغ کے لئے کوئی جگہ بھی عنایت فرما۔

اللہ تعالیٰ نے اِس جنگل میں جہاں دُعا کی آج وہاں عالی شان احمدیہ مسلم سیکنڈری اسکول، نصرت جہاں گرلز اسکول اَور دو پرائمری اسکولز کے علاوہ جامعۃ المبشرین، مدرسہ حفظِ قرآن اور مبلغین کی رہائش گاہیں موجود ہیں۔

مکرم پا علی روجرز نے گو مکرم الحاج نذیر احمد علی صاحب کو اپنے ہاں رہائش دینے سے انکار کیا تھا مگر آپ ایک نیک سیرت اور نیک خصلت انسان تھے۔ آپ کے دل میں سیرالیونین مہمان نوازی کا عنصر بیدار ہوا اور دل میں خیال گزرا کہ جس طرف یہ اجنبی گیا ہے وہاں تو جنگل میں زہریلے سانپ بہت ہیں۔ کہیں اس Stranger کو کوئی نقصان ہی نہ پہنچ جائے تو وہ اُس طرف چل دیئے جدھر مکرم الحاج مولانا نذیر احمد علی نکلے تھے۔ جنگل میں پہنچ کر اُن کو اُونچی اُونچی گریہ وزاری اور الحاح سے اللہ کے حضور رونے کی آوازیں سنائی دیں۔ آپ اُدھر کو لپکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی اجنبی جو اُن کے پاس پناہ کے لئے آیا تھا، سجدہ میں اللہ کے حضور گریہ و بکا کر رہا ہے۔ پا علی روجرز آپ کو اِس اندھیری خوفناک رات میں واپس اپنے گھر لے آئے۔ یوں تبلیغ کے سلسلہ کا آغاز ہوا اور آپ کا گھر Bo شہر میں اسلام احمدیت کا مرکز بن گیا۔ پا علی روجرز مرحوم نے بیعت کر لی۔ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور دیگر امتحانات سے بھی گزرنے لگے۔ اِن میں سے ایک بڑا امتحان اسلامی تعلیم کے مطابق چار بیویوں کے علاوہ باقی بیگمات کو باعزت رخصت کرنا تھا۔ جب مکرم الحاج مولوی صاحب موصوف نے آپ کے سامنے صرف چار بیویوں کو رکھنے کا معاملہ پیش کیا تو وہ بارغبت و رضا چار کے علاوہ باقی بیویاں چھوڑنے پر رضا مند ہو گئے۔ آپ کے قبول احمدیت کے وقت آپ کی 15 بیویاں تھیں۔ آپ نے مولانا سے عرض کی مَیں اپنی پسند کی چار بیویوں کا انتخاب کر کے باقیوں کو فارغ کر دیتا ہوں۔ مکرم مولانا موصوف نے کہا۔ نہیں! تمام بیویوں کو تاریخ شادی کے اعتبار سے ترتیب

سے ایک قطار میں کھڑا کریں۔ یعنی جس کی شادی سب سے پہلے آپ سے ہوئی وہ دائیں طرف اور سب سے کم عمر جس کی شادی سب سے بعد میں ہوئی بائیں طرف۔ تب مَیں فیصلہ کروں گا کہ کون کون سی چار آپ کے ساتھ رہیں گی۔ جب ایک قطار میں تمام بیگمات کو کھڑا کیا گیا تو مکرم مولانا نے دائیں طرف کی چار بیویوں کے حوالے سے پا علی کو کہا کہ یہ چار آپ رکھ لیں کیونکہ انہوں نے ایک لمبا وقت آپ کی خدمت کی ہے اور باقیوں کو اسلام کے مطابق فارغ کر دیں۔ پا علی روجرز نے مکرم مولانا مرحوم کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کیا اور پہلے نمبر کی چار خواتین رکھ کر باقیوں کو اپنے عقد سے فارغ کر دیا اور یوں آپ نے صحابیٔ رسول حضرت غیلانؓ بن سلمہ ثقفی کے ساتھ جا ملے۔

یہ ایمان افروز واقعہ مکرم پا علی روجرز نے، میری بو میں آمد کے اوائل دنوں میں مجھے خود سنایا۔ مکرم مولانا محمد صدیق امر تسری مرحوم سابق مبلغ سیر الیون نے اس واقعہ کو اپنی ایمان افروز سوانح عمری میں یوں رقم فرمایا ہے:

جہاں تک مجھے یاد ہے سیر الیون میں الحاج علی روجرز واحد ایسے مسلمان ہیں جنہوں نے احمدی ہوتے ہی الحاج مولانا نذیر احمد علی کی تحریک پر محض اسلام کی تعلیم پر صحیح طور پر عمل کرنے کی خاطر اور خوفِ خدا دل میں رکھتے ہوئے اور قیام شریعت کی غرض سے اپنی 15 بیویوں میں سے صرف چار دیندار اور مناسب حال منتخب کر کے باقی گیارہ بیویوں کو طلاق دے کر باعزت و احترام رخصت کر دیا تھا۔ حالانکہ ان میں سے اکثر اچھے خاندان اور امیر گھرانوں کی با اولاد خواتین تھیں۔

(روح پرور یادیں صفحہ 424)

اور یوں پا روجرز، حضرت مسیح موعودؑ کے اِن اشعار کے مصداق ٹھہرے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

ایک اور بے مثل واقعہ میں مماثلت

پیارے بھائیو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عید الاضحیٰ کے روز فرمایا کہ آج عید کے روز جو نمازِ عید کے بعد قربانی کرے گا وہ ہماری سنت کے مطابق کرے گا اور جو عید سے قبل اپنا مینڈھا ذبح کرے گا تو اُس کی حیثیت صرف گوشت کی سی ہوگی جو اپنے گھر والوں کے لئے تیار کرے گا۔ اِس پر حضرت ابو بردہ بن نیارؓ نے کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضورؐ! مَیں نے تو اپنا جانور عید سے قبل ذبح کر دیا ہے۔ اب ایک اور بکرا ذبح کروں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ضرور کرو۔

(بخاری کتاب الاضاحی باب سنتہ الاضحیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ عید الاضحیٰ کے روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ فلاں صحابی نے اپنا جانور عید سے قبل ذبح کر دیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُسے کہو کہ عید کے بعد دوبارہ قربانی کرے چنانچہ اُس صحابی نے عید کے بعد دوبارہ قربانی کی۔

یہاں مَیں سیرالیون ہی کا ایک اَور دلچسپ ایمان افروز واقعہ آپ سامعین کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔ ناتھرن پراونس کی ایک جماعت بانڈو (bando) کے ایک مخلص اور فدائی دوست مکرم پا محمد کروما نے خاکسار سے اپنے گاؤں کی مالکیہ مسجد میں عید الاضحیٰ پڑھانے کی درخواست کی اور کہا کہ گاؤں کے تمام غیر احمدی مالکی آپ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے اور دوسری کوئی نماز گاؤں میں نہ ہوگی۔ خاکسار نے تبلیغ کا قیمتی اور انمول موقع جان کر اِس روحانی دعوت کو قبول کر لیا۔

بانڈو جماعت ایک Remote area میں واقع ہے جہاں عید کی نماز سے قبل پہنچ کر معلوم ہوا کہ پا کروما نے ارد گرد کی جماعتوں کے احباب و خواتین کو بھی نماز عید میں شمولیت کی دعوت دے رکھی ہے جن کی ضیافت کے لئے پا کروما قربانی کا مینڈھا ذبح کر کے گوشت بنانے میں مصروف ہیں۔ مَیں نے بزرگ سے کہا کہ قربانی تو نمازِ عید کے بعد ہوتی ہے۔ میرے دریافت کرنے پر پا کروما نے جواباً کہا کہ مولوی صاحب! مَیں نے قربانی کو اِس لئے ذبح کیا ہے تا دور دور سے عید پڑھنے کے لئے آنے والے مہمانوں کو عید کے معاً بعد کھانا کھلایا جا سکے۔ مَیں نے میزبان سے عرض کیا کہ پا کروما! قربانی تو نمازِ عید کے بعد ہی ہوتی ہے پہلے نہیں اور ساتھ ہی خاکسار نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قولِ مبارک بتایا جو مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس سچے فدائی اور صحابہؓ جیسا اخلاص رکھنے والے بزرگ پاکروما (مرحوم) میری یہ بات سُن کر فوراً بلند آواز سے بولے کہ مولوی! مَیں بھی تو اُسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والا پیروکار ہوں۔ اگر اُس صحابی نے اپنی غلطی پر دوبارہ قربانی کی تھی تو مَیں بھی اپنی غلطی پر دوبارہ قربانی کرتا ہوں اور بلند آواز سے اپنے بیٹے احمد کو بلوا کر اُسے ہدایت کی کہ فلاں ڈیرہ پر جو بکرا بندھا ہوا ہے وہ جلدی سے لے آؤ۔ قربانی کرنی ہے اور میرے نماز عید پڑھاتے اور خطبہ عید دیتے مسٹر احمد بکرا لے آئے تھے۔ جسے پاکروما نے عید کے بعد بطور قربانی کے ذبح کر دیا۔ جبکہ اُس وقت ملک میں بھوک، افلاس اور غربت کا دور دورہ تھا۔ ایک وقت کا کھانا بمشکل نصیب ہوتا تھا۔ ایسے حالات میں دوسری قربانی کا سوچنا بھی محال تھا۔

اللہ اللہ! ایسے ایسے عشاق اسلامی ذہنیت والے ہیرے و نگینے اللہ تعالیٰ نے افریقہ کے جنگلات میں بھی جماعت احمدیہ کو عطا کر رکھے ہیں جو ہر اُس فعل کا تتبّع اور پیروی کرتے ہیں جن فعل سے صحابہؓ، خدا تعالیٰ کے ہو کر رہ گئے تھے۔

سامعین! تاریخِ اسلام میں ایک واقعہ روشن سیاہی سے لکھا گیا ہے کہ کچھ غریب اور مفلس صحابہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ صاحبِ حیثیت صحابہ مالی قربانی کرتے ہیں اور ہم غربت کی وجہ سے محروم رہ جاتے ہیں تو حضورؐ نے اِن کو نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھنے کو کہا اور فرمایا اِس طرح تمہیں اُن کی مالی قربانیوں کے برابر اجر ملے گا۔ جب اِس بات کا امیر صحابہ کو علم ہوا تو وہ بھی اِس نیکی پر عمل پیرا ہو گئے۔ تب غریب صحابہ نے دوبارہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہو کر شکایت کی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کو تسلی دی۔ سیرالیون کے بلالی روح رکھنے والے مخلص احباب و خواتین امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بعد اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر سنت رسولؐ کی تقلید میں 33 بار سبحان اللّٰہ، 33 بار الحمد للّٰہ اور 34 بار اللّٰہ اکبر کی تسبیحات کرنے کے پابند نظر آتے ہیں اور امام کے بائیں طرف السلام علیکم کہنے پر وہ اُس وقت تک اُٹھ کر باہر نہیں جاتے جب تک امام السلام علیکم کہہ کر اُن کو اجازت نہ دے یوں وہ صحابہ رسول سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

مخالفت کا آغاز

سامعین! مخالفت کے سلسلہ میں مزید تحریر ہے کہ وقت گزرنے اور جماعتی پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ احمدی مسلمانوں پر احمدیت قبول کرنے کے صلے میں جرمانے کئے گئے۔ قید کی صعوبتیں برداشت کیں۔ نظر بند کیا گیا اور کئی قسم کی اذیتیں دی گئیں۔ ٹونکیا میں روزے دار احمدیوں کو دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا رہا۔ کسی احمدی کو مسجد یا گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک افریقن احمدی معلم کو ننگا کر کے ساری رات ہاتھ پاؤں باندھ کر پاؤں میں چھ من کی بھاری لکڑی پھنسا دی گئی۔ باڈو چیف ڈم کے مانو وا ٹاؤن میں پیرا ماؤنٹ چیف بہت سخت گیر تھا جس نے احمدی امام الفاہم سنوسی کو ننگا کر کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دو ہفتہ تک قید کر دیا۔ چیف کینیما نے ڈسٹرکٹ کمشنر کو درخواست دی جس میں یہ عہد کیا کہ میں احمدیوں کو اپنی ریاست سے نکال کر دم لوں گا۔ چیف کے حکم پر احمدی امام کی ٹوپی کو اُتار کر ٹھڈے مارے گئے۔ اس پر پیشاب کیا گیا۔

روحِ بلالی کے حامل ان مخلص احمدیوں نے حضرت بلالؓ کے نقشِ قدم پر چل کر صعوبتیں برداشت تو کر لیں مگر نہ متزلزل ہوئے اور نہ ذرا بھر ڈگمگائے اور اثباتِ قدم کے ساتھ نہ صرف آگے بڑھتے رہے بلکہ اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کو اپنے روحانی قافلے میں تبلیغ کے ذریعہ شامل کرتے چلے گئے۔

ایک اور ایمان افروز واقعہ

سامعین کرام! ایک مذہبی سماجی لیڈر اور وزیر مملکت مکرم مصطفیٰ سنوسی صاحب نے 1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خصوصی دعوت پر ربوہ جلسہ سالانہ میں شرکت کی۔ وہ جب واپس سیرالیون آئے تو لمبا عرصہ غیر حاضری کی وجہ سے ان کو وزارت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ آپ نے اس پر فرمایا:

”مجھے وزارت سے علیحدگی کا کوئی دُکھ نہیں۔ اس کے مقابل پر احمدیہ جلسہ میں شرکت کا جو اعزاز ملا ہے وہ اس وزارت کے عہدے سے بدرجہا بہتر ہے“

نائیجیریا کے رہائشی ایک شخص کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ اس سے قبل وہ احمدی مخالف گروہ کے سرگرم رکن تھے۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد شدید مخالفت کا سامنا کیا۔ ایک روز کھیتوں میں کام کر رہے تھے شدید طوفان آیا۔ مخالفین کی یہ بات ذہن میں آئی کہ ایک روز تم کام سے واپس آؤ گے تو اپنا گھر

تباہ وبرباد دیکھو گے۔ دعا کی کہ اے اللہ !اگر یہ جماعت تیری جماعت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہی موعود مہدی ہیں جن کی خوشخبری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی تو میرا گھر گرنے نہ دینا۔ واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہر کمرہ محفوظ تھا کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا تھا جبکہ اِرد گرد کے تمام گھر تباہ ہو گئے تھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ایک الٰہی جماعت ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 11 اگست 2023ء)

اسی طرح Bo میں میرے قیام کے دوران ایک میاں بیوی کا جھگڑا ہوا۔ میرے پاس ان دونوں کو لایا گیا۔ یہ دونوں اس حد تک لڑائی میں آگے جا چکے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کو تیار نہ تھے۔ خاکسار نے مرد کو خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ اور عورت کو اگر خدا کے بعد سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو خاوند کا سجدہ کرنے کا ہی حکم دیا جاتا کی حدیث سنائی۔ ان الفاظ کا ترجمہ جو نہی عورت کے کانوں میں پڑا تو اس نے اٹھ کر خاوند کے آگے سر جھکا دیا اور صلح صفائی کے ساتھ گھر چلے گئے۔ یہی کیفیت صحابہ رسولؐ کی تھی کہ جو نہی کانوں تک کوئی فرمان پہنچتا تھا تو سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہتے ہوئے آگے بڑھتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”صحبت میں بڑا اشرف ہے۔ اس کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے۔ کسی کے پاس اگر خوشبو ہو تو پاس والے کو بھی پہنچ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر صادقوں کی صحبت ایک روح صدق کی نفخ کر دیتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ گہری صحبت نبی اور صاحب نبی کو ایک کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو قرآن شریف میں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبۃ:119) فرمایا ہے۔ اور اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بے نظیر خوبی ہے کہ ہر زمانے میں ایسے صادق موجود رہتے ہیں۔“

(الحکم جلد 10 نمبر 3 مورخہ 24 جنوری 1906ء صفحہ 5)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”پیار کرنے والے، محبت، اخلاص اور نیکی میں بڑھنے والے، دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے، اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہیں۔ جن کی قومیتیں مختلف ہیں، جن کے رنگ مختلف ہیں، جن کے رسم و رواج مختلف ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مسیح محمدی کے خلیفہ سے بھی ایسی ہی

ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں کہ انسان جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے اور یہ ہونا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ ہے۔ اور وہ خدا جو ہمارا خدا ہے، جو مسیح موعود کا خدا ہے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہے، وہ سچے وعدوں والا خدا ہے۔ اس سچے، تمام طاقتوں کے مالک اور اپنے وعدے پورے کرنے والے خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا اور تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ ہر روز ایک نئی شان سے ہم اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو پورا ہوتا ہوا دیکھتے ہیں.....

افریقہ کے لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کو عزت کے ساتھ اپنے دلوں میں بٹھائے ہوئے ہیں اپنے مخصوص انداز میں جب ”غلام احمد کی جے“ کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو عزت کے ساتھ شہرت کا وعدہ ایک خاص شان سے پورا ہوتا ہوا ہمیں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ مَیں تیرا ذکر بلند کروں گا، ایک نئے انداز میں نعروں کی صورت میں فضاؤں میں ارتعاش پیدا کرتا ہے۔ نور ایمان میں بڑھے ہوئے اور بھرے ہوئے افریقنوں کے دلوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سوتے پھوٹ رہے ہوتے ہیں۔ کیا کوئی انسانی کوشش یہ محبت دلوں میں ڈال سکتی ہے؟ کیا چہروں کی رونقیں اور آنکھوں سے پیار اور محبت کی چھلک کسی دنیاوی لالچ کا نتیجہ ہو سکتی ہے؟

کہتے ہیں کہ غریبوں کو لالچ دو تو جو چاہے کروالو۔ لیکن لالچ کبھی محبتیں نہیں پیدا کر سکتی۔ اِن غریبوں کے پاس بظاہر دنیاوی دولت تو نہیں ہے لیکن ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں۔ اِن کو جتنا چاہے لالچ دے لو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ان کے دلوں سے نہیں نکال سکتے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 مئی 2008ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایمان و ایقان میں بڑھائے۔ آمین

﴿42﴾ ﴿مشاہدات۔786﴾

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(تقریر نمبر6)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعہ:3-4)

یعنی وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سامعین کرام! حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پر مشتمل جو قطعہ مَیں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھا ہے، اُس کا دوسرا مصرع ”**صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا**“ خاکسار کی گزارشات کا موضوعِ سخن ہے اور آج مَیں اِس عنوان کے نام سے اپنی چھٹی تقریر میں کوشش کروں گا کہ قرونِ اُولیٰ کے صحابہؓ کی عبادات کا اُخروی دَور کے صحابہ ومؤمنین کی عبادات کا موازنہ کروں۔

اِس مصرع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ اِس زمانہ میں جو شخص حضرت مسیح موعود و مہدی موعود کی بیعت کرے گا۔ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اُس کا شمار صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہو گا۔ یعنی اُن کی مشابہت قرونِ اولیٰ کے بزرگ صحابہؓ کے ساتھ ہو گی۔ سورۃ جمعہ کی آیتِ کریمہ جو ابھی خاکسار نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بعثتِ ثانیہ کی پیشگوئی کی گئی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے وجود میں پوری ہوئی۔ صحیح بخاری میں ذکر ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ نے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہؐ! وہ کون لوگ ہیں جو ہم میں سے ہیں لیکن ابھی ہم سے نہیں ملے؟ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریّا ستارے پر بھی چلا گیا تو ایک عظیم فرد یا بہت سے افراد اُس گمشدہ ایمان کو ثریّا سے واپس لا کر لوگوں کے دلوں میں قائم کریں گے۔ گویا کہ آنے والے موعود مسیح و مہدی کے ساتھیوں سے متعلق یہ بشارت تھی کہ وہ وَآخَرِينَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوا بِهِمۡ کے مصداق بننے والے ہیں۔

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے اس مصرع کی تشریح بیان فرمائی کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان جسمانی طور پر صحابہ سے مل سکتا ہے کیونکہ یہ قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اگر اپنے اعمال اس قدر پاک وصاف کرے تو وہ صحابہ کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔ صحابی کے معنی ایسے شخص کے ہیں جس کا دل خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو، ایمان اور اخلاص سے پُر ہو اور اپنے مذہب کے لیے ہر طرح کی قربانی کرنے کے لیے تیار ہو۔ پس صحابی بننے کے لیے جسمانی طور پر قربت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے آقا کے نقش کو دل پر قبول کیا جائے۔ پس صحابی بننے کے لیے لازمی ہے کہ اپنے آقا کی سچائی پر پختہ ایمان اور اس کی تعلیم کے مطابق عمل کیا جائے۔

سامعین! اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام کی سیرت و سوانح پر نظر ڈالیں تو صحابہ رسولؐ کے واقعات سے ملتے جلتے کئی واقعات ہمیں اُن کی زندگیوں میں بھی کثرت سے ملتے ہیں۔ آج خاکسار جن چند واقعات کا تذکرہ کرے گا ان کا تعلق عبادات سے ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ (السجدہ:17)

اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں (جبکہ) وہ اپنے ربّ کو خوف اور طمع کی حالت میں پکار رہے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا وہ اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جب میرے پاس آئے، میرا دعویٰ قبول کیا اور مجھے مسیح مانا، تو گویا من وجہٍ آپ نے صحابہ کرام کے ہمدوش ہونے کا دعویٰ کر دیا.... اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ، تو گھبراؤ نہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الفاتحہ:6) کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے۔ ایک کسان کی تخم ریزی کی طرح تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آبپاشی کی۔ آپ نے ان کے لیے دعائیں کیں۔ بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا جس طرح حضور علیہ السلام چلتے اسی طرح وہ چلتے۔ وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔ تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو، تہجد میں اٹھو، دعا کرو، دل کو درست کرو۔ کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول و فعل کو بناؤ۔ یقین رکھو کہ جو اس نصیحت کو ورد بنائے گا اور عملی طور سے دعا کرے گا اور عملی طور پر التجا خدا کے سامنے لائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر فضل کرے گا اور اُس کے دل میں تبدیلی ہو گی۔ خدا تعالیٰ سے ناامید مت ہو۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 28 ایڈیشن 1988ء)

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے، آپ کی نمازوں کی کیفیت یہ تھی کہ اتنا لمبا قیام فرماتے کہ پاؤں متورّم ہو جاتے اور آپ کو اس کا احساس اور پرواہ نہ ہوتی۔ سجدہ میں اس قدر گریہ وزاری کرتے جیسے ہنڈیا سے اُبلنے کی آواز آتی ہو۔ بعض روایات میں چکی کے چلنے جیسی آواز کا ذکر ملتا ہے۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب البکاء فی الصلوۃ)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی لکڑی نصب ہے یعنی بالکل بھی حرکت نہیں ہوتی تھی۔ آپؓ سے کسی نے کہا کہ جب آپ سجدہ کرتے ہیں تو

اس قدر لمبا اور بے حرکت تھا کہ چڑیا آکر کمر پر بیٹھ جائے۔ بعض اوقات رکوع اتنا لمبا فرماتے کہ پوری رات رکوع میں گزر جاتی۔ بعض اوقات سجدہ اتنا لمبا کرتے کہ پوری رات گزر جاتی۔

حضرت عتبان بن مالک ایک صحابی تھے۔ جو نابینا تھے۔ اُن کا مکان قباء کے قریب تھا۔ مسجد اور ان کے مکان کے درمیان ایک وادی تھی۔ بارش ہوتی تو اس میں پانی بھر جاتا تھا مگر باوجود اس کے وہ مسجد میں باقاعدہ حاضر ہوتے اور نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الصلوۃ)

نماز باجماعت کے لیے صحابہ سخت سے سخت تکلیف بھی بخوشی برداشت کرتے تھے۔ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نہایت ضروری کام پیش آگیا۔ صحابہ کرام عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنے کے انتظار میں صبر کے ساتھ مسجد میں بیٹھے رہے۔ کئی بیٹھے بیٹھے سوگئے پھر جاگے، پھر سوئے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر اٹھے۔

(بخاری کتاب الصلوۃ)

ایک صحابی کا مکان مسجد سے بہت دور تھا مگر بایں ہمہ وہ کوئی نماز قضا نہ ہونے دیتے تھے اور باقاعدہ مسجد میں آکر ادا کرتے تھے۔ ایک صحابی نے ان سے کہا کہ کاش! آپ سواری کے لیے گدھا خرید لیں تا دھوپ اور اندھیرے میں آنے جانے میں تکلیف نہ ہو۔ مگر انہوں نے کہا کہ میرا آنا جانا بھی نیکی ہے۔ اس لیے اس سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔

کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جو اپنی راتیں عبادت خداوندی میں گزار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو براہ راست حاصل کرنے والے بنے اور راتوں کو اٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اور اس کی رحمتوں کو حاصل کرنے کے لئے پکارتے تھے۔

سامعین! آئیں! اب ذرا وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کے مصداق بننے والے صحابہ کے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے بیان کیا ہے:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارکانِ دین میں سب سے زیادہ زور نماز پر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ نمازیں سنوار کر پڑھا کرو۔ (سیرت المہدی جلد 3 صفحہ 126)

اِس معیار کو سب سے عمدگی اور بلندی سے حاصل کرنے والے خود حضرت مسیح موعودؑ تھے۔ آپؑ کی ابتدائی زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کی دلچسپیوں کا واحد محور اور مرکز نماز اور مسجد تھی۔ اگر خدا تعالیٰ آپؑ کو اس گوشہ گمنامی سے نکال کر توحید کا پرچم بلند کرنے کا حکم نہ دیتا تو آپؑ اسی طرح ساری عمر گزار دیتے۔ دعویٰ ماموریت کے بعد تو آپؑ نے قیام نماز اور عبودیتِ الٰہی کے ایسے نمونے دکھائے جو رہتی دنیا تک مشعل راہ رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استغراق، توکل علیٰ اللہ اور حضورِ قلب کا یہ عالَم تھا کہ جب تک مولائے حقیقی کے آستانہ پر جی بھر کر الحاح وزاری نہ کر لیتے اس کے دربار سے واپسی کا خیال تک نہ لاتے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں: مَیں بٹالہ ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور مَیں نماز پڑھنے لگا۔ چپڑاسی نے آواز دی مگر مَیں نماز میں تھا۔ فریقِ ثانی پیش ہو گیا اور اس نے یک طرفہ کارروائی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور بہت زور اس بات پر دیا۔ مگر عدالت نے پروانہ کی اور مقدّمہ اس کے خلاف کر دیا اور مجھے ڈگری دے دی۔ مَیں جب نماز سے فارغ ہو کر گیا تو مجھے خیال تھا کہ شاید حاکم نے قانونی طور پر میری غیر حاضری کو دیکھا ہو۔ مگر جب مَیں حاضر ہوا اور مَیں نے کہا کہ مَیں تو نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا۔ مَیں تو آپ کو ڈگری دے چکا ہوں۔

(حیات احمد صفحہ 74)

عدالت سے غیر حاضری کے باوجود آپ کے حق میں فیصلہ ہو جانا ایک بھاری الٰہی نشان تھا جو آپؑ کے کمال درجہ انقطاع و ابتہال کے نتیجہ میں نمودار ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے خادم حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ نمازوں میں آپ کے خشوع و خضوع اور گریہ وزاری کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

تہجّد کے وقت حضورؑ ایسی آہستگی اور خاموشی سے اٹھتے کہ مجھے خبر نہ ہوتی۔ لیکن گاہے گاہے جب آپؑ کی آواز خشوع و خضوع کے سبب سے بے اختیار بلند ہوتی، مجھے خبر ہو جاتی اور مَیں شرمندہ ہو کر اٹھتا... سجدہ کو بہت لمبا کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اِس گریہ و زاری میں آپؑ پگھل کر بہہ جائیں گے۔

(اصحاب احمد جلد 18 صفحہ 74)

حضورؓ نماز میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کا بہت تکرار کرتے تھے اور سجدہ میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا بہت تکرار کرتے۔ بار بار یہی الفاظ بولتے جیسے کوئی بڑے الحاح اور زاری سے کسی بڑے سے کوئی شے مانگے اور بار بار روتے ہوئے اپنی مطلوبہ چیز کو دہرائے۔

(الفضل 3 جنوری 1931ء)

پیارے بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہ صرف صحابہؓ بلکہ آج کے دَور میں حضرت مسیح موعود علیہ کی جماعت کے لوگوں کی زندگیوں پر اگر نظر ڈالیں تو اُن میں بھی قیامِ عبادت، توجہ الیٰ اللہ اور اقامتِ صلوٰۃ کی بے شمار نہایت روشن اور درخشندہ مثالیں ملتی ہیں۔ ان کی باجماعت نمازوں کا التزام واہتمام اور ان میں سوز و گداز غیر معمولی ہے۔

ایک دفعہ مسجدِ اقصیٰ میں درس دیتے ہوئے اچانک حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو شدید ضعف ہو گیا۔ آپؓ بیٹھ گئے، ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ چلنے کی قوت نہ رہی، چارپائی پر اٹھا کر لائے۔ مگر راستے میں جب مسجدِ مبارک کے پاس پہنچے تو فرمایا کہ مجھے گھر نہ لے جاؤ مسجد میں لے جاؤ۔ بمشکل تمام مسجد کی چھت پر پہنچ کر نماز پڑھی اور باوجود تکلیف کے نمازِ مغرب کے بعد ایک رکوع کا درس دیا۔ پھر چارپائی پر اٹھا کر گھر تک لائے گئے۔ آپؓ کا آخری عمل بھی نماز تھا۔ 13 مارچ 1914ء کی دوپہر 2 بجکر 20 منٹ کے قریب عین حالت نماز میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت مصلح موعودؓ فرماتی ہیں:

”حضرت مصلح موعودؓ باجماعت نماز تو مختصر پڑھاتے تھے لیکن علیحدگی میں جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو آپ کو عبادت الٰہی میں اتنا انہماک ہوتا تھا کہ پاس بیٹھنے والا محسوس کرتا تھا کہ یہ شخص اس دنیا میں نہیں ہے۔ مَیں نے آپؓ کو اس طرح روتے، کہ پاس بیٹھنے والا آواز سنے، بہت کم دیکھا ہے لیکن آنکھوں سے رواں آنسو ہمیشہ نماز پڑھتے میں دیکھے۔ چہرہ کے جذبات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا اپنی جان اور اپنا دل ہتھیلی پر رکھے اللہ تعالیٰ کی نذر کر رہے ہیں۔ نماز باجماعت کا اتنا خیال تھا کہ جب بیمار ہوتے اور مسجد نہ جا سکتے تو گھر ہی میں اپنے ساتھ عموماً مجھے کھڑا کر لیا کرتے اور جماعت سے نماز پڑھا دیتے تاکہ نماز باجماعت کی ادائیگی ہو جائے۔

حضرت اماں جانؓ بہت خشوع و خضوع سے، بہت سنوار کر نمازیں ادا کرنے والی، بہت دعائیں کرنے والی، آپ کو کسی حالت میں بھی جلدی جلدی نماز پڑھتے نہیں دیکھا گیا۔ تہجد اور اشراق بھی جب تک طاقت رہی، باقاعدہ ادا فرماتی رہیں۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے متعلق صاحبزادی فوزیہ شمیم صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

”مَیں نے آپ کو بچپن سے قریب سے دیکھا ہے آپ گھنٹوں عبادت میں گزارتیں۔ دوپہر کو کھانے سے پہلے نماز ظہر کی نماز علیحدہ کمرہ میں ادا کرتیں اور بہت لمبا وقت دعاؤں میں لگاتیں۔ مغرب کی نماز کا تو رنگ ہی اور تھا۔ مغرب کے بعد نوافل عشاء تک جاری رہتے اور اس قاعدہ میں مَیں نے کبھی فرق نہیں دیکھا۔ اتنی عبادت کے بعد بعض اوقات آپ کو ضعف کی شکایت ہو جاتی۔“

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ قیام میں سورۂ فاتحہ کے الفاظ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ اِس الحاح وزاری کے ساتھ تواتر سے دہراتے تھے کہ قطعاً تھکن محسوس نہیں فرماتے۔

سامعین! حضرت میاں محمد دین صاحبؓ 313 اصحاب میں تیسرے نمبر پر ہیں۔ آپ بچپن میں پنجوقتہ نمازوں اور تہجد کا اہتمام کرتے تھے مگر پھر اپنے ماحول کے زیر اثر تارک صلوٰۃ ہو گئے اور دہریت کا شکار ہوتے گئے۔ تقدیرِ الٰہی کے تابع آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ”براہین احمدیہ“ پڑھنے کی توفیق ملی اور ہستی باری تعالیٰ کے دلائل پڑھ کر دہریت کے سارے زنگ اُتر گئے۔ اُسی وقت کپڑے دھوئے اور گیلے کپڑے پہن کر ہی نماز پڑھنی شروع کی۔ محویت کے عالَم میں ایک طویل نماز پڑھی۔ فرماتے ہیں یہ نماز ”براہین“ نے پڑھائی اور بعد ازاں آج تک کوئی نماز مَیں نے نہیں چھوڑی۔

حضرت میاں عبد الرحیم صاحبؓ بیعت کے بعد فرصت کے دنوں میں فجر کی نماز کے لئے قادیان پہنچ جاتے اور دن بھر قادیان میں نمازیں ادا کرتے اور حضور کے کلمات طیبات سنتے۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گاؤں کو روانہ ہو جاتے۔

حضرت میاں جان محمد صاحبؓ رات کو جتنی بار بھی بیدار ہوتے اٹھ کر وضو کر کے نفل شروع کر دیتے پھر سو جاتے۔ پھر بیدار ہوتے تو نفل پڑھتے۔ گھٹنوں میں تکلیف کے باوجود چل کر مسجد جاتے اور دوسروں کو نماز کی بہت تلقین کرتے۔ جب آپؓ قریب المرگ تھے تو رات نماز کا وقت ہونے پر آپؓ نے تیمم کیا اور

نماز شروع کر دی لیکن پڑھتے پڑھتے بیہوش ہو گئے۔ اس طرح قریباً 10 یا 15 دفعہ پوچھا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ پھر نماز شروع کرتے اور بیہوش ہو جاتے۔

(الفضل ربوہ 5-6 اگست 2004)

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ فرماتے ہیں۔ مَیں جب مسجد مبارک میں جا کر نماز ادا کرتا ہوں تو نماز میں وہ حلاوت اور خشیت اللہ دل میں پیدا ہوتی ہے کہ دل محبتِ الٰہی سے سرشار ہو جاتا ہے۔ مگر میرے دوستو! جب اس نورِ الٰہی کے دیکھنے سے آنکھیں محروم رہتی ہیں تو مجھے کرب بے چین کر دیتا ہے اور وہ صحبت یاد آکر دل درد سے بھی پُر ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ! اُس نورِ الٰہی کو دیکھ کر دل کی تمام تکلیفیں دور ہو جاتی تھیں اور حضرت اقدس کے پاک اور منور چہرے کو دیکھ کر نہ کوئی غم ہی رہتا ہے اور نہ کسی کا گلہ شکوہ ہی رہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب ہم جنت میں ہیں اور آپ کو دیکھ کر ہماری آنکھیں اکتاتی نہ تھیں۔ ایسا پاک اور منور رُخِ مبارک تھا کہ ہم نوجوان پانچوں نمازیں ایسے شوق سے پڑھتے تھے کہ ایک نماز کو پڑھ کر دوسری نماز کی تیاری میں لگ جاتے تھے تا کہ آپ کے بائیں پہلو میں ہمیں جگہ مل جاوے اور ہم نوجوانوں میں یہی کشمکش رہتی تھی کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہی جگہ نصیب ہو اور آپ کے ساتھ ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ اللہ اللہ! وہ کیسا مبارک اور پاک وجود تھا جس کی صحبت نے ہمیں مخلوق سے مستغنی کر دیا اور ایسا صبر دے دیا کہ غیروں کی محبت سے ہمیں نجات دلا دی اور ہمیں مولیٰ ہی کا آستانہ دکھا دیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 82-83و89)

حضرت منشی محمد افضل صاحبؓ مدیر البدر نے کچھ اس طرح رقم کیا:

ایک بجے کا وقت تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے چند ایک موجود خدام کو ارشاد فرمایا کہ نماز پڑھ لی جاوے۔ سب نے وضو کیا۔ نماز کے لئے چٹائیاں بچھیں۔ حاضرین منتظر تھے کہ حسب دستور سابقہ حضور کسی حواری کو امامت کے لئے ارشاد فرماویں گے کہ اسی اثناء میں آگے بڑھے اور اقامت کہے جانے کے بعد آپ نے نماز ظہر اور عصر قصر اور جمع کر کے پڑھائیں۔ حضور کو امام اور خود کو مقتدی پا کر حاضرین کے دل باغ باغ تھے۔ ان مقتدیوں میں کئی ایسے احباب تھے۔ جن کی ایک عرصہ سے آرزو تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ نماز

میں خود امام ہوں اور ہم مقتدی۔ ان کی امید آج بھر آئی اور مجھ پر بھی یہ راز کھلا کہ امامِ نماز کی جس قدر توجہ الیٰ اللہ زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر جذب قلوب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ چونکہ خدا کے فضل سے اُس مبارک نماز میں مَیں خود بھی شریک تھا۔ اِس لئے دیکھا گیا کہ بے اختیار دلوں پر عاجزی اور فروتنی اور حقیقی عجز و انکسار غالب آتا جاتا تھا اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف کھچا جاتا تھا اور اندر سے ایک آواز آتی تھی کہ دعا مانگو۔ قلب رقیق ہو کر پانی کی طرح بہہ بہہ جاتا تھا اور اس پانی کو آنکھوں کے سوا کوئی راستہ نکلنے کا نہ ملتا تھا اور اس مبارک وقت کے ہاتھ آنے پر شکریہ الٰہی میں دل ہرگز گوارا نہ کرتا تھا کہ سجدہ سے سر اُٹھایا جاوے۔ غرضیکہ عجیب کیفیت تھی اور ایک متقی امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے جو جو بخششیں اور رحمت از روئے حدیث شریف مقتدیوں کے شامل حال ہوتی ہیں۔ ان کا ثبوت دست بدست مل رہا تھا۔

(البدر 24 جولائی 1904ء)

سامعین! حضرت شیخ محمد مبارک اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دورانِ تعلیم پیش آنے والا ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے۔ آپؓ حضرت صوفی شیخ مولا بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف لاہور (جو کہ 313 صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے تھے) کے بڑے صاحبزادے تھے۔ بی اے کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپؓ کو مزید تعلیم کے سلسلہ میں گھر سے ایک پرائیویٹ ہوسٹل میں منتقل ہونا پڑا۔ اس ہوسٹل میں مختلف کالجوں کے اور طلباء بھی رہا کرتے تھے۔ آپؓ نے چندہ اکٹھا کر کے ہوسٹل کے عین صحن میں ایک چبوترہ بنایا جس نے بعد ازاں مسجد کا رنگ اختیار کر لیا۔ آپؓ نے اپنے ہاتھ سے فرش لگایا، پانی کا مٹکا لا کر رکھا، لوٹے رکھے اور صفیں بچھا کر پانچ وقت کی نماز کی ادائیگی کا انتظام کیا۔ آپؓ اذان خود دیتے اور غیر احمدی اصحاب کو بھی تاکید کرتے کہ وہ بھی نماز ادا کیا کریں۔ کئی طلباء نے قرآنِ کریم کا ترجمہ بھی پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

حضرت حاجی احمد جی صاحبؓ آف داتہ ضلع ہزارہ جنہوں نے 1902ء میں بیعت کی اور آپؓ کو حضورؑ نے اپنے 313 اصحاب میں شامل فرمایا۔ جب آپؓ حضورؑ سے اجازت لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے تو وہاں چیدہ چیدہ لوگوں کو سارا حال سنایا اور اپنی احمدیت کی اطلاع دی۔ چنانچہ چند بڑے زمیندار بھی احمدی ہو گئے۔ لیکن آپؓ کی مخالفت بھی شروع ہو گئی۔ لوگ آپؓ کو مسجد میں حالتِ سجدہ میں دیکھتے تو کوڑا کرکٹ

پھینک دیتے۔ گاؤں کی مسجد کی تعمیر کا نصف خرچ آپؓ نے اٹھایا تھا جبکہ باقی نصف سارے گاؤں نے مل کر دیا تھا۔ لیکن آپؓ کو اتنا تنگ کیا گیا کہ آپؓ کو اپنے لیے اپنے گھر کے اوپر لکڑی کی ایک مسجد بنوانی پڑی۔ لیکن شرپسندوں نے اس کو بھی آگ لگانے کی کوشش کی۔ تاہم خدا تعالیٰ کی قدرت تھی کہ مسجد بالکل محفوظ رہی جبکہ ساتھ والا ایک گھر جل کر خاکستر ہو گیا۔

(ماہنامہ النور امریکہ اکتوبر نومبر 2010ء)

حضرت بھائی عبد الرحیم صاحبؓ سابق جگت سنگھ جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 313 صحابہ میں شامل تھے۔ عبادت نہایت خشوع و خضوع اور حضور قلب سے کرتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ شرح صدر سے حضرت مسیح موعودؑ کی اجازت سے سکھ رہتے ہوئے سلسلہ بیعت میں منسلک ہو گیا۔ پھر نماز سیکھی اور پڑھنی شروع کر دی۔ رمضان میں روزے رکھنے بھی شروع کر دیئے تو فوج میں سکھوں کو اشتعال آگیا اور انہوں نے اتنا مجبور کیا کہ 8 مارچ 1895ء کو ملازمت سے استعفیٰ دے کر مستقل قادیان چلا آیا۔ استعفیٰ سے روکتے ہوئے ہیرا سنگھ نے کہا تھا کہ دولت کو ٹھوکر نہ مارو ورنہ تین سال کے بعد تم نہ مانگتے پھرو تو مجھے کہنا اور جو چاہے کہنا۔ چنانچہ جب فوج سے ملنے والی رقم ختم ہو گئی اور مجھے ہیرا سنگھ کے الفاظ یاد آئے تو مجھے شدید قلق پیدا ہوا اور پریشانی میں مَیں نے وضو کر کے ظہر سے پہلے کی سنّتوں میں خوب رو رو کر دعا کی تو قدرتِ حق نے محض اپنے ہی فضل سے نماز ظہر کے بعد دو روپے ماہوار کا مجھے ٹیوٹر مقرر کروا دیا۔

(بدر قادیان درویش نمبر 2011ء)

سامعین! سیرالیون میں بو جماعت میں ایک بہت ہی بزرگ اور مخلص احمدی پا روجز مرحوم ہوا کرتے تھے۔ چونکہ سیرالیون میں مسلسل چھ ماہ بارشیں ہوتی ہیں مگر یہ بزرگ باوجود ادھیڑ عمری کے باقاعدہ چھتری لیے ہر نماز پر مسجد آیا کرتے تھے۔ یہی کیفیت وہاں کے پامانا اور پا ابراہیم جالو کی ہوا کرتی تھی اور شدید بارش میں ان کے آنے اور بلند آواز سے السلام علیکم کہنے سے مشن ہاؤس میں اندازہ ہو جاتا تھا کہ نمازی آگئے ہیں۔

لاہور کے ایک دوست مکرم محمد اکرم صاحب تھے جو نمازوں میں ذرا سست تھے جب توجہ دلائی تو ایسے نمازوں کی طرف راغب ہوئے کہ پھر اپنے کاروبار اور ملازمت کی بھی ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور 10 مئی 2010ء کے واقعہ میں دارالذکر لاہور میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

اسی طرح خاکسار کے والدِ محترم چوہدری نذیر احمد سیالکوٹی مرحوم بھی عبادت کے راستے میں حائل تمام روکوں کو عبور کر کے نماز باجماعت کے قیام کے لیے بہت سعی فرماتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی بیہوشی کے عالَم میں بھی نماز ترک نہ کی۔ آخری دنوں میں جب آپ بول نہ سکتے تھے تو ایک دفعہ نماز ادا کر رہے تھے کہ ہم میں سے ایک بھائی نے بار بار آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا تو پیشانی پر بل ڈال کر سخت بُرا منایا کہ مَیں نماز ادا کر رہا ہوں اور تم مجھے اپنی طرف بلا کر پریشان کر رہے ہو۔

اپنے اِنہی متبعین کے حق میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔

”بہتیرے اُن میں سے ایسے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔“

(ایّام الصلح)

سامعین! ہمارے پیارے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”اب جبکہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کیا ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کریں، اپنے اندر قربانی کی روح پیدا کریں اور اسلام کو پھیلانے کے لیے انتہائی کوشش کریں تا کہ روحانی طور پر صحابہ سے مل سکیں اور اس طرح ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کے بعثت کے مقاصد کو پورا کر سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں تمام احمدیوں کی ذمہ داری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی صحابہ میں شامل ہوں۔“

(مجلس شوریٰ برطانیہ 2023ء سے خطاب)

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کا رنگ اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿43﴾ ﴿مشاہدات۔ 787﴾

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(تقریر نمبر 7)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعہ: 3-4)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سامعین کرام! حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پر مشتمل جو قطعہ مَیں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھا ہے، اُس کا دوسرا مصرع **"صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا"** خاکسار کی گزارشات کا موضوعِ سخن ہے۔

اِس مصرع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں جو شخص حضرت مسیح موعود و مہدی موعود کی بیعت کرے گا۔ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اُس کا شمار صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہو گا۔ یعنی اُن کی مشابہت قرونِ اولیٰ کے بزرگ صحابہؓ کے ساتھ ہو گی کیونکہ لکھا ہے کہ

اِس آیت کے نزول پر بعض صحابہؓ نے آنحضورؐ سے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہؐ! وہ کون لوگ ہیں جو ہم میں سے ہیں لیکن ابھی ہم سے نہیں ملے؟۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریّا ستارے پر بھی چلا گیا تو ایک عظیم فرد یا بہت سے افراد اُس گمشدہ ایمان کو ثریّا سے واپس لاکر لوگوں کے دلوں میں قائم کریں گے۔ گویا کہ آنے والے موعود مسیح ومہدی کے ساتھیوں سے متعلق یہ بشارت تھی کہ وہ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کے مصداق بننے والے ہیں۔

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے اس مصرع کی تشریح بیان فرمائی کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان جسمانی طور پر صحابہ سے مل سکتا ہے کیونکہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اگر اپنے اعمال کو اس قدر پاک وصاف کرے تو وہ صحابہ کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔

صحابی کے معنی ایسے شخص کے ہیں جس کا دل خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو، ایمان اور اخلاص سے پُر ہو اور اپنے مذہب کے لیے ہر طرح کی قربانی کرنے کے لیے تیار ہو۔ پس صحابی بننے کے لیے جسمانی طور پر قربت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے آقا کے نقش کو دل پر قبول کیا جائے۔ پس صحابی بننے کے لیے لازمی ہے کہ اپنے آقا کی سچائی پر پختہ ایمان اور اس کی تعلیم کے مطابق عمل کیا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۂ جمعہ نازل ہوئی جس میں یہ آیت بھی تھی "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے، یعنی "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ" سے کون لوگ مراد ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ تین بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ اسی مجلس میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھ کر فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہو گا تو ان (اہل فارس) میں سے ایک شخص یا ایک سے زائد اشخاص اس کو پالیں گے۔

(مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے والے آخرین نے بھی قربانیوں کے وہی معیار قائم کرنے کی توفیق پائی جو اولین نے ان کے لیے بطور سنت کے چھوڑے تھے۔ وفا، اخلاص، محبت و عشق، قدمِ صدق، جان و مال و وقت غرضیکہ ہر قسم کی قربانی میں اولین اور آخرین کی مماثلت بہت واضح نظر آتی ہے۔

اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام کی سیرت و سوانح پر نظر ڈالیں تو صحابہ رسولؐ کے واقعات کے سے ملتے جلتے کئی واقعات ہمیں اُن کی زندگیوں میں بھی کثرت سے ملتے ہیں۔ آج خاکسار مالی قربانی کے بارہ میں کچھ واقعات بیان کرے گا۔

سامعین! ہم یہ بات جانتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے نبی مامور ہوتے ہیں تو ان کو دین کی خدمت کے لیے اموال کی ضرورت پیش آتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپؐ کے صحابہؓ نے مالی قربانیوں کا بھی حق ادا کر دکھایا۔ ان میں سر فہرست حضرت ابو بکرؓ کا نام ہے۔ آپؓ کے بارہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب سب لوگوں نے میرا انکار کیا تو ابو بکرؓ تھا جس نے میری تصدیق کی اور اپنے مال اور جان سے میری مدد کی۔

(سیرت الحلبیہ جلد 1 صفحہ 295)

پھر حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمانؓ غنی اور حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ نے بھی بڑی بڑی مالی قربانیاں پیش کیں۔ قربانی کا ایک اعلیٰ معیار اس وقت دیکھنے کو ملتا ہے جس کی نظیر انسانی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہبہ شدہ رقم اللہ کی راہ میں غرباء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی اور غلام آزاد کر دیے اور اپنے لیے فقر کی زندگی چن لی اور حضرت خدیجہؓ نے ہر طرح کے حالات میں آپؐ کا ساتھ دیا۔

جب سورۃ آل عمران کی آیت لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے اپنا پیارا باغ اللہ کے نام پر صدقہ کر دیا۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ وکتاب الوصایا)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔ اتفاق سے ان دنوں میں کافی مال دار تھا۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر کبھی میں ابو بکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا تو وہ آج کا دن ہے۔ مَیں اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ عرض کی کہ اتنا ہی جتنا آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا ہے۔ کچھ ہی دیر بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا مال لے کر حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا کہ حضورؐ! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی گھر چھوڑ کر آیا ہوں۔ مَیں نے کہا: مَیں ابو بکر سے کبھی سبقت نہ لے جا پاؤں گا۔

(سنن ترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً ؕ وَ اللّٰہُ یَقۡبِضُ وَ یَبۡصُۜطُ ۪ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ کہ کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے تاکہ وہ اس کے لیے اسے کئی گنا بڑھائے اور اللہ رزق قبض بھی کر لیتا ہے اور کھول بھی دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، تو ابو الدحداح رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس دو باغ ہیں۔ اگر مَیں ان میں سے ایک صدقہ کر دوں تو کیا مجھے جنت میں ایسا ہی باغ ملے گا؟ فرمایا ہاں!۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا میری بیوی اور بیٹا بھی میرے ساتھ ہوں گے؟ فرمایا ہاں!۔ اس پر ابو الدحداح نے کہا کہ مَیں اپنا بہترین باغ خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس گئے جو اسی باغ میں تھے۔ وہ باغ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اپنی بیوی کو یہ واقعہ سنایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے بہت اچھا سودا کیا ہے۔ پھر وہ سب اندر چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو الدحداح کے لیے کتنے ہی لہلہاتے ہوئے باغات ہیں۔

(سورۃ البقرۃ آیت 248 تفسیر کبیر رازی جلد 6 صفحہ نمبر 166)

بہرحال صحابہ ہر وقت اس تڑپ میں رہتے تھے کہ کب کوئی نیکی کا حکم ملے اور ہم اسے بجالانے کے لئے ایمان، اخلاص، وفا اور قربانی کا اظہار کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ

کرنے والوں کو انتہائی قابلِ رشک فرمایا ہے اور یہ معیار حاصل کرنے والے ہمیں صحابہ رضوان اللہ علیہم میں بے شمار نظر آتے ہیں جو سرًّا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے اور اعلانیہ بھی۔ چھپ کر بھی کرتے تھے اور ظاہری طور پر بھی کرتے تھے تا کہ وہ معیار حاصل کریں جو اللہ تعالیٰ ایک مومن سے چاہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی نے اُن میں جو روحانی انقلاب برپا کیا تھا اُس وجہ سے وہ اس فکر میں ہوتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ یہی اُن کا مقصود تھا جس کے لئے وہ سر توڑ کوشش کرتے تھے۔ صحابہ کی زندگیاں اس بات کی شاہد ہیں کہ انہوں نے اس مقصود کو پا بھی لیا جس کے لئے وہ کوشش کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خوشنودی کی سند حاصل کی۔

سامعین! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے ...بہتیرے ان میں سے ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لیے ہمارے سلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔“

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد نمبر 14 صفحہ 306)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپؐ کی قوت قدسیہ سے جو انقلاب آیا اور صحابہؓ نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جان، مال کی جو قربانیاں کیں وہ ہمیں آپؐ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی ذات اور آپؑ کی جماعت میں بھی نظر آتی ہیں۔ اس زمانہ میں اسلام جس کمزوری اور ضعف کی حالت میں تھا اس کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اسلام کے لیے ایک تڑپ تھی۔ چنانچہ آپؑ نے از سرِ نَو احیائے اسلام کے لیے نہ صرف گریہ وزاری سے کام لیا بلکہ اپنا تَن مَن دَھن سب کچھ وقف کر دیا۔ ظلمت و تاریکی کے اس پُر آشوب دور میں آپ نے ایک معرکہ آراء کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ”براہینِ احمدیہ“ رکھا اور تمام مذاہب کو چیلنج کیا اور اپنی کل جائداد اس راہ میں پیش کر دی جس کی مالیت اس وقت کم از کم دس ہزار روپے تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم جولائی 1900ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ منارۃ المسیح کی تعمیر کے لیے مالی قربانی کی تحریک فرمائی اور 101 صحابہ کی فہرست بھی شائع کی اور ان سے کم از کم ایک ایک سو روپیہ

چندہ کا مطالبہ فرمایا۔ کیونکہ کُل تخمینہ اخراجات دس ہزار روپیہ تھا۔ نیز آپؑ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ اس تحریک میں مطلوبہ چندہ دینے والوں کے نام بطور یادگار منار پر کندہ کیے جائیں گے۔اس تحریک میں 211 مخلصین نے کم از کم سو سو روپیہ چندہ دیا۔ حضرت اماں جانؓ نے دہلی کا ایک ذاتی مکان فروخت کر کے ایک ہزار روپیہ چندہ اس تحریک میں ادا کیا۔

1891ء میں جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ قادیان میں منعقد ہوا اور مہمانوں کی ایک کثیر تعداد جمع ہوئی جن کی ضیافت کا کُل خرچ حضور اقدس علیہ السلام نے برداشت کیا۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہ رہا۔ ان دنوں جلسہ سالانہ کے لیے چندہ جمع ہو کر نہیں جاتا تھا۔ حضور اپنے پاس سے ہی صَرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لیے کوئی سالن نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کے لیے سامان بہم پہنچا دیا۔

(ریویو آف ریلیجنز اردو جنوری 1942 صفحہ نمبر 44-45)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے صحابہؓ کی مالی قربانیوں کا خود بھی ذکر فرمایا کرتے تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”میاں شادی خان لکڑی فروش ساکن سیالکوٹ ہیں۔ ابھی وہ ایک کام میں ڈیڑھ سو روپے چندہ دے چکے ہیں اور اب اس کام کے لیے دو سو روپے چندہ بھیج دیا ہے اور یہ وہ متوکّل شخص ہے کہ اگر اس کے گھر کا تمام اسباب دیکھا جائے تو شاید تمام جائداد پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو۔ انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ ”چونکہ ایامِ قحط ہیں اور دنیوی تجارت میں صاف تباہی نظر آتی ہے تو بہتر ہے کہ ہم دینی تجارت کر لیں اس لیے جو کچھ اپنے پاس تھا سب بھیج دیا اور درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 315۔ اشتہار یکم جولائی 1900ء)

یہ سن کر انہوں نے گھر میں جو چارپائیاں رہ گئی تھیں وہ بھی بیچ کر ان کی رقم حضرت صاحبؑ کے حضور پیش کر دی۔ (الحکم 21 فروری 1923ء صفحہ 7)

حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ کے بارے میں حضورؑ کی گواہی ہے:

”اُن کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے مَیں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔“

(ازالہ اوہام حصہ دوم روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 520)

حضرت سیٹھ عبد الرحمٰن صاحبؓ ہوں یا حضرت شیخ رحمت اللہ صاحبؓ یا حضرت خلیفہ رشید الدین صاحبؓ سبھی کو ان کے بے نظیر اخلاص اور مالی قربانیوں کے باعث حضور حبّی فی اللہ کے لقب سے نوازتے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہی صحابہ ہیں جنہوں نے صدیقی رنگ میں رنگین ہو کر اپنے گھروں کا سارا سامان آقا کے قدموں میں لاڈالا۔

(تین سو تیرہ اصحاب صدق وصفا صفحہ 296)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی قربانیاں اس قدر بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ کے لیے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعو علیہ السلام کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا اور اس میں روپیہ پیسہ کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں میں تحریک بھیجی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ لنگر خانہ دو جگہ پر ہو گیا ہے۔ ایک قادیان میں اور ایک یہاں گورداسپور میں اس کے علاوہ اور مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔ جب حضرت صاحب کی یہ تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اس دن ان کو تنخواہ قریباً 450 روپے ملی تھی وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضرت صاحب کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ رقم گھر کی ضرورت کے لیے رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیح لکھتا ہے کہ دین کے لیے ضرورت ہے تو پھر اَور کس کے لیے رکھ سکتا ہوں؟“

(تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1926ء انوار العلوم جلد 9 صفحہ نمبر 403)

ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کی کہ حضور لنگری کہتا ہے کہ لنگر کا خرچ ختم ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ بعض مخلص احباب کو متوجہ کیا جاوے چند مخلص افراد کو امداد لنگر کے واسطے خطوط لکھے گئے اور کئی مخلصوں کے جواب اور رقوم آئیں۔ وزیر آباد کے شیخ خاندان نے جو مخلص احمدی تھے ان کا ایک پسر نوجوان خط ملتے وقت طاعون سے فوت ہوا تھا اور اس کے کفن دفن کے واسطے مبلغ دو سو روپے بغرض اخراجات اس کے پاس موجود تھے۔ اس نے اسی وقت (اس لڑکے کے باپ نے) ایک خط حضرت مسیح موعودؑ کو لکھا اور یہ خط ایک سبز کاغذ پر تحریر تھا اور اس کے عنوان میں یہ لکھا کہ 'اے خوشا مال کہ قربانِ مسیحا گردد' کہ مبارک ہے وہ مال جو خدا کے مسیح کے لئے قربان کر دیا جائے۔ نیچے خط میں لکھا میرا نوجوان لڑکا طاعون سے فوت ہوا ہے۔ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے مبلغ دو سو روپے تجویز کئے تھے جو ارسال خدمت کرتا ہوں اور لڑکے کو اس کے لباس میں دفن کر دیتا ہوں۔

(رسالہ ظہور احمد موعود مؤلفہ قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی۔ قاضی خیل صفحہ 71-70 مطبوعہ 30 جنوری 1955)

پھر ایک صحابی حضرت منشی ظفر احمد صاحب بذریعہ میاں محمد احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ چوہدری رستم علی خاں صاحب مرحوم انسپکٹر ریلوے تھے۔ ایک سو پچاس روپیہ اُن کو ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ بڑے مخلص اور ہماری جماعت کے قابلِ ذکر آدمی تھے۔ وہ بیس روپیہ ماہوار اپنے گھر کے خرچ کے لئے اپنے پاس رکھ کر باقی کل تنخواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج دیتے تھے اور ہمیشہ اُن کا یہ قاعدہ تھا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 13 صفحہ نمبر 360 روایت حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ امرتسر میں تھے کہ حضورؑ کی طرف سے چندہ لینے والے پہنچ گئے۔ نقد رقم موجود نہ تھی۔ آپ کے پاس اس وقت کنستر میں صرف آدھ سیر کے قریب آٹا تھا۔ آپ نے وہی پیش کر دیا اور وہ ساری رات آپ اور آپ کے اہل خانہ نے فاقہ سے گزار دی۔

(الفضل 18 جولائی 1977ء)

سامعین کرام! یہ ہے وہ اخلاص جو حضرت مسیح موعودؑ نے مریدں کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے تھا جماعت کے لئے تھا، اللہ تعالیٰ کی مرضی چاہنے کے لئے تھا۔ یہی لوگ تھے جن کو آیت

وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ: 4) کے ماتحت صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام اپنے ایسے ہی مخلص صحابہ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مَیں دیکھتا ہوں کہ صدہا لوگ ایسے بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں جن کے بدن پر مشکل سے لباس بھی ہوتا ہے۔ مشکل سے چادر یا پاجامہ بھی ان کو میسر آتا ہے۔ ان کی کوئی جائیداد نہیں مگر ان کے لا انتہاء اخلاص اور ارادت سے محبت اور وفا سے طبیعت میں ایک حیرانی اور تعجب پیدا ہوتا ہے جو اُن سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتی رہتی ہے یا جس کے آثار اُن کے چہروں سے عیاں ہوتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 584 ایڈیشن 1988ء)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

”بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سِلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔“

(ایّام الصلح)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب وقفِ جدید کی اور تحریکِ جدید کی تحریک کی تو بے شمار لوگوں نے، غریب لوگوں نے تھوڑی تھوڑی رقمیں لا کے چندے میں دینی شروع کیں۔ کوئی مرغی لے آیا، کوئی مرغی کے انڈے لے آیا اور یہ کہا کہ ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ ہم نے پیش کر دیا۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نماز عید پڑھائی آپؐ کھڑے ہوئے نماز سے آغاز کیا اور پھر لوگوں سے خطاب کیا، جب آپؐ فارغ ہو گئے تو آپؐ منبر سے اُترے اور عورتوں میں تشریف لے گئے اور انہیں نصیحت فرمائی۔ آپ اس وقت حضرت بلالؓ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے اور حضرت بلالؓ نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا جس میں عورتیں صدقات ڈالتی جا رہی تھیں۔

(بخاری کتاب العیدین باب موعظۃ الامام النساء یوم العید)

تو اسلام میں مالی قربانی کی مثالیں صرف مردوں تک ہی محدود نہیں ہیں۔ بلکہ اس پیاری تعلیم اور جذبہ ایمان کی وجہ سے عورتیں بھی مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہی ہیں اور لیتی ہیں اور اپنا زیور اُتار اُتار کر پھینکتی رہی ہیں اور آج پہلوں سے ملنی والی جماعت میں یہی نمونے ہمیں دِکھنے کو ملتے ہیں۔ عورتیں اپنے

زیور آ آکر پیش کرتی ہیں۔ عموماً عورت جو شوق سے زیور بنواتی ہے اس کو چھوڑنا مشکل ہوتا ہے لیکن احمدی عورت کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز پیش کی جائے۔

گزشتہ دنوں میں جب انگلستان کی مساجد اور پھر تحریک جدید کے بزرگوں کے پرانے کھاتے کھولنے کی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریک کی تھی تو احمدی خواتین نے اپنے زیور پیش کئے اور بعض بڑے بڑے قیمتی سیٹ پیش کئے کہ یہ ہمارے زیوروں میں سے بہترین ہیں اور یہ ثابت کیا کہ ہم اللہ کے اس حکم کی پابندی کر رہی ہیں کہ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (آل عمران:93) جو سب سے پسندیدہ چیزیں ہیں وہ ہی پیش کر رہی ہیں۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آج کے دَور میں جماعت احمدیہ میں مالی قربانی کے جذبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اب گھانا کی مثال مَیں دیتا ہوں۔ ہمارے بڑے اعلیٰ قربانی کرنے والے بھی ہیں، ایک ہمارے یوسف آڈوسئی صاحب ہیں وہ لوکل مشنری بھی تھے، بلکہ اب بھی ہیں لیکن آنریری۔ وہ کچھ دوائیاں وغیرہ بھی بنایا کرتے تھے۔ چھوٹا سا شاید کاروبار تھا اور وہ بیمار بھی تھے ان کی ٹانگ میں ایک گہرا زخم تھا جو ہڈی تک چلا گیا تھا۔ بڑی تکلیف میں رہتے تھے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاج اور دعا سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا، زخم ٹھیک ہو گیا۔ اور اس کے بعد انہوں نے پہلے سے بڑھ کر جماعت کی خدمت کرنا شروع کر دی اور کاروبار میں بھی کیونکہ ان کو کچھ جڑی بوٹیاں بنانے کا شوق تھا تو ایسی دوائیاں بنیں جن سے کاروبار خوب چمکا اور پیسے کی ایسی فراوانی ہوئی کہ جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن یہ اس پیسے پر بیٹھ نہیں گئے، بلکہ اپنے وعدے کے مطابق جماعت کے لئے بے انتہا خرچ کیا اور کر رہے ہیں۔ مختلف عمارات اور مساجد بنوائیں اور بڑی بڑی شاندار مسجدیں بنوائیں، چھوٹی چھوٹی مسجدیں نہیں اور اب بھی ہمہ وقت قربانی کے لئے تیار ہیں۔ گزشتہ سال جب مَیں دورے پر گیا تھا تو کسی خرچ کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا یہ مَیں نے کرنا ہے۔ کیونکہ آجکل دنیا میں کاروباری حالات کچھ خراب ہیں مجھے اپنے طور پر پتہ لگا تھا کہ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے، کاروبار اب اتنا زیادہ نہیں ہے۔، ان پر بھی حالات کا اثر ہے۔ تو مَیں

نے ان کو کہا کہ کسی اور کو بھی ثواب لینے کا موقع دیں۔ سارے کام خود ہی کرواتے جارہے ہیں۔ لیکن دینی علم تھا۔ قرآن حدیث کا علم بھی ہے۔ تو پتہ ہے کہ مَیں نے تھیلی کا منہ بند کیا تو کہیں مستقل بند ہی نہ ہو جائے اس لئے فوراً کہا کہ یہ تو مَیں نے کرنا ہے اور بہت سے دوسرے اخراجات بھی ہیں کسی کو مَیں نے روکا نہیں ہے۔ پھر ایک ابراہیم بونسو صاحب ہیں۔ یہ بھی بڑی قربانی کرنے والے ہیں۔ اکرا کے قریب انہوں نے ایک بہت مہنگی جگہ پہ جماعت کے لئے قبرستان اور بہشتی مقبرے کے لئے جگہ لے کر دی ہے اور بھی بہت سارے ہیں جو اپنی اپنی طاقت کے مطابق قربانی کرنے والے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 جنوری 2005ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اس زمانے میں دنیا کی اصلاح کے لئے، دنیا کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔ آپ علیہ السلام صحابہ کی مثال دے کر جب ہمیں کچھ بیان فرماتے ہیں تو اس لئے کہ یہ پاک نمونے ہمارے لئے اسوہ ہیں۔ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرو اور اگر کوشش کرو گے تو حقیقی نیکیاں سرانجام دینے والے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن سکو گے اور پھر جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی براہِ راست تربیت سے ایسے ہزاروں وجود دنیا کو دکھائے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور اس ایمان کی حرارت اور قربانیوں کی وجہ سے جماعت ہر دن ایک نئی شان سے ترقی کی منازل طے کرتی چلی گئی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جنوری 2012ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿44﴾ ﴿مشاہدات۔788﴾

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(تقریر نمبر8)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعہ:3-4)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں اُنہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اُس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار پر مشتمل جو قطعہ مَیں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھا ہے، اُس کا دوسرا مصرع ”صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا“ خاکسار کی آج کی گزارشات کا موضوعِ سخن ہے۔

اِس مصرع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں جو شخص حضرت مسیح موعود و مہدی موعود کی بیعت کرے گا اور آپ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اُس کا شمار صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہو گا۔ یعنی اُن کی مشابہت قرونِ اولیٰ کے بزرگ صحابہؓ کے ساتھ ہو گی۔

ہمارے لیے دسویں شرطِ بیعت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق اور محبت اور اخوت کو اُس معیار تک پہنچانا لازمی بنتا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی رشتے میں نہ ملتی ہو اور یہ مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؑ کی بیعت میں آنے کے بعد دینا اس لیے بھی ضروری ہے کہ آپ ہی اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ عاشقِ صادق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ایمان کو ثریا سے زمین پر لے کر آئے۔ آپ علیہ السلام نے ہی ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مقام اور مرتبے کی پہچان کروائی اور بندے کو خدا تعالیٰ سے ملایا۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

”مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اِس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64-65)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور عشق میں فنا ہونا آپ کا خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا اور پہنچانے کا باعث بنا اور پھر خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کو بھی اپنے تک پہنچنے کے ذریعہ میں شامل فرما کر آپ علیہ السلام سے تعلق و محبت کو اور اخوت کے رشتے کو ضروری قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی محبت کے وہ نظارے دکھائے جس نے آخرین کو اوّلین سے ملا دیا۔ آج خاکسار آپ کے سامنے کچھ ایسے واقعات پیش کرے گا جن سے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مسیح موعود علیہ السلام میں پیار، محبت اور فدائیت میں مطابقت نظر آئے گی۔

سامعین! ہمارے سامنے حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے فوراً بعد بغیر کسی دلیل کے، بغیر کسی نشان کے صرف آپؐ کی بات کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یقین کر لیا۔ ان کے لیے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی آپ کی صداقت کی دلیل تھا، محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ والا مضمون تھا۔ انہیں کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہی نہ تھی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اپنے حبیب آقا کے ساتھ ایسی بے نظیر محبّت و فدائیت کا تعلق رکھتے تھے کہ اُن کے سامنے دنیا کی ہر چیز ہیچ تھی۔ آپؐ پر اپنی جان چھڑکتے اور پروانوں کی طرح فدا ہو ہو جاتے۔ اصحابِ صفہ اس کی بہت عظیم مثال ہے، ہر قسم کی دنیوی اغراض کو پسِ پشت ڈال کر اپنی زندگیوں کا لمحہ لمحہ اپنے آقا کی صحبت میں گزارنے والے تھے اور اس راہ میں بھوک کی شدت بھی روک نہ بنتی۔

ایسا ہی معاملہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بھی دکھائی دیا، بہت سے ایسے صحابہ تھے جو آپؑ کو دیکھتے ہی گرویدہ ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل الحاج حکیم مولوی نور الدین صاحب مع اپنی اہلیہ، حضرت امّاں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ اور دیگر 313 مخلصین بلاتوقّف ایمان لا کر اوّلین صحابہ سے جا ملے۔

حضرت الحاج حکیم نورالدین صاحب نے جب پہلی مرتبہ حضور کو دیکھا تو برجستہ فرمایا:

"یہی مرزا ہے اور اس پر میں سارا ہی قربان ہو جاؤں"

(حیات نور صفحہ 116)

سامعین! حضرت عمر بن خطابؓ اپنے گھر سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذباللہ) قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے لیکن خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے گھائل ہو کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے، حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بھی ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔ ایک دفعہ جب آپؑ لدھیانہ تشریف لے گئے تو ایک مولوی نے بڑے جوش سے تقریر کی کہ جو شخص آپ کو قتل کرے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ ایک دیہاتی نے جنت میں جانے کا یہ آسان ترین نسخہ سنا تو آپؑ کی قیام گاہ تک پہنچ گیا۔ حضور وہاں خطاب فرمارہے تھے۔ یہ شخص موقع کے انتظار میں وہاں بیٹھ گیا لیکن جیسے جیسے حضور کے الفاظ اس کے کانوں میں پڑتے چلے گئے اسکے دل کا زنگ دھل کر صاف ہوتا چلا گیا اور وہ جو آپ کو قتل کرنے نکلا تھا خود سچ کی تلوار سے گھائل ہو گیا اور جونہی آپ کی گفتگو ختم ہوئی اس نے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ کو تھام لیا اور بیعت کرلی۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک صحابہ کے درمیان تشریف فرما ہوتے۔ ذکرِ الٰہی سے فارغ ہو کر صحابہ سے احوال پُرسی فرماتے، زمانہ جاہلیت کی باتیں بھی ہوتیں۔ آپؐ پوچھتے کہ اگر کسی کو کوئی خواب آئی ہو تو سنائے۔ اچھی خواب پسند فرماتے اور اس کی تعبیر بیان کرتے۔ کبھی اپنی کوئی خواب بھی سنا دیتے۔ (بخاری، مسلم)۔ صحابہ بہت غور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنتے اور یاد رکھتے۔

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ ولد شیخ مسیتا صاحب فرماتے ہیں:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد مبارک میں نماز سے فارغ ہو کر تشریف رکھتے تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہتی، کیونکہ ہم یہ جانتے تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نکات بیان فرما کر محبتِ الٰہی کے جام ہم پئیں گے اور ہمارے دلوں کے زنگ دور ہوں گے۔ سب چھوٹے بڑے ہمہ تن گوش ہو کر اپنے محبوب کے پیارے اور پاک منہ کی طرف شوق بھری نظروں سے دیکھا کرتے تھے کہ آپ اپنے رُخ مبارک سے جو بیان فرمائیں گے اُسے اچھی طرح سُن لیں۔ یہ حال تھا آپؑ کے عشاق کا کہ آپ کی باتوں کو سننے سے کبھی ہم نہ تھکے اور حضرت اقدس کبھی اپنے دوستوں کی باتیں سننے سے نہ گھبراتے تھے اور نہ روکتے تھے۔ مَیں نے کبھی آپ کو سرگوشی سے باتیں کرتے نہیں دیکھا۔

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 94 روایت حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ)

اسی طرح حضرت ماسٹر نذیر حسین صاحبؓ ولد حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ فرماتے ہیں:

خاکسار کی عادت تھی کہ جب کبھی بھی خاکسار کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملتا یا حضور کا لیکچر سنتا تو خاکسار کاپی پینسل اپنے پاس رکھتا اور جب دیکھتا کہ حضور نے کوئی بات فرمائی ہے جو خاکسار کے نزدیک قابل عمل اور زندگی کے لئے مفید اور ضروری ہے تو خاکسار فوراً اُس کو اُس میں درج کر لیتا۔

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 71 روایت حضرت ماسٹر نذیر حسین صاحبؓ)

حضرت ابو بکرؓ تو تھے ہی سراپا عشق۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ”یارِغار“ جیسی عظیم الشّان فضیلت اور ”ثانی الاثنین“ جیسے لقب سے سرفراز فرمایا۔ ایک بار خانۂ کعبہ میں اسلام کے علانیہ اظہار پر کفّار اُن پر

اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا جان ہی سے مار ڈالا۔ لوگوں کے مخاطب کرنے پر بھی جواب نہ دیتے کہ سخت بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ شام کے وقت ذرا ہوش آیا، تو اس عاشقِ صادق کی زبان سے سب سے پہلے یہی الفاظ ادا ہوئے ”مجھے بتاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری؟“ والدہ کچھ کِھلانے پر مُصر تھیں، مگر وہ مسلسل اپنے محبوبؐ کے متعلق پوچھے جا رہے تھے۔ کھانے پر زیادہ اصرار کیا، تو فرمایا ”مَیں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے، جب تک خدمتِ نبویؐ میں حاضر نہ ہو جاؤں، تب تک کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔“ رات ڈھلی، تو والدہ اور بہن آپؓ کو سہارا دے کر چل پڑیں، یہاں تک کہ دارِ ارقم میں آپؐ کے پاس پہنچا دیا۔ آپؐ نے جب اپنے عاشق کو اِس حال میں دیکھا، تو اُن پر جُھک پڑے اور بوسہ دیا۔ صدیقِ اکبرؓ کی حالت دیکھ کر نبیٔ رحمتؐ پر رقّت طاری ہو گئی۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے اور اس کے نتیجے میں انتہائی درجہ کے ظلم و ستم اور بربریّت برداشت کرتے ہوئے اپنی جان، مال، وقت اور عزّت کی قربانی پیش کرنے والوں میں حضرت صاحبزادہ عبد اللطیفؓ شہید کا نام ایک روشن ستارے کی طرح آسمانِ روحانیت پر چمکتا رہے گا۔ آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کی خبر مل چکی تھی اور آپ حضورؑ کی صداقت کا یقین کر چکے تھے۔ آپؓ نے 1902ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لی اور اپنی رخصت کے ایّام قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں گزارے۔ 1903ء میں واپسی کی اجازت لے کر افغانستان تشریف لائے۔ امیر کابل کو آپ کی شکایت کر دی گئی اور علماء نے آپ کے خلاف کفر وارتداد کے فتوے دیئے اور بادشاہ کو آپ کے خلاف بہت بھڑکایا گیا۔ جس کی بناء پر آپ کو گرفتار کر کے ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ ایک غرغراب نامی زنجیر کمر تک آپ کو پہنا دی گئی جس کا وزن ایک من چوبیس سیر تھا۔ پاؤں میں آٹھ سیر وزنی بیڑی لگا دی گئی۔ اسی قید بامشقّت کی حالت میں آپؓ نے صبر واستقامت سے چار ماہ عبادت اور ذکر الٰہی کرتے ہوئے گزارے۔ بادشاہ کی طرف سے متعدد مرتبہ آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرنے کے بدلہ میں رہائی کی پیشکش ہوتی رہی جسے آپؓ حقارت سے ٹھکراتے رہے آپ نے صاف لفظوں میں انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا مَیں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں؟ مجھ سے یہ نہیں ہو گا اور آپ اپنے ایمان پر ڈٹے رہے۔ آخر

کار مولویوں کے کہنے پر آپ کو سنگسار کرنے کی سزا دی گئی اور قاضی نے جو گھوڑے پہ سوار تھا، گھوڑے سے اُتر کر پتھر چلایا جس سے آپؓ کو ایک کاری زخم لگا اور گردن ایک طرف جھک گئی۔ پھر اس کے بعد امیر نے پتھر چلایا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہجوم کی طرف سے آپؓ پر پتھروں کی بارش کر دی گئی اور اس نیک اور متقی بزرگ، ایک عالم با عمل، نازو نعمت میں پلے شہزادے نے محض اپنے خدا اور اس کے مأمور سے وفاداری کے جرم میں پتھروں کے ڈھیر میں زندہ دفن ہونے اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"اے عبد اللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا"

(تذکرہ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60)

حضرت زید بن دثنہؓ کے عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بھی سامنے ہے۔ سولی دینے کی تیاری کی جا رہی ہے، زندگی ہر کسی کو پیاری ہے اور جب موت سامنے کھڑی ہو، تو سبھی جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، مگر آسمان نے عشق کا ایسا نظارہ کم ہی دیکھا کہ خون کے پیاسے حضرت زیدؓ کے چاروں طرف کھڑے ہیں۔ ابو سفیان نے کہا "زیدؓ! کیا تجھے پسند ہے کہ آج تیری جگہ (حضرت) محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور تُو اپنے اہل و عیال میں ہوتا؟" حضرت زیدؓ نے جواباً کہا "اللہ کی قسم! مَیں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ مَیں اپنے اہل و عیال میں ہوں اور حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو کانٹا بھی چُبھے۔" اور پھر سولی پر لٹک گئے۔

(البدایہ والنہایہ)

اسی طرح حضرت میاں عبد المجید خان صاحب آف بریلی کے قبولِ احمدیت کے بعد مخالفین نے ان کے خلاف جلسہ کیا۔ انہیں باغی اور فسادی قرار دے کر لوگوں کو اتنا بھڑکایا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ دوسرے روز جب مخالف لوگ ان کے گرد جمع ہوئے تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ

"خدا نے اپنی قدرت نمائی سے اب مجھے وہ طاقت بخش دی ہے کہ اگر تم لوگ آروں سے بھی میرے جسم کو چیر دو تو یہ دل اور یہ منہ اس صداقت سے اب پھر نہیں سکتے۔"

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 12 صفحہ 278-279)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بچوں سے محبت و شفقت کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔ آپؐ کا طریق مبارک یہ تھا کہ بچوں کے پاس سے گزرتے تو خود اُن کو سلام کرتے۔ اُن کے سروں پر پیار سے ہاتھ رکھتے، اُن کو محبت سے گود میں اُٹھالیتے، جب کوئی پھل آتا تو سب سے پہلے اُس بچہ کو دیتے جو عمر میں سب سے چھوٹا ہوتا۔ اِسی محبت کا کرشمہ تھا کہ بچے رسولِ اکرمؐ کی طرف اِس طرح کھنچے چلے آتے تھے جس طرح لوہے کے ذرے مقناطیس سے چمٹ جاتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ بچوں کا یہ شفیق آقا، دین و دنیا کا بادشاہ، جب گلیوں میں پیدل چلتا یا کہیں سفر پر جانے لگتا یا سفر سے واپس آتا تو مٹی میں کھیلتے ہوئے بچے وفورِ محبت سے آپ کی ٹانگوں سے لپٹ جاتے۔ پیارے آقا کی انگلی تھام کر بچے بڑی بے تکلفی سے ساتھ چلتے۔ حضورؐ ایک ایک سے محبت بھری گفتگو فرماتے اور سب کو دُعاؤں سے مالامال کر کے رخصت فرماتے۔

حضرت علیؓ جنہیں بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل ہے اِس محبت و الفت کی کیفیت کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچتے ہیں کہ مَیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یوں رہتا تھا جس طرح اُونٹنی کا بچہ اُونٹنی کے پیچھے پیچھے رہتا ہے اور اُس سے جدا نہیں ہوتا۔ بچوں کی یہ کیفیت، یہ کشش اور والہانہ محبت اُس بے پایاں شفقت کا طبعی نتیجہ تھی جس کا اظہار صبح و شام ہوتا تھا۔

سامعین! حضرت حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک دفعہ میرے لڑکے عبد المجید نے جس کی عمر اُس وقت قریباً چار برس کی تھی۔ اس بات پر اصرار کیا کہ میں نے حضرت صاحب کو چمٹ کر یعنی ”جپھی“ ڈال کر ملنا ہے۔ اُس نے مغرب کے وقت سے لے کر صبح تک یہ ضد جاری رکھی اور ہمیں رات کو بہت تنگ کیا۔ صبح اُٹھ کر پہلی گاڑی میں اُسے لے کر بٹالہ پہنچا اور وہاں سے ٹانگے پر ہم قادیان گئے اور جاتے ہی حضرت صاحب کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ عبد المجید آپ کو ملنا چاہتا ہے۔ گلے ملنا چاہتا ہے یا ”جپھی“ ڈالنا چاہتا ہے۔ (چھوٹا سا بچہ ہی تھا۔ چار سال عمر تھی) حضورؑ اس موقع پر باہر تشریف لائے اور عبد المجید آپ کی ٹانگوں کو چمٹ گیا اور اس طرح اُس نے ملاقات کی اور پھر وہ چار سال کا بچہ کہنے لگا کہ ”ہن ٹھنڈ پے گئی اے۔“

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 12 روایت حضرت حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ)

سامعین! حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے اور عموماً قیلولہ بھی فرماتے تھے۔ ایک دن میری والدہ حضرت امِ سلیمؓ کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں، اُن کی عدم موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ جب آپ کی والدہ کو پتہ چلا تو وہ جلدی جلدی گھر واپس آئیں اور دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما رہے ہیں اور جسمِ مقدس پر پسینے کے شفاف قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں اور یہ قطرے جسمِ اطہر سے جدا ہو کر بستر میں جذب ہو رہے ہیں۔ انہوں نے ایک شیشی لے کر اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ اس اثنا میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ آپؐ نے حضرت اُم سلیمؓ سے پوچھا کہ وہ کیا کر رہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ آپ کا مبارک پسینہ ہے، جسے ہم اپنے خوشبوؤں میں ملاتے ہیں اور یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبو دار ہے۔

(صحیح مسلم، طِيبِ عَرَقِ النَّبِيِّ)

حضرت مولوی عزیز دین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ

جتنی دفعہ مجھے حضرت صاحب سے آکر ملاقات کا موقع ملا، قریباً پچاس ساٹھ یا ستر دفعہ کا واقعہ ہو گا۔ آتے ہی حضرت صاحب کے پاس اپنی پگڑی اُتار کر رکھ دیتا تھا اور حضرت صاحب کے دونوں ہاتھوں کو اپنے سر پر ملتا تھا اور جب تک مَیں ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا حضرت صاحب نے کبھی ہاتھ کھینچنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میری عمر اکاسی سال کی ہے، مَیں کبھی بیمار نہیں ہوا۔ البتہ قادیان میں ہی ایک دو چوٹیں معمولی سی لگی ہیں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 218-219۔ روایت مولوی عزیز دین صاحبؓ)

سامعین! نمازوں اور دعاؤں میں صحابہ رسولؐ کا شغف قابل تحسین تھا۔ حضرت عتبان بن مالکؓ نابینا صحابی تھے، مسجد اور اُن کے مکان کے درمیان کی وادی بارش سے بھر جاتی تھی مگر اس کے باوجود ہزار مشکل سے وہ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب المساجد باب المساجد فی البیوت)

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ نابینا تھے مگر ہر حال میں نماز کے لیے اوّل وقت میں پہنچتے...بارش ہو، آندھی ہو، کڑ کڑاتا جاڑا ہو، تیز دھوپ ہو، وہ اول صف میں جگہ پاتے۔

(اصحاب احمد جلد 13 صفحہ 290)

بالکل اسی طرح دور ثانی میں حضرت بانی جماعت احمدیہؑ اپنے ایک خادم شیخ حامد علیؓ کا حال بیان کرتے ہیں:

”التزام نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا تھا۔ مَیں جانتا ہوں کہ انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 540 تا 541)

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا سلوک کرنے والے اور بہت نرم دل تھے اور اُن کی یہ صفت اللہ تعالیٰ نے بھی بیان فرمائی ہے کہ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:30) کہ وہ آپس میں محبت کا سلوک کرنے والے اور نرم دل ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کسی بات پر تکرار ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ بھی چلے آئے۔ حضرت عمرؓ عرض کرتے تھے اے اللہ کے رسولؐ! زیادتی میری تھی اور حضرت ابو بکرؓ کہتے کہ نہیں! مجھ سے زیادتی ہوئی۔

(بخاری کتاب المناقب باب قول النبیؐ لوکنت متخذ خلیلا)

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ آپ کا دل اپنی رعایا کے لیے ایسا نرم تھا کہ دور دراز سے اشیاء منگوا کر لوگوں میں تقسیم کروائیں اور خود مرغوب غذاؤں کا استعمال ترک کر دیا اور گھی مہنگا ہو گیا تو اس کی بجائے تیل کا استعمال کرنے لگے جس سے پیٹ میں تکلیف ہوتی تھی اور آپ نے فرمایا کہ اُس وقت تک گھی نہ کھاؤں گا جب تک سب لوگ نہ کھانے لگ جائیں۔

(طبقات ابن سعد جزء 3 صفحہ 312)

سامعین! ہمیں یہی محبت اور اخوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں بھی نظر آتی ہے۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ میں سیرتِ صحابہ کا یہ وصف بھی نمایاں تھا کہ ناراضگی کی صورت میں صُلح میں پہل کرتے تھے اور ہمیشہ بغض و کینہ سے اپنا سینہ صاف رکھتے تھے۔ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ

بیان کرتے ہیں کہ وہ تعلیم الاسلام سکول کے ہیڈماسٹر اور حضرت میر صاحب ناظم تھے۔ کسی معاملہ پر اختلاف ہو گیا مگر حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کے سمجھانے پر عرفانی صاحب نے میر صاحب سے معذرت کا ارادہ کر لیا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ خود حضرت میر صاحب تشریف لائے اور بآواز بلند السلام علیکم کہہ کر عرفانی صاحب سے بغل گیر ہو کر صلح میں پہل کر دکھائی۔

(حیات ناصر صفحہ 22)

ان کے صاحبزادے حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ بھی بہت نرم دل تھے وہ یتیموں کی خبر گیری کی طرف بہت توجہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ شدید بخار اور نقاہت تھی۔ کارکن نے آکر کہا کہ کھانے کے لیے جنس کی کمی ہے اور کہیں سے انتظام نہیں ہو رہا۔ لڑکوں نے صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا ہوا۔ آپؓ فوراً تانگے میں بیٹھ کر مخیر حضرات کے گھروں میں گئے اور جنس اکٹھی کی اور پھر ان بچوں کے کھانے کا انتظام ہوا۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17 اکتوبر 2003ء)

سامعین! جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک، زنا، چوری اور دوسری بد عادات سے بیعت توبہ لیتے تھے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بُرائیوں سے بچنے کے لیے دس شرائط بیعت رکھیں اورآپ علیہ السلام کے اصحاب نے ان شرائطِ بیعت کے مطابق آپ کی بیعت کی اور جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگیاں اس بیعت کے بعد یکدم تبدیل ہو گئیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی زندگیوں میں تبدیل آ گئی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وہ لوگ جو پانچ وقت شراب کے دلدادہ تھے اب ان اوقات میں نمازیں اور تہجد ادا کرنے لگے اور جب رسول اللہؐ کے منادی کرنے والے نے حرمت شراب کا اعلان کیا تو اسے سن کر محفل بادہ میں شراب کے جام اور برتن توڑ دیے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔

(بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ المائدہ)

حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت کے مقاصد میں یہ بات بڑی وضاحت سے بیان فرمائی ہے کہ اس بیعت کا مقصد گندی زیست سے نجات دلانا ہے۔ چنانچہ آپ کی قوت قدسیہ جو دراصل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

ہی فیض ہے، کے نتیجہ میں آپؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں میں دیکھتے ہی دیکھتے نہایت درجہ پاک تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔

حضرت میاں محمد دین صاحب پٹواریؓ فرماتے ہیں:

"براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے ... معاً میری دہریت کافور ہوگئی اور میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا...زندہ ہو جاتا ہے۔"

(اخبار الحکم۔14ء اکتوبر، 1938ء)

حضرت منشی عطا محمد صاحبؓ پٹواری بیان کرتے ہیں کہ

مَیں سخت بے دین اور شرابی کبابی راشی مرتشی ہوتا تھا...... حضور کی نصیحت کہ "زکریا والی توبہ کرو" سُن کر میں نے شراب وغیرہ چھوڑ دی اور رشوت بھی بالکل ترک کر دی اور صلوٰۃ وصوم کا پابند ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 220 تا 221 روایت نمبر 241)

سامعین! ہمیں تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جو کہ اس شعر کا مصداق ہیں کہ

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے خاکسار چند واقعات ہی بیان کر پایا ہے۔ یہ ایمان افروز واقعات سننے کے بعد ہمیں چاہیے کہ ہم ان واقعات کو اپنے اعمال و کردار کا حصہ بنائیں، یہ داستانیں ماضی کے قصے نہ رہیں بلکہ ہر دور میں زندہ ہوتی رہیں۔ کیونکہ اسی طرح سے آج ہم بھی ان عظیم صحابہ کے نقش قدم پر چل کر ایسی ہی داستانیں رقم کر سکتے ہیں۔

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴾45﴿ ﴾مشاہدات۔483﴿

جماعت احمدیہ کے عظیم الشان جلسہ سالانہ کی بنیادی اینٹ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ

(المجادلہ:12)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہیں یہ کہا جائے کہ مجلسوں میں (دوسروں کے لئے) جگہ کھلی کردیا کرو تو کھلی کردیا کرو، اللہ تمہیں کشادگی عطا کرے گا۔ اور جب کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو۔ اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور خصوصاً ان کے جن کو علم عطا کیا گیاہے اور اللہ اُس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

بفضلِ ایزدی جلسہ ہمارا
برائے تشنگاں ابرِ کرم ہے

معزز سامعین! مجھے آج **جماعت احمدیہ کے عظیم الشان جلسہ سالانہ کی بنیادی اینٹ** پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے۔

مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اللہ سے اذن پاکر 1891ء میں ایک ایسے مبارک اجتماع کی بنیاد رکھی جو جلسہ سالانہ کہلایا۔ آغاز قادیان کی مسجد اقصیٰ سے ہوا جس میں 75 کے قریب مخلصینِ جماعت شامل ہوئے۔ چونکہ اس کی بنیادی اینٹ خود اللہ تعالیٰ نے رکھی تھی۔ اس کے اوپر اب دنیا بھر میں کثیر منزلہ سٹوری (Multiple story) یعنی عمارت قائم ہو چکی ہے۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ سیاح دنیا کی منفرد اور بلند ترین عمارتیں دیکھنے کے لئے امریکہ، دوبئی، ملائشیا اور دوسری جگہوں کا وزٹ

کرتے ہیں۔ روحانی معنوں میں اگر کسی نے بلند ترین عمارت دیکھنی ہو تو وہ جماعت احمدیہ میں بابرکت اور مقدس جلسہ سالانہ کی عالیشان عمارت کو دیکھے جو 100 سے زائد Stories (منزلوں) تک تعمیر ہو چکی ہے (یعنی 100 سے زائد ممالک میں یہ جلسہ بہت دھوم دھام سے اور نماز تہجد، دعاؤں، خصوصی عبادات اور ذکر الٰہی کے روح پرور ماحول میں اور اسلامی روایات کے مطابق منایا جاتا ہے) جس میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں شرکاءنہ صرف پناہ لیتے ہیں بلکہ روحانی اوراخلاقی ماحول میں تین دن بسر کرکے اپنے جسموں کو صیقل کرکے اپنے قلب و ذہن کو جلا بخشتے اور صاف ستھرے اور پاک صاف ہو کر گھروں کو لوٹتے ہیں نیز روحانی عطر سے ممسوح کئے جاتے ہیں، ایسا عطر جس کی خوشبو کبھی ختم نہیں ہوتی۔

سامعین! 133 سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسہ کی بنیاد رکھی تھی اور 175فراد الہام ”یَاتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ وَیَاتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ “کو پورا کرتے ہوئے اپنے نفوس، وقت اور اموال کی قربانی کرتے ہوئے اپنے آقا و پیشوا کے ایک اشارے پر بھاگے چلے آئے تھے۔ ان میں اکثر پا پیادہ اور بے سروسامان تھے۔ جن کے چلنے سے مذکورہ الہام کے تحت راستوں میں گڑھے پڑتے تھے۔ اُدھر مولوی محمد حسین بٹالوی کے جوتے بٹالہ اسٹیشن تک بار بار آکر اور قادیان کی زیارت کرنے والوں کو روکنے کے لئے گھستے گھستے ختم ہو چکے تھے اور مومنوں کو گمراہ کرنے کی امیدیں دم توڑتی جاتی تھیں۔ مگر ان مخلصین اور فدائین کا قادیان آنے کے لئے وارفتگی کے ساتھ تانتا بندھا رہتا تھا اور یہ جماعت احمدیہ کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں ہی جلسہ سالانہ پر آنے والوں کی تعداد سینکڑوں سے نکل کر ہزاروں تک پہنچ چکی تھی۔ آج تو اس نظارہ کو کسی حد تک اپنے دلی جذبات کی زبان میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ کہاں 1891ء کے جلسہ میں 175فراد نے شرکت کی اور اب 100 سے زائد ممالک میں نہ صرف جلسہ ہوتا ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لنگر بھی جاری ہوتا ہے، جو بجائے خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی پیش خبریوں کی تکمیل کو بڑی شان کے ساتھ پورا کرتا نظر آرہا ہے اور اب توMTA کے مواصلاتی سیاروں کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کا روحانی مائدہ گھر گھر، سینٹر سینٹر اور مسجد مسجد میں بٹ رہا ہے یعنی سننے اور دیکھنے کو ملتا ہے اور پیاسی روحوں کی تسکین کا باعث بنتا ہے۔ جہاں اکثر جگہوں پر 75 سے کہیں زیادہ احمدی افراد اور مدعو کئے گئے مہمان اکٹھے ہو کر جلسہ کا سماں بنا کر

اس روحانی مائدہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جہاں جسمانی طراوت اور سیری کا سامان یعنی لنگر مسیح موعودؑ بھی جاری ہوتے ہیں۔ بلکہ جلسہ کی خوشی اور اپنے آپ کو اس ماحول کا حصہ بنانے کے لئے گھر گھر میں خصوصی پکوان تیار ہوتے ہیں بلکہ مجھے یاد ہے کہ پاکستان میں گھروں میں جلسے کا ماحول بنانے کے لئے مونگ پھلی، ڈرائی فروٹ، کنو، مالٹے منگوائے جاتے ان کو کھاتے اور تقاریر سنتے اور روحانی ودنیاوی مزے سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ مجھے بعض بزرگوں کے متعلق علم ہے کہ ایک وقت تک لوگوں کی کشائش اتنی نہ تھی کہ جب کبھی سفر کا ارادہ کیا تو چل دیئے بلکہ کراچی، حیدرآباد، کوئٹہ اور سندھ کے بعض علاقوں کے لوگ حتیٰ کہ پشاور کے اطراف سے بھی ماہانہ بنیاد پر سارا سال گلہ (money box) میں پیسے ڈالتے تھے تاکہ ربوہ جلسہ سالانہ میں شمولیت کو یقینی بنایا جاسکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ میں شمولیت کرنے کے لئے "للّٰہی سفر" کے الفاظ استعمال فرماکر ان میں شریک ہونے والوں کے حق میں یہ دُعا کی ہے۔

"ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے۔ اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے۔ اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے۔ اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل ورحم ہے۔ تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو"

(اشتہار 7 دسمبر 1892ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 342)

سامعین! یہ للّٰہی سفر وقت کے دھارے بدلنے کے ساتھ مختلف نوعیتوں میں تبدیل ہوتا جارہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک دور میں پیدل، تانگوں، یکوں، ریل گاڑیوں اور بسوں کے ذریعہ یہ سفر طے ہوتا تھا۔ اب ہر جگہ تیز رفتار اور سرعت سے چلنے والی ٹرانسپورٹ دستیاب ہیں اور انسان بآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ جلسوں کا نظام اس حد تک پھیل چکا ہے کہ ایک احمدی کا جسمانی رنگ میں ہر جلسہ میں شامل ہونا بہت مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم احمدیوں پر احسان کرتے ہوئے ایم ٹی اے جیسی ایک عظیم نعمت عطا فرمائی ہے اور ہم گھروں میں اور اگر

گھروں میں ایم ٹی اے کی سہولت میسر نہیں تو پڑوسیوں اور نماز سینٹرز پر پہنچ کر جلسہ ہائے سالانہ میں شمولیت اختیار کرتے ہیں اور گھروں میں اپنے اپنے بیڈ رومز سے ٹی وی لاؤنج میں چند قدم کا خصوصی سفر اختیار کر کے پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم یقین کامل رکھتے ہیں کہ یہ چند قدم کا سفر بھی اس ”للّٰہی سفر“ میں شامل ہوگا اور ایسے لوگوں کے حق میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا بیان کردہ تاریخی دُعا کے الفاظ پورے ہوں گے۔ ان شاءاللہ

حنیف احمد محمود صاحب لکھتے ہیں:

”مجھے اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ 2019ء کی ابتداء میں پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی نمائندگی میں سیرالیون مغربی افریقہ جا کر جلسہ سالانہ میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ جہاں شاملین جلسہ کی تعداد 24ہزار700 تھی۔ خاکسار مکرم مولانا سعید الرحمٰن امیر و مشنری انچارج سیرالیون کے ہمراہ ایک ہی کار پر فری ٹاؤن (دارالخلافہ) سے Bo (جلسہ گاہ، دارالخلافہ سدرن پراونس یعنی جنوبی صوبہ) کی طرف سفر کر رہا تھا۔ تو راستہ میں عازمین جلسہ سالانہ کو بسوں، پوڈوں، ویگنوں، موٹر بائیکس اور پیدل سفر کرنے والوں کو دیکھا اور کم و بیش وہ مجازی نظارے آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے جو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں عازمین جلسہ سالانہ کے حوالے سے کتب اور تاریخ احمدیت کی جلدوں میں پڑھتے ہیں۔ تقریباً 200 میل کا یہ سفر جہاں مادی لحاظ سے خوشگوار ماحول اور روح افزا فضاؤں میں گزرا وہاں تقریباً سارا رستہ ہی نعرہ ہائے تکبیر، اللہ اکبر اور درود شریف کے ورد سے فضا معطر نظر آئی۔ میں اپنی کار سے اتر کر ایک منی بس کے قریب جا کر مسافروں یعنی عازمین جلسہ کو السلام علیکم کہنے اور حال چال پوچھنے کے لئے گیا۔ تو میں نے ان عشاق عازمین جلسہ کو بس کی اوڑھ میں بیٹھے دیکھا جو بس کی Capacity سے بہت ہی زیادہ تھے۔ گویا قریباً دوگنا زیادہ تھے۔ میں نے امیر صاحب موصوف سے پوچھا یہ کیسے اتنا لمبا سفر کر رہے ہیں؟ ان کی سواری میں تو اتنی گنجائش ہی نہیں تو جواب ملا۔ ”مسیح موعودؑ کی محبت میں“ اور بعض کو تو گڑھے نما ٹوٹے پھوٹے راستوں پر پیدل سفر کرتے پایا۔

میں جب 1983ء سے 1990ء تک سیرالیون کے Bo ریجن میں خدمت دین بجالا رہا تھا۔ Bo کے ریذیڈنس مشنری انچارج ہونے کے اعتبار سے خاکسار کو کئی سال افسر جلسہ گاہ کے فرائض بھی ادا کرنے کی

سعادت نصیب ہوئی۔ اس وقت بھی میں نے بہت قریب سے ان افریقن بھائی بہنوں کی قربانی کو دیکھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک 70 سالہ بزرگ 40 میل کا سفر پیدل طے کر کے تیاما (Tiama) سے Bo جلسہ میں شرکت کے لئے آئے۔ میں اتفاق سے مشن ہاؤس کے برآمدہ میں کھڑا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ پسینے سے شرابور، جوتے سر پر رکھے مشن کی طرف بڑھ رہے ہیں اور میرے قریب آتے ہی سر سے جوتے ایک جھٹکے کے ساتھ نیچے پھینکے اور مجھ سے اس حال میں ہی بغلگیر ہو گئے کہ ان کا دائیاں ہاتھ جیب میں تھا اور چند لیون (سیرالیون کی کرنسی) جیب سے نکال کر میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے یوں گویا ہوئے کہ ”مولوی صاحب! یہ رقم میں ٹرانسپورٹ پر آنے کی بجائے پیدل سفر کر کے بچا کر جلسہ سالانہ کے لئے لایا ہوں۔ اسے قبول کرو“ فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرًا کثیرا۔“

سامعین! ابھی میں اس بزرگ کی پیش کی گئی قربانی، اللہ کی راہ میں غیر معمولی توانائی اور جماعت سے بے انتہا محبت کا سوچ ہی رہا تھا کہ چند لمحوں کے بعد 10، 12 ممبرات لجنہ کا قافلہ مشن ہاؤس کی طرف پاپیادہ بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان خواتین نے اپنے نوزائیدہ بچے اپنی کمروں پر چادروں سے باندھ رکھے تھے۔ (سیرالیون میں جفاکش اور محنتی عورتیں اپنے بچوں کو پیٹھوں پر باندھ کر میلوں میل کا فاصلہ طے کرتی ہیں) جلسہ میں شرکت کرنے کے لئے مشن ہاؤس آنے والے اس قافلہ میں کوئی چھوٹا بچہ تھا اور کوئی ذرا بڑا۔ ان میں سے بعض نے ایک ایک بچہ اپنی انگلی سے پکڑا ہوا تھا اور سروں پر زادِ راہ، کپڑوں اور سازوسامان کی گٹھڑیاں تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان عشاق اور مخلص خواتین نے آتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! ہم 37 میل کا پیدل سفر کر کے جلسہ سالانہ کے لئے حاضر ہوئی ہیں اور پوڈا پوڈا (سواری کا نام) کی یہ رقم ہم نے بچائی ہے۔ یہ چندہ جلسہ سالانہ کے طور پر قبول کرلیں

یہ صرف سیرالیون کے چند واقعات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اس دور کے نبیؑ کو عطا ہونے والی الہامی پیش خبری ”یَاتِیْكَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ وَیَاتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ“ کے حوالہ سے بیان کر دیئے ہیں ورنہ افریقہ کے دوسرے ممالک اور دنیا بھر کے قادیان سمیت دیگر ممالک میں آباد احمدی جماعتوں کی تاریخ ایسے حقیقت پسندانہ اور ایمان افروز واقعات سے رقم ہے۔

اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ کی اس عظیم الشان عمارت کو جس کی بنیادی اینٹ خود اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ رکھی مضبوط سے مضبوط تر کرتا چلا جائے اور جہاں اس کی منازل میں ترقی ہو وہاں اس کے شرکاء کی آمد میں اضافہ ہوتا چلا جائے، نیز اس کے ساتھ ساتھ وہ مخلصین جماعت جو ان للہی جلسوں میں قربانیاں کر کے شریک ہوں اللہ تعالیٰ ان کے نفوس و اموال میں برکت ڈالے اور ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خلفاء کرام اور محبین و بزرگانِ جماعت کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے لئے لکھے گئے ایک اداریہ کو تقریر کا رنگ دیا ہے)

﴿46﴾ ﴿مشاہدات۔5﴾

محتاج ہے کچھ تھوڑے سے اسے دے دو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡہَا وَالۡمُؤَلَّفَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ وَفِی الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِیۡنَ وَفِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ؕ فَرِیۡضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ(التوبۃ:60)

صدقات تو محض محتاجوں اور مسکینوں اور ان صدقات کا انتظام کرنے والوں اور جن کی تالیفِ قلب کی جارہی ہو اور گردنوں کو آزاد کرنے اور چٹی میں مبتلا لوگوں اور اللہ کی راہ میں عمومی خرچ کرنے اور مسافروں کے لیے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فرض ہے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا اور بہت حکمت والا ہے۔

سامعین! آج میری تقریر کا موضوع ایک واقعہ ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں۔

”ایک عورت نے حضرت مسیح موعودؑ کے گھر سے کچھ چاول چرائے، چور کا دل نہیں ہوتا اس لیے اس کے اعضاء میں غیر معمولی قسم کی بیتابی اور اس کا اِدھر اُدھر دیکھنا بھی خاص وضع کا ہوتا ہے۔ یعنی وہ چوری کر لے تو اس کے ایکشنز(Actions)اور طرح کے ہو جاتے ہیں۔ کسی دوسرے تیز نظر نے تاڑ لیا اور پکڑ لیا۔ وہ وہاں موجود تھا۔ اس کی تیز نظر تھی اس کو شک ہوا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے اور شور پڑ گیا۔ اس کی بغل

میں سے کوئی پندرہ سیر کے قریب چاولوں کی گٹھڑی نکلی اور کو ملامت اور پھٹکار شروع ہو گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ بھی کسی وجہ سے ادھر تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا واقعہ ہے تو لوگوں نے یہ بتایا تو فرمایا:

"محتاج ہے کچھ تھوڑے سے اسے دے دو اور فضیحت نہ کرو اور خدا تعالیٰ کی ستّاری کا شیوہ اختیار کرو۔"

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ جلد اوّل صفحہ 101، روزنامہ الفضل آن لائن 5 اکتوبر 2022ء)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد میں تین باتیں بہت اہم ہیں۔

i. محتاج ہے کچھ تھوڑے سے اسے دے دو۔

ii. فضیحت نہ کرو۔

iii. خدا تعالیٰ کی ستّاری کا شیوہ اختیار کرو۔

جہاں تک نمبر 1 کا تعلق ہے اس میں گھروں میں کام کرنے والی ماسیوں اور خادماؤں کا بھرپور خیال رکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ چھوٹی موٹی چوری جو نان و نفقہ سے تعلق رکھتی ہو یا غربت کی وجہ سے پیٹ بھرنے کے لیے انسان کرے اسے درگزر کر دینا چاہئے۔ اسلام نے چوری کی جو سزا مقرر فرمائی ہے وہ ان روز مرّہ کی معمولی چوریوں سے متعلقہ نہیں ہے۔ بعض فقہاء نے نان و نفقہ جیسی معمولی چوری بارے یہاں تک لکھا ہے کہ ایسی صورت میں حکومت وقت سے بھی بازپرس کی جائے کہ تم نے اس کی بھوک ختم کرنے کا انتظام کیوں نہیں کیا اگر اس کی بھوک کا انتظام ہوتا تو یہ چوری نہ ہوتی۔

جہاں تک گھر میں کام کرنے والی خادماؤں سے حسن سلوک اور احسن برتاؤ کا تعلق ہے اس کے متعلق اسلامی تعلیم بہت واضح ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذرؓ کو غلاموں سے حسن سلوک کرنے کی تلقین یوں فرمائی کہ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں وہ تمہارے خادم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری نگرانی میں دیا۔ جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اسے وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے۔ وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہو۔

(مسلم کتاب الایمان)

بلکہ ایک موقع پر خادموں کو وہی کھانا کھلانے جو خود کھاتے ہیں اور وہی لباس پہنانے جو خود پہنتے ہیں کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا۔ اگر میں اس سے دنیوی مال و بلکہ ایک موقع پر خادموں کو وہی کھانا کھلانے جو

خود کھاتے ہیں اور وہی لباس پہنانے جو خود پہنتے ہیں کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا۔ اگر میں اس سے دنیوی مال و متاع میں برابر کا سلوک کروں تو یہ میرے لیے اس بات سے بہت زیادہ آسان ہے کہ یہ اگلے جہان میں میری نیکیاں لے جائے یعنی اگر اس سے حسن سلوک نہ کروں تو اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ اسے میری نیکیاں عطا کر دے گا اور میں خالی رہ جاؤں گا۔

(حدیقۃ الصالحین از حضرت ملک سیف الرحمٰن مرحوم صفحہ 690-691)

یہاں کسی کے ذہن میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں خادمہ کو پورا کھانا نہیں ملتا تھا؟ ایسی کوئی بات نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو اپنے کھانے میں سے چند لقمے لے کر باقی غرباء و مساکین میں بانٹ دیا کرتے تھے حتیٰ کہ ایک وقت میں آپؑ کا کھانا چند تولے رہ گیا تھا۔ آپؑ بالائی منزل سے ایک چھکو کے ذریعہ اپنا پس خوردہ نیچے گلی کی طرف کھلنے والی کھڑکی سے لٹکا دیا کرتے تھے جہاں سے غریب و مسکین اپنا پیٹ پالا کرتے تھے۔ اگر گھر سے باہر مسکینوں اور غرباء کا اس حد تک آپؑ کو خیال تھا تو گھر میں کام کرنے والی خادمہ کا کیوں نہ ہوتا۔

سامعین! پس یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک پہلو اجاگر ہوتا ہے۔ گھروں میں کام کرنے والی خادماؤں اور ضرورت مندوں کا خیال رکھا کرتے۔ ان سے آپ درگزر فرماتے بلکہ اس کی ضرورت کو احسن رنگ میں پورا فرماتے۔

2۔ فضیحت نہ کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصیحت میں سے ایک پہلو فضیحت یعنی بے عزتی وغیرہ نہ کرنا ہے۔ ہر انسان کی عزت ہوتی ہے اس عزت کو پامال کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مقدمہ مارٹن کلارک میں بطور گواہ پیش ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وکیل مولوی فضل دین صاحب (غیر از جماعت) نے ایک Crucial موقع پر مولوی محمد حسین پر ایک ذاتی قسم کا سوال کرنے کی اجازت چاہی جس سے مولوی محمد حسین کی ذلت ہوتی تھی۔ مولوی فضل دین صاحب نے آپؑ پر زور بھی ڈالا کہ ایسا کرنے سے آپؑ کے

خلاف مقدمہ کمزور ہو جائے گا اور اگر یہ نہ پوچھا گیا تو آپؑ کو مشکل پیش آسکتی ہے۔ مگر آپؑ نے اس کی اجازت نہ دی کہ اس سے مولوی محمد حسین کو خفت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(ماخوذ از خطبات مسرور جلد 11 صفحہ 666-668)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کی تحقیر نہیں کرتا۔ اس کو شرمندہ یا رسوا نہیں کرتا۔

پھر فرمایا:

انسان کی بد بختی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام اور اس کے لیے واجب الاحترام ہے۔

(حدیقۃ الصالحین از حضرت ملک سیف الرحمٰن مرحوم صفحہ 675)

3۔ خدا تعالیٰ کی ستّاری کا شیوہ اختیار کرو

گو ان تین نصائح کی کڑیاں آپس میں ملتی ہیں۔ ان کا آپس میں بہت ربط ہے لیکن یہ تین نصائح الگ الگ بھی اپنے اندر پورے مضمون ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''ستّار'' ہے۔ یعنی پردہ پوشی اور چشم پوشی کرنے والا۔ مومن کو صبغۃ اللہ کہہ کر اپنے آپ کو اللہ کے رنگ میں رنگین ہونے کی تلقین کی گئی ہے جبکہ احادیث میں اللہ کی صفات کا مظہر بن کر جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس میں یہ استعداد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ظلّی طور پر اپنا سکے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 40)

ان صفات باری تعالیٰ میں جیسا کہ اوپر درج کر آیا ہوں کہ وہ اللہ ستّار بھی ہے جس صفت کو اپنانے کی تلقین کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کسی دوسرے مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

(ترمذی کتاب البرّ والصلاۃ)

پھر فرمایا:
جس نے کسی کی کمزوری دیکھی اور پردہ پوشی سے کام لیا یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی زندہ در گور لڑکی کو نکالا اور اسے زندگی بخش دی۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 774)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
”ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ کسی کے عیب اور غلطیاں تلاش کرنا تو دور کی بات ہے اگر کوئی کسی کی غلطی غیر ارادی طور پر بھی علم میں آجائے تو اس کی ستّاری کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ہر ایک کی ایک عزت نفس ہوتی ہے۔ اس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ دوسرے اگر کوئی برائی ہے، حقیقت میں کوئی ہے تو اس کے اظہار سے ایک تو اس کے لئے بدنامی کا باعث بن رہے ہوں گے دوسرے دوسروں کو بھی اس برائی کا احساس مٹ جاتا ہے، جب آہستہ آہستہ برائیوں کا ذکر ہونا شروع ہو جائے اور آہستہ آہستہ معاشرے کے اور لوگ بھی اس برائی میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیں واضح حکم ہے کہ جو باتیں معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہوں یا بگاڑ پیدا کرنے کا باعث ہو سکتی ہوں، ان کی تشہیر نہیں کرنی، ان کو پھیلانا نہیں ہے۔ دعا کرو اور ان برائیوں سے ایک طرف ہو جاؤ اور اگر کسی سے ہمدردی ہے تو دعا اور ذاتی طور پر سمجھا کر اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہی سب سے بڑا علاج ہے۔
......خوبیاں بیان کرنے سے نیکیاں پھیلتی ہیں۔ کسی نے مالی قربانی کی، کسی نے اور کسی قسم کی قربانی کی، ان قربانیوں کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو دوسروں میں بھی جوش پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اگر برائیاں ہی معاشرے میں ذکر کی جاتی رہیں تو پھر برائیاں ہی پھیلتی ہیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے پھر وہ معیار ختم ہو جاتے ہیں۔ حجاب ختم ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کسی کی برائیاں بیان کر کے اس کے لئے شرمندگی یا غصے کے سامان

کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر خوبیاں بیان کی جائیں تو اس سے بھی بچت ہو جاتی ہے۔ معاشرہ مزید بگاڑ سے بچ جاتا ہے اور پھر یہ دوسروں کی برائیاں بیان کر کے انسان خود بھی گناہگار بن رہا ہوتا ہے اگر صرف لوگوں کی اچھائیاں اور خوبیاں ہی بیان کی جائیں تو اس سے بھی اپنے آپ کو محفوظ کر لیتا ہے۔ تو ایک پردہ پوشی اور کئی نیکیوں کو جنم دیتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19 نومبر 2004ء)

سامعین! درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لوگوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا ہے اور ستاری اور پردہ پوشی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نصائح کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اگر دل میں تمہارے شر نہیں ہے
تو پھر کیوں ظنِ بد سے ڈر نہیں ہے
کوئی جو ظنِ بد رکھتا ہے عادت
بدی سے خود وہ رکھتا ہے اِرادت

✡✡✡✡

﴿47﴾ ﴿مشاہدات۔ 745﴾

حضرت مسیح موعودؑ کا صبر و تحمّل، ضبطِ نفس اور قوّتِ برداشت

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (البقرہ:46)

یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد مانگو اور یقیناً یہ عاجزی کرنے والوں کے سوا سب پر بوجھل ہے۔

یہ آزمائشیں یوں ہی عطا نہیں ہوتیں
جو لوگ خاص ہوں وہ آزمائے جاتے ہیں

معزز سامعین! آج مجھے یومِ مسیح موعود کی مناسبت سے حضرت مسیح موعودؑ کے صبر و تحمّل، ضبطِ نفس اور قوّتِ برداشت پر روشنی ڈالنی ہے۔

عُسر و یُسر ہر دو حالتوں میں اپنے رب کریم کا شاکر و صابر عبد بن کر رہنے ہی میں کامیابیاں ہیں۔ فلاح کے راستے کھلتے ہیں۔ قوتِ برداشت، صبر اور وسعتِ حوصلہ کا مضمون بہت وسیع ہے اور اخلاق حسنہ کی اساس ہے تمام اخلاق انہی کے ارد گھومتے نظر آتے ہیں اور بہت سی بداخلاقیاں، بے صبری، وسعت حوصلہ نہ ہونے اور برداشت کی کمی کی وجہ سے جنم لیتی ہیں۔ جبکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اس لئے کیا کہ وہ برداشت کا مادہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب آیت 73 میں جہاں امانت کے اُٹھانے کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی انہوں نے معذرت کرلی مگر انسان نے اِسے اُٹھالیا۔ دراصل اُس جگہ اس برداشت کا ذکر ہے جو انسان میں موجود ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی کتاب ”محبت الٰہی“ میں اِس امانت کو محبت کا نام دیا ہے جو ایک انسان اپنے خدا اور اس کی مخلوق سے کرتا ہے اور اس محبت کی وجہ سے مخلوق کی خاطر بہت سی تکالیف، مصائب اور مشکلات کو برداشت کرتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

”مَیں نے اپنی امانت یعنی محبت کو آسمانوں کے رہنے والوں یعنی فرشتوں اور زمین کے حیوانات اور پہاڑوں کے جانداروں پر پیش کیا مگر وہ اس کے اٹھانے سے ڈرے اور انکار کر دیا مگر انسان نے جو کہ ظالم اور جاہل ہے اس کو اٹھالیا اور محی الدین ابن عربی صاحبؒ جو کہ ائمہ اسلام میں سے گزرے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس جگہ پر انسان کی تعریف ہے مذمت نہیں اور ظالم اور جاہل کے الفاظ جو کہ بظاہر بُرے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اس جگہ پر تعریف کے طور پر استعمال ہوئے ہیں اور وہ اس طرح ہے کہ ظالم سے مراد ہے کہ انسان اپنی جان پر ظلم کر سکتا ہے اور ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کر سکتا ہے جو کہ خدا کی محبت میں اس کو پیش آویں اور جاہل اس لئے کہ اس نے ان تکالیف اور شدائد کی بابت سوچا بھی نہیں جو اس کو اس راہ میں پیش آسکتی تھیں اور دوسرے حیوانات نے دور اندیشی سے اس سے انکار کر دیا اور گو کہ اس جگہ انسان نے دُور اندیشی سے کام نہیں لیا لیکن یہ اس کی تعریف ہے کہ اُس نے خدا تعالیٰ کی محبت کو ایک پیاری اور عمدہ چیز دیکھ کر کسی اور بات کا خیال بھی نہیں کیا اور وہ بوجھ جس کا اٹھانا دوسروں نے ناپسند کیا تھا اس کو برضا و رغبت اٹھالیا اور اسی لئے ہے کہ جب انسان اپنے عہد اور اقرار کو پورا کرتا اور خدا کی محبت میں اپنے آپ کو باوجود سخت سخت مصیبتوں اور تکلیفوں کے ثابت قدم رکھتا ہے تو اس پر اس قدر انعام اور اکرام ہوتے ہیں جو کہ کسی اور مخلوق پر نہیں ہوتے۔“

حضرت مسیح موعودؑ قوتِ برداشت کے حوالہ سے احبابِ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”جوش کے وقت اپنے آپ کو سنبھالنا چاہئے۔ دکھ تو ہوتا ہے مگر انسان ثواب پاتا ہے۔ اگر کوئی ہمیں بُرا کہتا ہے تو وہاں سے اٹھ گئے یا الگ ہو گئے۔ نہ سنا کہ جس سے جوش آوے اور فساد ہووے“

حضرت مسیح موعودؑ کا نمونہ تو ہمارے سامنے یوں موجود ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ سخت گرمی کے دن تھے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ تالیف و تصنیف میں منہمک تھے ایک مخلص دوست نے عرض کی۔ گرمی بہت ہے۔ تبسم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تجویز تو آپ کی اچھی ہے مگر پنکھا لگا اور ٹھنڈی ہوا چلی تو پھر نیند آجائے گی اور سونے کو جی چاہے گا۔ قوم تو آگے ہی سوئی ہوئی ہے ہم بھی سو رہے تو دین کی تائید کون کرے گا؟

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ ایک متقی کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”متقی کی یہ صفت ہے کہ اس میں برداشت تحمل ہوتا ہے اور یہ صبر کوئی ایسی چیز نہیں جو انسانی قدرت سے باہر ہو۔ اسی لئے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:287) فرما چکا ہے۔ ایک رئیس تھا اس کے حضور میں ایک شخص نے عرضی دی کہ حضور کی قوم کے ایک آدمی نے مجھے گالی دی ہے۔ اُسے بُلایا گیا۔ رئیس نے اس آدمی کو سخت گالیاں دیں جو اس کی شان سے بعید تھیں۔ اخیر اس حاکم نے اس سے پوچھا تم نے اس افسر کی کیوں بے عزتی کی؟ تو وہ کہنے لگا کہ اس نے مجھے گالی دی تھی پھر مجھ میں تابِ حوصلہ نہ رہی۔ رئیس نے کہا کہ صبر کی طاقت تو تجھ میں ہے۔ دیکھو! میں نے بھی تجھے گالیاں دیں اور تم چپکے ہنسا کئے۔ اگر لوگ صبر کریں تو بہت سی لڑائیوں کا خاتمہ ہو جاوے۔

صبر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اپنے تیئں روکنا۔ غیظ و غضب سے، شہوت سے، حرص و آز سے“

سامعین! اب مَیں چند واقعات مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت سے اِس حوالہ سے بیان کروں گا جو آپؑ نے ہمارے لئے اس میدان میں ایک نمونہ کے چھوڑے ہیں۔ آپؑ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں۔

”اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے بیٹھ کر میرے نفس کو گندی سے گندی گالی دیتا رہے، آخر وہی شرمندہ ہوگا۔ اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا۔“

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از مولانا عبد الکریمؓ سیالکوٹی صفحہ 51-52)

حضرت ملک غلام حسین صاحبؓ رہتاسی صحابی حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں۔

”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مولوی ہندوستان سے آیا۔ نماز ظہر ہو چکی تھی۔ ماہ جون تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نماز پڑھ کر تشریف فرما ہوئے اور بہت سے خدام بیٹھے تھے کہ وہ مولوی آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا آیئے! تشریف لایئے۔ وہ بیٹھنے نہ پایا تھا کہ اُس نے گالیاں نکالنا شروع کر دیں اور کہنے لگا کہ تم نے دینِ محمدی کو بگاڑ دیا ہے۔ حضورؑ نے مسکرا کر فرمایا۔ مولوی صاحب! تشریف رکھیں۔ آپ کے سب سوالات کا جواب دیا جائے گا۔ مجھے فرمایا کہ اندر سے مولوی صاحب کے لئے دودھ میں برف اور کیوڑہ ڈال

کر لے آؤ۔ مولوی صاحب گرمی میں سے آئے۔ مَیں نے دودھ لا کر مولوی صاحب کو دیا مگر اُس نے پینے سے انکار کر دیا اور نہ پیا اور برابر گالیاں ... دیتا رہا۔ ایک نو احمدی جو عیسائی سے احمدی ہوا تھا۔ وہاں موجود تھا۔ اُس سے صبر نہ ہو سکا اور ایک تھپڑ لگا دیا۔ وہ مولوی فوراً اُٹھ کر چلا گیا۔

حضرت اقدس اس نو احمدی پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم نے اِس مولوی کو کیوں مارا؟ وہ گالیاں تو ہمیں دے رہا تھا... حضور نے اس نو احمدی سے کہا کہ اِس کو ابھی جا کر واپس لاؤ۔ وہ شخص واپس لانے کے لئے گیا۔ بعد میں خود حضور تشریف لے گئے اور اُس مولوی سے فرمایا کہ آپ واپس چلیں۔ مگر وہ نہ مانا اور چلا گیا۔

ایک دفعہ جبکہ حضرت مولوی عبداللطیف صاحب قادیان آئے ہوئے تھے۔ حضور نے ایک موقع پر تقریر فرمائی اور ایک باہر کے آئے ہوئے شخص نے گستاخی سے کہا کہ آپ کیونکر مہدی اور مسیح ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کے مخارجِ حروف بھی درست نہیں ہیں۔ مولوی عبداللطیف صاحب کو غصہ آگیا۔ ایک دوسرے موقع پر حضرت اقدس نے بتلایا کہ مَیں اس عرصہ میں اس مولوی صاحب کا ہاتھ پکڑے رہا۔ تا کہ اسے کہیں مار نہ دیں"

اس واقعہ کی تفصیل ایک اور جگہ پر یوں ملتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں ایک شخص لکھنؤ سے آیا اور اُس نے مقابلہ کی خواہش کی اور کہا مَیں آپ کو آپ کے دعوے میں جھوٹا ثابت کروں گا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی سخت کلامی سن کر فرمایا۔ میرے دلائل تو متقیوں پر اثر کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ آپ نے اتنا بڑا دعویٰ کر دیا۔ مگر آپ قاف کا تلفظ تک صحیح ادا نہیں کر سکتے۔

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیفؓ مسیح موعودؑ کی مجلس میں بیٹھے تھے یہ سن کر غصے میں آگئے اور اُسے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ سید صاحب بھی ہمارے مہمان ہیں اور آپ بھی ہمارے مہمان ہیں اور مَیں درمیان میں صلح کرانے والا ہوں پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اچھا آپ نے عربی پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں!۔ پھر فرمایا کہ حدیث بھی پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں!۔ پھر فرمایا

کہ آپ نے وہ حدیث نہیں پڑھی۔ جس میں لکھا ہے کہ مہدی کی زبان میں ثقل ہوگا۔ اس پر وہ مان گیا اور بیعت کی اور آپ کی مدح میں قصیدہ لکھا۔ اس شخص کا نام مولوی یوسف خاں تھا۔

سامعین! حضرت چوہدری غلام محمد صاحبؓ ساکن پوہلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ حال نارووال حضرت مسیح موعودؑ کے کمال قوتِ برداشت کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔

جلسہ سالانہ 1906ء کا ذکر ہے نماز جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا۔ جگہ بالکل پُر تھی۔ سب سے آخر میں مَیں لوئی بچھا کر بیٹھا کہ حضرت مسیح موعودؑ اور میر حامد شاہ صاحبؓ بھی آکر تشریف فرما ہوئے۔ جب نماز شروع ہوئی۔ تو حضور کو ایک ہندو نے شدید گالیاں دینی شروع کیں۔ اس ہندو کا مکان مسجد اقصیٰ کی بڑی سیڑھیوں سے جنوب مغرب کی طرف تھا۔ وہ نہایت غلیظ گالیاں نکال رہا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے آپ کی لڑکیوں کو بھی غلیظ گالیاں اور نامناسب الفاظ کہے کہ یہ لوگوں کو بلا کر لاتا ہے۔ میرے مکان پر سے گزرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہوئے میرے دل میں بڑی گھبراہٹ تھی۔ خیال کر رہا تھا کہ نماز کے بعد خدا جانے اس کا کیا حشر ہوگا۔ آپ ضرور اس کو سزا دیں گے اور رسوائی کریں گے۔ مگر مَیں حیران رہ گیا کہ حضور نے اس کو کچھ نہ کہا اور گھر کو چلے گئے۔ تھوڑے وقفہ کے بعد حد بندی کرنے کے لئے حضور نے تار لگانے والے کو بھیجا۔ حد بندی کرنے کے بعد حضور نے آکر تقریر فرمائی اور کہا کہ مَیں آج بہت خوش ہوں کہ میری جماعت نے نہایت صبر کا نمونہ دکھایا ہے اور اسی سال حضور نے "قادیان کے آریہ اور ہم" مشہور نظم لکھی۔ ہاں ایک بات بھول گیا وہ یہ کہ جب وہ ہندو گالیاں دے چکا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کی حضور! بہتر ہو کہ اس مکان کو خرید لیں۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ مَیں تو اس کو ایک پیسہ میں بھی نہیں خریدتا۔ جو شاہی خیمہ کے پاس آکر خیمہ لگاتا ہے۔ اس کی شامت آئی ہوئی ہے۔"

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت بیان کرتے ہوئے آپ کے ضبطِ نفس کے دو واقعات یوں بیان فرمائے۔

"حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں ایک شخص آیا اور آپ کو آتے ہی گالیاں دینے لگ گیا اور جب خوب گالیاں دے چکا اور بیٹھ گیا تو آپؑ نے فرمایا۔ تسلی ہو گئی یا کچھ اور بھی باقی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ لاہور تشریف لے گئے تھے۔ وہاں رستہ میں ایک شخص نے آپ کو دھکا دے دیا تھا۔ لوگ اُس

کو مارنے لگے۔ مگر آپؑ نے فرمایا۔ نہیں! اِسے کچھ نہ کہو۔ اِس نے تو اپنے اخلاص سے ہی دھکا دیا ہے۔ وہ دراصل مدعی نبوت تھا۔ آپؑ نے فرمایا۔ اِس نے سمجھا ہے کہ ہم ظالم ہیں اور اِس کا حق مار رہے ہیں"

سامعین! حضورؑ کی سیرت کا یہ پہلو اتنا روشن اور تابناک ہے کہ اگر تائیداتِ الٰہیہ کسی بندے کے ساتھ نہ ہوں تو اتنا صبر و تحمّل اور ضبطِ نفس کا مظاہرہ ایک انسان کے بس کی بات نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں جو گندے اشتہارات گالیوں کے شائع ہوا کرتے تھے، اِن کو حضورؑ ایک الگ بستے میں رکھتے تھے۔ چنانچہ ایسے اشتہاروں کا ایک بڑا بستہ بن گیا تھا۔ جو ہمیشہ آپؑ کے کمرے میں کسی طاق میں یا صندوق میں محفوظ رہتا تھا۔

(ذکر حبیب صفحہ 40)

برداشت کا ایک پہلو افسران یا حاکموں سے تعلق رکھتا ہے جن کے پاس لوگ شکایات لے کر جاتے ہیں اور ایک فریق کی بات سن کر فوراً جذبات میں مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

"ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب کو معلوم ہوا کہ کسی شخص نے حضرت صاحب کے پاس ان کی کوئی شکایت کی ہے۔ اس پر وہ بہت برہم ہوئے اور حضرت صاحب سے عرض کیا کہ لوگ خواہ مخواہ ہماری شکایتیں آپ کے پاس لے جاتے ہیں اور ہمیں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ آپؑ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ گھبرائیں نہیں! لوگ اگر ایسی شکایتیں کرتے بھی ہیں تو میری ایسی حالت ہوتی ہے کہ گویا مَیں نے سنا ہی نہیں کہ کسی نے کیا کہا"

نفسانی جوشوں کو دبانا بھی ایک ایسا خُلق ہے جو برداشت کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری جماعت کی تاریخ بھری پڑی ہے چنانچہ آریوں کی طرف سے 1907ء کے جلسہ مذاہب میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر فرمایا۔

"اگر پاک طبع مسلمانوں کو اپنی تہذیب کا خیال نہ ہوتا اور بموجب قرآنی تعلیم کے صبر کے پابند نہ رہتے اور اپنے غصہ کو تھام نہ لیتے تو بلاشبہ یہ بدنیت لوگ ایسی اشتعال دہی کے مرتکب ہوئے تھے کہ قریب تھا کہ وہ جلسہ کا میدان خون سے بھر جاتا۔ مگر ہماری جماعت پر ہزار آفرین ہے کہ انہوں نے بہت عمدہ نمونہ صبر

اور برداشت کا دکھایا اور وہ کلمات آریوں کے جو گولی مارنے سے بدتر تھے ان کو سن کر چپ کے چپ رہ گئے۔"

پھر چشمہ معرفت کے آغاز پر باعث تالیف عنوان کے تحت آپؑ تحریر فرماتے ہیں۔

"اگر میری طرف سے اپنی جماعت کے لئے صبر کی نصیحت نہ ہوتی اور اگر مَیں پہلے سے اپنی جماعت کو اس طور سے تیار نہ کرتا کہ وہ ہمیشہ بدگوئی کے مقابل پر صبر کریں تو وہ جلسہ کا میدان خون سے بھر جاتا مگر یہ صبر کی تعلیم تھی کہ اس نے ان کے جوشوں کو روک لیا۔"

حضرت میاں اللہ دتہ صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ ساکن ترگڑی ضلع گوجرانوالہ نے بیان فرمایا۔

ایک دفعہ جب حضرت صاحب لاہور تھے ایک مولوی، حضرت صاحب کو گالیاں نکالتا تھا۔ مَیں نے ارادہ کیا کہ مَیں اُسے پکڑ کر خوب ماروں۔ اِتنے میں حضرت صاحب مکان سے باہر نکلے۔ فرمایا کہ چاہے کوئی شخص ہمیں کسی قدر بھی گالیاں دے ہماری جماعت کا کوئی آدمی کسی کو ضرر نہ دے جو ایسا کرے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

جہاں تک حضرت مسیح موعودؑ کا خانگی معاملات میں برداشت کا تعلق ہے وہ بھی آپؑ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ آج لوگ ذرا ذرا سی بات پر اپنی بیویوں سے جھگڑ پڑتے ہیں۔ سالن میں معمولی نمک زیادہ ہو جائے یا بروقت کھانا نہ ملے تو آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ گالی گلوچ پر اُتر آتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے معاشرت کا ایک مثالی نمونہ ہمارے لئے چھوڑا۔ روایت ہے کہ

شادی کے بعد حضرت اماں جانؓ جب پہلے پہل دلی سے قادیان تشریف لائیں تو آپ کو بتایا گیا کہ حضرت صاحب گڑ کے میٹھے چاول پسند فرماتے ہیں آپ نے بہت شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اُس میں چار گنا گڑ ڈال دیا اور بالکل راب سی بن گئی۔ جب پتیلی چولہے سے اُتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہو گئے۔ اُدھر کھانے کا وقت قریب ہو گیا۔ آپ حیران تھیں کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں آپ آ گئے۔ آپ کا چہرہ دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والیوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے؟

پھر فرمایا۔ نہیں! یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مزاج کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گڑوالے ہی تو مجھے پسندیدہ ہیں یہ بہت ہی اچھے ہیں اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے۔ آپ فرماتی تھیں کہ ”حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کیں کہ میرا دل بھی خوش ہو گیا“

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

پھر اپنی معرکہ آراء کتاب کَشتی نوح میں بیان فرماتے ہیں۔

”کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گِدّوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرامِ یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے

غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اُس کے ہو جاؤ۔ تا وہ بھی تمہارا ہو جاوے۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود کے اُسوہ کو اپنانے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

کاش! ہم میں بھی ہو پیدا وہی اندازِ لگن
تاکہ دنیا بھی عقیدت سے ہمیں یاد کرے

۞۞۞۞

﴿48﴾ ﴿مشاہدات۔556﴾

تیسری عالمی ایٹمی جنگ

(حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام کی پیشگوئیاں وارشادات کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل:16)

یعنی ہم کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک ہم وہاں کوئی نبی مبعوث نہ کر لیں۔

ایک دم میں غم کدے ہو جائیں گے عِشرت کدے
شادیاں کرتے تھے جو پیٹیں گے ہو کر سوگوار
وہ جو تھے اُونچے محل اور وہ جو تھے قصرِ بریں
پست ہو جائیں گے جیسے پست ہو اِک جائے غار
ایک ہی گردش سے گھر ہو جائیں گے مٹی کا ڈھیر
جس قدر جانیں تلف ہوں گی نہیں ان کا شمار

معزز سامعین! مجھے آج آپ حاضرین کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کی پیشگوئیاں وارشادات کی روشنی میں تیسری عالمی ایٹمی جنگ کا تذکرہ کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اپنی کتاب ”تجلیات الٰہیہ“ کے پہلے صفحہ پر دنیا پر آنے والی بڑی جنگوں کی خبر دی ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے ایک الہام کے بارے میں فرماتے ہیں:

”چمک دکھلاؤں گا اپنے نشان کی پنج بار“

اِس الہام کی تشریح کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

"اس وحی الٰہی کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ محض اس عاجز کی سچائی پر گواہی دینے کے لئے اور محض اس غرض سے کہ تا لوگ سمجھ لیں کہ میں اس کی طرف سے ہوں، پانچ دہشتناک زلزلے ایک دوسرے کے بعد کچھ کچھ فاصلے سے آئیں گے تا وہ میری سچائی کی گواہی دیں اور ہر ایک میں ان سے ایسی چمک ہوگی کہ اس کے دیکھنے سے خدا یاد آجائے گا۔"

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 395)

سامعینِ کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں زلزلہ کی تعبیر ایک بہت بڑے پیمانے پر ہونے والی تباہی بھی کی ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی وفات کے تقریباً 6 سال بعد جنگ عظیم اول کی صورت میں تباہی آئی۔ جب کہ دوسری عالمگیر تباہی جنگ عظیم دوم کی شکل میں 1939-1945ء میں ہوئی۔ ان دونوں جنگوں میں لاکھوں کے حساب سے تباہی ہوئی اور لوگ مارے گئے۔ اب تیسری عالمگیر تباہی کے بادل سروں پر منڈھلا رہے ہیں۔ جس میں آپ علیہ السلام کی پیشگوئیوں میں مذکور ایک واضح علامت جو ابھی پوری طرح پہلی دو جنگوں میں ظاہر نہیں ہوئی، یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں دنیا کے بعض حصوں سے انسانی اور حیوانی زندگی مکمل طور پر مفقود ہو جائے گی، چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا، ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر وزبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 368)

نیز فرمایا:

"اس دن آسمان سے ایک کھلا کھلا دھؤاں نازل ہوگا اور اس دن زمین زرد پڑ جائے گی، یعنی سخت قحط کے آثار ظاہر ہوں گے۔ میں، بعد اس کے جو مخالف تیری توہین کریں تجھے عزت دوں گا اور تیرا اکرام کروں گا۔ وہ ارادہ کریں گے جو تیرا کام ناتمام رہے اور خدا نہیں چاہتا جو تجھے چھوڑ دے جب تک تیرے تمام کام

پورے نہ کرے۔ میں رحمٰن ہوں اور ہر ایک امر میں تجھے سہولت دوں گا۔ ہر ایک طرف سے تجھے برکتیں دکھلاؤں گا۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 98)

سامعین! حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یاد رہے کہ جس عذاب کے لئے یہ پیشگوئی ہے، اس عذاب کو خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ اگرچہ بظاہر وہ زلزلہ اور ظاہر الفاظ یہی بتاتے ہیں کہ وہ زلزلہ ہی ہو گا۔ لیکن چونکہ عادتِ الٰہی میں استعارات بھی داخل ہیں اس لئے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ غالباً تو وہ زلزلہ ہو گا ورنہ کوئی اور جاں گداز اور فوق العادت ہے جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔"

(براہین احمدیہ جلد پنجم)

پھر فرمایا:

"کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہر گز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہو گا.... اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا! تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد و یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269)

میرے پیارے بھائیو! یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ تیسری عالمگیر جنگ کی ایک بڑی علامت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اس کا مرکز ملک شام ہو گا، جیسا کہ ایک جگہ میں ذکر ملتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ.... دنیا میں ایک حشر برپا ہو گا۔ وہ اول الحشر ہو گا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت و خون ہو گا کہ زمین خون سے بھر جائے گی اور ہر ایک

بادشاد کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کرے گی، ایک عالمگیر تباہی آوے گی اور ان تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہو گا۔"

(تذکرۃ المہدی، حصہ دوم، صفحہ 3)

ملکِ شام وہ علاقہ جسے اصطلاحاً مڈل ایسٹ (شرق اوسط کے ممالک) کہتے ہیں۔

سامعین! آئیں! اب اِس حوالے سے خلفاء کے اِرشادات ملاحظہ کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سورت الدخان آیات 11۔12 کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ الفاظ (بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ) بتاتے ہیں کہ اس آیت میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کا ذکر ہے، جن کے پھینکنے پر تمام اطراف میں دھواں پھیل جاتا ہے اور ان بموں کو اس وقت سائنسدان قیامت کا پیش خیمہ بتارہے ہیں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ، نے لندن کے وانڈزورتھ ہال میں منعقد ہونے والے ایک تاریخی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تیسری جنگ کی بھی خبر دی ہے، جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہو گی۔ دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے کہ ہر شخص دم بخود رہ جائے گا۔ آسمان سے موت اور تباہی کی بارش ہو گی اور خوفناک شعلے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ نئی تہذیب کا قصر عظیم زمین پر آرہے گا۔ دونوں متحارب گروہ، یعنی روس اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست، ہر دو تباہ ہو جائیں گے، ان کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی، ان کی تہذیب و ثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا.... شاید آپ اسے افسانہ سمجھیں مگر جو اس تیسری عالمگیر تباہی سے بچ نکلیں گے اور زندہ رہیں گے، وہ دیکھیں گے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں اور اس قادر کی باتیں ہمیشہ پوری ہی ہوتی ہیں، کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی"

(امن کا پیغام اور ایک حرف انتباہ، صفحہ 9)

سامعین! تیسری عالمگیر جنگ کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، نے بھی بعض وضاحتیں فرمائی ہیں۔ چنانچہ آپؒ نے حضرت بانیٔ سلسلہ کی زلزلوں سے متعلق پیشگوئیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

”ان زلازل کو آپ علیہ السلام نے عالمی جنگوں سے تعبیر فرمایا۔ ان میں سے ابھی ایک تیسری جنگ بھی ہونا باقی ہے.... اگرچہ دنیا کے دانشور پوری کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح یہ تیسری جنگ کا زلزلہ ٹال دیں۔ مگر ناممکن ہے کہ وہ ایسا کر سکیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو فرقان عطا ہوئی، اس فرقان میں ان زلزلوں کی پیشگوئی بھی شامل تھی۔“

پھر فرمایا۔

”یہاں مَیں ’پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی‘ کا مضمون آپ کو سمجھادوں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہاں صرف اس بہار کا ذکر ہے جو مارچ / اپریل میں ہمارے ملک میں آتی ہے۔ لیکن بعض اور ملکوں میں وہ مئی میں بھی آتی ہے، جون میں بھی آتی ہے۔ گویا بہار کے موسم شمال اور جنوب میں بدلتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے مَیں نے غور کیا تو مجھے خیال آیا کہ بہار سے مراد قوموں کے عروج کا وقت ہے یا قوموں کا مالی نظام اور قوموں کی فتوحات (جب) ایک خاص عروج کو پہنچ جاتی ہیں تو وہ وقت ہوتا ہے جب لازماً بحران آنا ہوتا ہے اور ہمیشہ وہی بحران ہے جو جنگوں پر منتج ہوا کرتا ہے.... پس ’پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی‘ سے مراد یہ ہے کہ ایسی بہار آنے والی ہے، آئندہ بھی آیا کرے گی کہ قومیں سمجھیں گی کہ ہم اپنی ترقی کے عروج تک جاپہنچے ہیں۔ اس وقت خدا کی بات ضرور پوری ہوگی اور انہیں ان زلازل کا منہ دیکھنا نصیب ہوگا اور پھر آپ نے بھی جنگ عظیم اول کو ان موعودہ زلازل میں سے پہلا زلزلہ اور جنگ عظیم دوم کو دوسرا زلزلہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ’اور اب تیسرا زلزلہ بھی ضرور آنا ہے.... میں خیال کرتا ہوں کہ بعید نہیں کہ ہماری زندگیوں میں آئے تاکہ اس کے بعد ہونے والی فتح اسلام کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔“

(خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 1998ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 22ء اپریل 2003ء کو منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد دنیا میں امن کے بارے میں اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے مختلف ذرائع ابلاغ از قسم پرنٹ میڈیا اور

ڈیجیٹل الیکٹرانک میڈیا، مختلف سربراہان مملکت اور عیسائیوں کے مذہبی پیشوا کو خطوط لکھ کر اور بیت الفتوح لندن میں سالانہ امن کانفرنسز کے قیام سے ایک مہم شروع کر رکھی ہے۔

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختلف پارلیمنٹس میں جا کر خطابات بھی فرمائے، جیسے یورپین پارلیمنٹ، کیپیٹل ہل (USA) وغیرہ میں جا کر مقتدر لوگوں کو امن کی طرف بلایا، جن میں مختلف عناوین از قسم ایٹمی جنگ کے تباہ کن نتائج اور کامل انصاف کی اشد ضرورت، امن عالم وقت کی ضرورت، وطن سے محبت کے متعلق اسلامی تعلیمات، امن کی کنجی۔ بین الاقوامی اتحاد، انصاف کی راہ۔ قوموں کے مابین انصاف پر مبنی تعلیمات، اسلام امن اور محبت کا مذہب، کیا مسلمان مغربی معاشرہ میں ضم ہو سکتے ہیں نیز عالمی بحرانوں پر اسلامی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطاب ''ایٹمی جنگ کے تباہ کن نتائج اور کامل انصاف کی اشد ضرورت'' میں فرماتے ہیں:

''ساری دنیا میں بے چینی اور خلفشار پھیلتا اور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ آج کی دنیا میں تصادم، بے چینی اور بعض ممالک میں عوام آپس میں لڑائی اور جنگ کر رہے ہیں اور بعض ممالک میں عوام حکومت سے بر سر پیکار ہیں یا اس کے برعکس حکام اپنے ہی عوام کے خلاف صف آرا ہیں... آج کے دَور میں خدا کی ایک قہری تجلی ایک اور عالمی جنگ کی صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایسی جنگ کے بد اثرات اور تباہی صرف ایک روایتی جنگ یا صرف موجودہ نسل تک ہی محدود نہیں رہیں گے۔ درحقیقت اس کے ہولناک نتائج آئندہ کئی نسلوں تک ظاہر ہوتے رہیں گے... اگر ایٹمی جنگ چھڑ جاتی ہے تو جو لوگ براہ راست اس کی زد میں آئیں گے ان کے بچنے کا کوئی امکان نہیں۔ لوگ آناً فاناً ہلاک ہو جائیں گے یا مجسموں کی صورت میں منجمد ہو جائیں گے۔ پینے کا پانی، غذا اور سبزہ وغیرہ ایٹمی تابکاری سے ناقابل استعمال ہو جائیں گے۔ اس تابکاری کے اثرات سے جو بیماریاں پیدا ہوں گی ہم اس کا صرف تصور کر سکتے ہیں ... اگر ایٹمی ہتھیار آج دوبارہ استعمال ہوتے ہیں تو عین ممکن ہے کہ بعض ممالک کے کچھ حصے مکمل طور پر دنیا کے نقشے سے مٹ جائیں اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے... لہٰذا اس امن کانفرنس کے ذریعہ مَیں

تمام دنیا کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اسلام کی تعلیمات اور پیغام محبت، ہمدری، نرمی، امن اور آشتی کے سوا کچھ نہیں۔“

(امن کا پیغام، صفحہ 53-65 اردو ترجمہ)

سامعین! اسی طرح آپ نے دنیا کے مشہور بڑے بڑے مذہبی اور دنیاوی ملکوں کے سربراہوں کو خطوط لکھے جن میں اسرائیل کے وزیر اعظم شامل ہیں جن کو لکھا:

”میری آپ سے درخواست ہے کہ دنیا کو جنگ کے دہانہ پر پہنچانے کی بجائے اپنی انتہائی ممکنہ کوشش کریں کہ انسانیت عالمی تباہی سے محفوظ رہے۔ باہمی تنازعات کو طاقت کے استعمال سے حل کرنے کی بجائے گفت وشنید اور مذاکرات کا راستہ اپنائیں تاکہ ہم اپنی آئندہ نسلوں کو تابناک مستقبل مہیا کر سکیں، نہ یہ کہ ہم انہیں معذوریوں کا تحفہ دینے والے ہوں۔“

اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر کو آپ ایدہ اللہ نے لکھا:

”آج ہر طرف اضطراب اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے، یعنی دنیا کے کچھ خطوں میں چھوٹے پیمانہ پر جنگیں شروع ہو چکی ہیں جب کہ بعض اور علاقوں میں عالمی طاقتیں قیام امن کے بہانہ سے مداخلت کر رہی ہیں۔ آج دنیا کا ہر ملک یا تو کسی دوسرے ملک کی دشمنی پر کمربستہ ہے یا کسی دوسرے ملک کا حمایتی بنا ہوا ہے، لیکن انصاف کے بنیادی تقاضوں کو پورا کرنے کی طرف کوئی متوجہ نہیں۔ عالمی حالات کو دیکھتے ہوئے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک اور عالمی جنگ کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔“

پھر امریکہ کے صدر اوباما کو لکھا:

”ہم سب جانتے ہیں کہ جنگ عظیم دوم کے بنیادی محرکات میں لیگ آف نیشنز کی ناکامی اور 1932ء میں رونما ہونے والا معاشی بحران سر فہرست تھا۔ آج دنیا کے چوٹی کے ماہرین معاشیات برملا کہہ رہے ہیں کہ موجودہ دَور کے معاشی مسائل اور 1932ء والے بحران میں بہت سی قدریں مشترک دکھائی دے رہی ہیں۔ سیاسی اور اقتصادی مسائل نے کئی چھوٹے ممالک کو ایک بار پھر جنگ پر مجبور کر دیا ہے اور بعض ممالک داخلی بدامنی اور عدم استحکام کا شکار ہیں۔ ان تمام امور کا منطقی نتیجہ ایک عالمی جنگ کی صورت میں

ہی نکلے گا...بنی نوع انسان کو خدائے واحد کو پہچاننے کی سخت اور فوری ضرورت ہے جو سب کا خالق ہے اور انسانیت کی بقا کی یہی ایک ضمانت ہے ورنہ دنیا تو رفتہ رفتہ تباہی کی طرف گامزن ہے ہی۔"

سامعین! عوامی جمہوریہ چین کے وزیر اعظم کو لکھا:

"میری دعا ہے کہ عالمی راہنما دانشمندی سے کام لیتے ہوئے اقوام عالم اور افراد کے مابین موجود چھوٹے چھوٹے تنازعات کو عالمگیر بننے سے بچانے میں اپنا مثبت کردار ادا کریں"

جبکہ برطانیہ کے وزیر اعظم کو لکھا:

"میری درخواست ہے کہ ہم ہر جہت اور ہر ایک پہلو سے اپنی تمام تر سعی بروئے کار لا کر دنیا سے نفرت کو مٹا دیں۔ اگر ہم اس کوشش میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ کامیابی ہماری آئندہ نسلوں کے روشن مستقبل کی ضمانت ہو گی اور ناکامی کی صورت میں ہماری آئندہ نسلیں ہمارے اعمال کی پاداش میں ایٹمی جنگ کی وجہ سے ہر جگہ تباہ کن نتائج کا سامنا کریں گی اور اپنی آنے والی نسلوں کو ایٹمی جنگ کے نتیجہ میں پھیلنے والی مسلسل تباہی کا تحفہ دے رہے ہوں گے اور یہ نسلیں اپنے ان بڑوں کو جنہوں نے دنیا کو عالمی تباہی میں دھکیل دیا، کبھی معاف نہیں کریں گی۔"

(عالمی بحران اور امن کی راہ۔ اردو ترجمہ، صفحہ 10-12)

مَیں آخر پر متحدہ روس کے صدر کے نام لکھے گئے خط کا ذکر کر دیتا ہوں حضور لکھتے ہیں:

"موجودہ حالات کے پیش نظر مَیں اپنے خطبات اور خطابات میں بلا امتیاز ہر ایک کو خالق حقیقی کی طرف سے عاید کردہ ذمہ واریوں اور فرائض کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں۔ شام کے تیزی سے بدلتے حالات اور آپ کی قابل تحسین کوشش نے مجھے آپ کو یہ خط لکھنے پر آمادہ کیا جب آپ نے دنیا کو میدان جنگ میں کودنے کی بجائے باہمی بات چیت سے مسائل کو حل کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ کسی ملک کے خلاف جارحیت نہ صرف اس خطہ میں جنگ کا باعث بن سکتی ہے بلکہ عالمی جنگ کا پیش خیمہ بھی بن سکتی ہے۔ اس حوالہ سے ایک مؤقر مغربی اخبار میں آپ کے حالیہ مضمون پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی جس میں آپ نے نشان دہی کی ہے کہ ایسا طرزِ عمل انتہائی خطرناک اور جنگ کے شعلوں کو ہوا دینے والا ہو گا۔ آپ کے اس واضح اور امن پسند مؤقف کی وجہ سے بڑی بڑی طاقتیں اس سے باز رہیں اور انہوں نے جذبہ خیر سگالی کے

ساتھ سفارت کاری کے ذریعہ گفت و شنید کا راستہ اختیار کیا۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ آپ کے اس بر وقت قدم نے دنیا کو در پیش ایک بڑی تباہی سے بچالیا ہے۔"

(عالمی بحران اور امن کی راہ۔ اردو ترجمہ، صفحہ 264)

سامعین! یہ تو ہر ایک کہتا سنائی دیتا ہے کہ اگر تیسری عالمگیر ایٹمی جنگ لگ گئی تو بنی نوع انسان کا اس خطہ ارض سے خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ایسے خطرناک، مہلک اور سریع الاثر ہتھیار ایجاد ہو چکے ہیں کہ ان کے استعمال سے چند لمحوں میں ہر ذی روح رخت سفر باندھ لے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جنگ کے ساتھ احمدیت کا غلبہ وابستہ ہے۔ بے شک یہ جنگ اپنے ساتھ تباہ کاریوں اور ہولناکیوں کے لشکروں کے لشکر لے آئے گی لیکن پھر بھی تمام بنی نوع انسان کو ہلاک نہیں کر سکتی۔ عیسائیت اس تیسرے زور دار جھٹکے کے نتیجے میں پاش پاش ہو جائے گی اور پھر احمدیت کے غلبے کی ابتدا پوری آب و تاب سے اپنے اندر درخشندہ پہلو لیے صفحہ زمین پر رونما ہو گی اور پھر یہ غلبہ تا قیامت رہے گا۔ اِن شاء اللہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"یاد رہے کہ جس قدر خدا نے تباہی کا ارادہ کیا ہے وہ پورا ہو چکے گا۔ تب خدا کا رحم پھر جوش مارے گا اور پھر غیر معمولی اور دہشتناک زلزلوں کا ایک مدت تک خاتمہ ہو جائے گا اور جیسا کہ نوح کے وقت میں ہوا کہ ایک خلق کثیر کی موت کے بعد امن کا زمانہ بخشا گیا، ایسا ہی اس جگہ بھی ہو گا۔"

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 339)

پھر فرمایا:

"نہ بُت رہیں گے، نہ صلیب رہے گی اور سمجھدار دلوں پر سے ان کی عظمت اٹھ جائے گی اور یہ سب باتیں باطل دکھائی دیں گے اور سچے خدا کا چہرہ نمایاں ہو جائے گا.... خدا اپنے بزرگ نشانوں کے ساتھ اور اپنے نہایت پاک معارف کے ساتھ اور نہایت قوی دلائل کے ساتھ دلوں کو احمدیت کی طرف پھیر دے گا اور وہی منکر رہ جائیں گے جن کے دل مسخ شدہ ہیں۔ خدا ایک ہوا چلائے گا جس طرح موسم بہار کی ہوا چلتی ہے اور ایک روحانیت آسمان سے نازل ہو گی اور مختلف بلاد اور ممالک میں بہت جلد پھیل جائے گی۔ جس طرح بجلی مشرق و مغرب میں اپنی چمک ظاہر کر دیتی ہے، ایسا ہی روحانیت کے ظہور کے وقت میں ہو گا۔

تب جو نہیں دیکھتے وہ دیکھیں گے اور جو نہیں سمجھتے وہ سمجھیں گے اور امن اور سلامتی کے ساتھ راستی پھیل جائے گی“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 312)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے اپنے ایک خطاب میں اس جنگ کی ہولناکیوں سے اہل دنیا، بالخصوص اہل مغرب، کو انتباہ کرنے کے بعد فرمایا:

”پس تیسری عالمگیر تباہی کی انتہاء اسلام کے عالمگیر غلبہ اور اقتدار کی ابتدا ہو گی اور اس کے بعد بڑی سرعت کے ساتھ اسلام ساری دنیا میں پھیلنا شروع ہو گا اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کرلیں گے اور یہ جان لیں گے کہ صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور یہ کہ انسان کی نجات صرف حضرت محمد رسول اللہؐ کے پیغام کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔“

(امن کا پیغام اور ایک حرف انتباہ، صفحہ 10، فرمودہ 1967ء بمقام لندن)

اللہ تعالیٰ دنیا کو اسلام احمدیت کو جلد قبول کرنے کی توفیق دے تا کہ وہ اس عالمگیر تباہی سے بچائے جائیں۔

سخت ماتم کے وہ دِن ہوں گے مصیبت کی گھڑی
لیک وہ دِن ہوں گے نیکوں کے لئے شیریں ثمار
آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خُدائے ذوالعجائب سے پیار

(یہ تقریر مکرم چوہدری ناز احمد ناصر صاحب آف برطانیہ کے ایک مضمون سے تیار کی گئی ہے)

۞۞۞۞

﴿49﴾ ﴿مشاہدات۔762﴾

کشتی نوح میں درج نصائح کو روزانہ ایک بار پڑھ لیا کرو

(تقریر نمبر1)

معزز سامعین! آج مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کَشتی نوح میں درج نصائح پڑھ کر سنانی ہیں۔

آپ علیہ السلام نے 25 نومبر 1902ء کو مغرب کی نماز کے بعد مجلس عرفان میں موجود احباب کو بعض نصائح فرمائیں۔ جس میں کَشتی نوح بار بار پڑھنے کی نصیحت بھی شامل تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

"مَیں نے بارہا اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نِرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا۔ اس کی حقیقت تک جب تک نہ پہنچو گے تب تک نجات نہیں۔ قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے اگر مرید خود عامل نہیں تو پیر کی بزرگی اُسے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ جب کوئی طبیب کسی کو نسخہ دیوے اور وہ نسخہ لے کر طاق میں رکھ دیوے تو اُسے ہرگز فائدہ نہ ہوگا کیونکہ فائدہ تو اس پر لکھے ہوئے عمل کا نتیجہ تھا۔ جس سے وہ خود محروم ہے کشتی نوح کو بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 404)

پھر ایک موقع پر فرمایا:

"ایک یہ بھی علاج ہے گناہوں سے بچنے کا کہ کشتی نوح میں جو نصائح لکھی ہیں۔ ان کو ہر روز ایک بار پڑھ لیا کرو۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 254)

پھر فرمایا:

"کشتی نوح میں مَیں نے اپنی تعلیم لکھ دی ہے اور اس سے ہر ایک شخص کو آگاہ ہونا ضروری ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 203)

ہمارے موجوہ امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے بھی خطبہ عید الفطر 14 مئی 2021ء میں ہماری تعلیم سے کچھ حصہ پڑھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہماری تعلیم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اِس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کے کلام میں یہ وعدہ ہے اِنِّیْۤ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے مَیں اس کو بچاؤں گا اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خِشت کے گھر میں بودوباش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالقُ الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا وہ دکھ اُٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اُس کی تجلّیات الگ الگ ہیں انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کے لئے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلّی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آ جاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیّر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیّرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلّی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے وہ خارق عادت قدرت اُسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اُس کے کل تعلقات پر اُس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اُس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا

کی عادت ہے۔ مگر تم اُس حالت میں اِس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اُس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہو گا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے اور اس کی قضاء و قدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اُس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اُس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو، غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اُسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم

ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھو کہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔

کیا ہی بد قسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدّوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اُس کے ہو جاؤ۔ تا وہ بھی تمہارا ہو جاوے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جن میں سے ایک طاعون بھی ہے سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائیں تم سے دور رکھے کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔

تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر اُن پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہو گا جو خدا کا ارادہ ہو گا اگر کوئی طاقت رکھے تو توکّل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اُس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا........ اور اُس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو 10 ہزار سے بھی زیادہ ہیں از انجملہ ایک طاعون بھی نشان ہے پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو اِن آفتوں کے دنوں میں میری رُوح اُس کی شفاعت کرے گی۔ سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا

ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہو گی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہو گا ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے سو خبر دار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو اِن صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا دیکھو مَیں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے اگرچہ سب اُسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اُس شخص کو چن لیتا ہے جو اُس کو چنتا ہے وہ اُس کے پاس آجاتا ہے جو اُس کے پاس جاتا ہے جو اُس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے۔

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اس کی طرف آجاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد ﷺ اُس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا یہی بھید ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہو گا یعنی وہ میں ہی ہوں اور اس میں دورنگی نہیں آئی...... پھر میں کہتا ہوں کہ

یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کرلی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اُسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اُس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں اُن کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہّد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنی اہلیہ اور اُس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اُس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغ گو،

جعل ساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اُس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا اُن کا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو اُن کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا ان کی حمایت میں کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بے باک گنہ گار اور بد باطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہو گا جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ اُن کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا وہ خدا نہائت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اُس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو ان کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اُس پر ایمان لائے ہم نے اُس کو شناخت کیا۔ تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے جس نے مجھے اس زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا اس کے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں جو شخص اُس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی ہم نے اُسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے اُس کے سوا کوئی نہیں کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا سچ تو یہ ہے کہ اُس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں مگر وہی جو اُس کی کتاب اور وعدہ ہے سو جب تم دعا کرو تو اُن جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں کیونکہ وہ مردود ہیں اُن کی دعائیں

ہر گز قبول نہیں ہوں گی وہ اندھے ہیں نہ سوجاکھے وہ مُردے ہیں نہ زندے خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اُس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اُس کو کمزور سمجھتے ہیں سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا جیسا کہ ان کی حالت ہے لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہو گی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصّہ کے۔ اُس شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو اُس کے نزدیک قانون قدرت کے مخالف ہیں دعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔ مگر اے سعید انسان! تو ایسا مَت کر تیرا خدا وہ ہے جس نے بیشمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اُس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آجائے گا بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اس کے ہو گئے ہیں وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اُس کے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوب صورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لایق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔“

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 10-22)

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

باغ مُرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
مَیں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار

مرہمِ عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر مُلک و دیار

✿✿✿✿

﴿50﴾ ﴿مشاہدات۔763﴾

کشتی نوح میں درج نصائح کو روزانہ ایک بار پڑھ لیا کرو

(تقریر نمبر2)

معزز سامعین! آج مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کَشتی نوح میں درج نصائح میں سے بقیہ حصہ پڑھ کر سنانی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوئے ہوئے ہوگے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے خدا ایک پیارا خزانہ ہے اُس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اُس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلّی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گِدھ اور کتےّ مُردار کھاتے ہیں انہوں نے مُردار پر دانت مارے وہ خدا سے بہت دُور جا پڑے انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی روح اُن میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے ان کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے ان کے تمام اندرونی اعضا کاٹ دیئے ہیں پس تم اُس جذام سے ڈرو۔ میں تمہیں حد اعتدال تک رعایت اسباب سے منع نہیں کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم غیر قوموں کی طرح نرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اُس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں

نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔ تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو اور نہ اکٹھا کر سکتے ہو مگر اُس کے اِذن سے۔ ایک مُردہ اس پر ہنسی کرے گا مگر کاش! اگر وہ مر جاتا تو اس ہنسی سے اس کے لئے بہتر تھا۔ خبر دار!!! تم غیر قوموں کو دیکھ کر ان کی ریس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے آؤ ہم بھی اُنہیں کے قدم پر چلیں۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے ان کا خدا کیا چیز ہے صرف ایک عاجز انسان اس لئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے۔ میں تمہیں دنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا مگر تم اُن لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے چاہئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اُترتی ہے تم راست باز اُس وقت بنو گے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما تب روح القدس تمہاری مدد کرے گی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائے گی۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلّی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں یہاں تک کہ طاقت مانگنے کے لئے وہ منہ سے ان شاء اللہ بھی نہیں نکالتے اُن کے پیرو مت بن جاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں۔ نہیں بلکہ یکدفعہ گریں گی۔ اور احتمال ہے کہ اُن سے کئی خون بھی ہو جائیں۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو گی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔ یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں حالانکہ وہ اُس خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں خدا کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اُسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کے رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور

آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے اور کبھی اس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامُراد رکھا جاتا ہے مگر مؤخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے بہر حال یہ دونوں فریق مغضوب علیھم ہیں۔ سچی خوش حالی کا سرچشمہ خدا ہے پس جبکہ اس حیّ وقیّوم خدا سے یہ لوگ بے خبر ہیں بلکہ لاپرواہیں اور اس سے منہ پھیر رہے ہیں تو سچی خوشحالی اُن کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے مبارکی ہو اُس انسان کو جو اس راز کو سمجھ لے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو نہیں سمجھا۔ اسی طرح تمہیں چاہئے کہ اس دنیا کے فلسفیوں کی پیروی مت کرو اور ان کو عزت کی نگہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنی کلام میں سکھلایا ہے ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اس دنیوی فلسفہ کے عاشق ہیں اور کامیاب ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔ نادانی کی راہیں کیوں اختیار کرتے ہو کیا تم خدا کو وہ باتیں سکھلاؤ گے جو اُسے معلوم نہیں۔ کیا تم اندھوں کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہیں راہ دکھلاویں۔ اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہیں کیا راہ دکھائے گا بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیروں کی رسائی نہیں اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اُسے پاؤ گے۔ تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے وہ جو خود مُردار خوار ہے وہ کہاں سے تمہارے لئے پاک غذا لائے گا۔ وہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہیں دکھاوے گا۔ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے پس تم زمینی لوگوں سے کیا ڈھونڈتے ہو جن کی روحیں آسمان کی طرف جاتی ہیں وہی حکمت کے وارث ہیں جن کو خود تسلی نہیں وہ کیونکر تمہیں تسلی دے سکتے ہیں مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے پہلے صدق وصفا ضروری ہے پھر بعد اس کے یہ سب کچھ تمہیں ملے گا۔ یہ خیال مت کرو کہ خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور روح القدس اب اُتر نہیں سکتا بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اُتر چکا۔ اور میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر یک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس کے اُترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا تم اپنے دلوں کے دروازے کھول دو تا وہ ان میں داخل ہو تم اُس آفتاب سے خود اپنے تئیں دُور ڈالتے ہو جبکہ اُس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان! اٹھ اور اس کھڑکی کو کھول دے تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائے گا جبکہ

خدا نے دنیا کے فیضوں کی راہیں اس زمانہ میں تم پر بند نہیں کیں بلکہ زیادہ کیں تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہیں جن کی اس وقت تمہیں بہت ضرورت تھی وہ تم پر اُس نے بند کر دی ہیں ہرگز نہیں بلکہ بہت صفائی سے وہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب جب کہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی گذشتہ تمام نعمتوں کا تم پر دروازہ کھول دیا ہے تو تم کیوں ان کے لینے سے انکار کرتے ہو اس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آجائے گا اس دودھ کے لئے تم بچہ کی طرح رونا شروع کرو کہ دودھ پستان سے خود بخود اُتر آئے گا۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے اضطراب دکھلاؤ تا تسلی پاؤ بار بار چلّاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے کیا ہی دشوار گزار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے۔ پر اُن کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے ہم اس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے، یہی ہے جو خدا نے فرمایا وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰی رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا یعنی اے بُرو اور اے نیکو! تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنم کی آگ پر گذر نہ کرے مگر وہ جو خدا کے لئے اُس آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفس امارہ کے لئے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اُسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہو گا سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے پکڑے نہ جاؤ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابل پاداش ہے وقت تھوڑا ہے اور کار عمر ناپیدا تیز قدم اُٹھاؤ جو شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیان کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔

میں نے سنا ہے کہ بعض تم سے حدیث کو بکلّی نہیں مانتے اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں میں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اوّل قرآن ہے جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جس

میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے۔ جیسا کہ یہ اختلاف اور غلطی کہ عیسیٰ بن مریم صلیب کے ذریعہ قتل کیا گیا اور وہ لعنتی ہوا اور دوسرے نبیوں کی طرح اُس کا رفع نہیں ہوا اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت کرو نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سورج کی نہ چاند کی اور نہ کسی اور ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔ سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سَو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں..... قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو..... سو تم صدق اور راستی اور تقویٰ اور محبت ذاتیہ الٰہیہ میں ترقی کرو اور اپنا کام یہی سمجھو جب تک زندگی ہے..... تم خدمت اور عبادت میں لگے رہو تمہاری تمام کوشش اسی میں مصروف ہونی چاہیئے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند ہو جاؤ اور یقین میں ترقی چاہو نجات کے لئے نہ الہام نمائی کے لئے قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تم

شرک سے بکلی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمۂ نجات سے بے نصیب ہے۔ تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے.... دوسرا ذریعہ ہدایت کا جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے سنّت ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروائیاں جو آپ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کے لئے کر کے دکھلائیں مثلاً قرآن شریف میں بظاہر نظر پنجگانہ نمازوں کی رکعات معلوم نہیں ہوتیں کہ صبح کس قدر اور دوسرے وقتوں میں کس کس تعداد پر لیکن سنّت نے سب کچھ کھول دیا ہے یہ دھوکہ نہ لگے کہ سنّت اور حدیث ایک چیز ہے کیونکہ حدیث تو سوڈیڑھ سَو برس کے بعد جمع کی گئی مگر سنّت کا قرآن شریف کے ساتھ ہی وجود تھا مسلمانوں پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سنّت کا ہے خدا اور رسول کی ذمہ داری کا فرض صرف دو امر تھے اور وہ یہ کہ خدا نے قرآن کو نازل کر کے مخلوقات کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دے یہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرض تھا کہ خدا کی کلام کو عملی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گفتنی باتیں کردنی کے پیرایہ میں دکھلا دیں اور اپنی سنّت یعنی عملی کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا...... ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنّت قرار دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے قرآن خدا کا قول ہے اور سنّت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنّت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔ حدیث جو ایک ظنّی مرتبہ پر ہے قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی صرف ثبوت مؤیّد کے رنگ میں ہے قرآن اور سنّت نے اصل کام سب کر دکھایا ہے اور حدیث صرف تائیدی گواہ ہے حدیث قرآن پر کیسے قاضی ہو سکتی ہے قرآن اور سنّت اُس زمانہ میں ہدایت کر رہے تھے جب کہ اس مصنوعی قاضی کا نام ونشان نہ تھا یہ مت کہو کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے بلکہ یہ کہو کہ حدیث قرآن اور سنّت کے لئے تائیدی گواہ ہے البتہ سنّت ایک ایسی چیز ہے جو قرآن کا منشاء ظاہر کرتی ہے اور سنّت سے وہ راہ مراد ہے جس راہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر صحابہ کو ڈال دیا تھا سنّت اُن باتوں کا نام نہیں ہے جو سَوڈیڑھ سَو برس بعد کتابوں میں لکھی گئیں بلکہ ان باتوں کا نام حدیث ہے اور سنّت اس عملی نمونہ کا نام ہے جو نیک مسلمانوں کی عملی حالت میں ابتدا سے چلا آیا ہے جس پر ہزارہا مسلمانوں کو لگایا گیا۔ ہاں حدیث بھی اگرچہ اکثر حصہ اُس

کا ظن کے مرتبہ پر ہے مگر بشرط عدم تعارض قرآن و سنّت تمسک کے لائق ہے اور مؤیّد قرآن و سنّت ہے اور بہت سے اسلامی مسائل کا ذخیرہ اس کے اندر موجود ہے پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنّت کے نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اور اُن تمام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہیں ردّ کرنا پڑتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پرہیز گار اس پر جرأت نہیں کرے گا کہ ایسی حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن اور سنّت کے برخلاف اور ایسی حدیثوں کے مخالف ہے جو قرآن کے مطابق ہیں بہرحال احادیث کا قدر کرو اور اُن سے فائدہ اُٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور جب تک قرآن اور سنّت ان کی تکذیب نہ کرے تم بھی ان کی تکذیب نہ کرو بلکہ چاہئے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترک فعل........اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں یقین ہی ہے جو گناہ سے چھڑاتا ہے۔یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو۔کیا تم جذبات نفس سے بغیر یقینی تجلّی کے رُک سکتے ہو۔کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلی پا سکتے ہو۔کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو۔کیا آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفّارہ اور ایسا فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کرا سکے.....پس تم یاد رکھو کہ بغیر یقین کے تم تاریک زندگی سے باہر نہیں آسکتے اور نہ روح القدس تمہیں مل سکتا ہے۔مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔مبارک وہ جو شبہات اور شکوک سے نجات پا گئے ہیں کیونکہ وہی گناہ سے نجات پائیں گے۔مبارک تم جب کہ تمہیں یقین کی دولت دی جائے کہ اس کے بعد تمہارے گناہ کا خاتمہ ہو گا۔گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ کسی کوہ آتش افشاں سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کرنے کی جگہ ہے یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسل انسان کو معدوم کر رہی ہے پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر یا بجلی پر یا شیر

پر یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اس کے مقابل پر تم نافرمانی کر کے سزا کی راہ اختیار کر سکو یا صدق و وفا کا اُس سے تعلق توڑ سکو۔

اے وے لوگو! جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اُس وقت تم میں پیدا ہو گی اور اُسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے شائد تم کہو گے کہ ہمیں یقین حاصل ہے سو یاد رہے کہ یہ تمہیں دھوکا لگا ہوا ہے یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں کیونکہ اُس کے لوازم حاصل نہیں وجہ یہ کہ تم گناہ سے باز نہیں آتے تم ایسا قدم آگے نہیں اُٹھاتے جو اُٹھانا چاہئے تم ایسے طور سے نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہئے خود سوچ لو کہ جس کو یقین ہے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے وہ اس سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے اور جس کو یقین ہے کہ اس کے کھانے میں زہر ہے وہ اس کھانے کو کب کھاتا ہے اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلاں بَن میں ایک ہزار خونخوار شیر ہے اُس کا قدم کیونکر بے احتیاطی اور غفلت سے اُس بَن کی طرف اُٹھ سکتا ہے۔ سو تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں اگر تمہیں خدا اور جزا سزا پر یقین ہے گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا اور جب کہ تم ایک بھسم کرنے اور کھا جانے والی آگ کو دیکھ رہے ہو تو کیونکر اُس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں شیطان اُن پر چڑھ نہیں سکتا ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا۔ یقین دکھ اُٹھانے کی قوت دیتا ہے یہاں تک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اُتارتا ہے اور فقیری جامہ پہناتا ہے۔ یقین ہر ایک دکھ کو سہل کر دیتا ہے یقین خدا کو دکھاتا ہے ہر ایک کفّارہ جھوٹا ہے اور ہر ایک فدیہ باطل ہے۔ اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی اور فرشتوں سے بھی صدق اور ثبات میں آگے بڑھا دیتی ہے وہ یقین ہے ہر ایک مذہب جو یقین کا سامان پیش نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے ہر ایک مذہب جو یقینی وسائل سے خدا کو دکھا نہیں سکتا وہ جھوٹا ہے ہر ایک مذہب جس میں بجز پرانے قصوں کے اور کچھ نہیں وہ جھوٹا ہے۔ خدا جیسے پہلے تھا وہ اب بھی ہے اور اس کی قدرتیں جیسی پہلے تھیں وہ اب بھی ہیں اور اُس کا نشان دکھلانے پر جیسا کہ پہلے اقتدار تھا وہ اب بھی ہے پھر تم کیوں صرف قصوں پر راضی ہوتے ہو وہ مذہب ہلاک شدہ ہے جس کے معجزات صرف قصے ہیں جس کی پیشگوئیاں صرف قصے ہیں اور وہ جماعت ہلاک شدہ ہے جس پر

خدا نازل نہیں ہوا اور جو یقین کے ذریعہ سے خدا کے ہاتھ سے پاک نہیں ہوئی۔ جس طرح انسان نفسانی لذّات کا سامان دیکھ کر اُن کی طرف کھینچا جاتا ہے اِسی طرح انسان جب روحانی لذّات یقین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے تو وہ خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور اس کا حسن اس کو ایسا مست کر دیتا ہے کہ دوسری تمام چیزیں اُس کو سراسر ردّی دکھائی دیتی ہیں اور انسان اُسی وقت گناہ سے مخلصی پاتا ہے جب کہ وہ خدا اور اس کے جبروت اور جزا سزا پر یقینی طور پر اطلاع پاتا ہے ہر ایک بیباکی کی جڑھ بے خبری ہے جو شخص خدا کی یقینی معرفت سے کوئی حصہ لیتا ہے وہ بیباک نہیں رہ سکتا۔ اگر گھر کا مالک جانتا ہے کہ ایک پُرزور سیلاب نے اس کے گھر کی طرف رخ کیا ہے اور یا اس کے گھر کے اِرد گرد آگ لگ چکی ہے اور صرف ایک ذرہ سی جگہ باقی ہے تو وہ اس گھر میں ٹھہر نہیں سکتا۔ تو پھر تم خدا کی جزا سزا کے یقین کا دعویٰ کر کے کیونکر اپنی خطرناک حالتوں پر ٹھہر رہے ہو سو تم آنکھیں کھولو اور خدا کے اُس قانون کو دیکھو جو تمام دنیا میں پایا جاتا ہے چوہے مت بنو جو نیچے کی طرف جاتے ہیں بلکہ بلند پرواز کبوتر بنو جو آسمان کے فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تم توبہ کی بیعت کر کے پھر گناہ پر قائم نہ رہو اور سانپ کی طرح مت بنو جو کھال اُتار کر پھر بھی سانپ ہی رہتا ہے موت کو یاد رکھو کہ وہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اُس سے بے خبر ہو۔ کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے کہ خود پاک ہو جاوے مگر تم اس نعمت کو کیونکر پا سکو اس کا جواب خود خدا نے دیا ہے جہاں قرآن میں فرماتا ہے وَ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو نماز کیا چیز ہے وہ دعا ہے جو تسبیح تحمید تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ ان کی نماز اور ان کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کر لیا کرو تا ہو کہ تمہارے دلوں پر اُس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔ پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے اُن کا وارد ہونا ضروری ہے۔

(1) پہلے جب کہ تم مطّلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلّی اور خوشحالی میں خلل ڈالا سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(2) دوسرا تغیر اُس وقت تم پر آتا ہے جب کہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو مثلاً جب کہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے سو یہ حالت تمہاری اُس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر اُس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اس کا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی۔

(3) تیسرا تغیر تم پر اُس وقت آتا ہے جو اس بلا سے رہائی پانے کی بکلّی امید منقطع ہو جاتی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرار داد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گزر جاتے ہیں یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہو جاتے ہیں اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

(4) چوتھا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے کہ جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور اس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے مثلاً جب کہ فرد قرار داد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سنایا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

(5) پھر جب کہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اُس تاریکی سے نجات دیتا ہے مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں اس سے تم

سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کے لئے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہاری اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظلّ ہیں۔ نماز میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضاء و قدر تمہارے لئے لائے گا پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔“

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 22-70)

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب مَیں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار

۞۞۞۞